از عطیۂ خاص وزارتِ معارف گورنمنٹ پاکستان

ابو الطیّب متنبّی

یعنی

عرب کے مشہور شاعرِ متنبّی کی معجز نما شاعری۔ سوانح حیات

مختلف ادوارِ شاعری خصوصیات و امتیازات۔ محاسن و روائع کا بیمثال مجموعہ

اور عربی ادب کے بے شمار تنقیدی جواہر پاروں کا بے بہا گنجینہ

تالیف

پروفیسر سید جلیل الرحمن اعظمی

صدر شعبۂ عربی اسلامیہ کالج کراچی

ادارۂ تصنیف و تالیف آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

ابوالطیب متنبی

حصۂ اوّل

یعنی

عرب کے معجز نما شاعر متنبی کی سوانح حیات از پیدائش تا وفات، تعلیم و تربیت، اخلاق و کردار، دین و مذہب، شاعری کی ابتدا اور مختلف ادوارِ شاعری، غزواتِ سیف الدولہ مدائح متنبی اور اُس کے امتیازات، کافور کی مدح سرائیاں اور اَہاجی، شاہِ مشرق عضدالدولہ کی بارگاہ میں باریابی اور اُس کی شاعری کا طرب انگیز دور، زندگی کا آخری سفر، حادثۂ قتل اور اُس کے اسباب سے مفصّل بحث۔

تالیف

پروفیسر سیّد جلیل الرّحمن اعظمی

صدر شعبۂ عربی اسلامیہ کالج کراچی

Marfat.com

132430

تمام حقوق بحقِ مصنف محفوظ

تعدادِ اشاعت۔ ... ... ایک ہزار
قیمت مجلّد مع گرد پیپر۔ ... ... ۲۰۰/- روپے

ملنے کا پتہ

سیّد جمیل الرحمٰن اعظمی

پامن داس ٹھاکرداس بلڈنگ۔ آرٹلری میدان ۴، کراچی

Marfat.com

باسمہ تعالیٰ

الاهداء

میں اس علمی و ادبی سعی و کاوش کو اپنی والدۂ مرحومہ کی ذاتِ گرامی سے اِنتساب کرتا ہوں، جنھوں نے میری تعلیم و تربیت کے لئے اپنا گھر و در، مال و متاع سب کچھ قربان کر دیا، اور مجھے قوت بخشی کہ شدائدِ زمانہ کے اس طُوفانی سمندر میں اپنی بے سہارا کشتیِ حیات کو پار لگا سکوں۔ خدا اُن پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور اَن گنت برکتیں۔

عَدِمْتُهَا وَكَأَنِّيْ سِرْتُ أَطْلُبُهَا
فَمَا تَزِيْدُنِي الدُّنْيَا عَلَى الْعَدَمِ

جلیل الرحمٰن اعظمی

Marfat.com

Marfat.com

ابوالطیّب متنبّیؔ

حصہ اول

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحات
۱	الاھداء	
۲	تعارف از جناب ڈاکٹر زبید احمد صاحب پی ایچ ڈی لندن	۹
۳	نقل نتیجہ قلم شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوتہ مرحوم	۱۵
۴	مقدمہ	۱۷
۵	نام ونسب	۲۹
۶	تعلیم وتربیت	۳۳
۷	قوتِ حافظہ	۳۴
۸	اخلاق وکردار	۳۵
۹	دنائت سے اجتناب	۳۸
۱۰	وفاداری	۳۹
۱۱	اہل وعیال	۴۴
۱۲	دین ومذہب	۴۵
۱۳	اہانتِ دین	۴۷
۱۴	شاعری کی ابتدا	۴۹
۱۵	عہدِ شباب	۵۴
۱۶	حُبِ جاہ ومرتبہ	۶۰
۱۷	چوتھی صدی ہجری	۶۲
۱۸	دعویٰ نبوت	۶۴
۱۹	گرفتاری	۷۰
۲۰	وجہ تسمیہ	۷۰
۲۱	جیل کی شاعری	۷۲
۲۲	رہائی	۷۳
۲۳	انطاکیہ میں	۷۵
۲۴	بدر بن عمّار کے پاس	۷۹
۲۵	ابوالعشائر کے پاس	۸۵
۲۶	سیف الدّولہ اور شاہان بنو حمدان	۸۹
۲۷	سیف الدولہ کے درباری شعراء	[illegible]
۲۸	سیف الدولہ بحیثیت نقاد اور شاعر	۹۲
	غزواتِ سیف الدولہ اور مدائح متنبی ۳۳۷ ہجری ۳۴۶	۹۶/۱۲۴
۲۹	متنبی کے امتیازاتِ شاعری	۹۷
۳۰	پہلی امتیازی خصوصیت	۹۷

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحات
۳۱	دوسری امتیازی خصوصیت	۹۸
۳۲	تیسری امتیازی خصوصیت	۹۹
۳۳	چوتھی امتیازی خصوصیت	۱۰۰
۳۴	قصائد کی اجمالی تشریح	۱۰۲
۳۵	۳۳۳ھ میں محمد بن طغج پر حملہ اور متنبی کا قصیدہ	۱۰۳
۳۶	۳۳۷ھ میں المبرقع خارجی پر جوابی حملہ " " "	۱۰۵
۳۷	اسی سال ناصر الدولہ کی فوجی کمک " " "	۱۰۶
۳۸	۳۴۳ھ میں بنو کلاب پر حملہ " " "	۱۰۸
۳۹	۳۴۴ھ میں بنو قیس پر حملہ " " "	۱۱۱
	رومیوں سے جہاد	۱۱۲/۱۲۲
۴۰	۳۳۹ھ میں معرکۂ جہاد اور متنبی کا قصیدہ	۱۱۳
۴۱	۳۴۰ھ میں دوسرا کامیاب حملہ " " "	۱۱۵
۴۲	۳۴۱ھ میں قلعہ مرعش پر جوابی حملہ " " "	۱۱۷
۴۳	۳۴۲ھ میں بطرہ عرقہ اور ملطیہ پر حملہ " " "	۱۱۹
۴۴	۳۴۳ھ میں قلعہ حدث پر جوابی حملہ " " "	۱۲۰
۴۵	۳۴۴ھ میں قلعہ حدث پر دوبارہ جوابی حملہ " " "	۱۲۲
۴۶	۳۴۵ھ میں ال بطریق پر معرکۂ جنگ " " "	۱۲۲
۴۷	آخری قصیدہ جو متنبی نے اسی سال حلب میں پڑھا۔	۱۲۴
	سیف الدولہ سے جدائی اور اس کے وجوہ	۱۲۵/۱۴۰
۴۸	متنبی کی افتادِ طبع	۱۲۶
۴۹	متنبی کا عروج اور اس کی خود بینی	۱۲۶
۵۰	ہمعصر شعراء پر چوٹیں	۱۲۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحات
۵۱	ایک کوتاہی	۱۳۱
۵۲	استفسارِ حال اور معذرت	۱۳۲
۵۳	اعترافِ قصور اور طلبِ عفو	۱۳۳
۵۴	حریفوں کے بالمواجہ غم و غصہ کا اظہار اور ابو فراس کی سخت نکتہ چینی	۱۳۴
۵۵	سیف الدولہ کا انعام اور اظہارِ خوشنودی	۱۳۶
۵۶	درباریوں کی برہمی اور غیظ و غضب	۱۳۶
۵۷	قتل کی سازش	۱۳۷
۵۸	جدائی کی آخری گھڑی	۱۳۸
	ابو المسک کافور اخشیدی ۳۴۶ھ ۳۵۰	۱۴۱/۱۶۴
۵۹	محمد بن طغج اور اخشیدی حکومت	۱۴۲
۶۰	کافور کی تولیت اور فرمانروائی	۱۴۳
۶۱	کافور اور مدائح متنبی	۱۴۴
۶۲	متنبی کے مصر آنے کا مقصد اور اس میں ناکامی	۱۴۶
۶۳	قصائد کی تشریح	۱۴۸
۶۴	۳۴۶ھ میں پہلا مدحیہ قصیدہ	۱۴۸
۶۵	اسی سال ایک اور قصیدہ	۱۴۹
۶۶	مشہور قصیدہ دالیہ	۱۵۰
۶۷	۳۴۷ھ میں ایفاءِ عہد کا مطالبہ	۱۵۱
۶۸	کافور اور اس کے آقازادے کے درمیان صلح کی خوشی میں قصیدہ	۱۵۲
۶۹	اسی سال جشنِ عید کے موقع پر قصیدہ	۱۵۳

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحات
۷۰	۳۴۹ھ میں طویل خاموشی کے بعد آخری قصیدہ	۱۵۵
۷۱	۳۵۰ھ میں مصر سے فرار	۱۵۷
۷۲	اہاجی	۱۵۸
۷۳	پہلے مدحیہ قصیدہ کی بحر میں پہلی ہجو	۱۶۱
۷۴	ایک اور بہترین ہجو	۱۶۲
۷۵	ہجو کے چند اور بلیغ اشعار	۱۶۴
۷۶	سیف الدولہ سے نامہ و پیام	۱۶۵
۷۷	۳۵۲ھ میں سیف الدولہ کی طرف سے تحائف، متنبی کی طرف سے شکریہ میں قصیدہ	۱۶۶
۷۸	اسی سال سیف الدولہ کی بڑی بہن خولہ کا مرثیہ	
۷۹	۳۵۳ھ میں سیف الدولہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط	
۸۰	اور دعوت واپسی، جواب میں مدحیہ قصیدہ . . .	۱۶۸
۸۰	۳۵۴ھ میں ابن العمید کے پاس	۱۶۹
۸۱	ابن العمید کی مدح میں پہلا قصید	۱۷۰
۸۲	ابن العمید کی مدح میں دوسرا قصیدہ	۱۷۱
	عضد الدولہ کے دربار میں	۱۷۳/۱۸۱
۸۳	شاہِ مشرق اور مداحِ متنبی	۱۷۴
۸۴	متنبی کی شاعری کا نشاط انگیز دور	۱۷۵
۸۵	شعب بوّان کی تعریف و توصیف	۱۷۶
۸۶	ایک اور قصیدہ کے چند بہترین شعر	۱۷۸
۸۷	دورِ حیات کے آخری قصیدہ میں بدشگونی کے چند اشعار	۱۸۰
	مقتل	۱۸۲/۱۸۹
۸۸	آخر رمضان ۳۵۴ھ میں حادثۂ قتل	۱۸۲
۸۹	حادثۂ قتل کے متعلق مختلف روایتیں	۱۸۳
۹۰	اصل قصہ اور صحیح روایت	۱۸۴
۹۱	متنبی کی وفات پر ادباؤ شعراء کے مرثیے	۱۸۶

إنتهى الجزءُ الأوّل

(و)

يليه الجزءُ الثّاني

Marfat.com

ابو الطیّب متنبّی

حصۂ دوم

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ	نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	شاعری میں متنبّی کا مقام	۱۹۱/۲۱۲	۱۶	ابو الحسن بن احمد الواحدی	۲۰۸
۱	ابوتمام، بحتری اور متنبّی کے اندازِ شاعری پر تبصرہ	۱۹۲	۱۷	ابو البقاء عبداللہ بن الحسین العکبری	۲۰۹
۲	قصیدہ گوئی میں متنبّی کا امتیاز	۱۹۴	۱۸	ابن رشیق القیروانی	۲۱۰
۳	جدّت طرازی	۱۹۶	۱۹	ابن الاثیر الجزری	۲۱۰
۴	شعراء مولدین کی برتری	۱۹۸		**مناظرۂ حاتمی**	۲۱۳/۲۳۵
۵	امرأ القیس اور متنبّی	۱۹۹	۲۰	علامہ بدیعی کی روایت	۲۱۳
۶	صنّاع اور طبّاع شعراء کی تشریح	۲۰۱	۲۱	شیخ ابو علی حاتمی کے اعتراضات	۲۱۴
۷	معاصرین کی رائیں	۲۰۲	۲۲	متنبّی کا جواب	۲۱۵
۸	ابو الفتح عثمان ابن جنّی	۲۰۳	۲۳	توارد اور سرقہ کا فرق	۲۱۷
۹	ابو الفرج علی بن الحسین الاصفہانی	۲۰۳	۲۴	متنبّی کے کلام سے ادباء اور شعراء کے سرقات:	۲۱۸
۱۰	محمد بن حمد بن فورجّہ	۲۰۴	۲۵	الصّاحب بن عباده کا سرقہ	۲۱۸
۱۱	الصّاحب ابن عباد	۲۰۴	۲۶	اُستاد ابو اسحٰق الصابی " "	۲۲۳
۱۲	ابو سعید محمد بن احمد العمیدی	۲۰۵	۲۷	ابو العباس احمد بن الضبّی " "	۲۲۴
۱۳	قاضی ابو الحسن علی بن عبدالعزیز الجرجانی	۲۰۵	۲۸	ابو بکر الخوارزمی " "	۲۲۵
۱۴	ابو منصور محمد بن المالک الثعالبی	۲۰۶	۲۹	ابو الفتح علی بن محمد البستی " "	۲۲۶
۱۵	ابو العلاء المعرّی	۲۰۷	۳۰	ابو الحسن السّلامی " "	۲۲۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحات
۳۱	ابوالقاسم الزعفرانی کا سرقہ	۲۲۸
۳۲	ابوالفرج الببغاء " "	۲۲۹
۳۳	ابومحمد المہلبی الوزیر " "	۲۲۹
۳۴	السّری ابن احمد " "	۲۳۰
۳۵	الزام سرقات پر تفصیلی بحث	۲۳۲
۳۶	مُعاصرین کا معاندانہ رویّہ اور اُس کے وجوہ	۲۳۴
	مَعائبُ و مَقابح	۲۳۶ / ۲۶۱
۳۷	قُبحُ المطَالِع	۲۳۶
۳۸	قُبحُ المقاطع	۲۳۹
۳۹	غرابتِ الفاظ	۲۴۲
۴۰	تعقیدِ معنوی	۲۴۸
۴۱	غلط الفاظ اور اعراب کا استعمال	۲۴۹
۴۲	رکاکت اور بیہودگی	۲۵۱
۴۳	الفاظ کی بے معنی تکرار	۲۵۲
۴۴	مبالغہ میں غُلو	۲۵۳
۴۵	بعید المعانی اِستعارات	۲۵۵
۴۶	کلام کا بے محل استعمال	۲۵۷
۴۷	سُوءِ اَدبی	۲۵۹
	محاسنُ و رَوائع	۲۶۲ / ۳۲۹
۴۸	حُسن المطالع	۲۶۲
۴۹	حُسن المقاطع	۲۶۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحات
۵۰	گُریز اور حُسنِ خروج	۲۶۸
۵۱	تشبیب نگاری	۲۷۳
۵۲	غـزل	۲۷۹
۵۳	جدّتِ ادا پر تفصیلی بحث	۲۹۱
۵۴	حُسنِ ادا اور حُسنِ تصرف	۲۹۷
۵۵	تشبیہات و استعارات	۳۰۲
۵۶	تشبیہ کے ارکان	۳۰۲
۵۷	تشبیہ کے اقسام	۳۰۳
۵۸	حُسنِ تشبیہ	۳۰۳
۵۹	استعارہ	۳۰۶
۶۰	اندازِ بیان کی تشریح	۳۰۶
۶۱	استعارہ کے اقسام اور اُس کی اثر انگیزی	۳۰۷
۶۲	صنائع و بدائع	۳۱۱
۶۳	سِیاقۃُ الأعداد	۳۱۲
۶۴	المدحُ المُوجّہ	۳۱۴
۶۵	حُسنِ تقسیم	۳۱۶
۶۶	زبان پر فرماں روائی	۳۲۱
۶۷	قبائلی لغت پر کلام کی بنیاد	۳۲۱
۶۸	کوفیین کے مسلک کی تقلید	۳۲۲
۶۹	مَحاسنِ شاعری کی ایک امتیازی بات	۳۲۳
۷۰	صوفیانہ شاعری	۳۲۴
۷۱	خودداری اور غزتِ نفس	۳۲۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحات
	فارسی ادب پر اثر	۳۳۰–۳۵۲
۷۲	عربی زبان کی وسعت اور ایرانی علمار کا اُس سے شغف	۳۳۱
۷۳	عربی طرزِ شاعری کی تقلید اور فارسی شعرار کا استفادہ	۳۳۲
۷۴	عنصری بلخی	۳۳۳
۷۵	امیر معزی	۳۳۴
۷۶	سعدی	۳۳۵
۷۷	منوچہری دامغانی	۳۳۶
۷۸	اُمیر ابوالحسن آغاجی	۳۳۶
۷۹	فخرالدین گرگانی	۳۳۷
۸۰	ظہیرالدین فاریابی	۳۳۸
۸۱	اسدی طوسی	۳۳۹
۸۲	انوری	۳۳۹
۸۳	جمال الدین اصفہانی	۳۴۱
۸۴	غزل گوئی میں سعدی کی خوشہ چینی	۳۴۳
۸۵	محبت کے والہانہ جذبات	۳۴۴
۸۶	فراق اور جدائی	۳۴۷
۸۷	محبت وعشق کی بے چارگی	۳۴۹
۸۸	دنیا کی بے ثباتی	۳۵۱
	اَمثال و حکم	۳۵۳–۳۷۶
۸۹	مَثَل اور کہاوت کی تشریح	۳۵۳
۹۰	مختلف شعرار کا رنگِ شاعری	۳۵۴
۹۱	اَمثال و حِکَم میں متنبّی کا کمال	۳۵۵
۹۲	وہ اشعار جن کا ہر ایک مصرع کہاوت ہے	۳۵۶
۹۳	وہ اشعار جن کا صرف مصرعِ ثانی کہاوت ہے	۳۵۹
۹۴	وہ کہاوت جو پورے ایک شعر یا ایک سے زائد شعروں میں بیان کی گئی ہو	۳۶۷
۹۵	مواعظ و حِکَم	۳۷۶
۹۶	فرائد و نوادر	۳۸۰
۹۷	مآخذ و مراجع	۳۹۳
۹۸	دیوانِ متنبی کی شُروح	۳۹۶–۴۰۰

تمّ الجزءُ الثانی

(ولله الحمد)

تعارُف

کَلِمَۃٌ فِی الکتابِ ومؤلّفِہ

ڈاکٹر زبید احمد صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی لندن

سابق پروفیسر وصدر شعبۂ عربی و فارسی، الہ آباد یونیورسٹی، انڈیا

شعراء عرب خاصکر شعراء مولدین میں شاعر ہونے کی حیثیت سے متنبی کا جو مقام ہے، وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ کمالِ شاعری کی بناء پر، جیسا کہ لفظِ متنبّی سے ظاہر ہے۔ نبوّت کا مُدّعی ہونا بھی عام طور سے مشہور ہے، گو یہ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ کتابِ زیرِ تعارف سے معلوم ہوگا۔ شعراء مولدین میں ابوتمام، بُحتری اور متنبّی بالاتفاق چوٹی کے شاعر مانے جاتے ہیں۔ لیکن اِس امر میں اختلاف ہے کہ ان میں سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ بعض متنبّی کو، بعض ابو تمام کو، اور بعض بُحتری کو اشعر الشعراء سمجھتے ہیں۔ متنبّی پر عربی میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، اور اُس کے دیوان کی جس قدر شرحیں لکھی گئی ہیں، اُس قدر ادبی ذخیرہ کسی اور شاعرِ عربی کی بابت نہیں پایا جاتا۔ علامہ بدیعی نے دیوان متنبّی کی اکتالیس شروح گناتے ہوئے لکھا ہے کہ اس قدر شرحیں شعراء عرب میں سے کسی اور کے دیوان کی نہیں لکھی گئیں۔ بلکہ علامہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ ان کے علاوہ اور شروح بھی ہوں، جو ہمارے علم میں نہیں ہیں۔ چنانچہ

کتابِ زیرِ تعارف کے فاضل مصنف نے اور دس شروح کا پتہ چلایا ہے۔ اور اِس طرح اس کے دیوان کی شرحوں کی تعداد اکاون تک پہنچ جاتی ہے۔

اُردو میں متنبی پر اب سے پہلے کوئی اہم اور قابلِ قدر کتاب نہیں لکھی گئی تھی۔ یہ کمی بحمداللہ پروفیسر جلیل الرحمٰن اعظمی کی مساعیِ جمیلہ سے بوجہِ اتم پوری ہوگئی ہے۔ پروفیسر صاحب موصوف جو اسلامیہ کالج کراچی میں شعبۂ عربی کے صدر ہیں، طرزِ قدیم کے فارغ التحصیل، عالمِ متبحر، فارسی و اُردو کے فاضل اور مایۂ ناز ادیب ہیں تصنیف و تالیف اور صحافت کے لئے جس خاص ذوق کی ضرورت ہے، وہ ان میں پورے طور پر پایا جاتا ہے۔ مَیں نے ہندوستان میں اُن کے وہ علمی و ادبی مقالات دیکھے ہیں، جو وہاں کے مشہور ماہنامہ "نگار" اور دوسرے معیاری مجلّات میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ میرے یہاں کراچی آنے کے بعد موصوف نے اگست ۱۹۵۵ء میں پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی ایک مجلسِ علمی میں "حسان کی شاعری" پر جو مقالہ پڑھا تھا، اور جو اسی کانفرنس کے سہ ماہی رسالہ "العلم" میں شائع ہوچکا ہے؛ وہ نہایت فاضلانہ، محققانہ، دلچسپ اور پُراز معلومات تھا۔

کچھ عرصے سے موصوف عربی کے مشہور شاعر متنبی پر جو ریسرچ کر رہے تھے، خوشی ہے کہ اب وہ چار سو صفحات کی ایک ضخیم اور مبسوط کتاب "ابوالطیب متنبی" کی صورت میں اس وقت زیرِ تعارف ہے۔

یہ کتاب دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصّہ میں متنبی کے سوانحِ حیات، شاعری کی ابتدا، اور اُس کے مختلف اَدوار، دعویِ نبوت، گرفتاری اور رہائی، سیف الدولہ سے اُس کی جُدائی، اور اُس کے وجوہ، کافور کے دربار میں باریابی اور اُس کی مدح سرائیاں، مقصد میں ناکامی اور نظربندی، مصر سے فرار اور کافور کی ہجو، عضدالدولہ بویہی کی بارگاہ میں رسائی اور متنبی کا نشاط انگیز دَور حادثۂ قتل اور اُس کے اسباب بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

دوسرے حصّہ میں شاعری میں متنبی کا مقام اور اُس کی خصوصیاتِ شاعری

Marfat.com

شعراء مولدین کی برتری اور اُن کے اندازِ شاعری پر تبصرہ، قصیدہ گوئی میں متنبّی کا امتیاز، صنّاع و طبّاع شعراء کا فرق، معاصرین کی رائیں، چوتھی صدی سے لے کر ساتویں صدی ہجری کے مستند علماء و ادباء کی موافقت و مخالفت میں تنقیدیں، مناظرۂ حاتمی اور اس کی تفصیلات متنبّی کے کلام سے ادباء و شعراء کے سرقات معائب و مقابح، محاسن و روائع، غزل و تشبیب نگاری، تشبیہات و استعارات، صنائع و بدائع، زبان پر شاہانہ فرماں روائی، خودداری اور عزتِ نفس، فارسی ادب پر اثر، پانچویں چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے فارسی شعراء کا متنبی کے کلام سے استفادہ غزل گوئی میں سعدی کا التقاط و استنباط، امثال و حِکَم کے نادر نمونے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ پھر "فرائد و نوادر" کے عنوان سے متنبّی کے اُن بے مثال اشعار کا انتخاب درج ہے، جن کی نظیر شعراء عرب میں سے آج تک کوئی شاعر پیش نہ کرسکا۔ آخر میں متنبّی کے دیوان کی کثیر التعداد شروح اور عربی ادب کی اُن مستند کتابوں کی ایک طویل فہرست دے دی گئی ہے، جن سے فاضل مصنّف نے استفادہ کیا ہے۔

یہ ایک مختصر سا جائزہ ہے مصنف کی اُن علمی کوششوں کا جو موصوف نے اس کتاب کی ترتیب و تصنیف کے سلسلہ میں کی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ فاضل مصنّف نے اپنی اس تصنیف میں بڑی دماغ سوزی، جاں فشانی اور قابلِ قدر تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے، اور متنبّی کے موافقین و مخالفین کی رایوں پر فاضلانہ اور بے لاگ تبصرے کئے ہیں۔ اور اس کے پرستاروں اور اُس سے بُغض رکھنے والوں کے درمیان غیر جانب دارانہ محاکمہ کیا ہے۔

فاضل مصنف کا طرزِ بیان نہایت شگفتہ اور ادیبانہ ہے۔ مضامین کی ترتیب، عبارت کا تسلسل اور روانی قابلِ تعریف ہے۔ اور تنقید و تحقیق کا انداز سزاوارِ تحسین، موصوف نے جس مبحث پر قلم اُٹھایا ہے، اُس کے ثبوت کا پُورا حق ادا کردیا ہے۔ اور نقد و نظر کے اُن موتیوں کو جو علمائے سلف کی نایاب کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ گویا ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

Marfat.com

موصوف نے سیف الدولہ والے حصے کو جس کا متنبّی چہیتا اور درباری شاعر تھا نہایت محققانہ اور ادیبانہ طرز پر لکھا ہے۔ اِس سلسلے میں متنبّی کے امتیازاتِ شاعری، سیف الدولہ سے جُدائی اور اُس کے وجوہ خصوصیت کے ساتھ پڑھنے کے لائق ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ سیف الدولہ اور متنبی دونوں چاند و سورج بن کر دنیا میں چمکے اور ایک دوسرے سے جُدا ہوکر ہمیشہ کے لئے ماند پڑ گئے۔ متنبّی نے سچ کہا ہے:۔

بَلَغْتُ بِسَيْفِ الدَّوْلَةِ النُّوْرِ رُتبَةً
أَنَرْتُ بِهَا مَا بَيْنَ غَرْبٍ وَمَشْرِقِ

"شاعری میں متنبّی کا مقام" بجائے خود 'THESIS' کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سِلسلے میں متنبّی کے معاصرین اور اس سے قریب تر دَور کے علماء و ادباء (جن میں ابن جنّی، ابوالفرج اصفہانی، صاحب ابن عباد، قاضی ابوالحسن الجرجانی، ابوالعلاء المعری، ابوالحسن الواحدی، ابوالبقاء العکبری، ابن رشیق القیروانی اور علامہ ابن الاثیر الجزری جیسے مستند اور جلیل القدر فضلاء شامل ہیں) کے تنقیدی تبصرے بڑی کدو کاوش سے جمع کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ متنبّی کی شاعری کی بابت جو کچھ اس کے کلام سے ادباء وشعراء کے سرقات، ومعائب ومقابح، محاسن و روائع، جدتِ ادا، وغیرہ کے زیرعنوانات لکھا گیا ہے۔ اِس سے فاضِل مصنف کی وسعتِ نظر کا پتہ چلتا ہے۔

متنبّی کے کلام کا "فارسی ادب پر اثر" ایک محققانہ مقالہ ہے۔ اِس سوال کا جواب کہ فارسی شاعری ابتدا میں عربی شاعری سے کس حد تک متاثر ہوئی؟ اس مقالہ مین محققانہ پیرایہ میں دیا گیا ہے۔ فارسی شعراء میں عنصری، منوچہری، فخرالدین گرگانی، انوری، اسدی طوسی، ظہیرالدین فاریابی، اور شیخ سعدی شیرازی وغیرہ، پانچویں چھٹی اور ساتویں ہجری کے مشہور اور مستند اساتذہ ہیں۔ جنھوں نے متنبی کے کلام سے کافی اخذ و استنباط کیا ہے خصوصًا شیخ سعدی جو فارسی غزل گوئی کے پیغمبر مانے جاتے ہیں، متنبّی کے کلام سے خاصے متأثر و مستفید معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بحث اربابِ ذوق کے لئے ایک دعوتِ نظر ہے۔ اگر دو مختلف شاعروں کے شعروں میں ایک خیال بالکل یکساں یا قریب قریب یکساں

Marfat.com

پایا جائے، تو یہ سوال محلِ نظر ہے کہ آیا شاعرِ متاخر نے شاعرِ متقدم کے کلام سے سرقہ کیا ہے، یا استنباط، اور یا یہ توارد ہے۔ فاضل مصنف نقل کردہ امثلہ میں التقاط و استنباط ہی کی تائید کرتے ہیں۔ مگر قارئین کرام اپنے اپنے مذاق کے مطابق ہر مثال کی بابت اس کا فیصلہ کرسکتے ہیں۔ بہرحال اِس بحث سے بھی فاضل مصنف کی وسعتِ مطالعہ اور دقّتِ نظر ظاہر ہے۔ لہٰذا کوئی بھی صاحبِ علم و فہم موصوف کو خراجِ تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آخر میں" فرائد و نوادر" کے زیرِ عنوان جو انتخاب پیش کیا گیا ہے، وہ بھی بڑی اہمیت کا مالک ہے۔ یہ متنبی کے پورے دیوان کا عطر اور روحِ انتخاب ہے، اور فاضل پروفیسر کی طرف سے ایک" ارمغانِ شعر و شاعری" ہے۔ جسے قدر شناس اور سخن سنج شائقین کو حرزِ جان کرلینا چاہیئے۔ بے شک پھولوں کو ایک گلدستہ کی شکل میں سجا دینا کہیں زیادہ بہتر ہے اِس سے کہ وہ صحنِ چمن میں منتشر اور پراگندہ پڑے رہیں۔ یہ روحِ انتخاب علامہ عکبری المتوفی ۶۱۶ھ کے مذاقِ سلیم کا ممنونِ احسان ہے۔ فاضل مصنف نے اِن اشعار کو بلحاظ حرف روی ابجدی ترتیب میں تبدیل کردیا ہے۔

مَیں نہیں سمجھا کہ ان اشعارِ منتخبہ کی تشریح اور حلِ لغات بجائے اُردو کے عربی میں کرنا، فاضل مصنف نے کیوں پسند فرمایا۔ شاید اُردو میں چارسو صفحات لکھتے لکھتے اُکتا جانے کی وجہ سے ایسا کیا ہو۔ بہرحال یہ بھی ایک عالمانہ چٹخارہ ہے، جو اپنی جگہ پر خوب ہے۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ اُردو میں متنبی کے کلام پر تحقیق و تنقید کی پہلی کتاب ہے۔ جس میں اس شاعر کے مدّاح اور عیب جُو دونوں کے تنقیدی نظریات سے دل کھول کر بحث کی گئی ہے اور اپنی جامعیّت اور افادیّت کے اعتبار سے طلبہ اور اساتذہ دونوں کے لئے مفید اور لائقِ مطالعہ ہے۔ اس میں وہ سب کچھ یک جا پائیں گے جو عربی زبان میں علمائے سلف کی نادر اور نایاب کتابوں کے اَوراقِ پریشاں میں منتشر اور پراگندہ پائے جاتے ہیں۔

متنبّی کا دیوان تمام یونیورسٹیوں کے اِمتحانات بی اے، و ایم اے، اور علومِ مشرقیہ کے جملہ مدارسِ اسلامیّہ کے امتحاناتِ عالم و فاضل کے نصاب عربی میں داخل ہے۔ یہ کتاب ان تمام پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لئے حد درجہ مفید اور نفع بخش ہے۔ اِس کتاب سے متنبّی کے کلام کے اُن شائقین کی ضرورت پُوری ہو جاتی ہے، جو یا تو عربی میں اِتنی استعداد نہیں رکھتے کہ وہ علمائے سلف کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اُس کے اشعار کے مالہ و ماعلیہ کو اچھی طرح سمجھ سکیں، یا پھر ان کتابوں کے نایاب یا کم یاب ہونے کے باعث ان کی دسترس سے باہر ہے، کہ وہ اُس کے کلام کے پسِ منظر سے واقفیت حاصل کر سکیں، اور اُس کے محاسن و عیوب کو پرکھ سکیں۔

یہ حقیقت ہے کہ یہ عالمانہ تصنیف اُردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے، جس پر وزارتِ معارف پاکستان کے شعبۂ "اُردو ڈیولپمنٹ فنڈ" کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں کہ اُس نے اِس اَدبی خدمت کو زیورِ طبع سے آراستہ ہونے کا موقع فراہم کیا۔ شعبۂ مذکورۂ بالا کی اس قدرشناسی سے جہاں علمی و اَدبی تصنیف کرنے والے فاضل ادیبوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے وہاں اُردو ادب (جو ہمارا قومی سرمایہ ہے) کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ آخر میں فاضل مصنّف کو بھی اُن کے اِس علمی اور اَدبی شاہکار پر صمیمِ قلب سے مبارکباد دیتا ہوں۔

ہیچ میرز و ہیچ مداں

خاکسار، م۔ غ زبید احمد

کراچی۔ ۲۔ نومبر ۱۹۵۸ء

Marfat.com

COPY OF THE LETTER WRITTEN BY LATE
SHAMSUL ULAMA DR. DAUD POTA,
REGARDING MERIT OF THE BOOK.

SHAMSUL-ULAMA,
DR. U.M. DAUDPOTA,
M.A.(BOM) PH.D. (Contab)

286, Garden East,
KARACHI-3
25. XII. 57.

I have great pleasure in saying that Professor Jalil-ur-Rahman has been known to me for past so many years. He is deeply interested in Arabic Literature and has been contributing valuable articles on its various aspects. Lately, he has completed his exhaustive study of The Great Arabian Poet, AL-MUTANABBI, in Urdu, Laying under contribution. all that has so far been written on this great Poet. I can unhesitatingly recommend the publication of this Work by the Education Department of the Government of Pakistan from the Urdu Development Fund,, as this work is the first of its kind in Urdu.

sd/- (U.M. Daudpota).

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقَدَّمہ

وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ وَنُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

شعرائے عرب میں متنبیؔ کی شاعری، تاریخ ادب کا وہ شاہکار ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں، اُس کے وہ اشعار جن سے عربی ادب کی فضائیں گونج اُٹھیں، صحیح معنوں میں اُس کا تعارف ہیں، یہ ایک ایسا امتیاز ہے جو درحقیقت شعراءِ عرب میں کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔

شاعری ایک طاقت ہے جو دل کی دھڑکنوں کو تیز، مُردہ جذبات کو بیدار اور بے حس احساسات کو چونکاتی ہے، وہ ایک قوت ہے جو قوموں کو زیر و زبر اور دنیا میں ہلچل مچا دیتی ہے، حوصلوں کو بلند اور عزائم کو استقلال بخشتی ہے، پست اقوام کو ابھارتی، اُن کے کردار کو سُدھارتی اور مصائب ومشکلات میں اُن کو صبر و پامردی سکھاتی ہے، وہ ایک جادو ہے جو دل و دماغ کو اس طرح مسحور کرتی ہے کہ دوست دُشمن بن جاتے ہیں اور دُشمن دوست، تاریخ میں اس کی صدہا مثالیں پائی جاتی ہیں۔

کعب بن زہیر، مشرّف بہ اسلام ہونے سے پہلے اُن شعراءِ مشرکین میں سے تھے جن کی زبانیں

Marfat.com

رسولِ خدا اور صحابۂ کرام کی شان میں گستاخیاں کرتی رہتی تھیں، فتح مکہ میں رسولِ خدا نے اُن میں سے ابنِ خطل اور ابن حبابہ کو قتل کروادیا۔ ابن الزبعری، ھُبَیرہ بن أبی وھب اور کعب ابن زُھیر کا خون ہدر کردیا، یہ لوگ مارے مارے پھر رہے تھے، آخر اپنے بھائی بُجَیر بن زُھیر کے مشورے پر کعب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے اور اپنا وہ مشہور قصیدہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کیا جس کا مطلع ہے :-

بانتْ سُعاد فقلبی الیومَ مَبْتوُلُ
متیمٌ اثرھَا لمْ یُفدَ مَکبُولُ[1]

جس میں آگے چل کر وہ کہتے ہیں کہ :-

" مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ نے مجھے دھمکی دی ہے حالانکہ اُن سے معافی کی اُمید کی جاتی ہے، اگرچہ میرے بارے میں باتیں بہت مشہور ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے، لہٰذا چغل خوروں کی باتوں میں آکر آپ میری گرفت نہ کریں اور مجھے معاف کردیں۔ دیکھئے وہ کہتے ہیں :-

أُنْبِئتُ أَنَّ رَسُولَ اللہِ أَوْعَدَنِی   وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ مَأْمُوْلُ
لَا تَأْخُذَنِّی بِأَقْوَالِ الْوُشَاۃِ فَلَمْ   أُذْنِبْ وَلَوْ کَثُرَتْ فِیَّ الْأَقَاوِیْلُ

رسولِ خدا نے صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ یہ قصیدہ سُن کر وہ اس درجہ خوش ہوئے کہ اپنی ردائے مُبارک اُتار کر کعب بن زہیر کو عطا فرمائی۔ جسے بعد میں امیر معاویہ نے تیس ہزار درہم میں حضرت کعب سے خریدلی، اس کو خلفاء بنو اُمیّہ بعد میں عید یا کسی دوسری تقریب کے موقع پر تبرکاً استعمال کرتے تھے۔[2]

ابونواس کا وہ قصیدہ دیکھئے جو اُس نے پابہ زنجیر سرِ دربار خلیفہ امین الرشید کی خدمت میں اُس وقت پڑھا تھا جب وہ غصّہ میں بیٹھا ہوا اپنی خون آشام تلوار تول رہا تھا اور موت ابونواس کے سر پہ منڈلا رہی تھی، چند شعر ذیل میں درج ہیں :-

تَذَکَّرْ أَمِیْنَ اللہِ وَالْعَھْدُ یُذْکَرُ   مَقَامِی وَاِنْشَادِیْکَ وَالنَّاسُ حُضَّرُ

[1] میری محبوبہ سُعاد جدا ہو گئی اس لئے آج میرا دل غم زدہ ہے، اُس کے لئے وارفتہ اور تباہ حال ہے اور غم کے ماروں کا فدیہ نہیں دیا جاتا۔ دیکھو دلائل الاعجاز۔ الکلام فی اشعار ازص۹ تا ص۲۷ (اعظمی)
[2] کتاب العمدہ جلد اول ص۱ ۱۲ منہ

Marfat.com

وَنَثْرِی عَلَیْکَ الدُّرَّ یَا دُرَّ هَاشِمٍ — فَیَا مَنْ رَأی دُرًّا عَلَی الدُّرِّ یُنْثَرُ
مَضَتْ لِی شُهُوْرٌ مُذْ حُبِسْتُ ثَلَاثَةٌ — کَأَنِّیْ قَدْ اَذْنَبْتُ مَا لَیْسَ یُغْفَرُ

فَاِنْ کُنْتُ لَمْ اُذْنِبْ فَفِیْمَ حَبَسْتَنِیْ
وَاِنْ کُنْتُ ذَا ذَنْبٍ فَعَفْوُکَ اَکْبَرُ

ترجمہ:۔(۱) اے امین ذرا خیال کرکہ میں تیرے سامنے جبکہ اور لوگ بھی موجود ہیں، کھڑا قصیدہ سُنا رہا ہوں، بیشک زمانہ ہمیشہ یاد رکھا جاتا ہے۔ (۲) اے بنو ہاشم کے دُرِ شاہوار میں تجھ پر الفاظ کے موتی نثار کر رہا ہوں، ہاں کوئی ہے جو دیکھے کہ موتی، موتی پر نچھاور کئے جا رہے ہیں (۳) مجھے قید و بند میں پڑے ہوئے تین ماہ گزر گئے، گویا میں نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے جو بخشا نہیں جا سکتا۔ (۴) اگر میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے تو مجھے تو نے قید میں کیوں ڈال رکھا ہے، اور اگر میں گناہگار ہوں تو تیرا عفو یقیناً اُس سے بڑا ہے۔

بات صرف یہ تھی کہ ایک مرتبہ ابونواس نے نشہ کی حالت میں خلیفہ امین کے چچا سلیمان بن ابی جعفر کی ہجو کہہ ڈالی، جس سے امین ناراض ہوگیا، پہلے تو اُس نے ابونواس کو جیل میں ڈال دیا پھر بھی غصہ فرو نہ ہوا تو چاہا کہ سرِ دربار اُسے قتل کردیا جائے، مگر اُس کا یہ فی البدیہہ قصیدہ جس کے چند شعر اُوپر درج کئے گئے سُن کر ایوانِ شاہی تڑپ اُٹھا اور امین کا سارا غصہ کافور ہوگیا۔ اُس نے نہ صرف ابونواس کا قصور معاف کیا بلکہ اُس کو شاہانہ انعام واکرام سے مالا مال کردیا۔ ان اشعار کی شیریں بیانی اور فسوں کاری اپنا جواب نہیں رکھتی۔

مُتَنَبّی، کے ساتھ بھی کئی مرتبہ ایسے مواقع پیش آئے کہ اُس کی جان کے لالے پڑ گئے، مگر اُس کی جادو بیانی اور معجز نما شاعری ہمیشہ اُس کے آڑے آئی۔ شاعری کی دنیا میں ابھی وہ عزت وشہرت کے [illegible] مرتبہ پر پہنچا ہی تھا کہ اُس کے بہت سے حاسد اور دشمن پیدا ہوگئے کبھی کسی نے امیر حسین ابن اسحٰق التنوحی سے شکایت کرکے اُس کی جان خطرہ میں ڈال دی، کبھی کسی نے چُغلی کھا کر بدر بن عمار کو اُس سے برہم کردیا، کبھی دشمنوں نے سیف الدولہ کو اُس سے برگشتہ کرکے اُس پر قاتلانہ حملہ کردیا۔ "متنبی" سیف الدولہ سے فریاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قتل کرنا ہی ہے تو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالیئے اس لیئے کہ شریف کے ہاتھوں سے مارا جانا بھی عزت کی بات ہے۔ دیکھیئے وہ کہتا ہے:۔

Marfat.com

فَاِنْ كَانَ يَبْغِي قَتْلَهَا يَكُ قَاتِلاً
بِكَفِّيهِ فَالقَتْلُ الشَّرِيفُ شَرِيفُ

یہ سُن کر سیف الدولہ کا غصّہ فرو ہوگیا، اُس نے نہ صرف دشمنوں کو اُس سے روکا، بلکہ متنبّی کو اپنی امان میں لے لیا اور اُس کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا، یہ اُس کی شاعری کا جادو تھا جس نے غضبناک دشمنوں کو ہر موقع پر رام کیا اور صلات و جوائز سے مالا مال۔ وسیاتی تفصیلہ۔

بے شک اور چیزوں کی طرح "شعر و شاعری" کے بھی نیک و بد دو پہلو ہیں، قرآن حکیم میں بھی اُن شعراء کی مذمّت کی گئی ہے جو اپنا زورِ قلم بُرے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں، اور اُن شعراء کی تعریف کی گئی ہے جو اپنی صلاحیتیں اچھے کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے :- "اِنَّمَا الشِّعْرُ کَلَامٌ فَمِنَ الکَلَامِ خَبِیثٌ وَطَیِّبٌ"۔ رسولِ خدا نے حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ کے متعلق جو شعراء مشرکین کا جواب دیا کرتے تھے، فرمایا ہے "اِن لوگوں کے اشعار قریش پر تیر سے زیادہ سخت اور تکلیف دہ ہوتے ہیں" حضرت حسانؓ سے ایک مرتبہ آنحضرت نے فرمایا :-

أُهْجُهُمْ، فَوَاللهِ لَهِجَاؤُكَ عَلَيْهِمْ	اُن کی مذمت کرو، خدا کی قسم تمھاری مذمت اُن پر اُن تیروں
أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السِّهَامِ فِي غَلَسِ الظَّلَامِ	سے زیادہ سخت ہوتی ہے جو دشمن پر تاریکی میں پڑتے ہیں،
أُهْجُهُمْ وَمَعَكَ رُوحُ القُدُسِ	اُن کی ہجو کرو، روح القدس کی اعانت تمھارے ساتھ ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا نے مسجد نبوی میں حضرت حسان کے لئے ایک منبر رکھوایا تھا جس پر وہ بیٹھکر شعر سُنایا کرتے تھے، شعراء مشرکین میں سے ابوسفیان بن حارث کے جواب میں حضرت حسانؓ نے جب یہ شعر پڑھا :-

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الجَزَاءُ

تو رسولِ خدا نے فرمایا "حسان تمھاری جزا جنت ہے۔" پھر جب اُنھوں نے اسی قصیدہ کا یہ شعر پڑھا

لے کتاب العمدہ جلد اول صہ۱ ۱۲ منہ
لے کتاب العمدہ جلد اول صہ۱ ۱۲ منہ
سے تو نے محمد صلعم کی ہجو کی، میں اُن کی طرف سے جواب دیتا ہوں، خدا سے مجھے اس کی جزا ملے گی (۲) بیشک میرے باپ دادا اور میری آبرو رسولِ خدا کی آبرو پر قربان ہیں۔ دیکھو کتاب العمدہ جلد اول صہ۲۹ (اعظمی)

Marfat.com

فَاِنَّ اَبِیْ وَ وَالِدَہٗ وَعِرْضِیْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْکُمْ وِقَاءٌ

توآنحضرت نے فرمایا" وَقَاکَ اللہُ حَرَّالنَّار" خدا نے تم کو جہنم کی تپش سے بچایا ۔ ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شاعری بذاتِ خود کوئی بُری چیز نہیں، اگر شعروشاعری ممنوع اور ناجائز ہوتی تو رسول اللہ شعر گوئی پر صحابۂ کرام کو کیونکر اُبھارتے اوران سے جنت اور ثواب کا وعدہ کیسے کرتے، اجلۂ صحابہ، خلفاء راشدین، ائمۂ مجتہدین وغیرہ میں سے بیشتر حضرات شعروشاعری سے دلچسپی رکھتے تھے، جن کا کلام علامہ ابن رشیق نے کتاب[۱] العمدہ میں بڑی تفصیل سے نقل کیا ہے۔

شعروشاعری کا دلی احساسات وجذبات سے چولی دامن کا تعلق ہے۔ انھیں جذبات کی وجہ سے دنیا میں رونق ہے، اُنھیں کی بدولت انسان کو دوسرے جانوروں پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ اگرخوشی وغم، انبساط وانقباض ہمدردی وعداوت، محبت ونفرت، حیرت واستعجاب اورخوف وخطر وغیرہ تمام احساسات مٹ جائیں توزندگی کی دلچسپیاں فنا ہوجائیں، سوسائٹی کے بندھن ٹوٹ جائیں اورتہذیب وتمدن کی ساری مشنری فیل ہوجائے۔

ان جذبات واحساسات کوادا کرنے کی قوت خدا نے سب کوبخشی ہے لیکن گویائی کا یہ مادہ ہر شخص میں یکساں نہیں پایا جاتا، بات بات میں بڑا فرق ہوتا ہے، کچھ لوگ بولتے ہیں تومعلوم ہوتا ہے کہ منھ سے پھول جھڑرہے ہیں۔ کچھ لوگوں کے الفاظ کانوں پرگراں اورسامعہ کومجروح کرتے ہیں اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا۔

الفاظ کی فصاحت وسلاست کی معمولی پہچان یہ ہے کہ وہ بولتے وقت زبان پراور سننے میں کان پرگراں نہ ہوں۔ علامۂ جاحظ کے نزدیک مانوس الفاظ کا عام معیار یہ ہے کہ نہ عامیانہ ہوں نہ بالکل غیرمانوس اور نہ وحشی۔ ترکیب کی ناہمواری اور الفاظ کی اجنبیت جس سے زبان جھٹکے کھائے اور فہم میں دُشواری پیدا ہو، نظم ہو یا نثر دونوں میں معیوب ہے، شاعری کا کمال اسی میں ہے کہ شعر حُسنِ ادا اور کلام کی روانی کے ساتھ ساتھ ترکیب کی صفائی اور بندش کی چُستی سے مزین ہو، دیکھیے متنبی اسی طرف اشارہ کرتا ہے:۔

---

[۱] کتاب العمدہ جلد اول از صلا تا ص۲۶ ۱۲ منہ

وَأسْمَعُ مِنَ اَلْفاظِهِ اللُّغَةَ الَّتی
یَلَذُّ بِهَا سَمْعِیْ وَلَوْ ضُمِّنَتْ شَتْمِی[1]

آرٹ کا کمال یہ ہے کہ وہ کسی مخصوص طبقہ کی ملکیت نہ ہو بلکہ اُس کا فیض ہر خاص وعام، جاہل وتعلیم یافتہ سب کے لئے برابر ہو۔ متنبی کے کلام سے دلچسپی لینے والے صرف بادشاہ اور امراء ہی نہ تھے، وہ محض علماء و اُدباء ہی کی تنقیدی صحبتوں میں گرمیِ محفل کا باعث نہ تھا بلکہ اُس کے اشعار عوام وخواص کی زبانوں پر اس طرح چڑھ گئے تھے کہ دشت وجبل اُن سے گونج اُٹھے اور دریا وسمندر اُن کی صدائے بازگشت سے موجزن ہو گئے۔ زمانہ کتنی ہی کروٹیں بدلے، شام وسحر کی ہزارہا نیرنگیاں ظہور پذیر ہوں مگر اُس کے اشعار کی قدر وقیمت کسی طرح کم نہیں ہو سکتی۔

آج کوئی بھی ایسی درسگاہ نہیں جو متنبی کے نغمات سے معمور نہ ہو، اُس کے دیوان کی بیشمار شرحیں لکھی گئی ہیں، اُس کے کلام پر معائب ومحاسن کی لاتعداد تنقیدیں کی گئی ہیں، اُس کے مدّاح اور عیب جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں جو اُس کے کلام کی مقبولیت اور فضیلت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

علامہ ثعالبی نے اپنی کتاب "یتیمۃ الدہر" میں ایک مستقل باب قائم کرکے متنبی کے کلام پر تنقید وتبصرہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس مشہورِ روزگار شاعر نے "سیف الدولہ" کو حیاتِ جاوید بخشی اور اُس کے ذکر کو زمین سے آسمان تک پھیلا دیا۔ زمانہ میں جب تک چاند وسورج طلوع اور غروب ہوتے رہیں گے۔ اُس کا کلام یاد رکھا جائے گا، اور اُس کے اشعار گائے جاتے رہیں گے۔ دیکھئے وہ خود کہتا ہے[2]

وَمَا الدَّهْرُ إِلَّا مِنْ رُوَاةِ قَصَائِدِی ۔۔۔ إِذَا قُلْتُ شِعْرًا أَصْبَحَ الدَّهْرُ مُنْشِدًا
فَسَارَ بِهِ مَنْ لَا یَسِیْرُ مُشَمِّرًا ۔۔۔ وَغَنَّی بِهِ مَنْ لَا یُغَنِّی مُغَرِّدًا

اگرچہ زمانہ نے مختلف بادشاہوں اور اُمراء کے درباروں سے بارہا متنبی کو خلعت اور انعامات دلوائے لیکن اگر اُس کے شاعرانہ اعجاز کو پیشِ نظر رکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ لوگوں کی یہ قدردانی زیادہ سے زیادہ اُس پیرزال کی قدردانی جیسی تھی جو سوت کی ایک آنٹی لے کر یوسف کی خریداری کے لئے مصر کے بازار گئی تھی۔

---

[1] میں اُس کی زبان سے ایسے الفاظ سنتا ہوں جس سے میرے کانوں کو لذت حاصل ہوتی ہے اگرچہ اُن میں مجھے گالیاں ہی دی گئی ہوں (اعظمی)

[2] زمانہ میرے ہی اشعار روایت کرتا رہتا ہے، جب میں کوئی شعر کہتا ہوں تو زمانہ اُسی کو سنانے لگتا ہے، جو شخص سستی کی وجہ سے چل نہیں پاتا وہ بھی وجد میں دامن سمیٹ کر تیزی سے چلنے لگتا ہے اور جو کبھی گاتا نہیں وہ بھی سُر دے کر گانے لگتا ہے۔ (اعظمی)

132430

عربی شاعری میں یہ بات طغرائے امتیاز رہی ہے کہ وہاں شاعری کی ابتدا شریفانہ جذبات سے ہوئی عرب ہمیشہ سے جنگجو، بہادر، مہماں نواز، سیر چشم، سخی، غیور اور بلند حوصلہ تھے۔ انھیں چیزوں کو وہ اپنے اشعار میں ادا کرتے تھے اور یہی اُن کی شاعری تھی۔

شعراء جاہلیت میں زہیر بن ابی سلمیٰ پہلا شخص تھا جس نے پہلے پہل اپنے قبیلہ کے سردار" ہرم بن سنان" کی تعریف میں قصیدہ لکھکر اس کی خدمت میں پیش کیا۔ زہیر کے بعد" نابغہ ذبیانی" نے سلاطین اور اُمراء کی مداحی میں قصائد لکھنا شروع کئے۔ گو اسکی وجہ سے نابغہ اس قدر مالدار ہو گیا کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا کھانے لگا۔ لیکن عربوں میں اس کی عزت جاتی رہی۔ نابغہ کے بعد اعشیٰ نے شاعری کو پیشہ بنا لیا وہ جا بجا لوگوں کی مدح کرتا پھرتا اور انعام حاصل کرتا رہتا۔ رفتہ رفتہ یہ مرض عام ہوتا گیا۔

عہدِ بنو امیہ میں اخطل، جریر اور فرزدق پھر دورِ عباسیہ میں بشار بن بُرد، مروان بن ابی حفصہ، ابو نواس، ابو تمام، بحتری اور متنبی، عربی شاعری کے بڑے نامور اور بلند رتبہ قصیدہ گو شعراء گذرے ہیں۔ لیکن ان میں سے متنبیؔ کے علاوہ کسی نے قصیدہ گوئی پر تمام اصناف شاعری کو قربان نہیں کیا یہ صرف متنبیؔ تھا جس نے اس شراب کو دوآتشہ سے سہ آتشہ بنا دیا اور شاعری کو کسب معاش کا اس حد تک ذریعہ بنا لیا کہ قصیدہ اور کاسۂ گدائی دو مترادف الفاظ بن کر رہ گئے۔

اسی طرح قدیم شعراء عرب کے نزدیک حقائق نگاری عربی شاعری کا ایک اہم اور ضروری جزو تھا۔ تخیّل کی بلند پروازی اور مبالغہ آرائی اُن کے کلام میں یا تو تھا ہی نہیں اور اگر تھا بھی تو نہ ہونے کے برابر یہ اسلوب قدیم، بشار بن برد کے عہد تک قائم رہا۔ بشار پہلا شاعر ہے جس نے اختراعِ معانی کی بنیاد ڈالی، اُس کے بعد ابو نواس، ابن الرومی نے اُس کو اور سراہا، متنبیؔ نے اس کو ترقی کے ایسے مرتبہ پر پہنچا دیا جس پر کوئی اضافہ نہ کرسکا۔ وہ معانی آفرینی اور مبالغہ آرائی کو جانِ شاعری سمجھتا تھا۔ متنبیؔ کے بعد دوسرے شعراء نے دل کھول کر اُس کی تقلید کی، اس طرح عربی شاعری کی تاریخ میں اس" طرزِ جدید (MODERN SCHOOL) کی بنیاد پڑ گئی۔

دراصل شاعری اور انشا پردازی تمدن کے ساتھ ساتھ چلتی ہے، ابتدا میں شاعرانہ خیالات بالکل سادہ ہوتے ہیں، پھر قوم و ملک، جوں جوں ترقی کرتے جاتے ہیں، شاعری میں جوش اور زور پیدا ہوتا

Marfat.com

جاتا ہے، یہاں تک کہ جب عیش پرستی کا دَور آتا ہے تو تکلف اور آورد پیدا ہوتی جاتی ہے۔ چونکہ عرب عجمی اختلاط سے پہلے بدویانہ سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے، اُن کے خیالات وجذبات بھی سادہ، فطری اور مبنی بر حقائق ہوتے تھے، یا حقائق وواقعات سے قریب کا تعلق رکھتے تھے، اسلئے ایسے معانی اور خیالات جو محض تخیل کی خلاقی سے وجود پاتے تھے اور عالمِ خیال سے باہر ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا تھا، قدیم عربی شاعری میں یا تو تھا ہی نہیں اور اگر تھا بھی تو برائے نام، اُنکے نزدیک سب سے عمدہ شعر وہ ہوتا تھا جسے سُننے والا سُنکر بے اختیار بول اُٹھے "سچ کہا"۔ حضرت حسان کا شعر ہے:-

وَاِنَّ اَشعرَ بَیْتٍ اَنتَ قائلُهُ

بَیتٌ یقالُ اِذا اَنشَدتّهُ صَدَقا[1]

لیکن دورِ عباسیہ میں جب عیش پرستی کی ہوا چلی تو مبالغہ اور معانی آفرینی کا زور بڑھ گیا، اور سب سے بڑا شاعر وہی سمجھا جانے لگا جو "مَنِ اسْتَجِیْدَ کَذِبُہٗ" کا مصداق ہو، جو انوکھی بات اور نرالا جھوٹ بولے۔ متنبیؔ اُسی دَور کا شاعر ہے، جب عیش پرستی نے سلطنت کی جڑیں کھوکھلی کردی تھیں، ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا، جگہ جگہ دَولات کی راجدھانیاں قائم تھیں وہ کبھی مشرق کبھی مغرب، کبھی شمال، کبھی جنوب میں سلاطین واُمراء کی مدح سرائی کرتا پھرا اور نت نئے معانی اور تخیل کی خلاقی کے موتی اپنے ممدوحین پر نچھاور کرتا رہا۔ دیکھیئے وہ سیف الدولہ کی تعریف میں کہتا ہے:-

اِذا خَلعتُ علیٰ عرضٍ لہٗ حُللاً

وَجَدتُہا مِنہُ فِی اَبہیٰ مِنَ الحُلَلِ[2]

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ متنبیؔ نے معانی آفرینی اور تخیل کی بلند پروازی کو شاعری کی جولانگاہ بنالیا تھا، اس لئے قدامت پرست جو حقائق نگاری ہی کو شاعری سمجھتے تھے، اِسی طرزِ جدید کی مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور متنبیؔ کے کلام پر انھوں نے بڑی لے دے کی مگر بعد میں آنے والے شعرا نے تہذیب وتمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس طرزِ جدید ہی کو زیادہ پسند کیا اور جدّتِ ادا اور معانی آفرینی کو انھوں نے "اصل شاعری" قرار دیا، متنبیؔ کے دور سے قدامت پرستی اور جدت پسندی کی بدولت عربی شاعری

---

[1] سب سے اچھا شعر وہ ہے جسے جب تم پڑھو تو کہا جائے کہ سچ کہا۔ (اعظمی)

[2] جب میں اسکی آبرو کو اپنی مدح کی خلعت سے مزین کرتا ہوں تو میں اُسکو سیف الدولہ کیلئے تمام خلعتوں سے زیادہ زینت بخش اور بارونق پاتا ہوں۔ (اعظمی)

Marfat.com

کے دو اسکول قدیم اور جدید الگ الگ قایم ہوگئے۔

یہ متنبیؔ کی شاعری کے بعض وہ امتیازات ہیں جس میں وہ قطعی منفرد ہے کوئی اُس کا شریک وسہیم نہیں۔ اُس کے کلام کی دیگر خصوصیات۔ محاسن و ردائع، معائب ومقابح پر آگے کتاب میں مفصل اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

متنبیؔ کے دیوان پر تنقید کی یہ کوئی پہلی کتاب نہیں، مجھ سے پہلے بہت سے عربی زبان کے ماہر علماء ادب اُس کے کلام کے حسن و قبح پر دل کھول کر تنقیدیں کرچکے ہیں، اُس کے مدّاح اور عیب جُو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، ماننے والوں میں کچھ ایسے ہیں جو اُس کے کلام کے محاسن و فوائد شمار کرنے میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ کرتے ہیں۔ بغض رکھنے والوں میں کچھ ایسے ہیں جو اس کے معائب گنانے میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں۔ درحقیقت یہی بات اس کے کلام کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔

بہرحال تنقید کے سلسلے میں علماء سلف کی مساعیِ جمیلہ کا اعتراف نہ کرنا یقیناً ناشکر گذاری اور بڑی ناحق شناسی ہے، مگر اول تو تنقید کا یہ بیش بہا ذخیرہ سب کا سب عربی زبان میں ہے۔ اُردو میں متنبیؔ کی شاعری پر تنقید وتبصرہ کی کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔ پھر عربی ادب کی ان تنقیدی کتابوں میں سے بیشتر کتابیں کمیاب بلکہ نایاب ہیں، ظاہر ہے اس صورت میں متنبیؔ کے وہ شیدائی جو عربی زبان میں اچھی طرح درک نہیں رکھتے، خصوصاً وہ طلباء جن کے نصابِ تعلیم میں دیوان متنبیؔ داخل ہے مگر وہ یا تو اتنی استعداد نہیں رکھتے کہ علماء سلف کی ان کتابوں کا مطالعہ کرکے اُس کے اشعار کے مالۂ اور ماعلیہ کو اچھی طرح سمجھ سکیں یا پھر اُن کتابوں کے نایاب ہونے کی وجہ سے اُن کی دسترس سے باہر ہے کہ وہ اس کے کلام کے پسِ منظر سے واقفیت حاصل کرسکیں، اُس کے محاسن ومقابح کو پرکھ سکیں اور علماء ادب کی اُن ادبی اور تنقیدی کوششوں سے اچھی طرح مستفید ہوسکیں۔

دوسرے یہ کہ علماء سلف اس سلسلہ میں جو کچھ کرگئے ہیں اُسی کو منتہائے امکان سمجھکر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا محض سہل انگاری ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کم ترکَ الأوّلُ للآخر۔

یہی وہ وجوہ ہیں جو دراصل اس تالیف کی محرک بنیں جو ابتداءً میں نے محض "Author's Life" کے طور پر مارچ ۱۹۵۶ء میں ایم۔ اے پریویس کے طلباء کو لکھایا تھا۔ بعد ازاں خوش قسمتی سے مجھے اس موضوع پر بہت ہی بیش بہا اور نادر کتابیں ایسے موقع پر مل گئیں جب کہ یونیورسٹی اور کالج میں

Marfat.com

چھٹیاں ہو چکی تھیں، ظاہر ہے فرصت کے لمحات اور کتابیں ایسی نعمت ہیں جن کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ متنبی کا شعر ہے:-

أَعَزُّ مَكَانٍ فِي الدُّنَى سَرْجُ سَابِحٍ
وَخَيْرُ جَلِيْسٍ فِي الزَّمَانِ كِتَابُ[1]

"متنبی" پر جس قدر میں مطالعہ کرتا گیا اُتنا ہی میرا انہماک بڑھتا گیا، اور اب وہ مقالہ جو محض حالاتِ مصنّف کی حیثیت سے لکھا گیا تھا، ایک کتاب کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ متنبی کی شاعری پر اُردو میں تنقید و تحقیق کی یقیناً یہ پہلی کوشش ہے اور اپنی جامعیت اور افادیت کے اعتبار سے طلباء و اساتذہ کے لئے قابلِ مطالعہ بھی۔ عربی زبان سے دلچسپی رکھنے والے شائقین اس میں وہ سب کچھ پائیں گے جو متنبی کے کلام پر اربابِ فن کی دوسری تنقیدی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ متنبی کا شعر ہے:-

يُدِلُّ بِمَعْنًى وَاحِدٍ كُلُّ فَاخِرٍ
وَقَدْ جَمَعَ الرَّحْمٰنُ فِيْهِ مَعَانِيَا[2]

کتاب دو حصّوں پر منقسم ہے، پہلے حصہ میں متنبی کی پیدائش سے وفات تک حالاتِ زندگی، شاعری کی ابتدا اور اُس کے مختلف اَدوار۔ دعویٰ نبوت، گرفتاری اور رہائی، سیف الدولہ کی درباری شاعری اور زندگی کا سنہرا دَور، وہاں سے فرار، اور کافور کی بارگاہ میں باریابی، مدح سرائی اور مقصد میں ناکامی، نظربندی، نجات و گلو خلاصی، اور اس کی ہجو، ابن العمید سے ملاقات، عضدالدولہ کی مدح سرائی اور قتل کے مفصل حالات درج ہیں۔

دوسرے حصہ میں متنبی کا شاعری میں مقام، اُس کی شاعری کی خصوصیات، محاسن و معائب، روائع و فوائد، جدّتِ ادا، حُسنِ بیان، حُسنِ تصرف، تشبیہہ اور اُس کے اقسام، تشبیب نگاری، اور المدح الموجّہ، حسنِ تقسیم اور سیاقۃ الاعداد خودداری اور عزّتِ نفس، زبان پر شاہانہ تصرف اور امثال و حکم وغیرہ کے نادر نمونے تفصیل سے بیان کیئے گئے ہیں۔

---

[1] دنیا میں سب سے زیادہ باعزت جگہ گھوڑے کی زین ہے، اور زمانہ میں سب سے بہتر ساتھی کتاب ہے۔ (اعظمی)
[2] ہر فخر کرنے والا کسی ایک صفت پر فخر کرتا ہے، مگر اس میں خدا نے ہر قسم کی خوبی جمع کر دی ہے۔ (اعظمی)

اِس کتاب کی تالیف کے سلسلے میں جو کتابیں میرے زیرِ مطالعہ رہیں یا جن سے مَیں نے استفادہ کیا اُن کی فہرست کتاب کے آخر میں درج ہے۔ لیکن اِس اثناء میں جو کتاب ہمہ وقت میرے ساتھ رہی، وہ صرف علامۂ ناصیف یازجی کی مایۂ ناز شرح "العَرفُ الطیّب" ہے جو میری رائے میں دیوانِ متنبی کی تمام شرحوں میں سب سے زیادہ مختصر، جامع اور مستند شرح ہے۔ اُس کی ترتیب متنبی کی تاریخ شعرگوئی پر مبنی ہے۔ یہی ترتیب علامۂ واحدی اور ابو العلاء المعری اور ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کی شرحوں کی بھی ہے۔ حروفِ تہجی کے اعتبار سے ترتیب ابن جنّی، عکبری اور برقوتی وغیرہ کی شرحوں کی ہے۔

قصائد دو قسم کے ہیں کچھ تو وہ ہیں جن پر دن تاریخ اور سنہ وغیرہ درج نہیں ہے، یہ ۳۳۷ھ میں سیف الدولہ کے دربار میں پہنچنے سے پہلے کے قصائد ہیں۔ کچھ وہ ہیں جن پر دن، تاریخ اور سنہ وغیرہ درج ہے، یہ اُس کے سیف الدولہ کے پاس پہنچنے کے بعد کے قصائد ہیں۔ اس ترتیب سے متنبی کے مختلف ادوارِ شاعری کا بڑی آسانی سے پتہ چل جاتا ہے۔ یہی ترتیب میری کتاب کی اساس اور بنیاد ہے

ایسے اشعار پر جو متنبی کے متداول دیوان میں موجود نہیں ہیں۔ علامہ عبدالعزیز میمن نے اپنی کتاب "زیاداتُ دیوان شعرا المتنبی"۔ اور ڈاکٹر عبدالوہاب عزام نے اپنے مرتبہ "دیوان ابی الطیّب" میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور بعض قلمی نسخوں کے اختلاف کی وجہ سے جو کمی زیادتی پائی جاتی ہے، اُن کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔

علامۂ میمنی نے تقریبًا چالیس قصائد اور قطعات متداول دیوان سے زیادہ بتائے ہیں۔ ڈاکٹر عزام نے کُل ایک سو چار (۱۰۴) اشعار زیادہ گنائے ہیں، اُن کی ترتیب کے اعتبار سے دیوان میں مع زیادات کُل پانچ ہزار چار سو تین اشعار ہوتے ہیں۔ لیکن امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی جن کا زمانہ متنبی کے دور سے قریب تر تھا، اپنی شرح کے آخر میں لکھا ہے:-

هٰذا اٰخر ما اشتَمَلَ عَلَیهِ دِیْوَانُ اَبِی الطیّب الّذِی دَتَّبَهُ بِنفسِهٖ، وَهُوَ خَمسَةُ الاٰفٍ وَاَربعُمائة واَربعٌ وتِسعُون قَافِیَةً[۱]

اِس میں شبہ نہیں کہ متنبی کے بچپن کی شاعری میں بہت کچھ کمی زیادتی ضرور ہوئی ہے، کچھ تو متنبی نے خود کی ہوگی، کچھ بعض کاتبوں کی سہو کی وجہ سے واقع ہوئی ہوگی۔ اس طرح دیوان کے

---

۱ یعنی متنبی کے خود مرتب کئے ہوئے دیوان میں ۵۴۹۴ اشعار ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

مختلف مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں کمی، زیادتی، تقدیم، تاخیر واقع ہوگئی۔ میری کتاب کا حجم کافی زیادہ ہوگیا ہے، اس لئے میں نے اِس بحث میں اُلجھنے سے قصداً گریز کیا ہے۔ مَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى الكُتُبِ المذكورة

متنبی کے دیوان کا بیشتر حصہ قصائد، مراثی اور ہجا پر مشتمل ہے۔ لیکن اِن عُنوانات کے تحت غزل، تشبیب، وصف اور فخر وغیرہ سب ہی قسم کے اشعار آجاتے ہیں۔ تقریباً تمیں قصائد اور قطعات ایسے بھی ہیں جن میں نہ کسی کی مدح ہے نہ مذمت۔ یہ متنبی کے ذاتی حالات، زمانہ کی کساد بازاری اور حوادثِ روزگار کے دلدوز تاثرات پر مشتمل ہیں۔

آخر میں بڑی ناحق شناسی ہوگی اگر میں علامہ عبدالعزیز صاحب صدر شعبۂ عربی کراچی یونیورسٹی اور شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوتہ سابق ڈائرکٹر تعلیمات گورنمنٹ سندھ کی اُس رہبری اور اعانت کا شکریہ نہ ادا کروں، جو یہ حضرات وقتاً فوقتاً اِس سلسلہ میں میری کرتے رہے ہیں۔ اِس موضوع پر اِن بزرگوں سے بہت سی نادر کتابیں مجھے مِل گئیں جو درحقیقت اِس تالیف کی باعث بنیں۔ علاوہ ازیں اِن حضرات کے وہ قیمتی مشورے جو بعض نازک مرحلوں پر میری حوصلہ افزائی کرتے رہے، لائقِ صد شکرگذاری ہیں۔

مجھے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا اعتراف ہے، اِس لئے جو صاحب میری لغزشات سے مجھے آگاہی بخشیں گے، میں اُن کا دِلی شکرگذار ہوں گا۔

مَنْ ذَا الَّذِي تُرْضَىٰ سَجَايَاهُ كُلُّهَا

كَفَى المَرْءَ نُبْلاً أَنْ تُعَدَّ مَعَايِبُهُ

خادمُ الأدباء
سیّد جلیل الرحمٰن اعظمی
صدر شعبۂ عربی اسلامیہ کالج کراچی
و رِکگنائزڈ لیکچرر یونیورسٹی آف کراچی

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء

Marfat.com

باسمہ سبحانہ

ابُوالطیّب متنبّی

۳۰۳ ——— ۳۵۴ ھ

۹۱۶ ——— ۹۶۷ ء

هُوَ فِي شِعْرِهِ نَبِيٌّ وَلٰكِن
ظَهَرَتْ مُعْجِزَاتُهُ فِي الْمَعَانِي

نام ونسب | نام احمد بن حُسین بن حَسن بن عبدالصمد الجُعفی الکوفی، کنیّت ابوالطیّب اور لقب متنبّی[1] تھا۔ والد کا نام حسین بن حسن بن عبدالصمد تھا، یہ ابن خلکان کی روایت ہے۔ علامۂ خطیب نے باپ کا شجرۂ نسب، حسین بن مُرّہ بن عبدالجبّار الجعفی لکھا ہے۔ بعض مورخین نے باپ کا نام محمد بن حسن بن عبدالصمد لکھا ہے۔

جُعفی، متنبّی کے جدامجد کا نام ہے، یہ یمانی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا جو کوفہ کے محلہ کِندہ میں آکر آباد ہوگیا تھا، متنبّی ۳۰۳ھ میں یہیں محلہ کِندہ[2] میں پیدا ہوا اسی لئے اس کے نام کے ساتھ "الکندی"[3] بھی لکھا جاتا ہے کِندہ کسی قبیلہ کا نہیں بلکہ کوفہ کے ایک محلہ کا نام ہے۔ بعض لوگوں نے غلطی سے

---

[1] متنبی کے لقب سے ابوالطیب ۳۲۵ھ کے بعد مشہور ہوا۔ ارشادُالأریب ج ۵ ص ۲۳۹ = ۱۲ منہ
[2] رسالۃ الغفران۔ ص ۳۵۸ - ۱۲ منہ
[3] خزانۃ الأدب ج ۱ ص ۳۸۲ - ۱۲ منہ

Marfat.com

اُسے قبیلہ کا نام سمجھ لیا۔

متنبی کے باپ کا نام جو کچھ بھی ہو، مشہور وہ "عبدان السقاء" کے نام سے تھا۔ مصر سے بھاگ کر متنبی جب بغداد پہنچا تو کسی نے اُس کی ہجو میں مندرجہ ذیل شعر کہے تھے:۔

أَیُّ فَضلٍ لِشَاعِرٍ یَطلُبُ الفَضـ ۔۔۔ لَ مِنَ النَّاسِ بُکرَةً وَعَشِیًّا ۱؎

عَاشَ حِیناً یَبِیعُ فِی الکُوفَةِ المَا ۔۔۔ ءَ وَحِیناً یَبِیعُ مَاءَ المُحَیَّا

متنبی باپ کی جانب سے جُعفی تھا اور ماں کی جانب سے ہمدانی۔ یہ دونوں خاندان یقیناً یمنی تھے۔ اُس میں یمنی عصبیت بھی پائی جاتی تھی، اسی وجہ سے اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں اُس نے بہت سے یمنی سرداروں کی مدح میں قصائد کہے ہیں۔ جن میں شجاع بن محمد الأزدی، علی بن احمد الطائی، شجاع بن محمد الطائی، عبیداللہ بن یحیی البحتری، علی بن ابراہیم التنوخی اور حسین بن اسحاق التنوخی قابلِ ذکر ہیں۔

ایک موقع پر متنبی نے اپنی اس یمنی عصبیت کا اظہار بھی کیا تھا۔ ہوا یہ کہ کسی ستم ظریف نے حسین بن اسحاق التنوخی کی ہجو کہکر متنبی کی طرف منسوب کردیا، متنبی کو معلوم ہوا تو اُس نے صاف صاف کہا:۔

أَبَت لَکَ ذَمِّی نَخوَةٌ یَمَنِیَّةٌ ۲؎

وَنَفسٌ بِهَا فِی مَأزِقٍ أَبَداً تَرمِی

بہر حال متنبی کا یمنی ہونا یقینی ہے، اِس لئے مؤرخین عام طور سے اس کو عربی نژاد لکھتے ہیں لیکن تعجب یہ ہے کہ اس کے اتنے ضخیم دیوان سے اِس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ دیوان کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیے کہیں بھی نہ اُس کے باپ کا تذکرہ ہے نہ دادا کا، نہ متنبی کہیں اُن پر فخر کرتا ہے نہ کہیں اُن کی وفات پر اظہار حزن و ملال۔ وہ اپنے کو سیف، رُمح، حرب اور بأس

۱؎ ایسا شاعر جو کوفہ میں آب فروشی کرتا تھا اور اب آبرو فروشی کرتا پھرتا ہے، کیا فضیلت حاصل کرسکتا ہے؟ خواہ وہ لوگوں سے صبح و شام کتنی ہی بڑائی کا خواہشمند ہو۔ (اعظمی)

۲؎ میری یمنی نخوت مجھ جیسے شیر دل اور بہادر نفس کی مذمت کرنے سے مجھے روکتی ہے۔ جسے تو ہمیشہ گھمسان کی لڑائیوں میں پھینکتا رہتا ہے۔ یہ معنی شیخ عبدالرحمٰن البرقوقی کی شرح کے مطابق ہیں: علامہ یازجی نے نخوت یمنیہ کا تعلق جُعفی سے نہیں بلکہ حسین ابن اسحاق سے بتایا ہے اس صورت میں شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ تیری یمنی نخوت اور تیرے اس بہادر نفس نے جسے تو ہمیشہ گھمسان کی لڑائیوں میں پھینکتا رہتا ہے، مجھے تیری مذمت سے باز رکھا (اعظمی)

Marfat.com

کی طرف منسوب کرنا پسند کرتا ہے لیکن کہیں بھی وہ اپنے کو اس شخص کی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتا جس کو مؤرخین حُسین الجعفی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

متنبیؔ کی والدہ کا اُس کے بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا، اس لئے مؤرخین نے اُس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، نانی سے البتہ وہ بچپن ہی سے بہت زیادہ مانوس تھا اُسی نے اُس کو پالا تھا، اُسی کو وہ ماں کے نام سے یاد کرتا تھا۔ خاندان میں وہی ایک ایسی خوش قسمت ہے جس کا متنبی نے اپنے اشعار میں کئی جگہ تذکرہ کیا ہے، اُس کا مرثیہ بھی کہا ہے اُسی کے نام پر اُس نے بحالت قید و بند امیر حمص سے رحم کی درخواست بھی کی تھی۔ وہ اپنی حالتِ زار پر توجہ دلاتے ہوئے امیر حمص کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ "اے لائق امیر! میری مدد کر، کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ محض اس وجہ سے کہ میں ایک پردیسی ہوں۔ یا میری اُس مہربان ماں کی وجہ سے مجھ پر رحم کر جو مجھے جب یاد کرتی ہے تو اُس کے دل کا خون آنسو بن کر آنکھوں سے بہتا ہے۔" وہو یقول :-

بِيَدِي أَيُّهَا الأَمِيرُ الأَرِيبُ   لا لِشَيءٍ إِلَّا لِأَنِّي غَرِيبُ

أَو لِأُمٍّ لَهَا إِذَا ذَكَرَتنِي   دَمُ قَلبٍ فِي دَمعِ عَينٍ يَذُوبُ

ایک اور قصیدہ میں حُسین بن اسحاق التنوخی کی تعریف کرتے ہوئے اپنی والدہ، اپنے گھر بار اور اپنے دیار کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "اے حسین تیرے احسانات نے میرا مسکن، حضرموت، میری والدہ، محلہ کندہ اور کوفہ کا گھر سبیع سب ہی کو مجھ سے بھُلا دیا ہے۔" ہُو یقولُ :-

أَمُنسِيَّ السَّكُونَ وَحَضرَمَوتَا
وَوَالِدَتِي وَكِندَةَ وَالسَّبِيعَا

متنبیؔ نے اپنی نانی کا مرثیہ بھی بڑے پُردرد اور دلدوز الفاظ میں کہا ہے، جس میں کُل [illegible] شعر ہیں اور ہر شعر اس کے دلی تاثرات کا آئینہ دار ہے۔ قصّہ یہ ہے کہ جب متنبیؔ مصر سے بھاگ کر بغداد پہنچا تو اُس نے اپنی نانی کو ایک خط بھیجا جس میں راستہ کے بعض موانع کا ذکر تھا اور اشتیاق ملاقات کا اظہار۔ عرصۂ دراز کے بعد خط پہنچنے پر اس کی نانی کو اس درجہ خوشی ہوئی کہ اُس کا فوراً انتقال ہوگیا۔ متنبیؔ نے جب اس شادیِ مرگ کا حال سُنا تو اُس پر اس جانکاہ حادثہ کا بڑا گہرا اثر ہوا۔ دیکھیے وہ کہتا ہے :-

Marfat.com

أَتَاهَا كِتَابِي بَعْدَ يَأْسٍ وَتَرْحَةٍ ... فَمَاتَتْ سُرُورًا بِي فَمُتُّ بِهَا غَمًّا

فَوَا أَسَفًا أَلَّا أُكِبَّ مُقَبِّلًا ... لِرَأْسِكِ وَالصَّدْرِ الَّذِي مُلِئَا حَزْمًا

وَأَلَّا أُلَاقِي رُوحَكِ الطَّيِّبَ الَّذِي ... كَأَنَّ ذَكِيَّ الْمِسْكِ كَانَ لَهُ جِسْمَا

وَلَوْ لَمْ تَكُونِي بِنْتَ أَكْرَمِ وَالِدٍ

لَكَانَ أَبَاكِ الضَّخْمَ كَوْنُكِ لِي أُمَّا

حقیقت یہ ہے کہ متنبی ایک غریب اور غیر معروف خاندان سے تعلق رکھتا تھا، وہ اپنے خاندان اور قوم کو فخر عرب سمجھنے کے باوجود اپنے لئے باعث عزت نہیں سمجھتا تھا، وہ اپنے اباؤ اجداد پر فخر کرنے کے بجائے خود اپنے اُوپر فخر کرتا تھا۔ مندرجۂ ذیل اشعار میں وہ صاف کہتا ہے کہ "اُس کی ذات سے اُس کی قوم اور خاندان کو عزت و شرف حاصل ہوا ہے نہ کہ اُس کو اپنے اباؤ اجداد کی وجہ سے فخر و شرف کے بلند مراتب حاصل ہوئے ہیں۔ دیکھئے وہ کہتا ہے:-

لَا بِقَوْمِي شَرُفْتُ بَلْ شَرُفُوا بِي ... وَبِنَفْسِي فَخَرْتُ لَا بِجُدُودِي

وَبِهِمْ فَخْرُ كُلِّ مَنْ نَطَقَ الضَّا ... دَ وَعَوْذُ الْجَانِي وَغَوْثُ الطَّرِيدِ

متنبی کے زمانہ ہی میں اُس کے حسب و نسب پر جو کچھ بھی چہ میگوئیاں ہوئیں ان کا متنبی نے کبھی جواب نہیں دیا، بلکہ ہمیشہ یہی کہا کہ ایک بلند حوصلہ انسان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اباؤ اجداد پر فخر کرتا پھرے اور اُن کے سہارے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرے، جب میں اپنے ذاتی

۱؎ "میری زندگی" سے مایوسی اور حزن و ملال کے بعد میری نانی کے پاس میرا خط پہنچا، میری زندگی کی خبر پا کر وہ مارے خوشی کے مرگئی اور میں اس حادثہ کے غم میں مرمٹا۔ (۲) ہائے افسوس وہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے میں تیرے سر اور سینہ پر جو عقل و دانائی سے پُر تھے مُنہ کے بل گر کر بوسہ دے نہ سکا۔ (۳) افسوس ہے کہ میں اُس روحِ پاک سے مل نہ سکا جس کا لطیف جسم خوشبوئے مشک کا پیکر تھا۔ (۴) اگر تو کسی شریف باپ کی بیٹی نہ ہوتی تو مجھکو میری ماں ہونے سے وہی شرف حاصل ہوتا جو ایک عظیم المرتبہ باپ کی بیٹی ہونے سے حاصل ہو سکتا تھا۔"
متنبی نے اس نیک بی بی کے علاوہ افراد خاندان میں سے کسی دوسرے کا اپنے اشعار میں کہیں کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ اپنا نسب چھپانے کی کوشش کرتا تھا، اس بارے میں اس سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا "میں چونکہ ہمیشہ مختلف قبائل میں چکر لگاتا رہتا ہوں، میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ میں کون ہوں؟ ہو سکتا ہے کہ کسی قبیلہ کو میری قوم سے عداوت ہو اور وہ مجھ سے انتقام لینا چاہے۔" (اعظمی)

۲؎ مجھے اپنی قوم کی وجہ سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ ان کو میری وجہ سے شرف حاصل ہوا ہے، میں اپنی ذات پر فخر کرتا ہوں نہ کہ اپنے اباؤ اجداد پر حالانکہ اُن پر تمام وہ لوگ (قوم عرب) فخر کرتے ہیں جو ضاد کا صحیح تلفظ کرتے ہیں، وہ ہر زیادتی کرنے والے کو پناہ دیتے ہیں اور دنیا کے دھتکارے ہوئے مصیبت زدہ انسان کی فریاد رسی کرتے ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

فضائل کی وجہ سے اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرسکتا ہوں تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اپنے بزرگوں کا سہارا لوں۔ دیکھئے وہ کہتا ہے:-

أرى الأجداد تغلبها كثيراً — على الأولاد أخلاق اللئام
ولست بقانع من كل فضل — بأن أعزى إلى جد همام

متنبی انسان کی فضیلت اور برتری کا دارو مدار صرف حسب و نسب پر نہیں سمجھتا بلکہ اس کے کردار و عمل پر موقوف سمجھتا تھا، دیکھئے وہ ابوطاہر علوی کی مدح میں کہتا ہے:-

إذا لم تكن نفس النسيب كأصله — فماذا الذي تغني كرام المناصب
وما قربت أشباه قوم أباعد — ولا بعدت أشباه قوم أقارب

بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ متنبی ایک غریب خاندان کا چشم و چراغ تھا، لیکن خالص بدوی عرب، خطیب بغدادی اور علامہ بدیعی نے متنبی کے حسب و نسب پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:-

وصحب الأعراب في البادية — متنبی، بادیہ نشین قبائل کے ساتھ رہا اور چند
فجاءنا بعد سنين بدوياً قحاً — سالوں میں وہ خالص بدو بن گیا۔

خدا میں بڑی قدرت ہے وہ کبھی ایک فقیر بے نوا کے نور دیدہ کو سریر آرائے سلطنت اور ایک اَن پڑھ جاہل کے بیٹے کو جید عالم اور بے مثال شاعر بنا دیتا ہے۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

تعلیم و تربیت متنبی چونکہ ایک غیر معروف خاندان کا فرد تھا اس لئے ہمیں اس کے ماں باپ اور فیملی کے متعلق کچھ بھی صحیح طور پر نہیں معلوم۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں اس کے بچپن کے حالات کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں۔ جو کچھ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ اس کا باپ ایک معمولی غریب سقّہ تھا۔ اُس کی تعلیم عراق میں علویین کے بعض مدارس میں ہوئی اُس نے لکھنا پڑھنا سیکھا، اور علم صرف و نحو، علوم لغت و ادب اور شیعہ مذہب کے مطابق

۵۱ میں یہ بات اکثر دیکھتا ہوں کہ آبا ؤ اجداد کے سہارے جینے والی اولاد میں ذلیل لوگوں کے عیوب پیدا ہو جاتے ہیں (۲) میں ہر فضیلت میں اس بات پر قناعت کرنا پسند نہیں کرتا کہ وہ میرے بلند رتبہ اجداد کی طرف منسوب کر دی جائے۔ (اعظمی)
۵۲ جب کسی صاحب نسب کا نفس اپنے بزرگوں جیسا نہ ہو تو آبا ؤ اجداد کے بلند رتبہ ہونے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ (۲) وہ رشتہ دار اپنے سے قریب نہیں ہو سکتا جو بعید الاخلاق قوم کے مشابہ ہو نہ وہ غیر اپنوں سے دور ہو سکتا ہے جو اپنی جیسی قوم کے اخلاق کے مشابہ ہو۔ (اعظمی)
۵۳ طبقات الأدباء للأنباري والصبح المنبي للبديعي (في وصف النسب) ۱۲ منہ
۵۴ خزانة الأدب جلد اول صـ ۳۸۲ (و) يتيمة الدهر جلد اول صـ ۸۰ – ۱۲ منہ

Marfat.com

اصولِ دین وغیرہ کی تعلیم پائی۔ بعد میں اس نے اکابر[1] علماء ادب ابوالحسن اخفش، ابواسحاق الزجاج ابوبکر ابن السراج، ابوبکر ابن درید اور ابوعلی فارسی وغیرہ سے بھی استفادہ کیا۔

متنبی ۱۷ سال کی عمر میں ملک شام آگیا، وہیں وہ جوان ہوا اور وہیں اس کی شاعری نے نشو و نما پائی اور پروان چڑھی۔ وہ عربی زبان و محاورات میں مہارت حاصل کرنے کے لئے ملک شام کے نواحی دیہاتوں میں مدّت[2] دراز تک پھرتا رہا۔ اہل بادیہ کو اپنے اشعار سُناتا اور اُن سے زبان و ادب کے نئے نئے محاورات سیکھتا رہا۔ اس طرح وہ بدویوں سے خصوصاً بنو کلب سے بہت زیادہ مانوس ہوگیا۔ وہ[3] ۳۲۱ھ میں یہاں آیا اور ۱۵ سال یہاں ٹھہرا۔

قوتِ حافظہ متنبیؔ بچپن میں اکثر ایک کتب فروش کی دُکان پر جا کر کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا تھا، اتفاق سے ایک دن ایک شخص ابو عبیدہ کی لغت کی تیس ورق کی کتاب بیچنے کے لئے آیا، متنبی نے دیکھنے کے لئے کتاب لے لی اور اُسے پڑھنا شروع کردیا۔ جب زیادہ دیر ہوگئی اور بیچنے والا تنگ آگیا تو اُس نے کہا، میاں صاحبزادے یہ ایک دن میں تو یاد ہونے سے رہی، کتاب لینا ہے تو لو، ورنہ واپس کردو۔ متنبی نے کہا اگر میں کتاب یاد کرچکا ہوں تو کیا انعام ملے گا۔ کتاب فروش نے کہا اگر تم اِسے یاد کرچکے ہو تو کتاب مفت حاضر ہے معاملہ طے ہوگیا، وراق نے کتاب متنبی کے ہاتھ سے لے لی اور اس نے شروع سے سنانا شروع کردیا، یہاں تک کہ اس نے پوری کتاب سُنا ڈالی۔ وراق[4] کا بیان ہے کہ میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب میں نے دیکھا کہ کتاب میں جو کچھ تھا وہ سب یاد کرچکا ہے، خدا کی قسم میں نے "ابن عبدان" (متنبی) سے زیادہ زبردست قوتِ حافظہ والا آدمی نہیں دیکھا۔

متنبی شعر و شاعری میں جیسا یگانۂ روزگار تھا ویسا ہی معرفتِ لغت میں کوئی مشہور شاعر اس کا ہم پلہ نہیں، اُس کا شمار چوتھی صدی ہجری کے ائمہ لغت میں ہوتا تھا۔ اُس کو عربی زبان و لغت پر اس قدر عبور تھا کہ جب اُس سے کوئی بات پوچھی جاتی تو وہ فوراً کلام عرب سے استشہاد پیش کرتا تھا۔ ایک

---

[1] العرف الطیب (مقدمۃ الکتاب) ۱۲ منہ

[2] تاریخ بغداد، جلد ۴۔ ص ۱۰۳ ۔ ۱۲ منہ

[3] رسالۃ الغفران ص ۳۵۸ ۔ ۱۲ منہ

[4] الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی للبدیعی ص ۶ (و) طبقات الأدباء للانباری ص ۳۶۸ (و) سرح العیون لابن نباتۃ المصری ص ۱۵ ۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

مرتبہ[51] شیخ ابو علی فارسی نے جو اُس زمانہ کے زبردست ادیب و فاضل تھے، متنبی سے پوچھا کہ فِعلیٰ کے وزن پر جمع کے کتنے الفاظ آتے ہیں۔ متنبی نے برجستہ کہا۔ صرف دو لفظ حِجلیٰ اور ظِربیٰ، علامہ موصوف کا بیان ہے کہ میں تین دن تک لغت کی کتابوں میں اس وزن پر کسی تیسرے لفظ کی تلاش کرتا رہا مگر مجھے کامیابی نہ ہوئی۔

متنبی اور حاتمی کے مشہور مناظرہ میں، علامہ[52] حاتمی نے اثناء گفتگو میں اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ "علمِ لغت میں تم سب سے زیادہ علم رکھتے ہو، کوئی شخص بھی تم سے زیادہ اس بات کا مستحق نہیں جس سے غریب لغات کے بارے میں دریافت کیا جائے۔

متنبی جب ابن العمید کے پاس "اُرجان" گیا تو ابن العمید نے اپنی[53] وہ کتاب اُسے سنائی جو علمِ لغت میں اُس نے تیار کی تھی۔ اس موقع پر ابن العمید کو متنبی کی قوتِ حافظہ اور اس کے تبحرِ علمی پر بڑا تعجب ہوا۔

خالد[54]یان کا بیان ہے کہ متنبی علمِ لغت میں بڑا ماہر تھا، اُس سے زیادہ غریب الفاظ پر کسی دوسرے شخص کو عبور نہ تھا۔ جب اُس سے کوئی بات پوچھی جاتی تھی تو وہ فوراً کلامِ عرب سے استشہاد پیش کرتا تھا مذکورۂ بالا علماء و اُدباء کے بیانات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ متنبی شعر و شاعری کی طرح معرفتِ لغت میں بھی یگانۂ روزگار تھا۔

اخلاق و کردار | متنبی بہادر، خوددار اور بڑا بلند حوصلہ تھا، اس کی پرورش بدوی قبائل میں ہوئی تھی بادیہ پیمائی اور صحرا نوردی نے اُس کو نڈر اور مصائب جھیلنے اور خطرات کا مقابلہ کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی وہ بیس بائیس ہی سال کا تھا کہ اُس نے اپنی سطوت و اقتدار کا جھنڈا گاڑ دیا، اور لوگوں سے اپنی بیعت لینا شروع کر دی۔ "ابن کیغلغ"، جیسے صاحبِ اقتدار حکمران کی ہجو کہہ ڈالی، سیف الدولہ کے دربار میں پہنچنے سے پہلے یہ شرط[55] پیش کی کہ وہ قصیدہ ہمیشہ بیٹھ کر پڑھا کرے گا۔ ۳۴۲ھ ہجری میں عید الاضحیٰ کے موقع پر حلب کے میدان میں، مجمع کے سامنے جب اُس نے اپنا قصیدہ

۵۱ طبقات الادباء للانباری ص۱۰۱ (۵) وفیات الاعیان جلد اول ص۲۵۶ - ۱۲ منہ

۵۲ معجم الادباء للیاقوت (مناظرۂ حاتمی) والصبح المنبی للبدیعی ص۲۹ ۱۲ منہ

۵۳ خزانۃ الادب جلد اول ص۳۸۶ - ۱۲ منہ

۵۴ خزانۃ الادب جلد اول ص۳۸۹ (و) الصبح المنبی ص[illegible] ۱۲ منہ۔ ۵۵ الصبح المنبی ص۴۷ ۱۲ منہ

Marfat.com

لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْ دَهْرِهِ مَا تَعَوَّدَا
وعادةُ سَيفِ الدَّولة الطّعْنُ فِي العِدَىٰ

پڑھا تو کسی دشمن نے کہا کہ اگر وہ کھڑا ہو کر پڑھے تو زیادہ صاف سنائی دے، متنبی[1] نے کڑک کر جواب دیا تم نے سُنا نہیں "لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْ دَهْرِهِ مَا تَعَوَّدَا" وہ جنگ و غزوات میں سیف الدولہ کے ساتھ برابر شریک رہا، پھر دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے جب سیف الدولہ اُس سے ناراض ہو گیا تو اُس کے غیض و غضب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اُس کے سامنے اُس نے اپنا مشہور قصیدہ

وَاَحَرَّ قَلْبَاهُ[2] مِمَّنْ قَلْبُهُ شَبِمُ
وَمَنْ بِجِسْمِي وَحَالِي عِنْدَهُ سَقَمُ

پڑھا اور خوب دل کا بخار نکالا۔ درباری پیچ و تاب کھاتے رہے مگر وہ بڑی دیدہ دلیری سے قصیدہ پڑھتا رہا۔ یہی خودسریاں تھیں جو لوگوں سے عداوت کی باعث بنیں، خود سیف الدولہ کو بھی جو اُس سے بے انتہا محبت رکھتا تھا یہ بڑائیاں[3] پسند نہ تھیں۔

لوگوں سے برتری کا خیال اس کو اس حد تک تھا کہ وہ اپنے کو شعراء کے مرتبہ سے بالاتر سمجھتا تھا، دیکھیئے وہ کافور کو مخاطب کر کے کہتا ہے:-

وَفُؤَادِي[4] مِنَ الْمُلُوكِ وَإِنْ
كَانَ لِسَانِي يُرَىٰ مِنَ الشُّعَرَاءِ

کافور کے دوسرے قصائد میں وہ برابر اپنی بڑائیاں جتاتا رہا اور اُس سے ایفاء عہد کا مطالبہ کرتا رہا، پھر اس کی کڑی نگرانی کے باوجود پہرے چوکی سے بچ کر مصر سے نکل پڑا، اور وحشت ناک جنگل اور خوفناک وادیوں کو طے کرتا ہوا کوفہ پہنچ گیا۔ درحقیقت کافور کے پاس بھی اُس کی ناکامی کی بڑی وجہ اُس کی یہی تعلّیاں[6] تھیں۔

---

[1] زمانہ میں ہر شخص وہی کرتا ہے جبکا وہ خوگر ہوتا ہے، سیف الدولہ کی عادت اپنے دشمنوں کو نیزے مارنا ہے۔ (اعظمی)
[2] وفیات الاعیان جلد اول ص۶۶ - ۱۲ منہ
[3] افسوس ہے کہ میرا دل اُس شخص کی آتشِ محبت میں جل رہا ہے جس کے دل میں میری محبت سرد ہو چکی ہے اور جس کے لئے میرا جسم و جان بیمار و ناتوان ہے۔ (اعظمی)
[4] الصبح المنبی ص۳، ۱۲ منہ
[5] میرا دل بادشاہوں جیسا ہے اگرچہ میری زبان شعرا جیسی معلوم ہوتی ہے (اعظمی) [6] وفیات الاعیان جلد اول ص۶۶ ۱۲ منہ

Marfat.com

اُمراء[۵۱] اور بادشاہوں کو وہ ہمیشہ اس طرح خطاب کرتا تھا جیسے ایک دوست دوسرے دوست سے کرتا ہے، یا کوئی عاشق اپنے محبوب سے کرتا ہے۔ بچپن کا دور بدوی قبائل میں گذرنے کی وجہ سے اُس کی طبیعت میں ایک قسم کی سختی اور ہمچنیں دیگرے نیست کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ دیکھیے اُس کے بچپن کا شعر ہے:-

أَمِطْ[۵۲] عَنْكَ تَشْبِيْهِي بِمَا وَكَأَنَّهُ
فَمَا أَحَدٌ فَوْقِي وَلَا أَحَدٌ مِثْلِي

ایک اور جگہ بھی ایسے ہی خیال کا اظہار کرتا ہے اور کہتا ہے:-

إِنْ[۵۳] أَكُنْ مُعْجَبًا نَعُجْبُ عَجِيْبٌ
لَمْ يَجِدْ فَوْقَ نَفْسِهِ مِنْ مَزِيْدِ

پھر وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اپنے کو دنیا و مافیہا سے بالاتر سمجھتے ہوئے تمام ممکنہ حدود سے تجاوز کر جاتا ہے اور کہتا ہے "میں کس بلند رتبہ پر ترقی کروں؟ اور کس بڑے شخص سے ڈروں حالانکہ دُنیا میں جو چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں اور جو نہیں پیدا کی ہیں وہ سب میرے عزم و ارادہ کے مقابلہ میں ایسی حقیر ہیں جیسے میری مانگ کا ایک بال۔" دیکھیے وہ کہتا ہے:-

أَيَّ مَحَلٍّ أَرْتَقِي　　أَيَّ عَظِيْمٍ أَتَّقِي
وَكُلُّ مَا قَدْ خَلَقَ الـ　　لّٰهُ وَمَالَمْ يَخْلُقِ
مُحْتَقَرٌ فِيْ هِمَّتِي
كَشَعْرَةٍ فِيْ مَفْرَقِي

مناظرۂ[۵۴] حاتمی کی بھی اصلی وجہ، جس کو علامہ بدیعی نے پوری تفصیل سے نقل کیا ہے، متنبی کی یہی شیخیاں ہیں۔ امام باقلانی[۵۵] نے سچ کہا ہے کہ متنبی بڑا غیور، خود دار اور بہادر تھا۔ ...

---

۵۱ یتیمۃ الدہر جلد اول صـ۱۳۹ - ۱۲ منہ
۵۲ تو میری تشبیہ دینے کا خیال لفظ ما اور کانّ وغیرہ سے چھوڑ دے اس لئے کہ کوئی شخص نہ مجھ سے بالاتر ہے نہ میرا جیسا ہے۔ (اعظمی)
۵۳ اگر میں اپنے کو عجیب سمجھوں تو یہ اُس شخص کی سی خود پسندی ہوگی جو اپنے سے زیادہ کسی کو نہ پاتا ہو۔ (اعظمی)
۵۴ الصبح المنبی صـ۱۲۳ - ۱۲ منہ　　۵۵ اعجاز القرآن صـ۱۳۴ - ۱۲ منہ

واپسی میں ابو نصر محمد الجبلی سے یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ فاتک[1] بن ابی الجھل اور اس کے ساتھی اُس کی تاک میں ہیں بغیر کسی کمک اور رہبر کے کوفہ چل پڑا۔ اس سے اس بات کا ثبوت ظاہر ہے کہ وہ بڑا بہادر، خوددار اور بلند حوصلہ تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر جاہ و ثروت کی اُس کو لالچ نہ ہوتی جس کی وجہ سے اُسے اپنے کو گرا کر اُمراؤ سلاطین کی جھوٹی سچی تعریفیں کرنا پڑیں، تو یقیناً وہ اخلاق کے بلند مراتب پر فائز ہوتا۔

دنائت سے اجتناب | متنبی دنی الطبع اور ذلیل اخلاق کا نہیں تھا۔ علی بن حمزۃ البصری کا جو متنبی کے دیوان کا راوی بھی ہے، بیان ہے کہ متنبی میں تین صفاتِ محمودہ پائی جاتی تھیں وہ یہ ہیں: "إِنَّهُ مَا كَذِبَ وَلَا زَنَى وَلَا لَاطَ۔" یعنی اُس نے نہ کبھی جھوٹ بولا، نہ کبھی زنا کیا اور نہ کبھی لواطت کی۔"

اسی طرح اُس میں تین مذموم صفات پائی جاتی تھیں جو یہ ہیں: "مَا صَامَ وَلَا صَلّٰی وَلَا قَرَأَ القُرآنَ" یعنی اُس نے نہ کبھی روزہ رکھا نہ کبھی نماز پڑھی اور نہ قرآن[2] کی تلاوت کی۔

ابن جنی[3] کا قول ہے: "مَا عَرَفْتُ المُتَنَبِّيَ إِلَّا صَادِقًا۔" یعنی متنبی کے متعلق میں یہی جانتا ہوں کہ وہ سچا آدمی تھا۔

متنبی عیش و طرب اور مجالسِ ریب سے ہمیشہ بچتا تھا، دیکھئے وہ اپنے بارے میں خود کہتا ہے:-

وَتَرَی[4] المُرُوَّةَ والفُتُوَّةَ وَالأُبُوَّ ۔۔۔ ةَ فِيَّ كُلُّ مَلِيحَةٍ ضَرَّاتِهَا

هُنَّ الثَّلاثُ المَانِعَاتِي لَذَّتِي ۔۔۔ فِي خَلوَتِي لَا الخَوفُ مِن تَبِعَاتِهَا

اسی طرح ایک اور جگہ عیش و طرب سے اپنے بچنے کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے: "ہم نے نیزے بازی کے شوق کی وجہ سے ہر قسم کی خواہش کو چھوڑ دیا ہے۔ اب ہمیں اُسی کے کھیل سے

---

[1] الصبح المنبی ص ۵۰۔ ۱۲ منہ

[2] امام ابو بکر باقلانی نے بھی اعجاز القرآن میں متنبی کے بارے میں اسی قسم کی ایک حکایت لکھی ہے۔ اعجاز القرآن ص ۲۳۶۔ ۱۲ منہ

[3] الخصائص ص ۲۴۸۔ ۱۲ منہ

[4] یعنی میری جواں مردی، نوجوانی اور خودداری کو ہر محبوبہ اپنی سوت سمجھتی ہے۔ یہی تینوں میری خلوت میں مجھکو عیاشی اور لذت اندوزی سے روکنے والیاں ہیں نہ کہ وہ خوف جو اُس کے انجام بد سے پیدا ہوتا ہے۔ (اعظمی)

دلچسپی ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

تَرَكْنَا لِأَطْرَافِ الْقَنَا كُلَّ شَهْوَةٍ
فَلَيْسَ لَنَا إِلَّا بِهِنَّ لِعَابُ

متنبی کو شراب و کباب سے سخت نفرت تھی، باوجودیکہ وہ اُمراء اور عمائدین سلطنت کی مجالس میں اکثر شریک رہتا لیکن شراب سے ہمیشہ اجتناب کرتا تھا، اُس کے احباب اور ممدوحین جب اُس سے اصرار کرتے تو وہ کہتا۔

لِأَحِبَّتِي[۵۱] أَنْ يَمْلَأُوا بِالصَّافِيَاتِ الْأَكْوُبَا
وَعَلَيْهِمُ أَنْ يُبْذِلُوا وَعَلَيَّ أَلَّا أَشْرَبَا
حَتَّى تَكُونَ الْبَاتِرَا
تُ الْمُسْمِعَاتِ فَأَطْرَبَا

متنبی کو تصنع اور ظاہرداری سے بھی بڑی نفرت تھی، یہی وجہ تھی کہ وہ شہری زندگی کے مقابلہ میں بادیہ نشین قبائل کی زندگی کو اور شہری چمک دمک والی خوبصورتی کے مقابلہ میں بدوی سادہ حُسن کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ وہ کہتا ہے:۔

حُسْنُ[۵۲] الْحَضَارَةِ مَجْلُوبٌ بِتَطْرِيَةٍ وَفِي الْبَدَاوَةِ حُسْنٌ غَيْرُ مَجْلُوبِ
أَفْدِي ظِبَاءَ فَلَاةٍ مَا عَرَفْنَ بِهَا مَضْغَ الْكَلَامِ وَلَا صَبْغَ الْحَوَاجِيبِ

وفاداری | متنبی باوجود سخت طبیعت ہونے کے اپنے احباب کی دوستی میں مخلص تھا۔ سیف الدولہ سے ناراض ہونے کے باوجود وہ کافور کے مدحیہ قصائد میں اُس کی جدائی پر ہمیشہ اظہارِ تاسف کرتا رہا۔ دیکھئے وہ کہتا ہے:۔

---

۵۱ میرے احباب کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ شراب کے جام بھر بھر کر مجھے دیں، مگر میرے لئے لازم ہے کہ میں نہ پیوں۔ یہاں تک کہ میں تلواروں کی جھنکار سنوں اور خوش ہو جاؤں۔ (اعظمی)

۵۲ شہری عورتوں کا حسن، بناؤ سنگھار سے ہوتا ہے مگر بدوی عورتوں کا حسن مصنوعی نہیں ہوتا۔ میں اُن بدوی غزالوں پر قربان ہو جاؤں جو چبا چبا کر باتیں کرنا نہیں جانتیں اور نہ ابروؤں کو بیندھے کرنا اُنھوں نے سیکھا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

فَلَوْكَانَ مَابِي مِنْ حَبِيْبٍ مُقَنَّعٍ   عَذَرْتُ وَلٰكِنْ مِنْ حَبِيْبٍ مُعَمَّمِ
رَمٰى وَاتَّقٰى رَمْيِي وَمِنْ دُوْنِ مَا اتَّقٰى   هَوًى كَاسِرٌ كَفِّيْ وَقَوْسِيْ وَأَسْهُمِيْ

اپنے دوست اَبُو شجاع فاتک کے اُس نے ایک نہیں، تین بڑے دلدوز مرثیے کہے ہیں، حالانکہ مرنے کے بعد اب اس کو انعام واکرام ملنے کی کوئی توقع نہ تھی۔

یہ اعتراض کہ "متنبی بڑا بے وفا اور غدار تھا، وہ ایک کی تعریف کرتا اور اُس کو تمام دنیا پر فضیلت دیتا پھر دوسرے کی مدح سرائی میں زمین وآسمان کے قُلابے ملاتا اور اس کو فوق البشر قرار دیتا، پھر کسی تیسرے کی تعریف میں رطب اللسان ہوجاتا۔ وغیرہ وغیرہ سیف الدولہ کی خدمت میں وہ تقریبًا نوسال رہا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے سرفراز ہوا، لیکن جب اُس سے ناراض ہوکر کافور کے پاس پہنچا تو اُس کی مدح میں بہترین قصائد کہے اور سیف الدولہ پر چوٹیں کرتا رہا، کافور کے پاس وہ تقریبًا پانچ سال رہا اور وقتًا فوقتًا اُس کی مدح سرائی کرتا رہا، لیکن جب خفا ہوکر وہاں سے فرار ہوا تو اُس کی ایسی رُسواکن ہجویں کہیں جس نے اُس کی تمام تعریفوں کو خاک میں ملا دیا"

معترضین کا یہ اعتراض اِس حدتک صحیح ہے کہ وہ کبھی کسی کی تعریف کرتا کبھی کسی کی، اور پھر اِن تعریفوں میں زمین وآسمان کے قلابے ملایا کرتا تھا۔ مگر یہ اُس دَور کی شاعری کی ایک عام خصوصیت ہے، شعراء نے شعروشاعری کو کسبِ معاش کا ذریعہ بنا رکھا تھا، چونکہ وہ عام طور پر جھوٹی تعریفیں ہوتی تھیں اس لئے اُنھیں یہ بھی یاد نہ رہتا تھا کہ اُنھوں نے کس کی تعریف میں کیا کیا کہا تھا۔

البتہ مخالفین کا یہ الزام غلط ہے کہ متنبی جب کسی سے خوش ہوتا تھا۔ تو اُس کی خوب بڑھ چڑھکر تعریف کرتا تھا۔ اور جب ناراض ہوتا تھا۔ تو اُس کی رُسواکن ہجو کرنے سے باز نہیں آتا تھا ایسا متنبی نے کافور کے علاوہ کسی کے ساتھ نہیں کیا۔ اُس نے اپنے ممدوحین میں سے کسی کی کبھی ہجو نہیں کی، حتی کہ اگر کسی نے اُس کے مدحیہ قصیدہ پر اُس کو ایک ہی دینار دیا جب بھی متنبی نے اُس کی ہجو

سلہ اگر یہ بے وفائی کسی پرتعوادش محبوبہ کی جانب سے ہوتی تو میں اس کو معذور سمجھتا لیکن افسوس ہے کہ یہ ناقدری تو ایک عمامہ بند دوست یعنی سیف الدولہ کی طرف سے ہوئی ہے سیف الدولہ نے بیوفائی کا مجھے تیر مارا اور میری ہجو کے تیر سے بچ گیا۔ اور جس محبت کی وجہ سے وہ بچ گیا اُس نے میرے ہاتھ، کمان اور میرے تیروں کو توڑ دیا۔ (اعظمی)

میں ایک شعر بھی نہیں کہا۔ اُس نے صرف ابن کیغلغ، کافور اور ضَبّۃ بن یزید کی ہجویں کہی ہیں۔

ابن کیغلغ کی اس لئے کہ اُس نے اپنی مدح میں قصیدہ کہنے پر اُس کو مجبور کیا تھا۔ ضَبّۃ کی اس وجہ سے کہ اُس نے متنبی اور اُس کے احباب کو گالیاں دی تھیں۔ کافور کی اس لئے کہ اُس نے اُس کو جھوٹی اُمیدیں دلائیں، پھر ٹال مٹول کرتا رہا، اُس نے وعدہ شکنی کی اور سیاسی مقاصد کے لئے اُس کو گھر جانے کی اجازت نہیں دی، اور ایک نظر بند کی طرح اُس کی نقل و حرکت پر نگرانی رکھی۔

رہا سیف الدولہ کا معاملہ، تو حقیقت یہ ہے کہ متنبی کو نہ اُس سے زیادہ کسی سے دلی لگاؤ پیدا ہوا نہ کسی کی جُدائی کا اس قدر اس کو صدمہ ہوا جتنا سیف الدولہ کی مفارقت کا۔ وہ سیف الدولہ سے اس طرح ناراض تھا جیسے کوئی سچا دوست اپنے محبوب کی بعض کج ادائیوں پر ناراض ہوتا ہے، وہ اُس کی جدائی سے بے چین تھا اور اسباب مفارقت پر کبیدہ خاطر، حالت یہ تھی کہ جب وہ اُس کے احسانات کو یاد کرتا تو اُس کی مدح سرائی کرنے لگتا اور اس کی مفارقت پر اظہار ندامت کرتا اور جب مخالفین کی ریشہ دوانیوں سے سیف الدولہ کے متاثر ہونے کا خیال کرتا تو اُس کا دل بھر آتا اور جل کر اُس پر تعریضیں کرنے لگتا۔

یہی وجہ ہے کہ سیف الدولہ نے اِن تعریضات کا بُرا نہیں مانا اور متنبی کی مصر سے واپسی کے بعد اس کو خطوط اور پیام بھیجے۔ تحائف اور ہدایا دے کر اپنے لڑکے کو اُس کے پاس بھیجا، خود اپنے ہاتھ سے خط لکھکر بھیجا اور اُس کو اپنے پاس بُلا بھیجا۔

متنبی نے اُس کے اِن احسانات کا مزید شکریہ ادا کیا، مدحیہ قصائد لکھے، اُس کی بڑی بہن کے انتقال پر مرثیہ لکھا۔ مگر اس بات سے وہ اب بھی خائف رہا کہ کہیں سیف الدولہ پھر دشمنوں کی باتوں میں نہ آجائے اِس لئے وہ اس کے پاس گیا نہیں۔ بہرحال یہ غلط ہے کہ متنبی بے وفا اور غدّار تھا۔ اگر وہ مال و زر کا حریص اور لالچی نہ ہوتا تو وہ بہترین اخلاق کا مالک تھا۔

علامہ ابن فَوَرجہ کا بیان[1] ہے کہ متنبی بڑا بہادر، بے باک، صاف گو اور تلخ زبان تھا، وہ شاہی آداب سے بخوبی واقف تھا، اس میں سوائے حرص اور بُخل کے کوئی ایسی صفت نہیں پائی جاتی تھی جو اُس کی ذات کے لئے باعثِ عیب اور قابلِ مذمت ہو۔ ابوبکر خوارزمی کہا کرتا تھا کہ متنبی اس

---

[1] الصبح المنبی۔ صدہ۵ - ۱۲ منہ

شعر کا مصداق ہے :۔

وَإِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِاللَّوْمِ شَاعِرٌ
يَلُومُ عَلَى الْبُخْلِ الرِّجَالَ وَيَبْخَلُ

ابوبکر خوارزمی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں متنبی کے پاس موجود تھا۔ اسی اثنا میں سیف الدولہ کے پاس سے انعام واکرام کا سامان آیا اور چٹائی پر رکھدیا گیا، اتفاق سے تھیلی میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا رہ گیا، متنبی سب کو چھوڑ چھاڑ کر اُس کی تلاش اور جستجو میں لگ گیا۔ اس جدوجہد میں اُس کی انگلی زخمی ہوگئی، آخر جب اُس نے اُس ٹکڑے کو ڈھونڈھ نکالا تو خوش ہوکر بولا: "تَبَدَّتْ لَنَا كَالشَّمْسِ تَحْتَ غَمَامِهِ"۔ بدلی میں سے سورج نکل آیا۔

متنبی کا یہ شعر بھی اُس کے مسلک سے انحراف ہے۔ وہ کہتا ہے :۔

بُلِيتُ بِلَى الْأَطْلَالِ إِنْ لَمْ أَقِفْ بِهَا
وُقُوفَ شَحِيحٍ ضَاعَ فِي التُّرْبِ خَاتَمُهُ

ایک مرتبہ متنبی کے ایک دوست نے اُس سے کہا کہ تمھاری کنجوسی کے قصّے سب لوگوں میں مشہور ہیں، حالانکہ تم خود اس شعر میں بخالت کی مذمّت کرتے ہو۔

وَمَنْ يُنْفِقُ السَّاعَاتِ فِي جَمْعِ مَالِهِ
مَخَافَةَ فَقْرٍ فَالَّذِي فَعَلَ الْفَقْرُ

متنبی نے اپنی حرص دآز کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ بھائی! اصل بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بازار میں ایک تربوز دیکھا، میں نے دُکاندار سے اس کی قیمت پوچھی، اُس نے بڑی لاپرواہی سے کہا "جاؤ جاؤ، یہ تمھارے کھانے کی چیز نہیں ہے، میں نے اُس کو پانچ درہم دینا چاہے مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا، ذرا دیر میں ایک مالدار آدمی آیا، دکاندار نے وہ اُس کو دو درہم میں دے دیا، میں نے

---

۵۱ لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق ملامت وہ شاعر ہے جو دوسرے لوگوں کی بخل پہ مذمت کرتا ہو اور خود بخل کرتا ہو۔ (اعظمی)

۵۲ میں اگر دیارِ حبیب کے بوسیدہ کھنڈرات پر رنج وغم میں اسطرح نہ کھڑا ہوں جس طرح وہ بخیل تکلیف کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے جسکی انگوٹھی مٹی میں کھوگئی ہو تو میں خود اُن ویران کھنڈروں کی طرح مٹ جاؤں۔ (یتیمۃ الدہر جلد اول ص۴۲) (اعظمی)

۵۳ جو شخص مفلسی کے ڈر سے اپنی ساری عمر مال جمع کرنے میں صرف کرے تو اُس کا یہ فعل بجائے خود فقر ہے یعنی اُس کی عمر بہرحال فقیری اور مفلسی میں گذرے گی۔ (اعظمی)

اُس سے کہا" تونے مجھکو پانچ درہم میں نہیں دیا، اُس کو تونے دو درہم میں کیسے دیدیا؟" اُس نے کہا، اُسْکُتْ هٰذا يَمْلِكُ مِائَةَ أَلْفَ دِيْنَارٍ " خاموش، وہ ایک لاکھ دینار کا مالک ہے۔"

جب سے میں نے یہ سمجھ لیا کہ انسان کی اُس وقت تک کوئی عزت نہیں ہوتی جب تک لوگ یہ نہ جانتے ہوں کہ فلاں شخص ایک لاکھ دینار کا مالک ہے، اس لئے میں نے عہد کر رکھا ہے کہ میں اُس وقت تک بخل سے کام لیتا رہوں گا جب تک میں لوگوں سے یہ نہ سُن لوں کہ "إِنَّ أَبَا الطَّيِّبِ قَدْ مَلَكَ مِائَةَ أَلْفَ دِيْنَارٍ"[له]

خلاصہ یہ ہے کہ ایک انسان کی طرح متنبی میں بھی بعض کمزوریاں پائی جاتی تھیں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک سچا، پاک دامن اور بہادر آدمی تھا۔ اُس کے اخلاق ایک جری، طاقتور اور سخت مزاج بدو جیسے تھے جو قول و فعل، رائے و عمل، ہر بات میں صاف گوئی کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ وہ عربی النشأة اور عربي الطباع شاعر تھا۔ وہ اپنے اشعار میں اپنی خودداری، بلند حوصلگی، بہادری، مصائبِ روزگار پر ثابت قدمی، دنیا کی کساد بازاری پر ماتم اور زمانہ کی سرد مہری کا بار بار ذکر کرتا ہے اور عربی نژاد شاعر کی طرح اُن پر فخر کرتا ہے۔ وہ اپنی اُفتادِ طبع اور رائے و عمل میں عمرو بن کلثوم، عنترہ بن شدّاد اور حارث بن حلزہ سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ دیکھئے اُس کے دلی میلان کا اندازہ مندرجۂ ذیل اشعار سے ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے:-[له]

وَأَهْوَى مِنَ الْفِتْيَانِ كُلَّ سَمَيْذَعٍ نَجِيْبٍ كَصَدْرِ السَّمْهَرِيِّ الْمُقَوَّمِ
خَطَتْ تَحْتَهُ الْعِيْسُ الْفَلَاةَ وَخَالَطَتْ بِهِ الْخَيْلُ كَبَّاتِ الْخَمِيْسِ الْعَرَمْرَمِ
وَلَا عِفَّةَ فِي سَيْفِهِ وَسِنَانِهِ
وَلٰكِنَّهَا فِي الْكَفِّ وَالْفَرْجِ وَالْفَمِ

له متنبی لکھتا ہے " الصبح المنبی - (باب وصف البخل) ۱۲ منہ

له میں نوجوانوں میں اُس بہادر کو پسند کرتا ہوں جو شریف اور سیدھے کئے ہوئے مضبوط نیزے کی طرح طویل القامت ہو۔ (۲) اُس کی رانوں کے نیچے سفید اونٹوں نے بے آب وگیاہ چٹیل میدان قطع کئے ہوں اور اس کی وجہ سے شہسواروں نے زبردست لشکر سے مڈبھیڑ کی ہو۔ (۳) اُس کی شمشیر و سنان خوں ریزی سے پاک نہ ہو، لیکن اُس کے ہاتھ، شرم گاہ اور دہن، لوگوں کا مال غصب کرنے، زنا کرنے اور دوسروں کی غیبت کرنے سے پاک ہو۔"

Marfat.com

اہل و عیال صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ متنبی نے کب شادی کی اور کہاں کی، لیکن یہ یقینی بات ہے کہ شادی ۳۲۹ھ اور ۳۳۷ھ کے درمیانی وقفہ میں کسی وقت ہوئی، اس لئے کہ متنبی نے ۳۲۹ھ میں سیف الدولہ کے پاس پہنچنے سے بہت پہلے ابو ایوب احمد بن عمران کی مدح میں اپنے متعلق کہا تھا:-

فِی النَّاسِ أَمْثِلَةٌ تَدُورُ حَیَاتُھَا ـــ کَمَمَاتِھَا وَمَمَاتُھَا کَحَیَاتِھَا
ھِبْتُ النِّکَاحَ حِذَارَ نَسْلٍ مِثْلِھَا ـــ حَتّٰی وَفَرْتُ عَلَی النِّسَاءِ بَنَاتِھَا[1]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت تک اُس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ۳۲۹ھ میں متنبی کی عمر تقریباً ۲۶ سال کی تھی۔ پھر ۳۳۷ھ میں جب سیف الدولہ اپنے بھائی ناصر الدولہ کی فوجی کمک کے لئے جا رہا تھا، تو اُس نے چاہا تھا کہ متنبی بھی اُس کے ہمراہ چلے، متنبی نے اُس وقت معذرت کرتے ہوئے کہا تھا:-

إِنَّ الَّذِی خَلَّفْتُ خَلْفِی ضَائِعٌ ـــ مَالِی عَلٰی قَلَقِی إِلَیْهِ خِیَارُ
وَإِذَا صُحِبْتَ فَکُلُّ مَاءٍ مَشْرَبٌ ـــ لَوْلَا الْعِیَالُ فَکُلُّ أَرْضٍ دَارُ[2]

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۳۷ھ میں اُس کے اہل و عیال موجود تھے۔ گو یہ نہیں معلوم کہ شادی کب ہوئی، نہ یہ معلوم کہ شادی کہاں ہوئی، نہ یہ معلوم کہ بچے کتنے تھے اور کیا تھے۔ البتہ علامہ حاتمی اور متنبی کے مناظرہ کے سلسلہ میں اُس کے بیٹے محسّد کا ذکر ضرور آیا ہے۔[3] حاتمی کا بیان کہ متنبی ایک شخص پر ناراض ہوا تو اُس نے اپنے لڑکے سے کہا:-

یَا مُحَسَّدُ، خُذْ بِیَدِہٖ وَأَخْرِجْہُ ـــ محسّد، اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دے

محسّد کا ذکر بعض اور مقامات پر بھی آیا ہے، شیراز سے واپسی میں بھی وہ متنبی کے ساتھ تھا اور ساتھ ہی مارا بھی گیا۔[4]

---

[1] لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو مارے مارے پھرتے ہیں، اُن کی زندگی موت کی طرح اور موت زندگی کی طرح ہے (۲) ایسی ناکارہ نسل کے خوف سے میں نکاح سے ڈر گیا حتیٰ کہ بہت سی عورتوں کی بیٹیاں بغیر شادی کے گھر بیٹھی رہیں۔

[2] بیشک اہل و عیال جنکو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں، تباہ ہو جائیں گے، اس رنج و قلق میں مجھے کچھ اختیار نہیں ہے، (۲) اگر اہل و عیال نہ ہوتے تو تیری صحبت میں جس گھاٹ پر اُترتا وہی پانی پینے کی جگہ ہوتا اور جس زمین پر بسیرا کرتا وہی اپنا گھر ہوتا۔

[3] معجم الادباء جلد ششم صہ ۱۲ ـ ۱۲ منہ [4] الصبح المنبی فی باب المقتل ـ ۱۲ منہ

Marfat.com

اہل وعیال کا ذکر دیوان میں دو تین جگہ سے زیادہ نہیں، شوال ۳۴۷ھ میں اس نے کافور کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا تھا:۔

یُضَاحِكُ فِی ذَا الْعِیْدِ کُلٌّ حَبِیْبَهٗ حِذَائِیْ وَاَبْکِیْ مَنْ اُحِبُّ وَاَنْدُبُ

اَحِنُّ اِلٰی اَهْلِیْ وَاَهْوٰی لِقَاءَهُمْ وَاَیْنَ مِنَ الْمُشْتَاقِ عُنْقَاءُ مُغْرِبُ

اِس کے علاوہ عضد الدولہ سے رخصت ہوتے وقت بھی اُس نے گھر بار کا ذکر کیا ہے۔ ۳۳۸ھ میں بھی متنبی نے سیف الدولہ کے بیٹے کے مرثیہ میں کہا تھا:۔

وَقَدْ ذُقْتُ حَلْوَاءَ الْبَنِیْنَ عَلَی الصِّبَا

فَلَا تَحْسَبَنِّیْ قُلْتُ مَا قُلْتُ عَنْ جَهْلِ

یعنی میں نے عُنفوانِ شباب ہی میں اولاد کا مزہ چکھا ہے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ ناواقفیت کی وجہ سے کہا ہے۔

بس اس کے علاوہ دیوان میں کہیں بھی اہل وعیال کا ذکر نہیں۔

دین ومذہب | متنبی ایک آزاد خیال شاعر تھا، وہ نہ خارجی تھا نہ شیعہ، بلکہ اُس کا مذہب ومسلک وہی تھا جو جمہور مسلمانوں کا ہوتا ہے۔ گو اُس کی طبیعت کا میلان اُس کے اشعار سے کہیں خارجیت کی طرف معلوم ہوتا ہے کہیں تشیُّع کی طرف، دیکھیے وہ ابوطاہر القرمطی کی جس نے ۳۱۷ھ میں مکہ کے مسلمانوں کا خون بہایا اور حجر اسود اُٹھا کر اپنے ساتھ لے گیا تھا، تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "اب میں لڑائی کی آگ میں کودتا ہوں، ایک ایسے شیخ کی مدد سے جو میری بغاوت کا منتظر ہے، وہ پنج وقتہ نماز کو نفل سمجھتا ہے اور حرم مکہ میں خون کرنا حلال سمجھتا ہے۔"

شَیْخٌ یَرَی الصَّلٰوتِ الْخَمْسَ نَافِلَةً

وَیَسْتَحِلُّ دَمَ الْحُجَّاجِ فِی الْحَرَمِ

لہ (۱) اس عید میں ہر ایک اپنے احباب سے مل کر خوش ہو رہا ہے۔ اس کے بجائے میں اُن لوگوں کی یاد میں رو رہا ہوں جن سے میں محبت کرتا ہوں (۲) میں اپنے عزیزوں کے دیدار کا مشتاق ہوں اور اُن سے ملنا چاہتا ہوں، لیکن اُن کا مشتاق ہونا ایسا ہی ہے جیسے کوئی دور جانے والے عنقا کا مشتاق ہو۔ (اعظمی)

Marfat.com

لیکن یہ صحیح نہیں ہے اِس لئے کہ خوارج کے ہاتھوں کوفہ اور اہلِ کوفہ کو بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھانا پڑی تھیں، جن میں متنبی بھی شریک تھا، اس وجہ سے اُس کی طبیعت کا رجحان خوارج کی طرف ہونا ممکن نہیں، اگر ایسا ہوتا تو متنبی، سیف الدولہ کی مدح میں اس بات پر اظہارِ مسرت نہ کرتا کہ اُس کے باپ ابو الھیجاء نے قرامطہ کو شکست دیکر تہ تیغ کیا تھا۔ وہ کہتا ہے :-

إِبْنُ الْمُعَفِّرِ فِي نَجْدٍ فَوَارِسَهَا[۵۱]
بِسَيْفِهِ وَلَهُ كُوفَانُ وَالْحَرَمُ

متنبی کا شیعہ ہونا اُس قصیدہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو اُس نے ابو طاہر علوی کی مدح سرائی کرتے ہوئے رملہ میں کہا تھا جس میں حضرت علیؑ کو "وصی رسول اللہ" کہا گیا ہے جو در حقیقت شیعوں کے عقائد میں داخل ہے۔ دیکھئے وہ کہتا ہے :-

هُوَ[۵۲] إِبْنُ رَسُولِ اللهِ وَابْنُ وَصِيِّهِ
وَشِبْهُهُمَا، شَبَّهْتُ بَعْدَ التَّجَارِبِ

لیکن متنبی کے وہ اشعار جو اُس نے اِبن العمید کی تعریف میں لکھے تھے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ شیعہ نہیں تھا، یہ واضح رہے کہ ابن العمید ایک شیعہ فرمانروا کا وزیر تھا، متنبی اُسکی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے :-

فَإِنْ يَكُنِ الْمَهْدِيُّ[۵۳] مَنْ بَانَ هَدْيُهُ   فَهٰذَا وَإِلَّا فَالْهُدَى ذَا فَمَا الْمَهْدِيُّ
يُعَلِّلُنَا هٰذَا الزَّمَانُ بِذَا الْوَعْدِ   وَيَخْدَعُ عَمَّا فِي يَدَيْهِ مِنَ النَّقْدِ
هَلِ الْخَيْرُ شَيْءٌ لَيْسَ بِالْخَيْرِ غَائِبٌ
أَمِ الرُّشْدُ شَيْءٌ غَائِبٌ لَيْسَ بِالرُّشْدِ

---

۵۱ ممدوح اُس شخص کا بیٹا ہے جس نے اپنی تلوار سے نجد کے سواروں کو قتل کرکے خاک میں ملا دیا اور اُس کے علاقۂ حکمرانی میں کوفہ اور مکہ معظمہ بھی ہے۔" (اعظمی)

۵۲ ممدوح رسولِ خدا اور اُس کے وصی یعنی حضرت علی کا بیٹا ہے اور اُن دونوں کے مشابہ ہے۔ میں نے یہ تشبیہ بہت کچھ تجربہ کرنے کے بعد دی ہے۔ (اعظمی)

۵۳ اگر مہدی موعود وہ شخص ہے جسکی اچھی عادتیں ظاہر ہوگئی ہوں تو یہی ممدوح ہے ورنہ وہ سراپا ہدایت ہے، پھر امام مہدی کی کیا ضرورت ہے؟ (۲) ہم کو یہ زمانہ امام مہدی کے وعدہ پر بہلا رہا ہے اور جو نقد سامنے موجود ہے اُسکے بارے میں ہمیں دھوکہ دے رہا ہے (۳) کیا بھلائی وہی چیز ہے جو آنکھوں سے اوجھل ہے؟ یہ کوئی بھلائی کی بات نہیں۔ اور کیا ہدایت وہی چیز ہے جو موجود نہیں، یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں۔

Marfat.com

پھر متنبی، سیف الدولہ کی مدح میں کہیں اس کو دولتِ ہاشمیہ کی سیف قاطع کہتا ہے، کہیں اس کو شمشیرِ خلافت بتاتا ہے، اور خلفائے عباسیہ کو ائمہ قریش کے لقب سے یاد کرتا ہے، اِن سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ متنبی نہ شیعہ تھا نہ خارجی۔ بلکہ وہ ایک آزاد مشرب مسلمان شاعر تھا

اہانتِ دین | متنبّی نے دین اور ارکانِ دین کا بڑی بے باکی سے مذاق اُڑایا ہے۔ گو کسی شاعر کے لئے کسی خاص عقیدہ و مذہب کا پابند ہونا ضروری نہیں۔ تاہم اگر وہ اپنے کو حلقہ بگوش اسلام کہتا ہے تو اُس کا فرض ہے کہ وہ قولاً، فعلاً، نظماً اور نثراً ہر طریقہ سے اپنے دین و مذہب کا احترام کرے۔ افسوس ہے کہ متنبی نے اس معاملہ میں قصداً یا سہواً بڑی لاپرواہی برتی ہے اور جا دبے جا دین و مذہب کا مذاق اُڑانے سے باز نہیں رہا۔ اُس کی دریدہ دہنی ملاحظہ ہو۔ وہ کہتا ہے کہ "مَیں اُن لالہ رُخ مہوشوں کے نگاہِ ناز کا شہید ہوں جن کا تیر نظر دل کو ٹکڑے ٹکڑے کئے دیتا ہے۔ وہ میرا لعابِ دہن اِس طرح چوستی ہیں کہ گویا وہ حلاوت توحید سے زیادہ شیریں ہے"

يَتَرَشَّفْنَ مِنْ فَمِي رَشَفَاتٍ

هُنَّ فِيهِ أَحْلَى مِنَ التَّوْحِيدِ

(۲) متنبّی سیف الدولہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "ہم اُس شخص سے جس کی کُنیت ابوالحسن ہے سچی محبت رکھتے ہیں اور اُس ذات پاک کو خوش رکھتے ہیں جس کا نام خدا ہے۔ اور جس کی کوئی کُنیت نہیں ہے۔

وَنُصْفِي الَّذِي يُكْنَى أَبَا الحَسَنِ الهَوَى

وَنُرْضِي الَّذِي يُسَمَّى الإِلٰهُ وَلَا يُكْنَى

(۳) ایک اور جگہ وہ ابوالقاسم طاہر بن الحسین العلوی کی مدح میں کہتا ہے "نبیِ تہامی کا سب سے روشن معجزہ یہ ہے کہ وہ تمہارے پدر بزرگوار ہیں، اور جو صفات تم میں پائی جاتی ہیں اُن میں سب سے زیادہ نفع بخش صفت یہی ہے کہ رسول اللہ تمہارے والد ماجد ہیں" دیکھیے وہ کہتا ہے:۔

وَأَبْهَرُ آيَاتِ التِّهَامِيِّ أَنَّهُ

أَبُوكُمْ وَأَجْدَى مَا لَكُمْ مِنْ مَنَاقِبِ

(۴) متنبی، بدر بن عمار کی تعریف میں حد سے زیادہ غُلو کرتے ہوئے کہتا ہے " لوگوں کی عقل اُسکی

حقیقت سمجھنے سے ایسی ہی قاصر ہے جیسے اُس علمِ الٰہی کے ادراک سے جس میں افلاک اور کائنات سب ہی چیزیں داخل ہیں۔" گستاخی کی حد ہے، وہ کہتا ہے:۔

تَتَقَاصَرُ الْاَفْهَامُ عَنْ اِدْرَاکِہٖ
مِثْلَ الَّذِیْ الْاَفْلَاکُ فِیْہِ وَالدُّنَا

(۵) اور بکواس سُنیئے وہ عضد الدولہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "عضد الدولہ کے علاوہ دوسروں کی اطاعت کرنے والے اُن لوگوں کی طرح ہیں جو بہت سے خداؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ ہاں جو اس کا فرمانبردار غلام ہے وہ اُس شخص کی طرح ہے جو صرف ایک خدا کو ماننے والا ہے۔" وہ کہتا ہے،

اَلنَّاسُ کَالْعَابِدِیْنَ اٰلِهَةً
وَعَبْدُهٗ کَالْمُوَحِّدِ اللّٰهَا

(۶) متنبی انبیاء اور کتب الٰہیہ کی بھی توہین کرنے سے نہیں چوکتا، وہ بدر بن عمار کی تعریف میں کہتا ہے: "اگر تیری خدا شناسی لوگوں میں تقسیم کردی جاتی تو خدا کسی رسول کو نہ بھیجتا۔ (۲) اگر تیرا کلام لوگوں میں موجود ہوتا تو خدا توریت، انجیل اور قرآن نہ نازل فرماتا۔" دریدہ دہنی دیکھئے، وہ کہتا ہے،

لَوْ کَانَ عِلْمُکَ بِالْاِلٰهِ مُقَسَّمًا   فِی النَّاسِ مَا بَعَثَ الْاِلٰهُ رَسُوْلَا
اَوْ کَانَ لَفْظُکَ فِیْهِمْ مَا اَنْزَلَ الْ   تَوْرَاةَ وَالْفُرْقَانَ وَالْاِنْجِیْلَا

(۷) عازر اُس شخص کا نام ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے زندہ کردیا تھا۔ متنبی محمد بن زریق الطرسوسی کی تعریف میں سکندر ذوالقرنین اور حضرت عیسیٰ کے اِس معجزہ کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہتا ہے۔" (۱) اگر سکندر ذوالقرنین ممدوح کی رائے پر عمل کرتا تو جب وہ ظلمات میں گیا تھا تو وہاں آفتاب روشن ہوجاتے اور وہ آبِ حیات سے محروم ہوکر واپس نہ ہوتا۔" (۲) اگر ممدوح کی تلوار عازر کے سر پر پڑتی تو حضرت عیسیٰ کے لئے اس کو زندہ کرنا دشوار ہوتا۔" وہ کہتا ہے:۔

لَوْ کَانَ ذُو الْقَرْنَیْنِ اَعْمَلَ رَایَهٗ   لَمَّا اَتَی الظُّلُمَاتِ صِرْنَ شُمُوْسَا
اَوْ کَانَ صَادَفَ رَأْسَ عَازَرَ سَیْفُهٗ   فِیْ یَوْمِ مَعْرَکَةٍ لَاَعْیَا عِیْسٰی

(۸) آگے چل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چوٹ کرتا ہے اور کہتا ہے: "اگر بحرِ قلزم کا وسطی عمق ممدوح کے داہنے ہاتھ جیسا سخی ہوتا تو وہ کبھی شق نہ ہوتا، تاکہ موسیٰ علیہ السلام اس میں سے عبور کرجاتے۔"

Marfat.com

أوكانَ لُجُّ البَحرِ مثلَ يَمينِهِ
مَا انْشَقَّ حتىٰ جازَ فِيهِ مُوسىٰ

پھر اسی قصیدہ میں اپنے ممدوح کی شان بڑھاتے ہوئے کہتا ہے "اے وہ شخص کہ ہم حوادث روزگار سے ہمیشہ اُس کی پناہ میں رہتے ہیں اور اُس کے نام کی برکت سے ہمیشہ شیطان کو بھگاتے ہیں"

يَامَن نَلُوذُ مِنَ الزَّمَانِ بِظِلِّهِ
أَبَدًا وَنَطرُدُ بِاسْمِهِ إِبْلِيسَا

شاعری کی ابتدا | شعر و سخن کی صلاحیت انسان میں ابتدائے آفرینش ہی سے پائی جاتی ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو مدت سے زیرِ بحث ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت آدم سب سے پہلے شاعر تھے۔ قابیل نے جب ہابیل کو مار ڈالا تو حضرت آدم نے اپنے بیٹے ہابیل کی وفات پر اپنے دلی تاثرات کا اِس طرح اظہار کیا تھا:

تَغَيَّرَتِ البِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا — فَوَجْهُ الأَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِيحٌ
فَوَا أَسَفًا عَلىٰ هَابِيلَ إِبْنِي — قَتِيلٍ قَدْ تَضَمَّنَهُ الضَّرِيحُ

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ عربی شاعری کی ابتدا مُضَر بن نزار سے ہوئی۔ وہ ایک سفر میں جاتے ہوئے اُونٹ پر سے گر پڑا اور ہاتھ ٹوٹ گیا۔ غلام ساتھ تھا، اُس نے ہاتھ باندھکر پھر سوار کر دیا، لیکن مُضر کرب و بے چینی میں بار بار "هَايَدَاه وَا يَدَاه" چیخ رہا تھا۔ اُونٹ نے جو موزوں صدا سُنی تو تیز گام ہوگیا۔ غلام ہوشیار تھا، راز سمجھ گیا، اُس نے اُسی سے حدی کی لَے بنا لی۔ پھر یہی حدی کی لَے رفتہ رفتہ ترقی کر کے "مُہَلہِل" کی طبّاعی سے شعر کی صورت اختیار کر گئی۔

یہ روایتیں صحیح ہوں یا غلط، یہ بات بالکل یقینی ہے کہ شاعری ایک فطری چیز ہے اکتسابی نہیں، یہ بھی صحیح ہے کہ شعر کا آغاز اِسی قسم کے حُدی اور رجزیہ جملوں سے ہوا، ہوسکتا ہے کہ انسان اپنی ابتدائے آفرینش ہی سے اُس سے دلچسپی رکھتا ہو۔

ارسطو نے "کتاب الشعر" میں لکھا ہے کہ انسان میں نقالی کا مادہ فطری ہے۔ کیونکہ بھی انسان

---

۵۷ دنیا اور دنیا کے بسنے والے مجھے بدلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اب سارا جہان مجھے تیرہ و تاریک اور بدنما نظر آتا ہے ہائے میرا بیٹا ہابیل، جس کو قبر نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

کی فطرت ہے کہ اس کو نقالی اور محاکات سے ایک خاص لطف حاصل ہوتا ہے، چونکہ شعر بھی جذبات کی محاکات ہے اس لئے خواہ مخواہ اُس سے طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔ انسان کے صحیفۂ قلب پر رنج و غم، خوشی و مسرت اور سوز و گداز وغیرہ کے جو جذبات پیدا ہوتے رہتے ہیں انھیں اگر کلامِ موزوں کی شکل میں ڈھال دیا جائے تو اُسی کا نام "شعر" ہے۔

شاعر، وہ ہے جس کا شعور و احساس قوی ہو۔ یہی شعور و احساس (FEELING) ایک طرف دماغی قوتوں کو چھیڑتی اور فکر و خیال کو حرکت میں لاتی ہے، دوسری طرف اُسی کا اثر خوشی و مسرت، غم و اندوہ، جوش و خروش، جرأت و جسارت، ہمدردی و محبت، نفرت و عداوت، ڈر و خوف، رحم و انصاف وغیرہ جذبات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، پھر انھیں جذبات و احساسات کو اس طرح الفاظ کا جامہ پہنانا کہ وہ سامع کے دل و دماغ پر جادو کا کام کرے "شاعری" ہے۔ علامہ ابن رشیق نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"شاعر[51] کو شاعر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اُن چیزوں کو محسوس کرتا ہے جو دوسرے نہیں کرتے، اگر اُس کے کلام میں معنی آفرینی اور اختراع، ندرتِ الفاظ اور جدتِ بیان نہیں تو وہ حقیقۃً شاعر کہے جانے کا مستحق نہیں۔"

متنبی اُن طباع شعراء میں سے تھا جو فطری طور پر موزونیِ طبع رکھتے ہیں۔ وہ بچپن[52] ہی سے شعر و شاعری سے غیر معمولی دلچسپی رکھتا تھا، اور سنِ بلوغ تک پہنچتے پہنچتے اس کی شاعری اُس مرتبہ کو پہنچ گئی جو آج بھی اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ بچپن کی شاعری کے چند نمونے درج ذیل ہیں، سب سے پہلے وہ دو شعر ملاحظہ ہوں جو علامہ ناصیف یازجی کے خیال کے مطابق متنبی نے زندگی میں پہلی مرتبہ کہے تھے جس میں وہ کہنا چاہتا ہے کہ "وہ ایک شخص سے محبت کرتا ہے لیکن محبت ہوتے ہی زمانہ دونوں میں جدائی پیدا کر دیتا ہے طویل انتظار کے بعد اس کو اپنے محبوب سے ملنے کا اتفاق ہوا مگر قبل اس کے کہ وہ اپنے محبوب کی صحبتوں سے لطف اندوز ہو، ظالم زمانہ

---

[51] ابن رشیق کہتا ہے: وَاِنَّمَا سُمِّیَ الشَّاعِرُ شَاعِرًا لِاَنَّهٗ یَشْعُرُ بِمَا لَا یَشْعُرُ بِهٖ غَیْرُهٗ فَاِذَا لَمْ یَکُنْ عِنْدَ الشَّاعِرِ تَوْلِیْدُ مَعْنًی وَلَا اخْتِرَاعُهٗ اَوِ اسْتِطْرَافُ لَفْظٍ وَابْتِدَاعُهٗ ..... کَانَ اسْمُ الشَّاعِرِ عَلَیْهِ مَجَازًا لَا حَقِیْقَةً۔ کتاب العمدہ جلد اول ۹۶ ۱۲ منہ

[52] خزانۃ الادب ج ا صفحہ ۳۰۰ - ۱۲ منہ

Marfat.com

نے اس کو پھر جدا کر دیا۔ دیکھئے وہ کہتا ہے :-

بِأَبِي مَن وَدِدْتُهُ فَافْتَرَقْنَا — وَقَضَى اللهُ بَعْدَ ذٰلِكَ اجْتِمَاعَا
فَافْتَرَقْنَا حَوْلًا فَلَمَّا الْتَقَيْنَا — كَانَ تَسْلِيمُهُ عَلَيَّ وَدَاعَا

ان اشعار سے بچپن کی نومشقی ظاہر ہے۔ کہنا صرف یہ تھا کہ محبوب ملتے ہی جدا ہوگیا اور اس کا سلامِ ملاقات، "سلامِ جدائی" بن گیا۔ جس کے لئے اس نے کہا "كَانَ تَسْلِيمُهُ عَلَيَّ وَدَاعَا" دوسرے شعر کا یہ مصرع ثانی بلاغت و ایجاز کے اعتبار سے بہت ہی خوب ہے۔ لیکن اس مفہوم کو جب اس نے نظم کرنا چاہا تو پہلے شعر میں اس کو بہت تکلف کرنا پڑا۔ پہلے شعر کے مصرع اول میں وَدِدْتُهُ اپنی جگہ کچھ جچتا نہیں۔ دراصل اسے کہنا تھا "اَحْبَبْتُهُ" لیکن اس لفظ سے شعر کا وزن درہم برہم ہوا جاتا ہے اس لئے متنبی کو اس کے ہم معنی لفظ ڈھونڈھنا پڑا جو اپنی جگہ کچھ مناسب نہیں۔ پھر مصرع ثانی مصرع اول سے جوڑ نہیں کھاتا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنا مفہوم ادا کرنے کی عجلت میں ایک جست لگائی اور جدائی کے تاثرات اور عواقب بیان کرنے کے بجائے ایک دم بول اٹھا۔ "وَقَضَى اللهُ بَعْدَ ذٰلِكَ اِجْتِمَاعَا" یہی حال دوسرے شعر کے مصرع اول کا ہے جس میں "فَافْتَرَقْنَا حَوْلًا" پہلے شعر کے مصرع ثانی سے قطعی میل نہیں کھاتا۔

یہ اشعار اپنی جگہ ناقص ہوں یا جیّد، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ متنبی نے اپنے بچپن کی نومشقی کے باوجود اس مفہوم کو جس کو وہ بیان کرنا چاہتا تھا، بہر صورت شعر کے سانچے میں ڈھال دیا۔ اس قسم کی نومشقی کی جدوجہد اس زمانہ کے کہے ہوئے دوسرے اشعار میں بھی پائی جاتی ہے جبکہ اس کی عمر دس بارہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ مثلاً وہ اشعار دیکھئے جن کو علامہ یازجی نے اپنی ترتیب کے اعتبار سے دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔ متنبی یہ کہنا چاہتا ہے کہ سوزِ غم محبت میں گھل گھل کر بالکل لاغر ہوگیا ہے اور یہ حالت ہوگئی ہے کہ اگر وہ اپنے مخاطب سے باتیں نہ کرتا ہوتا تو مخاطب اس کو دیکھ بھی نہ سکتا۔ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے اس نے ذیل کے تین شعر کہے ہیں۔ وہ کہتا ہے :-

أَبْلَى الْهَوَى أَسَفًا يَوْمَ النَّوَى بَدَنِي — وَفَرَّقَ الْهَجْرُ بَيْنَ الْجَفْنِ وَالْوَسَنِ
رُوحٌ تَرَدَّدُ فِي مِثْلِ الْخِلَالِ إِذَا — أَطَارَتِ الرِّيحُ عَنْهُ الثَّوْبَ لَمْ يَبِنِ
كَفَى بِجِسْمِي نُحُولًا أَنَّنِي رَجُلٌ — لَوْلَا مُخَاطَبَتِي إِيَّاكَ لَمْ تَرَنِي

مذکورۂ بالا اشعار میں آخری حُسنِ ادا اور خوبی کے اعتبار سے بہترین شعر ہے لیکن پہلے دو شعر تکلفات سے لبریز ہیں۔ پہلے شعر کے مصرع اول میں "آسِفًا" کا لفظ بالکل بے محل ہے جو محض ضرورتِ وزن کے لئے بڑھادیا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے شعر کا مصرع ثانی "أَطَارَتِ الرِّيحُ عَنْهُ الثَّوْبَ لَمْ يَبِنِ" سے بچپن کا بھولاپن ظاہر ہے۔ تاہم اس نے پہلے شعر میں "هَوًى" کے مقابلہ میں "نَوًى" اور "بَدَن" کے مقابلہ میں "وَسَن" لاکر بہترین قسم کی صنعت لفظی اور الفاظ کے اس ردّوبدل سے ایک قسم کی موسیقی پیدا کردی ہے جو بہرصورت لائق ستائش ہے۔

پھر یہ ذہین بچّہ جوں جوں بڑا ہوتا گیا اُس کو نظمِ کلام پر قدرت اور حُسنِ ادا میں جودت حاصل ہوتی گئی ذیل کے اشعار ملاحظہ فرمائیے جس میں متنبی راستہ چلتے ہوئے ایسے دو آدمیوں کا مذاق اُڑاتا ہے جو ایک چوہے کو موت کے گھاٹ اُتار کر بڑی شان سے اپنی تیس مارخانی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ متنبی غریب چوہے کی موت پر اظہارِ تاسف کرتا ہے اور اُس کے دونوں قاتلوں کا مذاق اُڑاتے ہوئے اُن کی رُسواکن ہجو کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

لَقَدْ أَصْبَحَ الْجُرَذُ الْمُسْتَغِيرُ أَسِيرَ الْمَنَايَا صَرِيعَ الْعَطَبْ
رَمَاهُ الْكِنَانِيُّ وَالْعَامِرِيُّ وَتَلَّاهُ لِلْوَجْهِ فِعْلَ الْعَرَبْ
كِلَا الرَّجُلَيْنِ اتَّلَى قَتْلَهُ فَأَيُّكُمَا غَلَّ حُرَّ السَّلَبْ
وَأَيُّكُمَا كَانَ مِنْ خَلْفِهِ
فَإِنَّ بِهِ عَضَّةً فِي الذَّنَبْ

متنبی حزن و ملال، تعجب و حیرت کے ملے جُلے جذبات نظم کرنا چاہتا ہے، وہ پہلے شعر میں اظہارِ تاسّف کرتا ہوا کہتا ہے کہ آخر یہ لٹیرا چوہا موت کے پنجہ میں پھنس ہی گیا اور ہلاکت نے اُسے پچھاڑ دیا۔ دوسرے شعر میں اُس کے قاتلوں کو کنانی اور عامری کہکر اُن کا مذاق اُڑاتا ہے جنھوں نے عرب سورماؤں کی طرح اِس حقیر و ناتوان جانور کو مُنھ کے بَل پچھاڑ کر قتل کر ڈالا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتا، تیسرے شعر میں وہ پوچھتا ہے کہ اچھا تم دونوں نے اُسے قتل کرکے تو بڑا تیر مارا مگر یہ تو بتاؤ تم دونوں میں سے کس نے اس کے مال و متاع پر قبضہ کیا۔ پھر آخری شعر میں اُس نے اُن دونوں کی ایسی مذمت کی ہے جس سے زیادہ نہ کوئی ہجو ہوسکتی ہے نہ رُسوائی۔ وہ کہتا ہے

کہ اچھا یہ تو بتاؤ تم دونوں میں سے اس کے پیچھے کون تھا اس لئے کہ اُس کی دُم پر انت کے نشانات ہیں۔

اس قسم کی طفلانہ شوخی ایک اور ملاحظہ ہو جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ متنبی کو بچپن ہی سے بات میں بات پیدا کرنے کا بڑا شوق تھا۔ وہ قاضی ذہبی کی ہجو کرتا ہے اور اُن کے لقب "ذہبی" کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہتا ہے، کہ جب تیرا نسب بیان کیا گیا تو اپنے باپ کے علاوہ تو کسی اور کا بیٹا نکلا پھر تیری آزمایش کی گئی تو تو بے ادب نکلا۔ تیرا نام "ذہبی" رکھا گیا جو ذہاب عقل سے مشتق ہے نہ کہ "ذَھَبْ" (سونا) سے۔ تجھکو جو لقب دیا گیا ہے، اُس کی وجہ سے دوسرے لقب بھی بدنام ہو گئے دیکھئے وہ کہتا ہے:۔

لَمَّا نُسِبْتَ فَكُنْتَ ابْنًا لِغَيْرِ أَبٍ ثُمَّ اخْتُبِرْتَ فَلَمْ تَرْجِعْ إِلَى أَدَبِ

سُمِّيتَ بِالذَّهَبِيِّ الْيَوْمَ تَسْمِيَةً مُشْتَقَّةً مِنْ ذَهَابِ الْعَقْلِ لَا الذَّهَبِ

مُلَقَّبٌ بِكَ مَا لُقِّبْتَ وَيْكَ بِهِ

يَا أَيُّهَا اللَّقَبُ الْمُلْقَى عَلَى اللَّقَبِ

مذکورہ بالا اشعار میں پہلے دو شعر خوب ہیں لیکن آخری شعر محض بھرتی کا ہے جس سے بچپن کی نومشقی اور تکلف ظاہر ہوتا ہے۔

متنبی بچپن کے دور سے گذر کر جب سنِ بلوغ میں داخل ہوا تو وہ ایک قادر الکلام شاعر بن چکا تھا، اُس کی عمر ۱۷ سال کے قریب پہنچی تھی کہ وہ بغداد کو چھوڑ کر شمالی شام کی طرف ہجرت کر گیا یہاں سے اس کی زندگی کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے جو جوانی کا دور تھا، بچپن کا نہیں۔ اس دور میں داخل ہونے سے پہلے وہ شعر و شاعری میں کمال حاصل کر چکا تھا۔ ملک شام کی طرف ہجرت کر سے پہلے بغداد میں محمد بن عبید اللہ علوی کی مدح میں اُس نے جو قصیدہ[1] کہا تھا وہ اس دعوی کا بیّن ثبوت ہے۔ اس طویل قصیدہ میں چالیس شعر ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

[1] علامہ ناصیف یازجی کی ترتیب کے مطابق یہ متنبی کی زندگی کا پہلا قصیدہ ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے شعراء میں زہیر بن ابی سُلمیٰ، نابغہ ذبیانی اور اعشیٰ "قصیدہ گوئی" کے فن میں بڑے نامور شعراء گذرے ہیں۔ متاخرین میں اخطل، جریر، فرزدق، ابو نواس، ابو تمام اور بحتری اپنے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے درباری قصیدہ گو شاعر تھے لیکن اُنمیں سے کسی نے بھی متنبی کی طرح صرف قصیدہ گوئی کو مقصدِ حیات نہیں بنایا۔ اسلئے اس باب میں جو شہرت و فضیلت متنبی کو حاصل ہوئی کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو سکی (اعظمی)

Marfat.com

أَهْلًا بِدَارٍ سَبَاكَ أَغْيَدُهَا ‏ أَبْعَدُ مَا بَانَ عَنْكَ خُرَّدُهَا
ظَلْتَ بِهَا تَنْطَوِي عَلَى كَبِدٍ ‏ نَضِيجَةٍ فَوْقَ خِلْبِهَا يَدُهَا
فَفِي فُؤَادِ الْمُحِبِّ نَارُ جَوًى ‏ أَحَرُّ نَارِ الْجَحِيمِ أَبْرَدُهَا
يَا عَاذِلَ الْعَاشِقِينَ دَعْ فِئَةً ‏ أَضَلَّهَا اللهُ كَيْفَ تُرْشِدُهَا
لَيْسَ يُحِيكُ الْمَلَامُ فِي هِمَمٍ ‏ أَقْرَبُهَا مِنْكَ عَنْكَ أَبْعَدُهَا
بِئْسَ اللَّيَالِي سَهِدْتُ مِنْ طَرَبٍ ‏ شَوْقًا إِلَى مَنْ يَبِيتُ يَرْقُدُهَا
أَحْيَيْتُهَا وَالدُّمُوعُ تُنْجِدُنِي
شُؤُونُهَا وَالظَّلَامُ يُنْجِدُهَا

عہد شباب صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ متنبی شام کب گیا لیکن اُس کے اُن قصائد سے جو اُس نے شام میں مختلف لوگوں کی تعریف میں لکھے تھے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غالباً ۳۱۲ھ میں پہلے بغداد گیا، پھر ۳۲۱ھ میں شام گیا، اس لئے کہ اُس کے تمام قصائد اہل شام کی مدح و ثنا میں ہیں سوائے اُس قصیدہ کے جو ابو الفضل الشَّلمغانی کی مدح میں اُس نے کہا تھا، جو ایک غالی شیعہ تھا اور جس کا عقیدہ تھا کہ خدا اُس میں حلول کر گیا ہے۔ اس قصیدہ کا مطلع ہے:-

كُفِّي أَرَانِي وَيْكِ لَوْمُكِ أَلْوَمَا
هَمٌّ أَقَامَ عَلَى فُؤَادٍ أَنْجَمَا

ا؎ (۱) خدا اُس گھر کو آباد رکھے جس کی کنواری مہ وشوں نے تجھکو قید کر لیا ہے، اُس گھر کی نازک اندام عورتیں وصالِ محبوب کی طرح تجھ سے دُور ہیں۔ (۲) اُس گھر میں تو اپنا ہاتھ جگر پر رکھے پیچ و تاب کھاتا رہا جو سوزش کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پک گیا ہے۔ (۳) اس لئے کہ محبت کرنے والے کے دل میں ایک ایسی سوزشِ عشق ہے کہ دوزخ کی گرم ترین آگ، اُس کی آتشِ سرد کے برابر ہے۔ (۴) اے عاشقوں کے ملامت کرنے والے، تو اُس گروہ کو ملامت کرنا چھوڑ دے جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے، تو اُس کو کیونکر ہدایت کر سکتا ہے۔ (۵) تیری ملامت، اُن ہمت والوں پر اثر نہ کرے گی جنکو تو اپنی ہدایت سے قریب تر سمجھتا ہے، حالانکہ وہ تجھ سے زیادہ دور ہیں۔ (۶) کیسی بری تھیں وہ راتیں جنمیں اپنی محبوبہ سے شوقِ ملاقات کی خوشی میں جاگتا رہا حالانکہ وہ رات بھر بے خبر سوتی رہی۔ (۷) میں نے اُن راتوں کو جاگ کر زندہ رکھا، آنسوؤں کی سوتی میری مدد کرتی رہی اور تاریکی اُن راتوں کی، یعنی راتیں دراز تھیں جنمیں رو کر میں نے خوب دل کی بھڑاس نکالی۔ (اعظمی)

۲؎ اے ملامت کرنے والی اپنی ملامت کو بند کر اسلئے کہ غمِ عشق جو میرے دلِ وارفتہ حال پر جم کر رہ گیا ہے اُس کو اب کسی ملامت سے فائدہ نہیں، میں اپنے آپ کو تیری ملامت سے زیادہ قابلِ ملامت سمجھتا ہوں۔ (اعظمی)

Marfat.com

بہرحال متنبی جب شام پہنچا تو اُس کی عمر شباب کے حدود میں داخل ہو چکی تھی اور شاعری بھی پروان چڑھ رہی تھی۔ ابُو العلاء المعرّی نے رسالۂ[1] "غفران" میں لکھا ہے کہ متنبی ۳۲۱ھ میں شام گیا تھا، اِس اعتبار سے اُس وقت اُس کی عمر ۱۷ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

متنبی تقریبًا پندرہ سال شام میں مختلف شہروں میں عمائدین اور سرداروں کی تعریفیں کرتا پھرا، کسی ایک جگہ اُس کا تھل بیڑا نہ جم سکا۔ یہاں اُس نے کل ۴۴ قصائد لکھے ہیں جن میں سے ۳۲ میں اُمراء شام کی مدح سرائیاں کی گئی ہیں، چند کے نام درج ذیل ہیں:-

ابو المنتصر شجاع الأزدی، علی بن احمد الطائی، شجاع بن محمد الطائی، عبداللہ بن البُحتری، اُبو عبادة بن البُحتری، محمد بن زُریق، مُساور بن محمد الرُّومی اور عبدالرحمٰن بن المبارک الأنطاکی۔ ان کے علاوہ بہت سے لاذقیہ میں تنوخیین ہیں جن کی مدح میں متنبی نے بہت زوردار قصیدے کہے اور اُن سے انعام واکرام حاصل کیے۔ اِن ممدوحین میں بدر بن عمّار اور سیف الدولہ بھی تھا۔

متنبی نے مذکورہ بالا اُمراء کی مدح میں جب قصیدے کہے تو یہ سب کے سب شمالی شام میں مقیم تھے، بعض اُن میں سے منبج میں، بعض طرسوس میں، بعض انطاکیہ میں، بعض طبریہ میں، بعض طرابلس میں، بعض لاذقیہ میں، بعض حلب میں اور بعض دمشق اور رملہ وغیرہ میں۔ اِن قصائد میں ممدوحین کی تعریف کے علاوہ خود اپنی تعریف، زمانہ اور اہلِ زمانہ کی سرد مہریوں کا شکوہ ہے۔ پانچ ایسے قصیدے بھی ہیں جن میں زیادہ تر اپنی خواہشات کا اظہار، اپنی ذات پر فخر اور دنیا والوں کو تہدید ہے۔ یہ قصائد اُس کے آمال و آلام کے بہترین مظہر ہیں۔

اس عرصہ میں بہت کم لوگوں نے اس کو خاطر خواہ صلہ اور انعام سے نوازا۔ بعض لوگوں نے اُس کے اشعار بے حد پسند کرنے کے باوجود چند درہم سے زیادہ انعام واکرام کا مستحق نہیں سمجھا۔ یاقوت[2] نے معجم الأدباء میں علی بن حمزہ کی روایت سے لکھا ہے کہ جب متنبی نے محمد بن زُریق طرسوسی کی تعریف میں قصیدہ پیش کیا جس کا مطلع ہے:-

---

[1] رسالۃ الغفران صـ ۳۴۸ ۔ ۱۲ منہ

[2] معجم الادباء جلد پنجم صـ ۲۱۰ ۱۲ منہ

Marfat.com

هٰذِي بَرَزْتِ لَنَا فَهِجْتِ رَسِيسًا
ثُمَّ انْثَنَيْتِ وَمَا شَفَيْتِ نَسِيسًا

تو اُس نے انعام صرف دس درہم دیئے، جب اس سے کہا گیا کہ متنبی کے اشعار بہت ہی اچھے ہیں، تو اُس نے کہا مجھے معلوم نہیں اچھے ہیں یا بُرے، اچھا بیس درہم سہی!

امام ثعالبی نے علی بن منصور الحاجب کے بارے میں لکھا ہے کہ اُس نے اپنے مدحیہ قصیدہ پر متنبی کو صرف ایک دینار انعام دیا تھا۔ اُس نے جل کر اُس کا نام ہی دیناریہ رکھدیا۔ قصیدہ کا مطلع یہ ہے:-

بِأَبِي الشُّمُوسُ الْجَانِحَاتُ غَوَارِبَا
اللَّابِسَاتُ مِنَ الْحَرِيرِ جَلَابِبَا

زمانہ کی ان سرد مہریوں کی متنبی ایک اور قصیدہ میں ان الفاظ میں شکایت کرتا ہے:-

وَشُغْلُ النَّفْسِ عَنْ طَلَبِ الْمَعَالِي
بِبَيْعِ الشِّعْرِ فِي سُوقِ الْكَسَادِ

ان ممدوحوں میں بعض نے بے شک متنبی کی بڑی قدردانی کی اور اس کو انعام واکرام سے مالا مال کر کے خوش کر دیا، دیکھیے وہ حسین بن علی الہمدانی کی تعریف میں کہتا ہے:-

مَدَحْتُ أَبَاهُ قَبْلَهُ فَشَفَى يَدِي
مِنَ الْعُدْمِ مَنْ تُشْفَى بِهِ الْأَعْيُنُ الرُّمْدُ
حَبَانِي بِأَثْمَانِ السَّوَابِقِ دُونَهَا
مَخَافَةَ سَيْرِي إِنَّهَا لِلنَّوَى جُنْدُ

---

۵۱ پیاری محبوبہ! تیرے سامنے آکر میری دبی ہوئی محبت کو بھڑکا دیا، پھر عاشق کی رہی سہی جان کو شفا دیئے بغیر چلی گئی۔ (اعظمی)
۵۲ یتیمۃ الدہر جلد اول ص ۱۲ منہ
۵۳ اُن سورجوں پر میرا باپ قربان ہو جائے جو لہراتی ہوئی چلتی ہیں اور ریشم وحریر کی اوڑھنیاں اوڑھتی ہیں۔ (اعظمی)
۵۴ ناقدری کے بازار میں اشعار بیچکر کب تک میں اپنے کو بلند مراتب کے حصول سے باز رکھونگا۔ (اعظمی)
۵۵ میں نے اس سے پہلے اس کے والد بزرگوار کی تعریف کی تھی جس کے دیدار سے لوگوں کی بیمار آنکھوں کو شفا بخشی جاتی ہے اس نے میرے ہاتھوں کو افلاس کی بیماری سے نجات بخشی۔ (۲) اُس نے بجائے تیز رو گھوڑوں کے اُن کی قیمت مجھے عطا کر دی اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ اُن پر سوار ہو کر چلا نہ جاؤں۔ بیشک گھوڑے جدائی کے لئے فوج کی طرح معاون ہوتے ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

اسی طرح متنبی علی بن ابراہیم التنوخی کی مدح میں کہتا ہے :۔

مِنْ بَعْدِ مَا صِيغَ مِنْ مَوَاهِبِهِ ... لِمَنْ أُحِبُّ الشُّنُوفُ وَالْخَدَمُ
مَا بَذَلَتْ مَا بِهِ يَجُودُ يَدٌ ... وَلَا تَهَدَّى لِمَا يَقُولُ فَمُ

اِن ممدوحین میں سیف الدولہ بھی تھا متنبی کو اس سے دلی لگاؤ تھا، وہ بڑا بہادر، بلند حوصلہ شاہانہ داد و دہش اور پُروقار عظمت و شان کا مالک تھا۔ متنبی نے پہلی مرتبہ اُس کی شان میں ایک زوردار قصیدہ کہا اور چاہا کہ سیف الدولہ کی خدمت میں اس کو قربت نصیب ہو جائے مگر اُس وقت اس کو کامیابی نہ ہو سکی، اس قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے :۔

ذِكْرُ الصِّبَا وَمَرَاتِعُ الْآرَامِ
جَلَبَتْ حِمَامِي قَبْلَ وَقْتِ حِمَامِي

متنبی عزت و شہرت کے بلند مقام پر پہنچا ہی تھا کہ اُس کے بہت سے حاسد اور دشمن پیدا ہو گئے کسی نے امیر حُسین بن اسحاق التنوخی سے شکایت کر دی کہ متنبی نے اس کی ہجو کہی ہے۔ حُسین بن اسحاق سخت برہم ہو گیا، اظہارِ برأت کرتے ہوئے متنبی کہتا ہے کہ ابھی میری عمر بیس سال کی بھی نہیں ہے، پھر میں تیری ہجو کہکر اپنی زندگی سے کیونکر بیزار ہو سکتا ہوں؟ اندازِ بیان کی بلاغت ملاحظہ ہو وہ کہتا ہے :۔

أَتُنْكِرُ يَا ابْنَ إِسْحَاقٍ إِخَائِي ... وَتَحْسَبُ مَاءَ غَيْرِي مِنْ إِنَائِي
أَأَنْطِقُ فِيكَ هُجْرًا بَعْدَ عِلْمِي ... بِأَنَّكَ خَيْرُ مَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ

لـہ میں ممدوح کے پاس اُس کے عطایا پہنچنے کے بعد حاضر ہوا جس سے میں نے اپنی محبوبہ کے لئے بالیاں اور حجابہ بنوالیں۔ (۲) جس قدر اُس نے بخشش کی ہے اُتنی کسی ہاتھ نے نہیں کی اور جیسی فصیح گفتگو وہ کرتا ہے کسی دہن کے لئے ممکن نہیں۔ (اعظمی)

لـہ "بچپن کی محبت اور آہوانِ سفید جیسی حسین محبوباؤں کی یادوں نے میری موت کو قبل از وقت کھینچ بلایا" وسیاتی تفصیلہٗ۔ (اعظمی)

سـہ (۱) اے ابن اسحاق! کیا تو میرے بھائی ہونے سے انکار کرتا ہے اور غیر کا پانی میرے برتن کا سمجھتا ہے، یعنی دوسروں کے کلام اور میرے کلام میں امتیاز نہیں کرتا ہے۔ (۲) کیا میں تیرے بارے میں کوئی بیہودہ بات کہہ سکتا ہوں جبکہ میں تجھکو ساری دنیا سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اعظمی

Marfat.com

وَأَكْرَهُ مِنْ ذُبَابِ السَّيْفِ طَعْمًا — وَأَمْضَى فِي الْأُمُورِ مِنَ الْقَضَاءِ
وَمَا أَرْبَتْ عَلَى الْعِشْرِينَ سِنِّي — فَكَيْفَ مَلِلْتُ مِنْ طُولِ الْبَقَاءِ
وَمَا اسْتَغْرَقْتُ وَصْفَكَ فِي مَدِيحِي — فَأَنْقُصَ مِنْهُ شَيْئًا بِالْهِجَاءِ
وَهَبْنِي قُلْتُ هٰذَا الصُّبْحُ لَيْلٌ — أَيَعْمَى الْعَالَمُونَ عَنِ الضِّيَاءِ
تُطِيعُ الْحَاسِدِينَ وَأَنْتَ مَرْءٌ — جُعِلْتُ فِدَاءَهُ وَهُمُ فِدَائِي
وَهَاجِي نَفْسِهِ مَنْ لَا يُمَيِّزُ — كَلَامِي مِنْ كَلَامِهِمُ الْهُرَاءِ
وَإِنَّ مِنَ الْعَجَائِبِ أَنْ تَرَانِي — فَتَعْدِلَ بِي أَقَلَّ مِنَ الْهَبَاءِ
وَتُنْكِرُ مَوْتَهُمْ وَأَنَا سُهَيْلٌ
طَلَعْتُ بِمَوْتِ أَوْلَادِ الزِّنَاءِ

شمالی شام سے متنبی طرابلس پہنچا، وہاں اُس نے عبید اللہ بن خلکان کی تعریف میں ایک زور دار قصیدہ کہا۔ ابن خلکان اس سے بہت متاثر ہوا، اس نے ہدیۃً کچھ حلوی وغیرہ اس کے پاس بھیجا، جواب میں متنبی نے جو اشعار لکھکر بھیجے وہ درج ذیل ہیں:۔

أَقْصِرْ فَلَسْتَ بِزَائِدٍ وُدًّا — بَلَغَ الْمَدَى وَتَجَاوَزَ الْحَدَّا
أَرْسَلْتَهَا مَمْلُوءَةً كَرَمًا — فَرَدَدْتُهَا مَمْلُوءَةً حَمْدَا
جَاءَتْكَ تَطْفَحُ وَهِيَ فَارِغَةٌ — مَثْنَى بِهِ وَتَظُنُّهَا فَرْدَا

لہ (۱) اور جبکہ میں مجھکو ہلاکت حیری یت تلوار کی دھار سے زیادہ بدمزہ سمجھتا ہوں اور مجھکو تمام معاملات میں قضا و قدر سے بھی زیادہ تیزی سے کر گذرنے والا پاتا ہوں۔
(۲) میری عمر ابھی بیس برس سے زیادہ نہیں ہوئی، ابھی سے میں اپنی درازی عمر سے کیونکر ملول ہو سکتا ہوں۔
(۳) میں نے ابتک تیری تعریف پوری طرح مکمل نہیں کی، اب ہجو کرکے اُس میں سے کچھ کم کیونکر کر سکتا ہوں (۴) مان لو کہ میں نے یہ کہا کہ یہ صبح، رات ہے تو کیا دنیا والے صبح کی روشنی سے اندھے ہو جائیں گے۔ (۵) تو میرے حاسدوں کی بات مانتا ہے حالانکہ تو اس لائق ہے کہ میں تجھ پر نثار ہو جاؤں اور وہ سب مجھ پر قربان ہو جائیں۔ (۶) وہ شخص خود اپنی ہجو کرتا ہے جو میرے کلام اور ان کے بیہودہ کلام میں تمیز نہیں کرتا۔ (۷) تعجب کی بات تو یہ ہے کہ تو مجھکو دیکھتا ہے پھر بھی تو مجھکو اس شخص کے برابر سمجھتا ہے جو ایک ذرے سے بھی کم ہے۔ (۸) تو حاسدوں کی موت سے منکر ہے حالانکہ میں سہیل ہوں، میں اولادِ زنا کی موت لے کر طلوع ہوا ہوں۔
لہ (۱) مہربانی کرنے میں کمی کرو اس لئے کہ تم محبت میں اضافہ نہیں کر سکتے تمہاری محبت انتہا کو پہنچ چکی ہے اور حد سے تجاوز کر چکی ہے۔ (۲) تم نے اسکو (جام کو جسمیں حلوہ تھا) بخشش و کرم سے لبریز بھیجا، میں نے اسکو شکریہ و حمد سے پُر کرکے واپس کر دیا۔ (یعنی تیری تعریف کے اشعار اس پر لکھکر واپس کر دیئے۔) (۳) وہ جام تیرے پاس مدحیہ اشعار کی وجہ سے دوگنا لبریز اور چھلکتا ہوا آیا حالانکہ خالی معلوم ہوتا ہے اور تم اسکو تنہا گمان کرتے ہو گے۔

Marfat.com

تَأبَى خَلَائِقُكَ الَّتِي شَرُفَتْ أَلَّا تَحِنَّ وَتَذْكُرَ الْعَهْدَا[۵۱]

لَوْ كُنْتَ عَصْراً مُنْبِتاً زَهَراً

كُنْتَ الرَّبِيعَ وَكَانَتِ الْوَرْدَا

طرابلس سے وہ لاذقیہ پہنچا، وہاں اُس نے محمد ابن اسحاق التنوخی، حسین ابن اسحاق التنوخی اور علی ابن ابراہیم التنوخی کی خوب مدح سرائیاں کیں اور اُن سے بڑے بڑے انعامات حاصل کئے یہاں اس کی آرزوؤں اور تمناؤں میں ایک ہیجان برپا ہو چکا تھا۔ اب اس کی جوانی انگڑائیاں لے رہی تھی اور شاعری پورے شباب پر تھی۔ اب وہ اپنی منزلِ مقصود کی طرف بڑی تیزگامی سے بڑھ رہا تھا اور دل کا راز زبان و قلم سے ادا ہونے لگا تھا۔ دیکھئے وہ علی ابن ابراہیم التنوخی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:۔[۵۲]

أُفَكِّرُ فِي مُعَاقَرَةِ الْمَنَايَا وَقَوْدِ الْخَيْلِ مُشْرِفَةَ الْهَوَادِي

زَعِيمٌ لِلْقَنَا الْخَطِّيِّ عَزْمِي بِسَفْكِ دَمِ الْحَوَاضِرِ وَالْبَوَادِي

إِلَى كَمْ ذَا التَّخَلُّفُ وَالتَّوَانِي وَكَمْ هٰذَا التَّمَادِي فِي التَّمَادِي

وَشُغْلُ النَّفْسِ عَنْ طَلَبِ الْمَعَالِي بِبَيْعِ الشِّعْرِ فِي سُوقِ الْكَسَادِ

وَمَا مَاضِي الشَّبَابِ بِمُسْتَرَدٍّ وَلَا يَوْمٌ يَمُرُّ بِمُسْتَعَادِ

مَتَى لَحَظَتْ بَيَاضَ الشَّيْبِ عَيْنِي فَقَدْ وَجَدَتْهُ مِنْهَا فِي السَّوَادِ

---

۵۱ تمہارے اخلاقِ حسنہ جو یقیناً شریف ہیں تم کو مجبور کرتے ہیں کہ تم دوستوں سے اظہارِ اشتیاق کرو اور عہدِ محبت کی یاد تازہ کرتے رہو۔ (۲) اگر تو کلیاں اُگانے والا زمانہ ہوتا تو تو موسمِ بہار ہوتا اور وہ اخلاق گلاب کے پھول ہوتے۔ (اعظمی)

۵۲ (۱) میں اس شب دراز میں لڑائی اور موتوں کی ہولناکی کے بارے میں سوچ رہا ہوں اور لمبی [illegible] والے گھوڑوں کو دشمن کی طرف ہنکانے کی فکر کر رہا ہوں۔ (۲) میرا عزم و ارادہ خطی نیزوں کے لئے شہری اور دیہاتی دشمنوں کی خوں ریزی کا کفیل و ضامن ہے۔ (۳) یہ تاخیر و سستی کب تک رہے گی اور کب تک یہ انتظار در انتظار رہے گا۔ (۴) اور کب تک زندگی کے بازار میں اشعار کو بیچ کر نفس کو بلند مراتب کے حصول سے باز رکھا جائے گا۔ (۵) گذری ہوئی جوانی لوٹائی نہیں جاتی نہ وہ دن جو گذر رہا ہے لوٹایا جا سکے گا۔ (۶) جب میری آنکھ بڑھاپے کی سفیدی دیکھتی ہے تو گویا وہ اُس کو آنکھوں کی سیاہی میں پاتی ہے۔ آنکھ کی سیاہی میں سفیدی ہونا اندھا ہونا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کا بوڑھا ہونا اندھا ہونے کے برابر ہے۔

Marfat.com

مَتٰی مَا ازْدَدْتُ مِنْ بَعْدِ التَّنَاهِی
فَقَدْ وَقَعَ انْتِقَاصِی فِی ازْدِیَادِی

یہ اشعار متنبی کے دلی ارادوں کی غمازی کرتے ہیں۔ وہ اپنے سامعین اور قارئین پر پوری قوت و عزم کے ساتھ اپنے گرد و پیش کے حالات سے بغاوت کرنے کا اعلان کرتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُن حالات سے تنگ آچکا ہے جن میں گِھرا ہوا ہے، اور اب اُن سے خروج کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔

حُبِّ جاہ و مرتبہ | درحقیقت متنبی کے دماغ میں[٢] ریاست و امارت کا ایسا خیال جم گیا تھا جس نے نہ ذہنی اعتبار سے کبھی اُس کو سکون بخشا، نہ دنیا میں کہیں اُس کا تھل بیڑا جمنے دیا۔ اقتدار و امارت کے حرص و طمع نے کبھی اور کہیں اس کو چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ آخر وہ چیخ اُٹھا کہ میں نے بہت صبر کیا اب مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔ وہ کہتا ہے:۔

لَقَدْ[٣] تَصَبَّرْتُ حَتّٰی لَاتَ مُصْطَبَرٍ — فَالْآنَ أُقْحِمُ حَتّٰی لَاتَ مُقْتَحَمِ
لَأَتْرُکَنَّ وُجُوْہَ الْخَیْلِ سَاہِمَۃً — وَالْحَرْبُ أَقْوَمُ مِنْ سَاقٍ عَلٰی قَدَمِ
وَالطَّعْنُ یُحْرِقُہَا وَالزَّجْرُ یُقْلِقُہَا — حَتّٰی کَأَنَّ بِہَا ضَرْبًا مِنَ اللَّمَمِ
قَدْ کَلَّمَتْہَا الْعَوَالِی فَہِیَ کَالِحَۃٌ — کَأَنَّمَا الصَّابُ مَذْرُوْرٌ عَلَی اللُّجُمِ
بِکُلِّ مُنْصَلِتٍ مَا زَالَ مُنْتَظِرِی — حَتّٰی أَدَلْتُ لَہٗ مِنْ دَوْلَۃِ الْخَدَمِ

---

[١] جوانی ختم ہونے کے بعد جب میں عمر میں آگے بڑھتا ہوں تو جتنی میری عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے میرے قویٰ گھٹتے جاتے ہیں۔ (اعظمی)

[٢] یتیمۃ الدہر جلد اول ص ۸۱ - ۱۲ منہ

[٣] (۱) بے شک میں نے بہت صبر کیا یہاں تک کہ اب صبر کی گنجائش نہیں رہی، اب میں جنگ میں گھستا ہوں اور اس سختی کے ساتھ کہ پھر جنگ کی ضرورت نہ رہے۔ (۲) میں لڑائی کی شدت کی وجہ سے گھوڑوں کے چہروں کو لاغر اور متغیر کر ڈالوں گا اس طرح لڑائی خوب جم جائیگی اور اپنے پیروں پر قائم ہو جائے گی۔ (۳) اور نیزہ بازی ان گھوڑوں کو آتش غضب میں ڈال دے گی اور ان کو ڈانٹنا اُنمیں ایسی تیزی پیدا کر دیگی گویا اُن کو کسی قسم کا جنون ہے۔ (۴) اُن گھوڑوں کو نیزوں نے اس طرح زخمی کر دیا ہوگا کہ اُن کے منہ کھلے ہونگے گویا اُن کی لگام پر ایلوا چھڑک دیا گیا ہے۔ (۵) میں یہ سب کچھ ایسے شخص کی مدد سے کرونگا جو قاطع تلوار کی طرح اپنا ارادہ پورا کرنیوالا ہے، جو میری بغاوت کا ہمیشہ منتظر رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس شخص سے جو لائق سلطنت نہیں ہے اُس کو حکومت دلوا دوں۔

Marfat.com

[۱]شَيْخٌ يَرَى الصَّلَوَاتِ الخَمْسَ نَافِلَةً
وَيَسْتَحِلُّ دَمَ الحُجَّاجِ فِي الحَرَمِ

انھیں خیالات کو متنبی ایک دوسرے قصیدہ میں اس طرح ادا کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے :۔

[۵۲]سَأَطْلُبُ حَقِّي بِالقَنَا وَمَشَايِخٍ　　كَأَنَّهُمْ مِنْ طُولِ مَا التَثَمُوا مُرْدُ
ثِقَالٍ إِذَا لَاقَوْا خِفَافٍ إِذَا دُعُوا　　كَثِيرٍ إِذَا شَدُّوا قَلِيلٍ إِذَا عُدُّوا
وَطَعْنٍ كَأَنَّ الطَّعْنَ لَا طَعْنَ بَعْدَهُ　　وَضَرْبٍ كَأَنَّ النَّارَ مِنْ حَرِّهِ بَرْدُ
إِذَا شِئْتُ حَفَّتْ بِي عَلَى كُلِّ سَابِحٍ
رِجَالٌ كَأَنَّ المَوْتَ فِي فَمِهَا شَهْدُ

یہ افکار اُس کے ذہن و دماغ میں رچ گئے تھے، ایک اور جگہ وہ کہتا ہے :۔

[۵۳]وَلَا تَحْسَبَنَّ المَجْدَ زِقًّا وَقَيْنَةً　　فَمَا المَجْدُ إِلَّا السَّيْفُ وَالفَتْكَةُ البِكْرُ
وَتَضْرِيبُ أَعْنَاقِ المُلُوكِ وَأَنْ تُرَى　　لَكَ الهَبَوَاتُ السُّودُ وَالعَسْكَرُ المَجْرُ
وَتَرْكُكَ فِي الدُّنْيَا دَوِيًّا كَأَنَّمَا
تَدَاوَلُ سَمْعَ المَرْءِ أَنْمُلُهُ العَشْرُ

---

[۱] ایسے شیخ کی مدح سے جو پنج وقتہ نماز کو نفل سمجھتا ہے اور حرم مکہ میں حاجیوں کا خون کرنا حلال سمجھتا ہے۔ (اعظمی)

[۵۲] (۱) منقریب میں اپنا حق نیزوں اور ایسے تجربہ کار مشائخ کی اعانت سے حاصل کروں گا جو ہمیشہ جنگی تیاری کی وجہ سے ڈھاٹا باندھے رہتے ہیں اور امرد معلوم ہوتے ہیں۔ (۲) جب وہ حملہ کرتے ہیں تو بہت بھاری معلوم ہوتے ہیں اور جب انھیں امداد کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ بہت ہلکے پھلکے نظر آتے ہیں، جب وہ [illegible] تو تعداد میں بہت معلوم ہوتے ہیں اور شمار کئے جاویں تو گنتی میں بہت کم ہوتے ہیں۔ (۳) [illegible] اپنا حق ایسی نیزہ بازی سے حاصل کروں گا جس کے مقابلہ میں دوسری نیزہ بازی کی کچھ حقیقت نہیں اور ایسی شمشیر زنی سے اپنا حق حاصل کروں گا کہ اسکی حرارت کے مقابلہ میں آگ بھی سرد ہے۔ (۴) جب میں چاہوں گا تو میرے گرد تیز رو گھوڑوں پر ایسے شہسوار جمع ہو جاویں گے جن کے منہ میں موت شہد سے زیادہ شیریں ہے۔" (اعظمی)

[۵۳] شرف اور بزرگی کو، مشکیزہ شراب اور کوئی گانے والی دوشیزہ مت سمجھو، شرف نہیں حاصل ہوتا ہے مگر شمشیر زنی اور ایک اچھوتے وار سے۔ (۲) عزت نہیں حاصل ہوتی ہے مگر بادشاہوں کی گردن اڑانے سے اور اس بات سے کہ تمہارے پیچھے ایک بڑا لشکر سیاہ غبار اڑاتا ہوا دکھائی دیوے۔ (۳) شرف دنیا میں اپنی شہرت کا غلغلہ چھوڑ جانا ہے ایسا غلغلہ کہ گویا انسان کی دسوں انگلیاں باری باری سے اُس کے کان میں لگائی جاتی رہی ہیں۔" (اعظمی)

یہی نہیں بلکہ وہ بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا تھا، دیکھیے وہ کس جرأت کے ساتھ کافور کو خطاب کرکے کہتا ہے :-

وَ فُؤادِی مِنَ المُلُوکِ وَاِن
کَانَ لِسَانِی یُرَی مِنَ الشُّعَرَاءِ

یعنی میرا دل بادشاہوں جیسا ہے اگرچہ زبان شعراء کی زبان جیسی معلوم ہوتی ہے۔

چوتھی صدی ہجری | دراصل چوتھی صدی ہجری میں جو متنبی کا دور ہے، بڑا پُرفتن اور طوائف الملوکی کا زمانہ تھا، متنبی کی پیدائش اور وفات کا درمیانی زمانہ مقتدر، قاہر، راضی، مستکفی اور مطیع باللہ کے دورِ خلافت کا زمانہ تھا، اور یہ سب کے سب اُمرائ بنی بویہ کے تحت ایک نام نہاد خلیفہ کہلاتے تھے۔ خلافتِ عباسیہ اس حد تک کمزور ہو چکی تھی کہ مختلف اطراف میں "ذو لاتا" کی راجدھانیاں قائم ہو گئی تھیں۔ دارالسلام بغداد میں برائے نام خلافت کا وجود باقی رہ گیا تھا۔

بصرہ، ابن رائق کے قبضہ میں تھا، خوزستان بریدی کے، فارس عماد الدولہ بنی بویہ کے، موصل، دیار بکر، مُضر اور ربیعہ، بنو حمدان کے، مصر، شام اور حجاز محمد بن طُغج کے، مغرب اور افریقہ ابو القاسم القائم بامر اللہ العلوی کے، اندلس، عبدالرحمٰن بن محمد الناصر الاُموی کے، خراسان اور ماوراء النہر، نصر بن احمد السامانی کے، طبرستان اور جرجان دیلمیوں کے اور بحرین و یمامہ ابو الطاہر القرمطی کے زیرنگیں تھا۔

یہ وہ پُرآشوب دور تھا جس میں دن رات اعراب و خوارج کے فتنے اُٹھتے رہتے تھے علویوں اور جھوٹے نبوت کے دعویداروں کی غارت گریوں کی وجہ سے ملک تباہ و برباد ہو رہا تھا مشرق میں فاطمیین کا بڑا زور تھا، جو کچھ عرصہ بعد مصر و شام پر بھی قابض ہو گئے تھے۔

۳۰۳ھ میں جو متنبی کا سنہ ولادت ہے۔ ایک شخص نے علوی ہونے کا دعویٰ کرکے "جامدہ" میں بغاوت کردی، وہاں کے گورنر کو قتل کردیا اور دارالخراج سے بڑی مقدار میں دولت لوٹ کرلے گیا۔ ۳۱۲ھ میں محمد بن اسماعیل بن جعفر الصادق نے جو فرقۂ اسماعیلیہ کا بانی اور رئیس تھا، اپنے گرد ایک بڑی جمعیت اکٹھا کرلی اور حکومت کے خلاف بغاوت کردی۔ آخر حکومت

Marfat.com

بغداد کی فوج سے مقابلہ ہوا جس میں اُسے شکست اُٹھانی پڑی۔

سب سے زیادہ خوارج نے اِس صدی ہجری میں شورش پھیلا رکھی تھی، اُنھوں نے جزیرۃ العرب، حجاز اور شام میں مسلسل اپنی غارت گری اور لوٹ مار سے ملک کو برباد کر رکھا تھا۔ ۳۱۷ھ میں ابو طاہر القرمطی کی سرکردگی میں اُنھوں نے مکّہ کو لوٹ لیا، حاجیوں کو قتل کر دیا، اور حجرِ اسود کو اپنے ساتھ اُٹھا لے گئے۔ آخر خلافت کی طرف سے اُن سے مصالحت کی درخواست کی گئی اور حجر اسود کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا، مگر اُنھوں نے حجر اسود واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ یہ وعدہ کیا کہ آئندہ حُجّاج کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

اِس پُر آشوب دَور میں کوفہ اِن شورشوں کا خاص طور پر آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ سنہ ۳۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۳ اور ۳۲۵ھ میں اعراب اور خوارج مسلسل کوفہ کو لوٹتے مارتے رہے۔ اِس زمانہ میں نبوت کے جھوٹے دعویدار بھی بہت سے گذرے ہیں، ۳۲۲ھ میں خود متنبی اسی الزام میں گرفتار کیا گیا۔ اُس سے پہلے شہر "باسند" میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بہت سے لوگ اُس کے ساتھ ہو گئے اور اپنے مخالفین کو قتل کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے اُس کے متبعین کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ پھر اسی سال ایک اور بہت ہی غالی شیعہ ابو جعفر الشلمغانی نے جو اپنے اندر "حلولِ الوہیت" کا قائل تھا، بغاوت کر دی، آخر گرفتار ہوا اور بغداد میں قتل کیا گیا۔ اِن تمام شورشوں اور سیاسی بے چینیوں کا متنبّی جیسی سرکش طبیعت پر گہرا اثر پڑا۔

اِس انتشار اور طوائف الملوکی کے دَور میں مختلف فرقے اپنے اپنے خیالات اور معتقدات کا زور و شور سے پرچار کر رہے تھے۔ خاصکر باطنیہ، اسماعیلیہ، معتزلہ، اور خوارج وغیرہ نے ملک میں اُدھم مچا رکھا تھا۔ یہ دیکھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متنبّی کسی نئی تحریک پر غور کر رہا تھا جس پر چل کر تمام عرب ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو سکیں۔ دیکھئے اُس کے مندرجہ ذیل اشعار اِسی سیاسی تحریک کی طرف اشارہ کرتے ہیں، وہ کہتا ہے:-

أَحَقُّ عَافٍ بِدَمْعِكَ الهِمَمُ ۔۔۔ أَحْدَثُ شَيْءٍ عَهْدًا بِهَا القِدَمُ[۱]

۱؎ میرے اشکوں کے سب سے زیادہ مستحق وہ ارادے ہیں جنکو مٹے ہوئے اتنا عرصہ گذر چکا ہے کہ زمانہ قدیم بھی اُن کے مقابلہ میں ایک نئی چیز معلوم ہوتا ہے۔ (لفظی)

Marfat.com

وَإِنَّمَا النَّاسُ بِالْمُلُوكِ وَمَا ۔۔۔ تُفْلِحُ عُرْبٌ مُلُوكُهَا عَجَمُ
لَا أَدَبٌ عِنْدَهُمْ وَلَا حَسَبٌ ۔۔۔ وَلَا عُهُودٌ لَهُمْ وَلَا ذِمَمُ
بِكُلِّ أَرْضٍ وَطِئْتُهَا أُمَمٌ ۔۔۔ تُرْعَى بِعَبْدٍ كَأَنَّهَا غَنَمُ
يَسْتَخْشِنُ الْخَزَّ حِينَ يَلْمُسُهُ
وَكَانَ يُبْرَى بِظُفْرِهِ الْقَلَمُ

دعوئ نبوت آخر متنبی کی یہ دماغی اُلجھن رنگ لاکر رہی، اُس نے قسمت آزمائی کرتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کر ہی ڈالا، عام طور پر لوگوں کا یہی خیال ہے جس کا اظہار خود اُس کے بعض اشعار سے بھی ہوتا ہے. کہیں اُس نے اپنے کو حضرت مسیحؑ سے تشبیہ دی ہے، اور کہیں حضرت صالحؑ سے، کہیں اُن مسلمانوں کو جن میں وہ رہتا سہتا تھا، یہود کہتا ہے اور کہیں اُن کو ثمود سے تشبیہ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

مَا مُقَامِي بِأَرْضِ نَخْلَةَ إِلَّا ۔۔۔ كَمُقَامِ الْمَسِيحِ بَيْنَ الْيَهُودِ
إِنْ أَكُنْ مُعْجَبًا فَعُجْبُ عَجِيبٍ ۔۔۔ لَمْ يَجِدْ فَوْقَ نَفْسِهِ مِنْ مَزِيدِ
أَنَا تِرْبُ النَّدَى وَرَبُّ الْقَوَافِي ۔۔۔ وَسِمَامُ الْعِدَى وَغَيْظُ الْحَسُودِ
أَنَا فِي أُمَّةٍ تَدَارَكَهَا اللهُ
غَرِيبٌ كَصَالِحٍ فِي ثَمُودِ

۱؎ (۱) لوگ بادشاہوں سے بلند مراتب حاصل کرتے ہیں مگر اُن عربوں کو کیا فائدہ جن کے بادشاہ عجمی ہیں۔ (۲) ان عجمی بادشاہوں میں نہ تہذیب ہے، نہ شرافت نسب، نہ عہد و پیمان کا احساس، نہ اسکی ذمہ داری کا پاس و لحاظ۔ (۳) میں جس سرزمین پر گیا، وہاں میں نے دیکھا کہ مختلف گروہ کسی نہ کسی غلام کی زیر نگرانی چرائے جاتے ہیں گویا وہ بکریاں ہیں۔ (۴) اب اس کے غرور کی یہ حالت ہے کہ جب وہ ریشمی کپڑوں کو چھوتا ہے تو اس کو کھردرہ سمجھتا ہے۔ حالانکہ پہلے گنواروں کی طرح اُن کے بڑھے ہوئے ناخن سے قلم تراشا جاتا تھا۔ (اعظمی)

۲؎ (۱) سرزمین نخلہ میں میرا قیام ویسا ہی معاندانہ ہے جیسا حضرت مسیحؑ کا قیام یہود کے درمیان تھا۔ (۲) اگر میں خود پسندی اور غرور کروں تو یہ اس شخص کے جیسا غرور ہوگا جو اپنے سے زیادہ کسی کو نہ پاوے۔ (۳) میں بخشش کا ساتھی اور ہجولی ہوں، اشعار و قوافی کا آقا، دشمنوں کے لئے زہر قاتل اور حاسدوں کو غیظ و غضب میں ڈالنے والا ہوں۔ (۴) میں ایک ایسی اُمت میں ہوں جو میری قدر نہیں جانتی، خدا اُسکی اصلاح کرے میں اُن میں ایسا اجنبی ہوں جیسے حضرت صالحؑ قوم ثمود میں تھے۔ (اعظمی)

Marfat.com

ابو عبداللہ معاذ بن اسماعیل لاذقی کا بیان ہے کہ متنبی لاذقیہ آیا تو میں نے اُس سے ایک دن کہا کہ تم تو بڑی شان وشوکت والے نوجوان ہو، تم کو تو کسی بادشاہ کا مصاحب اور ہم نشین ہونا چاہیئے۔ متنبی نے یہ سُن کر کہا، ارے تم یہ کیا کہہ رہے ہو، "أنا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ" میں تو خدا کا بھیجا ہوا نبی ہوں۔ مَیں نے اُس سے پوچھا، تم کیا کروگے؟ کہنے لگا، مَیں دنیا کو عدل وانصاف سے اُسی طرح مالا مال کردوں گا جس طرح اب وہ جور وستم سے لبریز ہے۔" مَیں نے کہا کیونکر؟ اُس نے کہا" اُن لوگوں کو رزق وثواب عاجل سے فیض یاب کروں گا جو میری اطاعت و فرمانبرداری کریں گے، اور اُن لوگوں کی گردنیں اُڑادوں گا جو میری اطاعت سے سرکشی اور نافرمانی کریں گے۔"

وہ کہتا ہے کہ پہلے تو میں سمجھا کہ متنبی مذاق کر رہا ہے، لیکن جب میں نے دیکھا کہ وہ اِس معاملہ میں سنجیدہ ہے تو مَیں نے اُس کو ملامت کی اور اس کے عواقب سے اُس کو ڈرایا۔ متنبی نے اس کے جواب میں برجستہ شعر سُنائے:۔

أَبَا[ل] عَبدَ الإِلٰهِ مَعَاذُ إِنّي   خَفِيٌّ عَنكَ فِي الهَيجَا مَقَامِي

ذَكَرتُ جَسِيمَ مَا طَلَبِي وَإِنَّا   نُخَاطِرُ فِيهِ بِالمُهَجِ الجِسَامِ

أَمِثلِي تَأخُذُ النَّكَبَاتُ مِنهُ   وَيَجزَعُ مِن مُلَاقَاةِ الحِمَامِ

وَلَو بَرَزَ الزَّمَانُ إِلَيَّ شَخصًا   لَخَضَّبَ شَعرَ مَفرِقِهِ حُسَامِي

وَمَا بَلَغَت مَشِيئَتَهَا اللَّيَالِي   وَلَا سَارَت وَفِي يَدِهَا زِمَامِي

له (۱) اے ابو عبداللہ معاذ! جنگ میں میرا مرتبہ تجھ سے پوشیدہ ہے۔ (۲) میں نے اپنے عظیم الشان مقاصد کا ذکر کیا ہے، بے شک ہم اُس کے حصول کے لئے اپنی قیمتی جانیں خطرہ میں ڈال دیں گے۔ (۳) کیا مجھ جیسے شخص کو مصائب زمانہ گھبرا سکتے ہیں اور کیا مجھ جیسا آدمی موت سے ڈر سکتا ہے۔ (۴) اگر زمانہ میرے سامنے مجسم ہوکر ظاہر ہووے تو میری قاطع تلوار اُس کی مانگ کے بال کو اُس کے خون سے ضرور رنگ دیوے۔ (۵) زمانہ میرے معاملہ میں اپنی مراد کو نہیں پہنچا نہ وہ اس طرح چلا کہ میری لگام اُس کے ہاتھ میں ہو۔ یعنی نہ وہ مجھے ذلیل کرسکا نہ اپنا تابعدار بنا سکا۔ (اعظمی)

Marfat.com

إِذَا امْتَلَأَتْ عُيُونُ الْخَيْلِ مِنِّي[۵۱]
فَوَيْلٌ فِي التَّيَقُّظِ وَالْمَنَامِ

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے کہ متنبی جب بنی عدی میں تھا تو اس نے حکومت کے خلاف بغاوت کرنا چاہی اور دعوی نبوت کیا، لیکن اُن لوگوں نے ثبوت مانگا اور کہا، دیکھو یہ اونٹنی مستی میں گرمائی ہوئی ہے اس لئے کسی کو اپنی پیٹھ پر بیٹھنے نہیں دیتی۔ تم اگر اس پر سوار ہو جاؤ تو ہم مان لیں گے کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہو۔ متنبی کچھ تدبیر کر کے اس پر سوار ہو گیا اُونٹنی نے شروع میں سرکشی کی مگر تھوڑی دیر میں رام ہو گئی، بنو عدی کے لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور انھوں نے اس کا دعوی مان لیا۔

ابو علی فارسی[۵۲] کا بیان ہے کہ کچھ لوگوں نے متنبی سے کہا کہ ہر نبی کا کوئی نہ کوئی معجزہ ہوتا ہے تمہارا معجزہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ شعر:-

وَمِنْ نَكَدِ الدُّنْيَا عَلَى الْحُرِّ أَنْ يَرَى
عَدُوًّا لَهُ مَا مِنْ صَدَاقَتِهِ بُدٌّ[۵۳]

اس قسم کی بعض لغو روایتیں اور بھی ہیں لیکن غالباً یہ سب غلط ہیں۔ امام ثعالبی جو متنبی کی وفات سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور ابو الفتح عثمان ابن جنی وغیرہ جو اس کا دوست اور

---

۵۱ جب شہسواروں کی آنکھیں مجھے دیکھ کر مرعوب ہو جاتی ہیں تو ڈر کی وجہ سے نہ بیداری میں اُن کو چین پڑتا ہے نہ خواب میں۔ (اعظمی)

۵۲ یہ تمام روایتیں، علامہ بدیعی نے الصبح المنبی میں دعوی نبوت کے زیر عنوان نقل کی ہیں۔ اس سلسلہ میں بدیعی نے اس اعتراض کا بھی ذکر کیا ہے جو سیبویہ مصری کو اس شعر پر تھا اور لکھا ہے کہ متنبی جب مصر میں تھا تو وہ ایک روز سیبویہ مصری سے ملا اور پوچھا "آپ کو اس شعر پر کیا اعتراض ہے؟" اس نے کہا صداقت عداوت کی ضد ہے، وہ شخص صدیق نہیں کہا جاتا جو اپنی محبت میں سچا نہ ہو اس لئے مصرع ثانی میں " مَا مِنْ صَدَاقَتِهِ بُدٌّ " کے بجائے " مَا مِنْ مُدَارَاتِهِ بُدٌّ " یا " مَا مِنْ مُدَاجَاتِهِ بُدٌّ " ہونا چاہیئے۔
متنبی اور سیبویہ المصری کی ملاقات کا یہ تذکرہ ابن زُولاق کی کتاب "حالات سیبویہ المصری" میں ص۱۳ پر مذکور ہے۔

۵۳ شریف آدمی کے لئے دنیا کے مکروہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ایسے دشمن سے ملنے پر مجبور ہو جس کی ظاہری دوستی سے اس کو کوئی چارۂ کار نہ ہو۔ (اعظمی)

ہمعصر تھا، کے بیانات اِن روایتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔

ثعالبی کہتا ہے کہ "متنبی بڑا خوددار اور بلند حوصلہ شخص تھا، اُس نے اپنی نوعمری ہی میں لوگوں کو اپنی جادو بیانی سے مسحور کرلیا اور اُن کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ جب اُس کی دعوت عام ہونے لگی تو اُس کی بغاوت کی خبر حاکمِ وقت کو ہوگئی۔ اُس نے متنبی کی گرفتاری کا حکم جاری کردیا اور قید میں ڈال دیا"۔ پھر آخر میں ثعالبی یہ بھی کہتا ہے:-

وَيُحْكَى أَنَّهُ تَنَبَّأَ فِي صِبَاهُ وَفَتَنَ
شِرْذِمَةً بِقُوَّةِ أَدَبِهِ وَحُسْنِ كَلَامِهِ ۵

امام ثعالبی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ متنبی نے خروج کرنا چاہا تھا اس لیئے وہ گرفتار کرلیا گیا، اِدّعاءِ نبوّت والی روایت کو اُس نے "یُحکیٰ" کے لفظ سے بطورِ ایک غیر مصدقہ افواہ کے بیان کیا ہے۔

ابوالفتح ابنِ جنی نے اُس قصیدہ کے عنوان کے تحت جس میں متنبی نے قیدخانہ سے رحم کی درخواست کی تھی، لکھا ہے:-

وَكَانَ قَوْمٌ قَدْ وَشَوا بِهِ إِلَى السُّلْطَانِ فِي صِبَاهُ وَتَكَذَّبُوا عَلَيْهِ وَقَالُوا لَهُ، قَدِ انْقَادَ لَهُ خَلْقٌ كَثِيرٌ مِنَ الْعَرَبِ وَقَدْ عَزَمَ عَلَى أَخْذِ بَلَدِكَ حَتَّى أَوْحَشُوهُ مِنْهُ، فَاعْتَقَلَهُ وَضَيَّقَ عَلَيْهِ۔

کچھ لوگوں نے متنبی کے بچپن میں بادشاہ سے چغلی کھائی اور اُس پر جھوٹا بُہتان لگایا اور اُس سے کہا کہ بہت سے عرب اُسکے مطیع ہوگئے ہیں اور اُس نے تیرا ملک چھین لینے کا ارادہ کرلیا ہے، بادشاہ کو اس درجہ گھبرایا کہ اُس نے بالآخر متنبی کو گرفتار کرلیا اور اُس پر بڑی سختیاں کیں۔

واحدی اور عکبری وغیرہ شرحوں میں بھی اسی قسم کی عبارتیں ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جھوٹ یا سچ متنبی نے کسی ایسی بات کا دعویٰ کیا تھا جس کی وجہ سے حاکمِ وقت کو اُسے گرفتار

---

۵ کہا جاتا ہے کہ متنبی نے بچپن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنی ادبی طاقت اور حُسنِ کلام سے کچھ لوگوں کو گمراہ کردیا تھا۔ یتیمۃ الدہر جلد اول ص۱۳۳ (اعظمی)

Marfat.com

کرنا پڑا، اس میں اِدّعا نبوت کا کوئی ذکر نہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ محض حکومت کے خلاف بغاوت کی دعوت ہو جس کی وجہ سے وہ گرفتار کیا گیا تھا۔

اصفہانی جو متنبی کا معاصر اور اُس کے کلام کے ناقدین میں سے ہے "ایضاح المشکل" میں لکھا ہے کہ "متنبی نے ایک لغو اور بیہودہ دعوی کیا جس کی خبر حاکم کو ہوگئی، اُس نے اُسکو گرفتار کر کے قیدخانہ میں ڈال دیا۔ جس کی وجہ سے متنبی اُس قصیدہ میں معذرت کرتا ہے جس کا ایک شعر یہ بھی ہے :-

فَمَا لَكَ تَقبَلُ زُورَ الكَلام
وَقَدرُ الشَهَادَة قَدرُ الشهُودِ

دیکھئے علامہ اصفہانی نے بھی دعویٰ نبوت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ ان تمام معاصرین کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں کسی کو اِدّعا نبوّت کا کوئی ثبوت نہیں ملا اس لئے انھوں نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

علامہ بدیعی (المتوفی ۱۰۷۳ھ) نے متنبی کے دعوی نبوت کے جو قصّے لکھے ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے وہ قابل یقین نہیں۔ اول تو اس وجہ سے کہ اُس کے اور متنبی کے درمیان سات صدی کا طویل زمانہ حائل ہے۔ دوسرے اس لئے کہ اُس کی روایتوں میں بہت سی باتیں خلاف عقل ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ یہ روایتیں متنبی کے معاصرین میں سے کسی نے نقل نہیں کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ متنبی اپنے عنفوانِ شباب میں بعض ایسے بدوی قبائل میں سے گذرا جو اپنے فرمانرواؤں سے سخت بیزار تھے، متنبی کو موقع مل گیا، اُس کے سر میں تو پہلے ہی سے امارت و سیادت کا سودا سمایا ہوا تھا، اُس نے اپنی جادو بیانی سے اُن کو اپنے قابو میں کرلیا اور بہت سے قبائل اُس کے ہاتھ پر بیعت کر بیٹھے۔ اِس طرح متنبی اپنی دیرینہ آرزو پوری کرنے میں کامیاب ہوگیا، مگر جلدی ہی پکڑا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا۔

لہ تجھے کیا ہوگیا ہے کہ جھوٹی بہتان کی باتیں تو قبول کرتا ہے حالانکہ گواہی اِسی مرتبہ کی سمجھی جاتی ہے جس مرتبہ کے اُس کے شاہد ہوتے ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

متنبی بڑا بہادر اور تیز رفتار تھا وہ جنگل اور بیابانوں کے اُن مقامات سے خوب واقف تھا، جہاں چشمے اور تالاب تھے اور اہل عرب سفر کے دوران ٹھہرا کرتے تھے۔ وہ ایک منزل سے دوسری منزل تک چار دن کی مسافت ایک ہی روز میں طے کر لیتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ زمین کے طبقات اس کے لئے لپیٹ دیئے گئے ہیں۔

متنبی عموماً پیادہ پا سفر کیا کرتا تھا۔ دیکھیے وہ خود کہتا ہے۔

لَا نَاقَتِی تَقْبَلُ الرَّدِیْفَ وَلَا ۔۔۔ بِالسَّوطِ یَوْمَ الرِّهَانِ أَجْهَدُ هَا[۱]
شِرَاکُهَا کُوْرُهَا وَمِشْفَرُهَا ۔۔۔ زِمَامُهَا وَ شُسُوْعُ مِقْوَدُهَا

ایک اور قصیدہ میں اپنی پیادہ پا صحرا نوردی کا اِن الفاظ میں ذکر کرتا ہے :-

وَمَهْمَهٍ جُبْتُهٗ عَلیٰ قَدَمِی[۲] ۔۔۔ تَعْجِزُ عَنْهُ الْعَرَامِسُ الذُّلُلُ
بِصَارِمِیْ مُرْتَدٍ بِمُخْبَرَتِی ۔۔۔ مُجْتَزِئٌ بِالظَّلَامِ مُشْتَمِلُ

کہا جاتا ہے کہ اُس کو کچھ جادو اور ٹوٹکے بھی آتے تھے جس کے ذریعہ وہ بارش کا پانی بھی روک دیتا تھا۔ علامہ بدیعی نے ابوعبداللہ لاذقی کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے کہ متنبی نے ایک مرتبہ شدید بارش کا پانی بھی اُس پر اس طرح روک کر دکھایا تھا کہ اُس کے چاروں طرف بارش ہوتی رہی مگر خود اُس پر ایک بوند بھی نہیں پڑی۔ مگر یہ سب جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے، خرافات ہیں، جہاں تک اس کے دَور سے قریبی تعلق رکھنے والے ناقدین اور شارحین کا بیان ہے اُس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ہاں اُس نے کچھ ارادہ ضرور کیا تھا، مگر ابھی وہ غور ہی کر رہا تھا کہ گرفتار کر لیا گیا۔ چنانچہ امیر حمص کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے وہ خود کہتا ہے "میں نے دعویٰ نبوت کیا نہیں، ہاں ارادہ ضرور کیا تھا

---

۱۵ (۱) میری اونٹنی (چیل) اس کی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی میرے پیچھے اُس پر بیٹھے، نہ اِس بات کی کہ گھوڑ دوڑ کے دن میں اُسکو کوڑے مار کر مشقت میں ڈالوں۔ (۲) اُس کا بند بمنزلہ اُس کے پالان کے ہے، اُس کے پیچھے کا حصہ اُس کی باگ ہے اور تسمہ اُس کی نہار ہے۔ (اعظمی)

۲۵ (۱) بہت سے ایسے میدان ہیں جن کو میں نے پا پیادہ قطع کیا ہے، جنہیں مضبوط اور مشاق اونٹنیاں بھی نہیں طے کر سکتیں۔ (۲) جہاں میں تلوار گردن میں لٹکائے ہوئے تھا اور راہبر سے بے نیاز تھا، میں اندھیرے میں چھپا ہوا تھا گویا میں تاریکی کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھا۔ (اعظمی)

Marfat.com

ظاہر ہے کسی بات کے دعویٰ کرنے اور اس کا محض ارادہ کرنے میں بڑا فرق ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

كُنْ فَارِقًا بَيْنَ دَعْوَى أَرَدْتُّ
وَدَعْوَى فَعَلْتُ بِشَأْوٍ بَعِيدِ

گرفتاری | خطیب بغدادی کی روایت کے مطابق متنبی کو امیر حمص لُؤلُو نے جو اخشیدی حکومت کی طرف سے وہاں کا گورنر تھا، ۳۲۲ھ میں قید کیا تھا، وہ ۳۲۴ھ تک دو سال قید میں رہا۔ قید و بند میں اُس نے بڑی سختیاں جھیلیں اور جب قریب المرگ ہو گیا تو والیِ حمص نے توبہ کرانے کے بعد اس کو چھوڑ دیا۔[1]

دعویِ نبوت کا قصہ مشہور ضرور ہے، مگر درحقیقت یہ غلط ہے اِس سلسلہ میں خود متنبی کے کلام سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ اُس پر جھوٹا بہتان لگایا گیا ہے، دیکھیے امیر حمص کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے وہ خود کہتا ہے:۔

وَقِيلَ عَدَوْتَ عَلَى الْعَالَمِينَ ... بَيْنَ وِلَادِي وَبَيْنَ الْقُعُودِ
فَمَا لَكَ تَقْبَلُ زُورَ الْكَلَامِ ... وَقَدْرُ الشَّهَادَةِ قَدْرُ الشُّهُودِ
فَلَا تَسْمَعَنَّ مِنَ الْكَاشِحِينَ
وَلَا تَعْبَأَنَّ بِعِجْلِ الْيَهُودِ

متنبی نے اِن اشعار میں جو اُس نے بطور معذرت نامہ کے پیش کیا تھا، نہ دعویِ نبوت کی تکذیب کی ہے نہ اُس سے براءت چاہی، بلکہ عدوان اور بغاوت سے البتہ براءت چاہی ہے جس کی وجہ سے اس کو قید خانہ میں ڈالا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعوی نبوت کے قصے محض من گھڑت افسانے ہیں۔

وجہ تسمیہ | متنبی ۳۲۵ھ کے بعد اِس لقب سے مشہور ہوا۔ اب رہا یہ سوال کہ

---

[1] وفیات الاعیان جلد اول ص۶۴۔ ۱۲ منہ

[2] (۱) میرے بارے میں کہا گیا کہ تو نے دنیا کو گمراہ کرکے اس پر ظلم کیا، حالانکہ میں تو ابھی نومولود ہوں، ابھی ابھی تو بیٹھنے کے قابل بھی نہیں ہوں۔ (۲) تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو لوگوں کی جھوٹی باتیں مان لیتا ہے۔ حالانکہ گواہی پر گواہ کے مرتبہ کے اعتبار سے غور کیا جاتا ہے۔ (۳) تو کینہ پرور دشمنوں کی باتیں مت سن اور گوسالہ ساز جھوٹے یہودیوں کی باتوں کا اعتبار کر (؟)

اگر متنبی نے نبوّت کا دعویٰ کیا نہیں تو پھر اُس کو "متنبی" کیوں کہتے ہیں؟ تو دیکھئے امام ثعالبی یتیمۃ الدہر میں لکھتے ہیں:۔

وَحَکَی[51] ابو الفتح عثمان بن جنی قال سَمِعتُ أبا الطَّیّب یقول، إنّمَا لُقِّبْتُ با لمتنبّی لِقَولِی:۔

أَنَا فِی أُمَّۃٍ تَدَارَکَہَا اللّٰہُ
غَرِیبٌ کَصَالِحٍ فِی ثَمُودِ

ابو الفتح عثمان بن جنی سے روایت ہے، اُس نے بیان کیا کہ میں نے ابو الطیب متنبی کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میرا متنبی لقب اس شعر کی وجہ سے پڑ گیا:۔"میں ایک ایسی اُمت میں ہوں جو میری قدر نہیں جانتی، خدا اُس کی اصلاح کرے، میں اُس میں ایسا اجنبی ہوں جیسے حضرت صالحؑ قوم ثمود میں تھے۔

ایک دوسری روایت جس کو یاقوت نے معجم الأدباء میں نقل کیا ہے، اس کی تائید کرتی ہے، یہ روایت متنبی کے معاصر، مشہور شاعر ابو حسین الناشی سے منقول ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "میں ۳۲۵ھ[52] میں کوفہ کی جامع مسجد میں لوگوں کو متنبی کے اشعار لکھوا رہا تھا متنبی وہاں موجود تھا، لیکن وہ اس وقت تک اِس لقب سے مشہور نہیں ہوا تھا۔

خطیب بغدادی نے ابو علی بن حامد سے نقل کیا ہے کہ "متنبی جب سیف الدولہ کے دربار میں پہنچا تو میں اُس وقت حلب ہی میں تھا میں نے اُس سے اُن آیات[53] کا ذکر کیا جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُس پر وحی کے طور پر نازل ہوئی ہیں۔ اُس نے سختی سے اُن کا انکار کیا۔"

وہ خود اپنے کو "متنبی" کہلانا پسند نہ کرتا تھا، جب اُس سے پوچھا جاتا کہ متنبی کے کیا معنے ہیں تو وہ کہا کرتا تھا کہ یہ لفظ "نَبوَۃٌ" سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں "المرتفع مِنَ الأرض" یعنی بلند ٹیلہ۔ یہی وجہ ہے کہ سیف الدولہ کے دربار میں ابن خالو[یہ]

---

۵۱ یتیمۃ الدہر جلد اول صہ ۹۳۔ ۱۲ منہ

۵۲ إرشاد الأریب ج ۵ صہ ۲۳۹۔ ۱۲ منہ

۵۳ اُس کے معجزات میں کچھ آیات بھی اس کی طرف منسوب ہیں جن کو بدیعی نے نقل کیا ہے اُن میں سے ایک یہ ہے "والنجم السیّار والفلک الدوّار والّیل والنّہار، اِنَّ الکافر لفی أخطار، إمضِ علی سننک واقتفِ إثرَ مَن کان قبلکَ مِنَ المُرسَلِین۔" الصّبح المنّبی۔ باب دعاء النبوۃ) (اعظمی)

طنز کے جواب میں متنبی نے کہا تھا - جو لوگ مجھ سے جلتے ہیں ۔ اُنھوں نے میرا نام متنبی رکھ چھوڑا ہے ۔ میں اُن کو ایسا کرنے سے کیونکر باز رکھ سکتا ہوں ۔

جیل کی شاعری جیل میں بحالتِ قید و بند متنبی کے اشعار کا ذخیرہ نہ ہونے کے برابر ہے، حالانکہ متنبی جیسے شدید الانفعال شخص سے بعید ہے کہ رنج و غم کے اس اندوہناک زمانہ میں اُس نے کثرت سے شعر نہ کہے ہوں، لیکن بات یہ ہے کہ بحالتِ قید جو اشعار اُس نے کہے ہوں گے یا تو اُن میں اپنے دشمنوں کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا گیا ہوگا یا پھر آہ و بکا، نالہ و فریاد کر کے اپنی حالتِ زار پر اربابِ حکومت کو توجہ دلائی گئی ہو گی۔ پہلی قسم کے اشعار محفوظ رکھنا خود اپنے لئے مزید شدائد و مصائب کو دعوت دینا تھا، اس لئے ایسے اشعار یقیناً تلف کر دیئے گئے ہونگے۔ دوسری قسم کے اشعار شائع کرنا خود اس کی خودداری اور عزتِ نفس پر کاری ضرب تھی اس لئے ان کو بھی اُس نے ضرور ضائع کر دیا ہو گا۔

بہرحال دیوان میں چند اشعار ایسے ضرور ملتے ہیں جو اس نے بحالتِ قید و بند کہے تھے اور جو مذکورہٗ بالا دونوں اقسام پر مشتمل تھے۔ دیکھئے وہ ایک جگہ ابو دُلف کو مخاطب کر کے کہتا ہے:-

أَهْوِنْ بِطُولِ الثَّوَاءِ والتَّلَفْ   وَالسِّجْنِ وَالقَيدِ يَا أَبَا دُلَفْ

غَيرَ إِختيَارٍ قَبِلْتُ بِرَّكَ لِيْ   وَالجُوعُ يُرضِي الأُسُودَ بِالجِيَفِ

كُنْ أَيُّها السِّجْنُ كيفَ شِئتَ فَقَدْ   وَطَّنْتُ لِلْمَوْتِ نَفسَ مُعْتَرِفْ

لَوكَانَ سُكنَايَ فِيكَ مَنْقَصَةً

لَمْ يَكُنِ الدُّرُّ سَاكِنَ الصَّدَفْ

دوسری قسم کے بھی چند اشعار درج ذیل ہیں جن میں متنبی امیر حمص کو اپنی حالتِ زار پہ

لہ (۱) اے ابو دُلف! جیل میں عرصۂ دراز تک قیام، ہلاکت اور قید و بند کس قدر معمولی بات ہے، مجھے ان چیزوں کی قطعی پرواہ نہیں۔ (۲) مجبوراً میں نے تمہارا احسان قبول کر لیا ہے، بھوک شیروں کو بھی مردار خواری پر راضی کر لیتی ہے۔ (۳) اے قید خانہ! تو جتنی چاہے سختی میں رکھ، مجھے کچھ پرواہ نہیں اس لئے کہ میں نے اپنے کو ایک اقراری مجرم کی طرح موت کا خوگر بنا لیا ہے۔ (۴) میرا تجھ میں رہنا اگر باعث ذلت ہوتا تو موتی جیسی قیمتی چیز سیپ میں قید نہ رہتا۔ (اعظمی)

Marfat.com

توجہ دلاتے ہوئے اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہے۔ اور کہتا ہے :۔

بِيَدَىْ أَيُّهَا الأَمِيرُ الأَرِيبُ ‌‌ لَا لِشَيْءٍ إِلَّا لِأَنِّي غَرِيبُ

أَوْ لِأُمٍّ لَهَا إِذَا ذَكَرَتْنِي ‌‌ دَمُ قَلْبٍ فِي دَمْعِ عَيْنٍ يَذُوبُ

إِنْ أَكُنْ قَبْلَ اَنْ رَأَيْتُكَ أَخْطَأْ

تُ فَإِنِّي عَلَىٰ يَدَيْكَ أَتُوبُ

پھر بھی مقصد براری نہ ہوئی تو متنبی نے ایک اور زور دار قصیدہ کہا جس کا پہلے ذکر آچکا ہے۔ جس میں وہ پھر عفوِ تقصیر پر زور دیتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ سب کینہ پروروں کا افترا اور جھوٹا بہتان ہے، مَیں نے دعوی نبوت نہیں کیا، ہاں ارادہ ضرور کیا تھا۔ بہرحال میں نے کیسا ہی قصور کیوں نہ کیا ہو، اب میں تیری نظرِ کرم کا اُمیدوار ہوں، تو مجھے معاف کر دے۔ دیکھیے وہ کہتا ہے۔

تُعَجِّلُ فِيَّ وُجُوبَ الحُدُودِ ‌‌ وَحَدِّي قُبَيْلَ وُجُوبِ السُّجُودِ

وَكُنْ فَارِقًا بَيْنَ دَعْوَى أَرَدْتُ ‌‌ وَدَعْوَى فَعَلْتُ بِشَأْوٍ بَعِيدِ

وَفِي جُودِ كَفَّيْكَ مَا جُدْتَ لِي

بِنَفْسِي وَلَوْ كُنْتُ أَشْقَى ثَمُودِ

رہائی | اس مرتبہ امیرِ حمص کو متنبی کی حالتِ زار پر رحم آگیا، اس نے علماءِ دین اور اکابرِ سلطنت سے مشورہ کرنے کے بعد اُسے قید سے آزاد کر دیا۔ اس موقع پر متنبی جو جیل کی سختیاں برداشت

سلہ (۱) اے لائق امیر! میری مدد کر، کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ محض اس وجہ سے کہ میں ایک پردیسی مسافر ہوں۔ (۲) یا اس مہربان ماں کی وجہ سے مجھ پر رحم کر جب وہ مجھ کو یاد کرتی ہے تو اُس کے دل کا [illegible] آنکھوں سے بہتا ہے۔ (۳) اگر تیری ملاقات سے قبل میں نے کوئی خطا کی تھی تو اب میں تیرے ہاتھوں پر توبہ کرتا ہوں۔ مجھے معاف کر دے (اعظمی)

سلہ (۱) تو مجھ پر حدِ شرعی جاری کرنے میں جلدی کر رہا ہے اس لئے کہ میں ابھی نابالغ ہوں، مجھ پر تو ابھی سجدہ بھی فرض نہیں ہوا ہے۔ (۲) اس دعوی میں کہ میں نے ارادہ کیا ہے اور اس دعوی میں کہ میں نے یہ کام کر ڈالا ہے تجھکو واضح طور پر فرق کرنا چاہیئے۔ (۳) تیری بخششوں میں میری ذات کو بخشنا اور آزاد کرنا بھی ہے، اگرچہ میں قوم ثمود کا بدبخت ترین انسان کیوں نہ ہوں۔ (اعظمی)

Marfat.com

کرتے کرتے بالکل نحیف و لاغر اور زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ خوشی سے سرشار ہو گیا اور امیر حمص جعفر بن کیغلغ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ لکھکر پیش کیا جس کا مطلع ہے:-

حَاشَى الرَّقِيْبَ فَخَانَتْهُ ضَمَائِرُهُ

وَغَيَّضَ الدَّمْعَ فَانْهَلَّتْ بَوَادِرُهُ

اِس قصیدہ سے متنبی کو اُمید تھی کہ امیر حمص کے دل میں اس کی قدر و منزلت بڑھ جائے گی، لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ امیر نے صرف اُس کی توبہ قبول کر لینے پر اکتفا کی اور اُسے قید سے رہا کر دیا۔ متنبی حمص سے حلب روانہ ہو گیا، اور اب اُس کی زندگی میں انقلابِ عظیم پیدا ہو چکا تھا۔ اپنی پچھلی زندگی میں وہ اپنی دلی آرزوؤں میں ناکامی سے دوچار ہوا، اب وہ اپنی حیاتِ ثانیہ میں مایوسی اور نااُمیدی کا شکار تھا۔ پہلے اس کی بڑھتی ہوئی اُمنگیں اس کو بڑے بڑے اہم کارناموں کی طرف مائل کر رہی تھیں۔ اب وہ راحت و عافیت کی تلاش میں سرگرداں تھا جو کہیں اُس کو نصیب نہ ہوتی تھی۔ پہلے وہ اپنی ذات پر بھروسہ اور اپنے پختہ عزم و ارادہ پر بڑا وثوق رکھتا تھا۔ اب اُسے اپنے عزم و ارادہ پر نہ اعتماد تھا نہ بھروسہ دل میں نہ کوئی اُمنگ تھی نہ دماغ میں کوئی ترنگ بلکہ اب وہ اپنی آئندہ زندگی میں ہر ہر قدم پر مایوسی محسوس کرتا تھا۔ پہلے اُسے اپنے گمنام "ماضی" پر رنج و غصہ تھا، قابلِ رشک "حاضر" پر فخر و غرور اور پُر اُمید "مستقبل" پر وثوق و اعتماد۔ لیکن اب وہ اپنے "ماضی" پر نادم و شرمندہ تھا، "حاضر" پر تنگ دل اور اپنے تاریک "مستقبل" سے حد درجہ مایوس۔ وہ بے گھر، بے در، ایک بے یار و مددگار مسافر تھا نہ اس کو اپنے دشمنوں سے کہیں پناہ تھی اور نہ اُن کے خوف و ڈر سے نجات۔ دیکھیے حمص سے واپسی میں موضع قنسرین میں مقام "فرادیس" پر سے گذرتے ہوئے جب اُس نے شیر کے دہاڑنے کی آواز سُنی تو وہ کہتا ہے:-

أَجَارُكِ يَا أُسْدَ الْفَرَادِيسِ مُكْرَمٌ ۝ فَتَسْكُنَ نَفْسِي أَمْ مُهَانٌ فَمُسْلَمُ

سلہ جب عاشق نے اپنے محبوب کو دیکھا تو وہ رقیب سے ڈرا، مگر اُس کے اندرونی جذبات نے اس سے خیانت کی اور رازِ عشق ظاہر ہو گیا۔ عاشق نے اپنے آنسو پی لئے مگر وہ آنسو جو آگے بڑھے ہوئے تھے وہ بہہ پڑے۔

سلہ اے مقام فرادیس کے شیرو! کیا تمہارا پڑوسی معزز ہے تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے یا وہ ذلیل ہے اور دشمنوں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

وَرَائِي وَقُدَّامِي عُدَاةٌ كَثِيرَةٌ أُحَاذِرُ مِنْ لِصٍّ وَمِنْكَ وَمِنْهُمُ

فَهَلْ لَكَ فِي حِلْفِي عَلَى مَا أُرِيدُهُ فَإِنِّي بِأَسْبَابِ الْمَعِيشَةِ أَعْلَمُ

إِذًا لَأَتَاكَ الرِّزْقُ مِنْ كُلِّ وِجْهَةٍ

وَأَثْرَيْتَ مِمَّا تَغْنَمِينَ وَأَغْنَمُ

دیکھیے وہ اس وسیع و عریض دنیا میں کیسی حسرت و یاس اور کس بلا کی تنہائی اور بے نوائی محسوس کرتا ہے۔ دنیا باوجود کشادہ ہونے کے اس کے لئے تنگ و تاریک ہے، وہ جدھر جاتا ہے دشمنوں میں اپنے کو گھرا پاتا ہے، آبادی میں درندہ نما انسانوں سے اس کو سابقہ ہے، جنگل اور بیابانوں میں کہیں وہ شیر جیسے خونخوار جانور کا دہاڑنا سن کر چونک اُٹھتا ہے، اور کہیں رہزن اور ڈاکوؤں کے قدموں کی آہٹ پاکر چوکنا ہو جاتا ہے، نہ کوئی مونس ہے نہ غمخوار اور نہ کوئی اُس کی تمناؤں کے بر لانے میں معین و مددگار۔ اُس کا مندرجۂ ذیل شعر اُس کی دلی کیفیات کا آئینہ دار ہے:۔

أَظْمَتْنِيَ الدُّنْيَا فَلَمَّا جِئْتُهَا

مُسْتَسْقِيًا مَطَرَتْ عَلَيَّ مَصَائِبَا

انطاکیہ میں بہرحال متنبی اس بے کسی اور بے بسی کے عالم میں حمص سے حلب پہنچا۔ بدقسمتی سے حلب اُن دنوں دولت عباسیہ اور دولت اخشیدیہ میں مابہ النزاع بنا ہوا تھا، وہاں بھی اُس کی زندگی غیر مطمئن اور غیر محفوظ تھی۔ اس لئے وہ انطاکیہ روانہ ہو گیا اور وہاں کے اُمرا و اشراف کی مدح سرائی کرکے پیٹ پالنے لگا۔ وہاں اُس نے ابو عبداللہ بن محمد الخصیبی، ابو الفضل احمد بن عبداللہ الانطاکی، ابو سہل سعید بن عبداللہ الانطاکی، ابو ایوب احمد بن عمران، ابو الفرج

---

۵۱ میرے آگے اور پیچھے بہت سے دشمن ہیں۔ مجھے چوروں کا ڈر ہے، تیرا ڈر ہے اور دشمنوں کا ڈر ہے۔
(۲) کیا تم میرا حلیف بننا پسند کرو گے اُس چیز میں جس کا میں ارادہ رکھتا ہوں اس لئے کہ میں روزی کے ذرائع سے خوب واقف ہوں۔ (۳) اگر ایسا ہوا تو رزق ہر طرف سے تمہارے پاس آ دے گا اور تم دولت مند ہو جاؤ گے اُن مالوں سے جو تم لوٹو گے اور میں لوٹوں گا۔ (اعظمی)

۵۲ دنیا نے مجھ کو پیاسا بنا دیا، جب میں اُس کے پاس سیرابی حاصل کرنے گیا تو اُس نے مجھ پر بجائے پانی کے مصائب برسا دیئے۔ (اعظمی)

Marfat.com

احمد بن حسین القاضی، علی بن منصور الحاجب، عمر بن سلیمان الشروانی اور عبدالواحد بن عباس بن اُبی الاُصبع الکاتب وغیرہ کی مدح میں قصائد کہے اور اُن سے انعامات حاصل کیئے۔ یہاں سب سے زیادہ زور دار قصیدہ وہ ہے جو متنبی نے مغیث بن علی العجلی کی شان میں کہا تھا۔ قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے:-

دَمْعٌ جَرىٰ فَقَضىٰ مَا وَجَبَا
لِأَهْلِهِ وَشَفىٰ أَنّىٰ وَلَا كَرَبَا

آگے چل کر متنبی بڑے دل سوز اور جگرخراش انداز میں زمانہ کی تلخیوں اور بے مہریوں کی شکایت کرتا ہے اور دنیا کے خلاف اُس کینہ اور غصّہ کا اظہار کرتا ہے جس کی آگ اب تک اُس کے سینہ میں نہیں بجھی تھی، وہ کہتا ہے:-

لَمَّا أَقَمْتَ بِانْطَاكِيَّةَ اِخْتَلَفَتْ — اِلَيَّ بِالْخَبَرِ الرُّكْبَانُ فِي حَلَبَا
فَسِرْتُ نَحْوَكَ لَا أَلْوِيْ عَلىٰ أَحَدٍ — أَحُثُّ رَاحِلَتَيَّ الفَقْرَ وَالأَدَبَا
اَذَاقَنِي زَمَنِي بَلْوىٰ شَرِقْتُ بِهَا — لَوْ ذَاقَهَا لَبَكىٰ مَا عَاشَ وَانْتَحَبَا
وَاِنْ عَمَرْتُ جَعَلْتُ الحَرْبَ وَالِدَةً — وَالسَّمْهَرِيَّ أَخًا وَالْمَشْرَفِيَّ أَبَا
بِكُلِّ أَشْعَثَ يَلْقَى المَوْتَ مُبْتَسِمًا — حَتّىٰ كَأَنَّ لَهُ فِي قَتْلِهِ أَرَبَا
قُحٍّ يَكَادُ صَهِيْلُ الْخَيْلِ يَقْذِفُهُ — عَنْ سَرْجِهِ مَرَحًا بِالْعِزِّ أَوْ طَرَبَا

---

۵۱ منزلِ محبوب کو دیکھکر میرے آنسو خوب ہی بہے اور انھوں نے اُس حق کو ادا کر دیا جو اہلِ منزل کا مجھ پر واجب تھا جس سے مجھے ایک گونہ سکون اور تسلی حاصل ہوگئی۔ حالانکہ جدائی محبوب سے شفا کیونکر ممکن ہے۔ ایسا ہونا تو قریب قریب ناممکن ہے

۵۲ جب انطاکیہ میں تم قیام پذیر تھے تو کچھ شتر سوار تمہاری سخاوت کی خبر حلب میں میرے پاس لائے۔ (۲) پس میں تمہاری طرف روانہ ہوگیا اس طرح کہ میں کسی انسان کی طرف منھ پھیر کر نہ دیکھتا تھا اور اس حالت میں کہ فقر و ادب کی دو سواریوں کو میں قطع مسافت پر اُبھار رہا تھا۔ یعنی چونکہ میں ایک حاجت مند ادیب ہوں اور تم سخی اور ادب نواز ہو اسلیئے میں تمہارے پاس روانہ ہوگیا۔ (۳) زمانہ نے مجھکو ایسے مصائب کے گھونٹ پلائے ہیں جن سے مجھے اُچھو ہوگیا ہے اگر زمانہ اُن کو خود چکھتا تو جب تک جیتا روتا اور دھاڑیں مارتا رہتا۔ (۴) اگر میں زندہ رہا تو لڑائی کو ماں اور سمہری نیزے کو بھائی اور مشرفی تلوار کو اپنا باپ بناؤنگا۔ یعنی ہمیشہ لڑتا رہوں گا۔ (۵) میں لڑوں گا ہر ایسے بکھرے ہوئے بالوں والے شخص کی معیت میں جو موت سے ہنستا ہوا ملے گویا اُسکو اپنے قتل ہونے کی ضرورت ہے۔ (۶) ایسا شخص جو خالص النسب ہو اور ایسا بہادر کہ جب وہ گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سُنے تو مارے خوشی اور مسرت کے پھولوں نہ سمائے اور ایسا معلوم ہو کہ اس کی آواز زین پر اس کو پھینکے دیتی ہے۔ (اعظمی)

فَالْمَوْتُ أَعْذَرُ لِي وَالصَّبْرُ أَجْمَلُ بِي
وَالْبَرُّ أَوْسَعُ وَالدُّنْيَا لِمَنْ غَلَبَا

متنبّی نے اپنی عمر کے پچیس سال اِسی صحرانوردی اور بے نوائی کی حالت میں گذار دیئے۔ وہ شمالی شام میں اُمراء کی مدح سرائی کرتا پھرا اور اپنی فکرِ شعری کو معاش اور جائے پناہ کی تلاش میں کساد بازاری کی نذر کرتا رہا، نہ وہ اپنے رنگِ شاعری میں کوئی اضافہ کرسکا نہ اُس میں کوئی جدت اور ندرت پیدا کرسکا، نہ الفاظ و معانی میں نہ اُسلوب بیان اور طرزِ ادا میں بلکہ وہ صرف شعراء متقدمین خصوصاً ابوتمام اور بُحتری کی تقلید کرتا رہا جن کی شاعری نے مصر و شام میں نشو و نما پائی اور عراق میں پایۂ کمال کو پہنچی۔ متنبّی کو نہ وہ امن و سکون کا ماحول نصیب ہوا جو اُس کے پیش رَو شعراء کو حاصل تھا نہ اس کو وہ خوشحالی اور فارغ البالی میسّر ہوئی جو اس قسم کے دوسرے پُرگو شعراء کو حاصل ہوتی ہے، وہ دن رات یا تو کسب معاش کے چکر میں رہتا یا پھر اپنے دشمنوں کے شر سے بچنے کے لئے امن و سکون کے ماحول کی فکر میں۔ اس لیئے اس کا سارا زورِ کلام یا تو زمانہ اور اہلِ زمانہ کی شکایات اور مذمت پر صرف ہوتا تھا۔ یا پھر اہلِ ثروت کی جھوٹی مدح اور تعریف پر جس میں درہم و دینار کے چند سکوں کی خاطر اس کو اپنی طبیعت کے خلاف سخت تکلف و تصنّع سے کام لینا پڑتا تھا۔ اِس وجہ سے اس کے کلام میں بعض جگہ غیر مانوس الفاظ اور خلافِ عقل مبالغات، بے معنی الفاظ کی تکرار اور خشک تراکیب وغیرہ جیسے تمام عیوب پیدا ہوگئے، جن پر عام طور سے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔

اس اضطراب و بے چینی کے عالم میں ظاہر ہے کہ اس کی شاعری جیل سے رہائی کے بعد سے انطاکیہ میں قیام تک چار پانچ سال کچھ ترقی نہ کرسکی۔ اس عرصہ میں بے شک اُس نے زمانہ کی بے مہریوں اور اس کی تلخیوں پر بڑے بڑے شعر کہے ہیں اور غم و اندوہ کے ایسے راگ گائے ہیں جس سے لوگوں کے دل ہل گئے، اور دنیا کی [illegible] اس کی لَے سے گونج اُٹھی۔ ہاں قید و بند سے پہلے لاذقیہ میں جب زندگی کی تمام راحتیں اس کو حاصل تھیں، اور اس کا دل و دماغ بلند عزائم سے لبریز تھا، اُس نے جو کچھ کہا تھا وہ شاعری اور اَدبی بصیرت میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

---

۵۱ موت میری عذرخواہ ہے اور صبر مجھ جیسے بہادر کے لئے زیب دیتا ہے، دشت و صحرا میرے لئے بڑی وسیع جولانگاہ ہے اور دُنیا اُسی کے لئے ہے جو لڑ بھڑ کر اس پر غالب آجائے۔ (اعظمی)

Marfat.com

آخر زمانہ کو اُس کی حالت پر ترس آگیا، اُس کو جنوبی شام میں اُمید کی ایک کرن نظر آئی اور وہ طبریہ روانہ ہوگیا۔ شمالی شام سے جنوبی شام جاتے ہوئے پہلے وہ جبال لبنان کو عبور کرکے "ابُوعلی ہارون بن عبدالعزیز الکاتب" سے ملا۔ ابوعلی ایک صوفی منش اور بڑا ہی آدمی تھا۔ اُس نے متنبی کی بڑی آؤبھگت کی۔ پھر کیا تھا متنبی نے بھی اُس کی دل کھول کر تعریف کی اور اس کی مدح میں ایک بڑا زوردار قصیدہ کہا جو جانِ بلاغت کہے جانے کے قابل ہے۔ اس کا ہر ہر شعر حسنِ ادا، خوبی معانی تخیل کی بلند پردازی اور موسیقی سے لبریز ہے، دیکھیے وہ کیسے بلیغ انداز میں کہتا ہے۔

أَمِنَ اُزْدِيَارَكِ فِي الدُّجىٰ الرُّقَبَاءُ   اِذْحَيْثُ كُنْتِ مِنَ الظَّلَامِ ضِيَاءُ
قَلَقُ الْمَلِيحَةِ وَهِيَ مِسْكٌ هَتْكُهَا   وَمَسِيْرُهَا فِي اللَّيْلِ وَهِيَ ذُكَاءُ
أَسَفِي عَلَىٰ أَسَفِي الَّذِي دَلَّهْتِنِي   عَنْ عِلْمِهِ فِيهِ عَلَيَّ خِفَاءُ
بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي عَلِيٍّ مِثْلُهُ   شُمُّ الْجِبَالِ وَمِثْلُهُنَّ رَجَاءُ
وَلِكُلِّ عَيْنٍ قُرَّةٌ فِي قُرْبِهِ   حَتّىٰ كَأَنَّ مَغِيبَهُ الْأَقْذَاءُ
فَالْفَخْرُ عَنْ تَقْصِيرِهِ بِكَ نَاكِبٌ   وَالْمَجْدُ مِنْ أَنْ يُسْتَزَادَ بَرَاءُ
فَإِذَا سُئِلْتَ فَلَا لِأَنَّكَ مُحْوِجٌ   وَإِذَا كُتِمْتَ وَشَتْ بِكَ الْآلَاءُ
وَإِذَا مُدِحْتَ فَلَا لِتَكْسِبَ رِفْعَةً   لِلشَّاكِرِينَ عَلَى الْإِلٰهِ ثَنَاءُ

ل۵ (۱) میرے رقیب بے خوف ہیں اس بات سے کہ تاریک راتوں میں تجھ سے میں مل سکوں گا، اس لئے کہ تو جہاں ہوگی وہاں تاریکی کے بجائے روشنی ہوگی۔ (۲) اُس ماہ طلعت ملیحہ کا حرکت کرنا درآنحالیکہ وہ سراپا مشک ہے اسکا پردہ فاش کرتا ہے اسیطرح رات کو اس کا چلنا جبکہ وہ آفتاب کی طرح تاباں اور درخشاں ہے اس کا راز فاش کرتا ہے۔ (۳) مجھے افسوس اُس غم کے جاتے رہنے کا جس سے تو نے مجھکو مدہوش اور غافل کردیا ہے۔ اس غم عشق کی کیفیت مجھ پر پوشیدہ ہوگئی ہے۔ یعنی غم فراق میں مجھے یہ بھی معلوم نہیں رہا کہ غم عشق کیا چیز ہے۔ (۴) میرے اور میرے ممدوح ابوعلی کے درمیان بلند پہاڑ ہیں جو عُلوشان میں ممدوح کی طرح ہیں اور جو امیدیں لے کر میں ممدوح کے پاس آیا ہوں وہ بھی پہاڑوں جیسی ہیں۔ (۵) ہر آنکھ کے لئے ممدوح کی قربت میں ٹھنڈک ہے یہاں تک کہ اُس کا آنکھ سے اوجھل ہونا ایسا بُرا لگتا ہے جیسے تنکا پڑ جانے سے آنکھیں کھٹکتی ہیں۔ (۶) فخر اپنی کوتاہی کی وجہ سے تیرے مقابلہ میں رُوگرداں ہے اور شرف وبزرگی اس بات سے بری ہے کہ وہ تجھ میں بڑھایا جائے۔ یعنی چونکہ تو فخر اور مجد میں انتہا کو پہنچ چکا ہے اس لئے اب یہ تجھ سے کنارہ کش ہیں۔ (۷) جب تجھ سے سوال کیا جاتا ہے تو اس لئے نہیں کہ تو سائلوں کو تکلیف سوال دینا چاہتا ہے اور جب تو چھپایا جاتا ہے تو تیری بخششیں تیری چغلی کھاتی ہیں۔ (آٹھویں شعر کا ترجمہ آئندہ صفحہ پر دیکھیے)

وَاِذَا مُطِرَتْ فَلَا لِاَنَّكَ مُجْدِبٌ — يُسْقَى الْخَصِيْبُ وَيُمْطَرُ الدَّامَاءُ

لَمْ تَلْقَ هٰذَا الْوَجْهَ شَمْسُ نَهَارِنَا — اِلَّا بِوَجْهٍ لَيْسَ فِيْهِ حَيَاءُ

وَلَكَ الزَّمَانُ مِنَ الزَّمَانِ وَقَايَةٌ

وَلَكَ الْحِمَامُ مِنَ الْحِمَامِ فِدَاءُ

اِس طویل قصیدہ میں کُل ۴۵ شعر ہیں جن میں سے چند میں نے پیش کئے ہیں۔ گو متنبی نے ابوعلی ہارون کی مدح سرائی میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے، لیکن مذکورہ بالا اشعار سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اب اُس کا رنگ شاعری اس وقت سے قطعی مختلف ہے جب وہ شمالی شام میں کسب معاش اور جائے پناہ کی تلاش میں سرگردان تھا اور سُوق کساد میں اپنے اشعار درہم و دینار کے عوض بیچتا پھر رہا تھا۔ بات صرف یہ ہے کہ شمالی شام میں اُس وقت اُخشیدی حکومت کا تختہ اُلٹ جا چکا تھا جس کے ہاتھوں اُسے قید و بند کی سخت تکلیفیں اُٹھانی پڑی تھیں۔ اس بات نے متنبّی کے دل و دماغ کو پھر خوش آیند اُمیدوں اور حوصلہ افزا آرزوؤں سے بھر دیا اور وہ کھویا ہوا اعتماد جو اُس کو فنِ شاعری پر حاصل تھا دوبارہ اُسے واپس مل گیا۔ اِس لیئے اب اُس کے کلام میں پھر وہ زور پیدا ہو گیا جو قید و بند کے بعد شمالی شام میں ہرگز نہ تھا۔

بَدر بن عمّار کے پاس | یہ کہنا مشکل ہے کہ اُبوعلی ہارون اُس وقت بدر بن عمّار اُسدی سے قریب تھا یا دور لیکن یہ بات یقینی ہے کہ متنبی نے کچھ دن اُبوعلی ہارون کے ساتھ گذارے اور پھر غالباً اُسی کے ذریعہ ۳۲۸ھ میں بدر بن عمّار کے دربار میں پہنچ گیا۔ وہاں اس کی خوشی اور

(بقیہ حاشیہ صفحۂ ماسبق) (۸) اور جب تیری تعریف کی جاتی ہے تو اس لئے نہیں کہ تو رتبہ میں بلندی حاصل کرنا چاہتا ہے ... شکر ادا کرنے والوں پر اُس کی تعریف کرنا ضروری ہے۔

۱۵ (۱) اور جب تجھ پر بارش برسائی جاتی ہے تو اس لئے نہیں کہ تو قحط زدہ ہے۔ مرسبز وادیوں اور سمندر پر بھی پانی برسایا جاتا ہے حالانکہ اُن کو بھی تیری طرح اُس کی ضرورت نہیں۔ (۲) ممدوح کے رخِ تاباں کے سامنے ہمارے دن کا سُورج نہیں آتا ہے۔ مگر ایسے چہرے سے جس میں شرم و حیا نہیں ہے۔ (۳) خدا کرے تیرے لئے زمانہ اپنے حوادث پر سپر بن جائے اور موت اپنی ہلاکت پر قربان ہو جائے یعنی زمانہ تیرے ہلاک ہونے سے پہلے ہلاک ہو جائے اور موت تیری موت سے پہلے مر جائے۔ (اعظمی)

Marfat.com

مسرت کی انتہا نہ رہی اور نہ اُس کے فنِ شاعری میں شاعرانہ موشگافیوں کی کوئی حد۔ وہاں اُس کو زندگی کا چین بھی نصیب ہوا اور وہ پُرسکون ماحول بھی جو ایک نکتہ رس اور پُرگو شاعر کے لئے ضروری ہوتا ہے، اس لئے اُس کی فکرِ شعری میں ایک نئی جان پڑ گئی اور چند ہی مہینوں میں اُس کی شاعری ترقی کے اُس بلند مقام پر پہنچ گئی جہاں اس سے پہلے وہ چار پانچ سال میں نہ پہنچ سکی تھی۔ اب اُس کو اپنی ذات پر اعتماد تھا اور اپنے فن پر ناز، اب وہ سمجھتا تھا کہ قائد اور زعیم بنکر نہ سہی، کم از کم اب وہ ایک بلند رتبہ شاعر اور فرماں روا کا باعزت ندیم بن کر زندگی ضرور گذار سکے گا، یہ وہی بدر بن عمار ہے جس کی متنبی خود پہلے اِن اشعار میں ہجو کر چکا تھا۔

فَوَلّٰی بِأَشْیَاعِهِ الْخَرَشَنِیُّ ۔۔۔ کَشَاءٍ أَحَسَّ بِزَأْرِ الْأُسُوْدِ
یُرَوْنَ مِنَ الذُّعْرِ صَوْتَ الرِّیَاحِ ۔۔۔ صَهِیْلَ الْجِیَادِ وَخَفْقَ الْبُنُوْدِ

یہ اُس وقت کی بات ہے جب متنبی جیل میں تھا اور بدر بن عمار کے حریف اسحاق ابن کیغلغ کے رحم و کرم پر تھا۔ جو اُس وقت اخشیدی حکومت کی طرف سے حمص کا حکمران تھا۔ مگر اب جبکہ اخشیدی حکومت کا تختہ اُلٹ چکا ہے، متنبی خوشی سے پھولے نہیں سماتا اور ابن کیغلغ کے حریف بدر بن عمار کی تعریف بغیر کسی تمہید و تشبیب کے والہانہ انداز میں کرتا ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں وہ کہتا ہے:-

أَحُلْمًا نَرَی أَمْ زَمَانًا جَدِیْدًا ۔۔۔ أَمِ الْخَلْقُ فِیْ شَخْصٍ حَيٍّ أُعِیْدَا
تَجَلّٰی لَنَا فَأَضَأْنَا بِهِ ۔۔۔ کَأَنَّا نُجُوْمٌ لَقِیْنَ سُعُوْدًا
رَأَیْنَا بِبَدْرٍ وَآبَائِهِ ۔۔۔ لِبَدْرٍ وَلُوْدًا وَبَدْرًا وَلِیْدَا

لہ (۱) وہ خرشنی (بدر بن عمار) اپنی فوج کے ساتھ ایسا بھاگا جیسے بکری شیر کی آواز محسوس کر کے بھاگے۔ (۲) خوف کی وجہ سے وہ ہوا کی آواز کو گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور جھنڈوں کے حرکت کرنے کی آواز، گمان کرتا تھا۔ (اعظمی)

سلہ (۱) کیا ہم خواب دیکھ رہے ہیں یا زمانہ ہی نیا آگیا ہے کہ تمام مخلوق کی خوبیاں ایک زندہ شخص یعنی بدر بن عمار میں پھر جمع کر دی گئی ہیں۔ (۲) ممدوح کے ہم پر سایہ فگن ہونے کی وجہ سے ہم روشن نصیبہ والے ہو گئے گویا ہم ستارے ہیں جنھوں نے بخت سعد سے ملاقات کی ہے۔ (۳) ہم بدر بن عمار اور اس کے آباؤ اجداد کی وجہ سے ایسے چاند کو دیکھتے ہیں جو والد بھی ہے اور مولود بھی یعنی ایسے چاند دیکھتے ہیں جو چاند پیدا کرتے ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

طَلَبْنَا رِضَاهُ بِتَرْكِ الَّذِي | رَضِينَا لَهُ فَتَرَكْنَا السُّجُودَا
أَمِيرٌ أَمِيرٌ عَلَيْهِ النَّدَى | جَوَادٌ بَخِيلٌ بِأَنْ لَا يَجُودَا
يُحَدَّثُ عَنْ فَضْلِهِ مُكْرَهًا | كَأَنَّ لَهُ مِنْهُ قَلْبًا حَسُودَا
وَيُقْدِمُ إِلَّا عَلَى أَنْ يَفِرَّ
وَيَقْدِرُ إِلَّا عَلَى أَنْ يَزِيدَا

آپ نے دیکھا متنبی، بدر بن عمّار کے زیر سایہ ایسے آرام و چین کی بانسری بجا رہا ہے کہ وہ یہ بھی سمجھ نہیں پاتا کہ وہ خواب دیکھ رہا ہے یا زمانہ نئے سرے سے پھر لوٹ آیا ہے۔ گویا بدر بن عمّار کی ذات میں خدا نے جملہ صفات جمع کر دی ہیں، وہ وفورِ عقیدت و مسرّت میں چاہتا ہے کہ اُس کے سامنے سر بسجود ہو جائے۔ مگر بدر چونکہ خود یہ پسند نہیں کرتا کہ خدا کی ذات کے علاوہ کسی کی پرستش کی جائے اس لئے وہ اِس سے باز رہتا ہے۔

پھر وہ ممدوح کے صفات بتاتا ہے کہ وہ فطرتاً سخی ہے، بخیل نہیں، قابلِ رشک ہے، بڑا جری اور بلند ہمت ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن چونکہ وہ فضیلت اور کمال کے انتہائی رُتبہ پر پہنچ چکا ہے اس لئے اب اُس میں مزید اضافہ نہیں کر سکتا۔

اِس کے علاوہ اور بھی کئی قصیدوں میں متنبی نے بدر بن عمّار کی دل کھول کر مدح سرائی کی ہے اور بڑے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ اس کی شان میں جو قصیدے اُس نے کہے ہیں، اُن میں سب

---

۵۱ (۱) ہم نے اس کی خوشی حاصل کی اس چیز کو چھوڑ کر جو ہم نے اُس کے لئے پسند کی تھی اس لئے ہم نے اُس کو سجدہ کرنا چھوڑ دیا۔ (۲) وہ ایسا امیر ہے جس پر سخاوت حکومت کرتی ہے، وہ ایسا سخی ہے جو اس بات میں بخیل ہے کہ سخاوت نہ کرے۔ (۳) اُس کے سامنے اُس کے فضائل کا ذکر اُس کی مرضی کے خلاف کیا جاتا ہے، گویا وہ فضائل و محاسن پر ایک حاسد جیسا دل رکھتا ہے۔ (۴) وہ ہر بڑے کام پر پیش قدمی کرتا ہے مگر بھاگ نہیں سکتا۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے مگر وہ اپنی قدر و منزلت بڑھا نہیں سکتا اس لئے کہ وہ انتہائی حد کو پہنچی ہوئی ہے۔

۵۲ اِس مفہوم کو سب سے پہلے ابو نُواس نے ادا کیا ہے اور بہت ہی بلیغ انداز میں۔ وہ کہتا ہے:

لَيْسَ عَلَى اللهِ بِمُسْتَنْكَرٍ
أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

خدا کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہیں کہ وہ تمام دنیا کی خوبیاں ایک ہی شخص میں جمع کر دے۔

(اعظمی)

سے زیادہ زوردار قصیدہ لامیہ ہے، جس میں اُس نے ایک خونخوار شیر سے اُس کی معرکہ آرائی کا حال نظم کیا ہے، اور اُس کی شیر افگنی کی کیفیت بڑے بلیغ انداز میں بیان کی ہے۔ اِس قصیدہ میں حد سے بڑھی ہوئی خوشامد اور ضرورت سے زیادہ مُبالغہ آرائی اگر نہ ہوتی تو یقیناً یہ اس قابل تھا کہ اس کو متنبی کے "سَرِدَائع" میں سمجھا جاتا۔ مگر یاوہ گوئی کی اُس نے حد کردی، وہ بدر بن عمار کو مخاطب کرکے کہتا ہے: "اگر تیری خدا شناسی لوگوں میں تقسیم ہو جاتی تو خدا کسی رسول کو نہ بھیجتا اور اگر تیرا کلام سب لوگوں میں پایا جاتا تو معاذ اللہ خدا قرآن، توریت اور انجیل کو نازل نہ فرماتا"۔ وہ کہتا ہے:-

أَوْ كَانَ عِلْمُكَ بِالإِلٰهِ مُقَسَّمًا   فِي النَّاسِ مَا بَعَثَ الإِلٰهُ رَسُوْلَا
لَوْ كَانَ لَفْظُكَ فِيهِمْ مَا أَنْزَلَ   الْقُرْآنَ وَالتَّوْرَاةَ وَالإِنْجِيلَا

متنبی کی اس غیر معمولی شاعرانہ قابلیت نے بدر کو اس کا گرویدہ بنا دیا، اور چند ہی مہینوں میں وہ جلوت و خلوت میں اُس کا مقرب بن گیا، یہ بات اُس کے دوسرے درباریوں کے لئے بڑی رشک و حسد کی باعث ہوگئی۔ اُس کے خلاف سازشیں ہونے لگیں۔ رفتہ رفتہ اِن باتوں کا علم اُس کو بھی ہوگیا۔ اور اُس نے سمجھ لیا کہ شاید اب وہ زیادہ دن تک بدر کے پاس نہ ٹھہر سکے گا۔ چنانچہ ایک دوسرے قصیدہ میں وہ اپنے دلی حُزن و ملال کا اظہار اِن اشعار میں کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:-

كَأَنَّ الْحُزْنَ مَشْغُوْفٌ بِقَلْبِي   فَسَاعَةَ هَجْرِهَا يَجِدُ الْوِصَالَا
كَذَا الدُّنْيَا عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلِي   صُرُوْفٌ لَمْ يُدِمْنَ عَلَيْهِ حَالَا
أَشَدُّ الْغَمِّ عِنْدِي فِي سُرُوْرٍ   تَيَقَّنَ عَنْهُ صَاحِبُهُ انْتِقَالَا
أَلِفْتُ تَرَحُّلِي وَجَعَلْتُ أَرْضِي   قُتُوْدِي وَالْغُرَيْرِيَّ الْجُلَالَا

لہ (۱) گویا حُزن و ملال میرے دل پر عاشق ہے، محبوبہ کی جدائی کے وقت اُس کا دل سے وصال ہوتا ہے۔ یعنی محبوبہ کے فراق میں میرا دل ہمیشہ رنجیدہ اور غم زدہ رہتا ہے۔ (۲) مجھ سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں اُن کے ساتھ بھی دنیا کا یہی دستور رہا ہے۔ یہ وہ حوادثات ہیں جو ایک حال پر نہیں رہتے، ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ (۳) میرے نزدیک بڑا غم اُس خوشی کا ہے جس کے زائل ہونے کا صاحب سرور کو یقین ہو یعنی ایسی خوشی سے کیا فائدہ جو چند روز میں جاتی رہے (۴) میں اپنے کوچ سے مانوس ہوگیا ہوں اور میں نے اپنی قیامگاہ پالان کی لکڑی اور عظیم الجثہ شتر کو بنا لیا ہے۔

Marfat.com

فَمَا حَاوَلْتُ فِي أَرْضٍ مُقَامًا وَلَا أَزْمَعْتُ عَنْ أَرْضٍ زَوَالَا

عَلَى قَلَقٍ كَأَنَّ الرِّيحَ تَحْتِي

أُوَجِّهُهَا جَنُوبًا أَوْ شَمَالَا

کچھ روز کے بعد بدر بن عمّار کے حدودِ امارت میں کچھ اور سواحل شام کا اضافہ ہوا، جب وہ ان پر تسلط جمانے کے لئے جانے لگا تو متنبی بعض وجوہ کی بنا پر اُس کے ساتھ نہ جا سکا۔ دشمنوں کو موقع مل گیا، اُنھوں نے بدر کے خوب کان بھرے، جس سے وہ بہت متاثر ہوا۔

متنبی کو معلوم ہوا تو بڑا پریشان ہوا۔ جب بدر طبریّہ لوٹا تو اُس نے معذرت کرتے ہوئے بدر کی خدمت میں ایک طویل قصیدہ پیش کیا، جس کے چند شعر درج ذیل ہیں۔ وہ کہتا ہے:۔

فَطَنَ الْفُؤَادُ لِمَا أَتَيْتُ إِلَى النَّوَى وَلِمَا تَرَكْتُ مَخَافَةً أَنْ تَفْطَنَا

أَضْحَى فِرَاقُكَ لِي عَلَيْهِ عُقُوبَةً لَيْسَ الَّذِي قَاسَيْتُ مِنْهُ هَيِّنَا

فَاغْفِرْ فِدًى لَكَ وَاحْبُنِي مِنْ بَعْدِهَا لِتَخُصَّنِي بِعَطِيَّةٍ مِنْهَا أَنَا

وَانْهَ الْمُشِيرَ عَلَيْكَ فِيَّ بِضِلَّةٍ فَالْحُرُّ مُمْتَحَنٌ بِأَوْلَادِ الزِّنَا

وَمَكَايِدُ السُّفَهَاءِ وَاقِعَةٌ بِهِمْ وَعَدَاوَةُ الشُّعَرَاءِ بِئْسَ الْمُقْتَنَى

۵۱ (۱) نہ میں نے کسی سرزمین اور ملک کو اپنی قیام گاہ بنایا ہے نہ کسی جگہ کو چھوڑنے کا ارادہ کیا ہے۔ بس رات دن سفر ہی سفر کا ارادہ ہے۔ (۲) میں اضطراب و بےچینی میں کہیں بھی نہیں ٹھہرتا ہوں، گویا میں ہوا کی پیٹھ پر سوار ہوں۔ کبھی میں اس کو جنوب کی طرف اور کبھی شمال کی طرف چلاتا رہتا ہوں۔ (اعظمی)

۵۲ میں نے تجھ سے اِس سفر میں جدا رہ کر جو غلطی کی ہے، اُس کو میرا دل اچھی طرح سمجھ گیا ہے اور تیرے ساتھ نہ جا کر جس خدمت کو میں نے چھوڑ دیا ہے اس خوف سے کہ تو اس کو سمجھ جائے اس سے بھی میں غافل نہیں ہوں۔ (۲) تیری جدائی میری غلطی کی وجہ سے میرے لئے عذاب ہو گئی۔ حالانکہ تیرے فراق کی وجہ سے جو تکلیفیں میں نے اُٹھائیں وہ کچھ آسان نہ تھیں۔ (۳) میں تجھ پر قربان ہو جاؤں، تو میری غلطی معاف کر دے اور اس کے بعد بھی مجھ پر انعام کر تاکہ تو مجھ کو ایسی بخششوں سے مخصوص کرے جس میں سے خود میری ذات بھی ہے (۴) اور جو شخص میرے بارے میں تجھ کو غلط مشورہ دیتا ہے اُس کو منع کر۔ شریف آدمی اولاد زنا سے آزمائے جاتے ہیں، یعنی چغل خوروں کی باتیں مت سُن، یہ ہمیشہ شریف آدمی کے دشمن ہوتے ہیں۔ اور کمینے لوگوں کے فریب اُلٹ کر اُنھیں پر پڑتے ہیں، اور شعراء کی عداوت بُرا ذخیرہ ہے۔ اس لئے کہ وہ ہجو کہہ کر ساری دنیا میں بدنام کر دیتے ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

غَضَبُ الحَسُوْدِ إِذَا لَقِيْتُكَ رَاضِيًا[1]
رُزْءٌ اَخَفُّ عَلَيَّ مِنْ أَنْ يُوْزَنَا

بات آئی گئی ہوئی، بظاہر بدر پھر خوش نظر آنے لگا۔ لیکن متنبی ایک بر خود غلط انسان تھا۔ وہ ہر وقت اپنی بڑائی جتاتا رہتا تھا، اور بغیر سوچے سمجھے جو منہ میں آتا بک جاتا تھا۔ پھر اُس کو اِس سے پہلے نہ کبھی شاہی محلوں میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا نہ وہ اب تک آدابِ مُنادمت سے سے اچھی طرح واقف تھا۔ شراب وکباب سے طبعًا وہ کراہت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ برسرِ دربار اُسے شراب کا جام پیش کیا گیا، پہلے تو اُس نے پینے سے انکار کیا پھر جبراً قہراً پی گیا۔ لیکن صبح جب پھر دربار میں شراب پیش کی گئی تو اُس نے رندِ مشرب اُمراء کے آدابِ مجلس کا لحاظ کئے بغیر برجستہ کہا:۔

وَجَدْتُ المُدَامَةَ غَلَّابَةً[2] ... تُهَيِّجُ لِلْقَلْبِ أَشْوَاقَهُ
تُسِئُ مِنَ المَرْءِ تَادِيْبَهُ ... وَلٰكِنْ يُحَسِّنُ أَخْلَاقَهُ
وَأَنْفَسُ مَا لِلْفَتٰى لُبُّهُ ... وَذُو اللُّبِّ يَكْرَهُ إِنْفَاقَهُ
وَقَدْ مُتُّ أَمْسِ بِهَا مَوْتَةً
وَلَا يَشْتَهِي المَوْتَ مَنْ ذَاقَهُ

آدابِ شاہی کے خلاف متنبی کی اس حرکت سے بدر بن عمار برہم ہوگیا۔ اُس کے حاشیہ برداروں میں "ابن کَرَّوس الأعور" وغیرہ مخصوص ہم نوالہ وہم پیالہ مصاحبین نے اُس کے کان پہلے ہی سے بھر رکھے تھے متنبی سمجھ گیا کہ اب یہاں خیر نہیں۔ آخر کار راہِ فرار اختیار کرکے اُسے پھر اضطراب وبے چینی کی زندگی پر قناعت کرنی پڑی جس سے وہ بدر بن عمار کے پاس آکر سمجھا تھا کہ شاید

[1] جب میں تجھ سے خوشی خوشی ملتا ہوں تو حاسدوں کا غصہ اُس پر ایک مصیبت ہوتا ہے جس کا میرے نزدیک کوئی وزن نہیں جس کا کچھ خیال کیا جائے۔ (اعظمی)

[2] (۱) میں نے شراب کو عقل پر غالب ہونے والی چیز پایا، وہ دل کے شوقوں کو برانگیختہ کرتی ہے۔ یعنی خواہشاتِ نفسانی کو اُبھارتی ہے۔ (۲) وہ انسان کے قول وفعل میں اُسکی تہذیب کو بگاڑ دیتی ہے لیکن وہ سخاوت وشجاعت جیسے اخلاق کو بہتر بنا دیتی ہے۔ (۳) نوجوان کی تمام چیزوں میں نفیس ترین چیز اُسکی عقل ہے، عقلمند اس کو ضائع کرنا اور کھودینا بُرا سمجھتا ہے۔ (۴) میں تو کل اُسکی وجہ سے مرچکا ہوں اور جو شخص موت کا مزہ چکھ لے وہ پھر اس کا خواہشمند نہیں ہوتا۔ (اعظمی)

Marfat.com

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات مل گئی ہے۔

اُبوالعَشَائِرؔ کے پاس | ۳۲۸ھ میں بدر بن عمار کے پاس چند مہینے گذارنے کے بعد متنبی دل برداشتہ وہاں سے چل پڑا اور دل شکستہ شمالی شام میں اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ اور مختلف لوگوں کی تعریف میں قصائد کہتا پھرا، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں: (۱) آل اسحاق التنوخی، (۲) یحیی البحتری کے دونوں بیٹے، (۳) عبداللہ بن خلکان، (۴) شجاع الطائی، (۵) مُسَاوِر الرُّومی، (۶) مُغیث العجلی، (۷) علی بن محمد التمیمی، (۸) اُمیر محمد بن طُغج ان کے علاوہ تقریباً ۲۵ ممدوحین اور ہیں جن کی شان میں متنبی نے ایک ایک قصیدہ پیش کیا یہ سب اُس کے دیوان کا تقریباً ایک ثلث ہے۔ ابھی اُس کے آنسو خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ زمانہ نے پھر ایک کروٹ لی، یعنی بدر بن عمّار کا آقا، ولی نعمت اُبوبکر محمد بن رائق[۵۱]، سیف الدولہ کے ہاتھوں قتل کردیا گیا۔ یہ سیف الدولہ کا ترقی کی طرف پہلا قدم تھا۔

---

۵۱ ابن رائق:- خلیفہ معتصم کے زمانہ میں جب اُمور خلافت میں عجمیوں کا زیادہ عمل و دخل بڑھا، خلافت عباسیہ کا آفتاب ڈھلنا شروع ہوگیا اور سلطنت کا شیرازہ بالکل بکھر گیا، عمال حکومت نے مرکز خلافت کو اپنے مقبوضہ صوبوں کے خراج سے محروم کردیا۔ خلافت عباسیہ کے اقتدار پر یہ آخری ضرب تھی جس کے بعد وزارت نے انتظام ملک سے اپنی معذوری کا اظہار کیا۔ خلیفہ راضی باللہ نے فوراً اُبوبکر محمد بن رائق کو جو واسط کا گورنر تھا اس شرط پر عنان وزارت اور سپہ سالاری افواج سپرد کی کہ وہ تمام مالی بدانتظامیوں کو درست کردے، اُس کو اُمیر الاُمراء کے ایک نئے عہدہ پر فائق کیا جس کے قبضہ میں تمام شاہی حقوق پہنچ گئے، خلیفہ کی شان محض رسمی اور دینی باقی رہ گئی، یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ سکّوں پر اب بھی خلیفہ ہی کا نام کھدا ہوتا اور بس۔

اس انقلاب نے خلافت کو سیاست سے بالکل الگ کردیا اور خلیفہ سیاست ملکی سے قطعی بے تعلق ہوگیا۔ تمام معاملات ملکی اُمیر الاُمراء کے ہاتھ میں آگئے حتیٰ کہ خطبہ میں بھی اُمیر الاُمراء خلیفہ کا شریک و سہیم بن گیا۔ عہد عباسیہ میں ابن رائق پہلا شخص تھا جو اُمیر الاُمراء کے لقب سے ملقب ہوا۔

ابن رائق جس وقت بحیثیت اُمیر الاُمراء دارالخلافت بغداد آیا۔ سلطنت عباسیہ کا شیرازہ بالکل منتشر ہوچکا تھا۔ بغداد اور اُس کے چند ملحقہ صوبوں کے علاوہ باقی تمام صوبے خلیفہ کے عملی اقتدار سے آزاد ہوچکے تھے۔ بصرہ ابن رائق کے زیر نگیں تھا۔ خوزستان اُبو علی محمد بن الیاس کے قبضہ میں تھا۔ رے اور اصفہان پر رکن الدولہ قابض تھا موصل، دیار بکر و ربیعہ پر بنو حمدان کی حکومت تھی، مصر و شام پر اخشید محمد بن طغج کا پرچم لہرا رہا تھا۔ افریقہ میں قائم علوی برسر اقتدار تھا، اندلس ناصر علوی کے ماتحت تھا۔ خراسان اور ماوراء النہر پر نصر سامانی مسلط تھا۔ طبرستان و جرجان پر دیلمی حکومت ضیا گستر تھی۔ بحرین و عمان اُبو طاہر قرمطی کے زیر اثر تھے۔ خلیفہ کی ساری حکمرانی صرف بغداد اور اس کے چند ملحقہ صوبوں تک محدود تھی، لیکن ابن رائق کے اُمیر الاُمراء ہونے کے بعد یہ بھی چھن گئی۔ اُمیر الاُمراء بننے کے بعد ابن رائق کو مختلف اُمراء سے مقابلہ کرنا پڑا، بالآخر ۳۳۰ھ میں وہ بھاگ کر امداد حاصل کرنے

وہ بڑھا اور بڑھکر اُس نے تقریبًا سارے شام پر اپنا تسلّط جمالیا۔ پھر اُس کے اور کافور اخشیدی کے درمیان خونریز معرکہ آرائیاں ہونے لگیں۔ اِس عرصہ میں متنبّی رملہ، طرابلس اور دمشق وغیرہ مختلف مقامات میں اُمرا اور اہلِ ثروت کی مدح سرائیاں کرکے پیٹ پالتا رہا۔ وہ سیاسی حالات کا بغور مطالعہ کرتا رہا، جب اُس نے دیکھا کہ اُبو العشائرؔ کے انطاکیہ میں قدم جم چکے ہیں، تو وہ بڑی سُرعت کے ساتھ ابو العشائر کے پاس جا پہنچا۔

اب وہ ایک منجھا ہوا پختہ کلام شاعر بن چکا تھا۔ اُبو العشائر کی مدح میں بھی اُس نے کئی قصیدے کہے جن میں سب سے زیادہ مشہور قصیدہ لامیہ ہے، جس کے چند شعر درج ذیل ہیں۔ وہ کہتا ہے:۔

مَالِیَ لَا أَمْدَحُ الْحُسَيْنَ وَلَا ۔۔۔ أَبْذُلُ مِثْلَ الْوُدِّ الَّذِی بَذَلَه
أَأَخْفَتِ الْعَيْنُ عِنْدَهُ أَثَرًا ۔۔۔ أَمْ بَلَغَ الْكَيْذُبَانُ مَا أَمَلَه
قَدْ هَذَّبَتْ فَهْمَهُ الْفَقَاهَةُ لِی ۔۔۔ وَهَذَّبَتْ شِعْرِیَ الْفَصَاحَةُ لَه
فَصِرْتُ كَالسَّيْفِ حَامِدًا يَدَهُ
لَا يَحْمَدُ السَّيْفُ كُلَّ مَنْ حَمَلَه

اُبو العشائر کی تعریف میں متنبّی نے دوسرے قصیدہ بھی اُسی دلی جوش و خروش کے ساتھ کہے ہیں جس ولولہ اور جذبے سے اُس نے بدر بن عمّار اور علی بن ابراہیم التنوخی کی شان میں کہے تھے۔ دیکھئے وہ ایک اور قصیدہ میں اُبو العشائر کی کس بلیغ انداز میں تعریف کرتا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے لئے سیف الدولہ کے بھائی ناصر الدولہ کے پاس پہنچا جو اس وقت موصل کا فرماں روا تھا۔ پہلے تو ناصر الدولہ نے اُس کا پُرجوش استقبال کیا لیکن واپسی پر سیف الدولہ کے ہاتھوں اُسے قتل کرادیا۔ (الفخری ص۲۳-۲۳۵)

(۱) مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں ابو العشائر حُسین بن علی کی تعریف نہیں کرتا اور اُس سے ویسی ہی محبت کا برتاؤ نہیں کرتا جیسی اُس نے مجھ سے کی ہے۔ (۲) کیا اُس کی آنکھ نے میری خدمات کا کوئی اثر اس سے چھپا دیا ہے یا جھوٹا چغل خور اپنی مراد کو پہنچ گیا؟ یعنی ایسا نہیں ہے نہ اُس کی آنکھوں سے میری خدمات پوشیدہ ہیں نہ چغل خوری کی باتوں کا اُس پر کچھ اثر ہے۔ (۳) اُس کی سوجھ بوجھ نے میرے بارے میں اُس کے فہم کو معقول بنادیا ہے اور میری فصاحت نے میرے شعر کو اُس کے لئے بلیغ کردیا ہے۔ (۴) میں اُس کے دست و بازو کی ایسی ہی تعریف کرتا ہوں جیسی خود تلوار اُس کی مداح ہے۔ حالانکہ تلوار ہر اُس شخص کی تعریف نہیں کرتی جو اس کو اٹھالے۔

وہ کہتا ہے :-

اَلنَّاسُ مَا لَمْ يَرَوْكَ أَشْبَاهُ ۔۔۔ وَالدَّهْرُ لَفْظٌ وَأَنْتَ مَعْنَاهُ
وَالْجُوْدُ عَيْنٌ وَأَنْتَ نَاظِرُهَا ۔۔۔ وَالْبَأْسُ بَاعٌ وَأَنْتَ يُمْنَاهُ
أَفْدِي الَّذِيْ كُلُّ مَأْزِقٍ حَرِجٍ ۔۔۔ أَغْبَرَ فُرْسَانُهُ تَحَامَاهُ
سُبْحَانَ مَنْ خَارَ لِلْكَوَاكِبِ بِالْـ ۔۔۔ بُعْدِ وَلَوْ نُلْنَ كُنَّ جَدْوَاهُ

لَوْ كَانَ ضَوْءُ الشُّمُوْسِ فِيْ يَدِهِ
لَضَاعَهُ جُوْدُهُ وَأَفْنَاهُ

ایک دوسرے قصیدہ کے چند شعر اور ملاحظہ ہوں جس میں متنبی کہتا ہے کہ "لوگوں نے ابو العشائر کو اس بات پر ملامت کی کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے سونا اور چاندی اس قدر زیادہ کیوں بخشتا ہے - اور یہ بات ایسی ہی ہے کہ کسی سے کہا جاوے کہ تم سخی کیوں پیدا کئے گئے؟ حالانکہ مخلوق کا پیدا کرنے والا ہی اخلاق کا بھی خالق ہوتا ہے - سورج گو آسمان پر ہے لیکن اُس کی دُوری اُس کو آنکھوں سے پوشیدہ نہیں رکھتی - اسی طرح ممدوح ہر جگہ اور ہر شخص کے لئے درخشاں اور تاباں ہے" وہ کہتا ہے :-

لَامَ أُنَاسٌ أَبَا الْعَشَائِرِ فِيْ ۔۔۔ جُوْدِ يَدَيْهِ بِالْعَيْنِ وَالْوَرِقِ
وَإِنَّمَا قِيْلَ لِمْ خُلِقْتَ كَذَا ۔۔۔ وَخَالِقُ الْخَلْقِ خَالِقُ الْخُلُقِ

اَلشَّمْسُ قَدْ حَلَّتِ السَّمَاءَ وَمَا
يَحْجُبُهَا بُعْدُهَا عَنِ الْحَدَقِ

لہ (۱) لوگ جبتک تجھکو نہ دیکھیں ایک جیسے ہیں لیکن تجھے دیکھنے کے بعد انہیں معلوم ہو جائیگا کہ سب ایک جیسے نہیں ہیں بلکہ تو بے نظیر ہے؛ دہر ایک لفظ ہے اور تو اسکے معنی ہے یعنی جیسے لفظ بغیر معنے کے بیکار ہے ایسے ہی تیرے بغیر زمانہ بیکار ہے - (۲) جود و سخاوت بمنزلہ آنکھ کے ہے اور تو اُس سے دیکھنے والا یعنی نورِ چشم ہے - اور بہادری اور دبدبہ بمنزلہ ہاتھ کے ہے اور تو اُس کا دست راست ہے یعنی تو سب سے زیادہ طاقتور ہے - (۳) میں اُس بہادر پر قربان ہو جاؤں جس سے ہر تنگ اور غبار آلود میدان میں جنگ کرنیوالے شہسوار بچتے ہیں یعنی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے - (۴) پاک ہے وہ ذات جس نے ممدوح سے ستارے نکو دُور رکھنا پسند فرمایا - اگر وہ قریب ہوتے تو وہ بھی اس کے عطایا میں سے ہوتے، یعنی ممدوح اُن کو بھی بخش دیتا (۵) اگر آفتاب کی روشنی اُسکے ہاتھ میں ہوتی تو ممدوح کی بخشش اُس کو منتشر کر دیتی اور فنا کر دیتی - (اعظمی)

Marfat.com

جمادی الاُولیٰ ۳۳۷ھ میں سیف الدولہ اپنے ابنِ عم اُبوالعَشَائِرؒ کے پاس انطاکیہ آیا، متنبی بھی اُس سے مِلا اور اُس کی شان میں تین قصیدے پیش کئے، پہلا اُس وقت جب سیف الدولہ وہاں پہنچا تھا، دوسرے دو اُس وقت جب وہ وہاں سے رخصت ہونے لگا۔ سیف الدولہ کو یہ قصائد بہت پسند آئے، اور واپسی کے وقت اُس کو اپنے ساتھ حَلب لے گیا۔

Marfat.com

سَیفُ الدّوْلہ

اور

شاہانِ بنو حَمدان

اُبوالحسن علی بن عبداللہ بن حَمدان العَدَوی جو سیف الدولہ کے لقب سے مشہور ہے، حلب کا بادشاہ تھا، شروع میں واسط پر حکومت کرتا تھا، ۳۳۳ھ میں اُس نے شمالی شام میں اُلی پوُ (ALEPPO) "حلب" کا علاقہ اُخشیدی حکومت سے چھین لیا اور رومیوں کے خلاف جنگوں میں کافی شہرت پیدا کی۔ اُس کی ولادت ۳۰۳ھ میں ہوئی جو متنبی کا بھی سنہ پیدائش ہے۔ وفات متنبی کے قتل کے دو سال بعد ۳۵۶ھ میں حلب میں ہوئی۔ دفن وصیّت کے مطابق اپنی والدہ کی قبر کے پاس میّا فارقین میں کیا گیا۔

سیفُ الدولہ، حمدانی خاندان کا چشم و چراغ تھا، جو عرب کے مشہور قبیلہ بنی تغلب سے تعلّق رکھتا ہے۔ حمدانی شیعہ تھے جو موصل کے قریب آباد ہو گئے تھے۔ سیف الدولہ کے جدّ امجد حَمدان بن حمدون "رؤسا بنی تغلب میں سے ایک سردار تھا، جس کے نام سے "حمدانی" قبیلہ منسوب ہے۔ اُس[1] نے ۲۶۰ھ میں سیاسی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور ۲۷۴ھ میں قلعہ ماردین (Mardin) پر اُس نے قبضہ کر لیا۔ ۲۸۱ھ میں خلیفہ معتضد باللہ نے وہاں سے نکال باہر کیا۔ لیکن پھر خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں اُس کے بیٹوں نے خوارج کی جنگ میں خلیفہ کا ساتھ دے کر نمایاں خدمات انجام دیں، جس سے خوش ہو کر خلیفہ نے ۲۹۲ھ میں اُبوالہیجاَ عبداللہ

[1] دیکھو محمڈن ڈائنسٹیز۔ "Muhammadan Dynasties" مصنفہ اسٹینلے لین پول" (S. Lane Poal) باب شاہان بنو حمدان۔ (اعظمی)

بن حمدان کو موصل اور اُس کے مقبوضات کا گورنر بنا دیا۔ اُس وقت سے حمدانیوں کی طاقت میں کافی اضافہ ہوتا گیا۔ ۳۰۷ھ میں ابراہیم بن حمدان کو دِیارُ الرّبیعہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اُس کے بعد ۳۰۹ھ میں داؤد بن حمدان، اُس کا جانشین اور گورنر مقرر ہوا۔ ۳۱۲ھ میں ابوالعلاء سعید بن حمدان کو نہاوند کا گورنر بنایا گیا۔

دولتِ عباسیہ میں ابوالہیجاء کو بڑا عمل و دخل تھا۔ اُس کے بعد اُس کا بڑا بیٹا حسن بن ابی الہیجاء ۳۱۷ھ میں موصل کا والی مقرر ہوا، وہ اور اُس کا بھائی علی بن ابی الہیجاء خلافت کی تائید میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ اس لئے خلیفہ متقی باللہ نے حسن کو "ناصر الدولہ" اور علی کو "سیف الدولہ" کے معزز خطابات سے سرفراز کیا اور دولتِ عباسیہ کے پہلے امیر الاُمراء محمد بن رائق کے قتل کے بعد ناصر الدولہ کو امیر الاُمراء کے عہدہ پر مامور کیا۔ ایک سال سے کچھ زیادہ وہ اِس منصب پر فائز رہا۔ اُس کے بعد وہ پھر موصل واپس چلا آیا، موصل دیارِ ربیعہ اور مُضر پر اُس کی اور اُس کی اولاد کی ۳۸۰ھ تک حکومت رہی۔

سیف الدولہ نے ۳۳۳ھ میں حلب پر قبضہ کیا تھا، پھر "محمد بن طُغج اخشید" کی وفات کے بعد اُس نے دمشق اور رملہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ لیکن پھر اِس بات پر صلح ہوگئی کہ "حلب" سیف الدولہ کے پاس اور "دمشق" اخشیدی حکومت کے قبضہ میں رہے۔ ۳۳۳ھ سے ۳۹۴ھ تک حلب کا صوبہ، سیف الدولہ اور اُس کی اولاد ہی کے زیرِ نگیں رہا۔ اس میں ۳۳۳ھ سے ۳۵۶ھ (۹۴۴ء سے ۹۶۷ء) تک سیف الدولہ کا دورِ حکومت تھا۔

اِن دونوں بھائیوں کی وفات کے بعد اس خاندان کی طاقت میں روز بروز زوال آتا گیا، یہاں تک کہ ۳۹۴ھ میں فاطمی خلفاء نے سیف الدولہ کے پوتوں کی مملکت کو ملکِ شام میں مُنضم کر دیا۔

ملوکِ بنو حمدان، حُسن و خوب روئی، فصاحت و بلاغت اور شجاعت و سخاوت میں مشہور تھے ان میں سیف الدولہ اپنے مرتبہ اور جلالتِ شان کے اعتبار سے شاہانِ بنو حمدان کا سردار مانا جاتا ہے۔ اُس نے بڑی ہوشمندی اور تدبّر سے اپنی جاہل و سرکش رعایا کی اصلاح کی۔ غزواتِ روم میں جو چالیس خوں ریز معرکہ آرائیوں پر مشتمل ہے۔ اُس نے ایک "مجاہدِ اعظم" کی حیثیت سے بڑا نام پیدا کیا۔ اُس زمانہ میں اگرچہ مسلمان اُمراء میں باہمی سخت کشیدگی پھیلی ہوئی

تھی، بنو حمدان کا حلب اور موصل پر قبضہ تھا۔ اخشیدی اُمراء مصر و شام اور حجاز پر قابض تھے۔ بنو بویہ بغداد، شیراز اور اصفہان پر تسلط جمائے ہوئے تھے۔ ان اُمراء کے آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے بڑی طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ پھر بھی سیف الدولہ نے جس بہادری و جاں بازی سے مغرور و قہّار رومی افواج کا مقابلہ کیا اور جس دینی حمیّت و عقیدت سے اسلامی حدودِ سلطنت کا تحفظ کیا، اُس کی تاریخ اسلام میں مثال نہیں ملتی۔

سیف الدولہ کے درباری شعراء | سیف الدولہ، علماءُ اُدباء، شعراء اور انشا پردازوں کے مربّی ہونے کی حیثیت سے شاہانِ اسلام میں ایک امتیازی شان کا مالک تھا، کہا جاتا ہے کہ خلفاء اسلام کے بعد اتنے اہلِ علم اور اہلِ قلم کسی بادشاہ یا امیر کے دربار میں جمع نہیں ہوئے، جتنے سیف الدّولہ کے شاہی اَیوان میں جمع تھے، جس کی وجہ سے اُس کا نام آسمانِ ادب پر ایک روشن ستارہ کی طرح جگمگا اُٹھا۔ وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاھِبُ۔

ملکِ[۵۱] شام کے شعراء زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں عہد میں شعراء عراق سے کہیں زیادہ فصیح اور بلیغ گذرے ہیں۔ متقدمین کو چھوڑیئے محدّثین اور مولّدین میں دیکھیے، عتّابی، منصورُالنمری، اُشجعُ السّلمی، محمد بن زرعہ الدمشقی، ربیعہ الرّقی، المعوج الرّقی، المریمی، العباسُ المصیصی، الصّنوبری، ابوالفتح کشاجم، اور ابوالمعتصم الأنطاکی وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں ابوتمام حبیب بن اَوس الطائی اور ابوعُبادۃ الولید بن عبداللہ البُحتری بھی اسی خطۂ پاک کی پیداوار ہیں جن پر صناعتِ شعری کو بجا طور پر فخر ہے۔

شاہانِ بنو حمدان عموماً شعر و شاعری سے دلچسپی رکھتے تھے، سیف الدولہ بھی بذاتِ خود ایک بلند پایہ شاعر اور نکتہ رس ادیب تھا، وہ صنعتِ شعری کو پرکھنے میں بڑی مہارت رکھتا تھا، وہ سخن فہم و سخن سنج ہی نہیں تھا، بلکہ اُس سے محبت بھی رکھتا تھا۔ اچھے شعر اور نادرادب پاروں پر جان دیتا تھا اُن کی قدردانی اور حوصلہ افزائی میں فیاضی اور دریا دلی سے کام لیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کا دربار جلیل القدر علماءُ فضلاء، قادرالکلام اور برجستہ گو شعراء کا ملجا و ماویٰ بنا ہوا تھا، جن میں سے چند مشہور اساتذہ کے نام درجِ ذیل ہیں:۔

---

[۵۱] یتیمۃ الدہر جلد اول ص ۱۷ - ۱۲ منہ

Marfat.com

اُبو فراس الحارث بن سعید بن حمدان، اُبو العباس احمد بن محمد النامی، اُبو الحسین الناشی، اُبو القاسم الزاہی، اُبو الفرج عبد الواحد الببغا، اُبو عبد اللہ الخلیع الشامی، الوأوا الدمشقی، اُبو طالب الرُّقی، اُبو اسحاق ابراہیم بن ہلال الصابی، السری الرفاء، ابو بکر و اُبو عثمان الخالدیان، اُبو الفتح کشاجم، اُبو نصر بن نباتہ، اُبو العباس الصفری، ابن دینار، اُبو حصین الرُّقی، اُبو القاسم الشیظمی اور خود سیف الدولہ کا اُستاد اُبو ذر۔

شعراء کے علاوہ جید علماء اُدباء کا بھی ایک بڑا طبقہ سیف الدولہ کے گرد جمع تھا۔ جن میں عبد اللہ بن خالویہ، اُبو علی الفارسی، اُبو الطیب اللغوی، القاضی التنوخی، الشمشاطی، ابن نصر البازیار، الفیاض اور اُبو الفرج الاصفہانی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

آخر الذکر اُبو الفرج الأصفہانی نے جب اپنی مشہور کتاب "الأغانی" سیف الدولہ کی خدمت میں پیش کی تو اُس نے ایک ہزار دینار بطور انعام اُس کو عطا فرمائے۔

یہ وہ شعراء و اُدباء ہیں جو سیف الدولہ کے دربار سے خاص طور پر منسلک تھے اور متنبی کے یہاں پہنچنے سے پہلے اُن کے کلام کی بڑی دھوم مچی ہوئی تھی۔ لیکن متنبی کے پہنچنے کے بعد ان سب کی شاعری پر اوس پڑ گئی اور سیف الدولہ کی نظروں میں کسی کی بھی وہ عزت اور منزلت نہیں رہی جو متنبی کی تھی۔ صرف اُبو فراس ایک ایسا شاعر ضرور تھا جس پر متنبی کی شاعری اثر انداز نہ ہوسکی۔ وہ سیف الدولہ کا ابنِ عم بھی تھا۔ اور ایک منجھا ہوا جید اُستادِ فن بھی۔ علامۂ ثعالبی نے ان سب کا اجمالاً تذکرہ کیا ہے۔ البتہ اُبو فراس کی شاعری پر تو متنبی کی طرح ایک علحدہ باب قائم کرکے تفصیل سے بحث کی ہے۔[1]

اُمراء و بادشاہوں میں شاید ہی کسی کی اتنی مدح سرائی کی گئی ہو جیسی سیف الدولہ کی کی گئی۔ اُبو محمد عبد اللہ بن محمد الفیاض الکاتب اور اُبو الحسن علی بن محمد الشمشاطی میں سے ہر ایک نے سیف الدولہ کی شان میں کہے ہوئے مدحیہ قصائد میں سے دس دس ہزار شعر منتخب کئے ہیں۔

سیف الدولہ بحیثیت شاعر اور نقاد سیف الدولہ کی شاعری اور نقادی پر بحث کا یہ موقع نہیں لیکن چونکہ وہ ہمارا موضوعِ بحث "متنبی" کا ہیرو (HERO) ہے اس لئے ہم

[1] معجم الأدباء فی تراجم المؤلف الأدباء، و یتیمۃ الدہر فی وصف سیف الدولہ۔ ۱۲ منہ

چاہتے ہیں کہ اُس پر بھی اجمالاً روشنی ڈالتے جائیں۔ کہا جاتا ہے کہ سیف الدولہ کو ایک رومی شہزادی سے بے انتہا محبت تھی، جس کے بغیر اُسے کسی پہلو قرار نہ تھا۔ چونکہ وہ جان سے زیادہ اُس کو پیاری تھی اس لئے اُس کے بارے میں وہ ہر چیز سے ڈرتا تھا۔ اُس کی اس شیفتگی کی وجہ سے اُس کے اعزّا و اقربا، احباب و ارکانِ دولت سب ہی اُس شہزادی سے جلنے لگے تھے۔

ایک دفعہ سیف الدولہ کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اُس کو زہر دے کر مارنا چاہتے ہیں۔ اُس نے تحفظ کے خیال سے فوراً اس کو ایک قلعہ میں منتقل کردیا، اور مندرجۂ ذیل اشعار اُسے لکھکر بھیجدیے

[۵۱] رَاقَبَتْنِي العُيُونُ فِيكِ فَأَشْفَقْـ — ـتُ وَلَمْ أَخْلُ قَطُّ مِنْ إِشْفَاقِ
وَرَأَيْتُ العَدُوَّ يَحْسُدُنِي فِيـ — ـكِ مُجِدًّا يَا أَنْفَسَ الأَعْلَاقِ
فَتَمَنَّيْتُ أَنْ تَكُونِي بَعِيدًا — وَالَّذِي بَيْنَنَا مِنَ الوُدِّ بَاقِ
رُبَّ هَجْرٍ يَكُونُ مِنْ خَوْفِ هَجْرٍ
وَفِرَاقٍ يَكُونُ خَوْفَ فِرَاقِ

اپنے بھائی ناصر الدولہ سے جب اُس کے تعلقات میں کچھ کشیدگی پیدا ہوئی تو اُس نے چند اشعار اُس کو لکھ بھیجے، جو درج ذیل ہیں:-

[۵۲] رَضِيتُ لَكَ العَلْيَاءَ وَقَدْ كُنْتَ أَهْلَهَا — وَقُلْتُ لَهُمْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَخِي فَرْقُ
وَلَمْ يَكُ بِي عَنْهَا نُكُولٌ وَإِنَّمَا — تَجَافَيْتُ عَنْ حَقِّي فَتَمَّ لَكَ الحَقُّ
وَلَا بُدَّ لِي مِنْ أَنْ أَكُونَ مُصَلِّيًا
إِذَا كُنْتُ أَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَكَ السَّبْقُ

---

۵۱ (۱) تیرے متعلق لوگوں کی نظریں گھات میں لگی ہوئی ہیں اس لئے میں ڈر گیا ہوں، اور مجھے ہمیشہ تیرے بارے میں ڈر لگا رہتا ہے۔ (۲) میں نے محسوس کیا ہے کہ ملامت کرنے والے تیرے نفیس ترین دلربا ہونے کی وجہ سے مجھ سے حسد رکھتے ہیں۔ (۳) اس لئے میں نے چاہا کہ خواہ تو دُور رہے لیکن وہ محبت جو ہمارے درمیان ہے باقی رہے۔ (۴) بعض جدائیاں ہمیشہ کی جدائی سے بچنے کے لئے ہوتی ہے اور فراق۔ خوف، فراق کی وجہ سے ہوتا ہے۔" یتیمہ الدہر ص ۳۲

۵۲ (۱) میں تمہارے بلند رتبہ ہونے پر خوش ہوں، بیشک تم اسکے مستحق بھی ہو، یہ بات میں نے سب سے کہی بھی ہے کہ مجھ میں اور میرے بھائی میں بڑا فرق ہے۔ (۲) مجھے اس سے انکار نہیں، میں اپنا حق جتانا نہیں چاہتا اور تمہارے حقِ فضیلت کو تسلیم کرتا ہوں۔ (۳) جب میں تمہارا حقِ سبقت مانتا ہوں تو ظاہر ہے مجھے تمہارا متبع اور فرماں بردار ہونا چاہیئے۔" یتیمہ الدہر ص ۳۳ (اعظمی)

Marfat.com

سیف الدولہ صرف شاعر ہی نہیں تھا بلکہ وہ بلند پایہ نقاد اور دقیقہ رس ادیب بھی تھا۔ وہ اشعار کی تنقید اور پرکھنے میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ متنبی اپنا مشہور قصیدہ سُنا رہا تھا جس کا پہلا شعر یہ ہے :۔

عَلٰى قَدْرِ أَهْلِ الْعَزْمِ تَأْتِي الْعَزَائِمُ[1]
وَتَأْتِي عَلٰى قَدْرِ الْكِرَامِ الْمَكَارِمُ

سیف الدولہ بڑی دلچسپی سے قصیدہ سُن رہا تھا اور ایک ایک شعر کو بار بار پڑھوا کر لطف اندوز ہو رہا تھا۔ متنبی مزے لے لے کر قصیدہ سُنا رہا تھا۔ جب وہ اس شعر پر پہنچا :۔

وَقَفْتَ[2] وَمَا فِي الْمَوْتِ شَكٌّ لِوَاقِفٍ ... كَأَنَّكَ فِي جَفْنِ الرَّدٰى وَهُوَ نَائِمُ
تَمُرُّ بِكَ الْأَبْطَالُ كَلْمٰى هَزِيْمَةً ... وَوَجْهُكَ وَضَّاحٌ وَثَغْرُكَ بَاسِمُ

تو سیف الدولہ نے کہا ہمیں تمہارے اِن دونوں شعروں پر وہی اعتراض ہے جو امرأ القیس کے مندرجہ ذیل شعروں پر وارد ہوتا ہے :۔

كَأَنِّيَ[3] لَمْ أَرْكَبْ جَوَادًا لِلَذَّةٍ ... وَلَمْ أَتَبَطَّنْ كَاعِبًا ذَاتَ خَلْخَالِ
وَلَمْ أَسْبَأِ الزِّقَّ الرَّوِيَّ وَلَمْ أَقُلْ ... لِخَيْلِي كُرِّي كَرَّةً بَعْدَ إِجْفَالِ

نہ امرأ القیس کے اِن دونوں اشعار کے مصرعے ایک دوسرے سے میل کھاتے ہیں نہ تمہارے میرے خیال میں یہ دونوں شعر اس طرح ہونا چاہیئے تھے :۔

---

[1] بلند رتبہ اور اولوالعزم لوگوں کی حیثیت کے مطابق اُن کے ارادے ہوتے ہیں، اور سخی لوگوں کے مرتبہ کے مطابق اُن کے کام ہوتے ہیں۔ (اعظمی)

[2] (۱) تو میدانِ کارزار میں اُس وقت ثابت قدمی سے کھڑا رہا جبکہ وہاں کسی کھڑے رہنے والے کی موت میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ تو چاروں طرف خطرات میں اس طرح گھرا ہوا تھا گویا تو موت کی پلکوں میں پھنسا ہوا تھا۔ مگر وہ تجھ سے غافل سو رہی تھی۔ (۲) تیرے پاس سے بہت سے بہادر زخمی اور شکست خوردہ ہو کر بھاگے جا رہے تھے مگر تیرا چہرہ شگفتہ اور باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔ (اعظمی)

[3] (۱) گویا میں کبھی عمدہ گھوڑے پر سیر و شکار کے لئے سوار نہیں ہوا اور نہ کبھی میں کسی ایسی دوشیزہ سے بغل گیر ہوا جو جھانجھ پہنے ہوئی تھی۔ (۲) اور نہ میں نے کبھی شراب کا بھرا ہوا مشکیزہ اپنے مہمانوں پر بہایا نہ میں نے کبھی دوستوں کی فریاد رسی کرتے ہوئے اپنے گھوڑے سے فرار ہونے کے بعد کہا کہ پھر پلٹ کر حملہ کر۔ (اعظمی)

كَأَنِّيْ لَمْ أَرْكَبْ جَوَادًا وَلَمْ أَقُلْ   لِخَيْلِي كُرِّي كَرَّةً بَعْدَ إِجْفَالِ
وَلَمْ أَسْبَأْ الزِّقَّ الرَّوِيَّ لِلَذَّةٍ   وَلَمْ أَتَبَطَّنْ كَاعِبًا ذَاتَ خَلْخَالِ

علیٰ ہذا القیاس تمہارے اشعار کی ترتیب اس طرح ہونی چاہیئے:۔

وَقَفْتَ وَمَا فِي الْمَوْتِ شَكٌّ لِوَاقِفٍ   وَوَجْهُكَ وَضَّاحٌ وَثَغْرُكَ بَاسِمٌ
تَمُرُّ بِكَ الْأَبْطَالُ كَلْمَىٰ هَزِيمَةً   كَأَنَّكَ فِي جَفْنِ الرَّدَىٰ وَهُوَ نَائِمُ

متنبی نے برجستہ کہا، آپ کا اعتراض سر آنکھوں پر لیکن یہ بات تسلیم کرنے میں آپ کو بھی تامّل نہ ہوگا کہ کپڑے کی حقیقت سے جتنا جولاہا واقف ہوتا ہے، بزاز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جولاہا کپڑے کے تانے اور بانے ہر ایک چیز سے بخوبی واقف ہوتا ہے جس سے بزاز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بے شک اِمراُالقیس نے لذت نساء کو شہسواری کی اُس لذت سے ملا دیا ہے جو سیر و شکار سے حاصل ہوتی ہے۔ اِسی طرح اُس نے مہمان نوازی اور سخاوت کے تذکرہ کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں بہادری اور نبرد آزمائی کا ذکر کیا ہے جو مناسب نہیں۔ لیکن میں نے تو ایسی کوئی بے جوڑ بات نہیں کی ہے، میں نے پہلے مصرع میں موت کا تذکرہ کیا ہے تو دوسرے مصرع میں اُسی کے مناسب "ردیٰ" یعنی ہلاکت کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح چونکہ شکست خوردہ انسان کا مجروح چہرہ افسردہ اور آنکھیں روتی ہوئی ہوتی ہیں اس لئے میں نے اُس کے مقابلہ میں کہا ہے "وَوَجْهُكَ وَضَّاحٌ وَثَغْرُكَ بَاسِمٌ" کوشش میں نے اِس بات کی کی ہے کہ کم از کم معنوی اعتبار سے دو متقابل اور متضاد چیزوں کو جمع کر دوں۔ اگرچہ الفاظ میں اس کی زیادہ گنجائش نہیں ہے۔

سیف الدولہ یہ سُن کر پھڑک اُٹھا، اور اُس نے انعام میں جو پانچسو دینار تھا پچاس دینار کا مزید اضافہ کر دیا۔

---

۵۸ یتیمۃ الدہر ص۳۴ ۔ ۱۲ منہ

غزواتِ سیفُ الدّولہ اور مدائحِ مُتنبّی

۳۳۷ھ ۳۴۶

سیف الدولہ کی ایک امتیازی بات یہ تھی کہ وہ دنیا کے تمام بادشاہوں میں سب سے بڑا "غازی" بادشاہ گذرا ہے، وہ اپنی زندگی میں جتنے غزوات میں شریک رہا، کوئی بادشاہ کبھی نہیں ہوا۔ اُس نے اپنے چہرہ پر سے غزوات کے گرد و غبار کو جمع کرکے ہتھیلی کے برابر ایک ٹکیا سی بنالی تھی اور وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد قبر میں میرا رخسارہ اُسی پر رکھدیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔[1]

سیفُ الدولہ کے سایۂ عاطفت میں پہنچتے ہی متنبی کے دن پلٹ گئے اور اس کی زندگی کا وہ سنہرا[2] دور شروع ہوگیا جو اُس سے جُدا ہونے کے بعد پھر حاصل نہ ہوسکا، اُس نے دل کھول کر اُس کی مدح سرائی کی اور سیف الدولہ جیسے معمولی حکمراں کو قیصر و کسریٰ کی صف میں لاکر کھڑا کردیا، اُس کے غیر معمولی صفات و کمالات بیان کرکے امارت میں اُس کو لافانی شخصیت کا مالک بنادیا۔ دیکھئے وہ خود کہتا ہے:۔

إِذا خَلَعتُ عَلىٰ عِرضٍ لَهُ حُلَلاً
وَجَدتُها مِنهُ فِي أَبهىٰ مِنَ الحُلَلِ[3]

متنبی، سیف الدولہ کے ساتھ تقریبًا نو سال رہا، اِس عرصہ میں اُس نے ۳۸ قصائد اور ۳۱ قطعات اُس کی مدح میں کہے۔ اُس میں سے ۱۴ قصائد اُس نے رومیوں سے معرکہ آرائیوں کے بارے میں ۴ ملک کے اندرونی قبائل کی جنگ کے متعلق، ۱۵ قصائد، صرف محامد

---

[1] یتیمۃ الدہر جلد اول ص۱۱ ۱۲ منہ

[2] خزانۃ الأدب ج ص ۳۸۳۔ والصبح المبنی ص۳۳۔۳۴۔ ۱۲ منہ

[3] جب میں سیف الدولہ کی تعریف کرکے اُس کی آبرو پر اپنی مدح کی خلعت پہناتا ہوں تو میں اُسکو تمام خلعتوں سے زیادہ بارونق پاتا ہوں۔ (اعظمی)

سیف الدولہ میں اور ۵ مراثی میں کہے۔ قطعات میں سے ۲ حوادثِ روم میں ہیں باقی مختلف مقاصد کے لئے ہیں۔ یہ جملہ ۱۵۱۲ شعر ہوتے ہیں، اس میں اگر وہ قصیدہ بھی شامل کرلیا جائے جو متنبی نے ۳۲۱ھ میں حلب آنے سے پہلے سیف الدولہ کی تعریف میں کہا تھا جس میں ۳۳ شعر ہیں تو اشعار کی مجموعی تعداد ۱۵۴۵ ہوجاتی ہے۔ اس قصیدہ کا مختصراً ذکر پہلے آچکا ہے۔

سیف الدولہ نے بھی متنبی پر انعام و اکرام میں کوئی کمی نہ کی، بلکہ بڑی قدردانی کی۔ اس کو تین ہزار دینار سالانہ دیتا رہا، پھر اُس نے وقتاً فوقتاً اپنے صلات و جوائز سے نہ صرف اُس کو مالامال کردیا بلکہ اُس کو اپنا مقرب خاص بنالیا۔ اُس کو شہسواری اور فنِ سپہگری کی تعلیم دلوائی اور غزوات میں اپنے ساتھ رکھنے لگا۔ حتیٰ کہ جہادِ روم میں جب ایک مرتبہ سیف الدولہ کے سب ساتھی بھاگ گئے تو صرف چند جاں نثار اُس کے ساتھ رہ گئے تھے، اُن[1] میں ایک متنبی بھی تھا۔

سیف الدولہ کے ہدایا اور تحائف جدائی کے بعد بھی جاری رہے۔ مصر سے واپسی پر سیف الدولہ نے پہلے اپنے لڑکے کے ہاتھ متنبی کو تحائف بھیجے پھر خود اپنے ہاتھ سے خط لکھکر بھیجا۔ متنبی نے دونوں مرتبہ شکریہ میں قصیدے لکھکر بھیجے، پہلے قصیدہ میں ۴۲ شعر ہیں، دوسرے میں ۴۴، پھر سیف الدولہ کی بڑی بہن خولہ کا انتقال ہوگیا۔ متنبی نے اُس کا بھی مرثیہ لکھکر بھیجا۔ اُس میں بھی ۴۴ شعر ہیں۔ اس طرح اس کے مدحیہ اشعار کی مجموعی تعداد ۱۶۷۵ ہوجاتی ہے۔

متنبی کے امتیازاتِ شاعری | یہ مبالغہ نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ متنبی نے سیف الدولہ کی مدح میں جو قصائد کہے ہیں اگر اُن کو یکجا کردیا جائے تو وہ بجائے خود ایک دیوان ہوگا۔ یہ تقریباً اسّی[2] طویل قصائد اور مقطوعات ہیں، جو ایک ضخیم دیوان کے برابر ہے۔

۱۔ یہ ایک ایسا امتیاز اور اتنا بڑا نذرانۂ عقیدت ہے کہ متقدمین اور متاخرین میں سے شاید ہی کسی شاعر نے کسی بادشاہ یا امیر کی خدمت میں پیش کیا ہو۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں

---

[1] الصبح المنبی ص۵۵ ۱۲ منہ

[2] ان میں سے بیشتر قصائد پچاس شعر سے زیادہ پر مشتمل ہیں۔ یہ مجموعی حیثیت سے متنبی کے پورے دیوان کے ایک ثلث سے یقیناً زیادہ ہے۔ خزانۃ الادب جلد اول ص۳۸۴ (اعظمی)

اس لئے کہ سیف الدولہ کامل نو سال تک اس کی شاعری کا موضوع بنا رہا۔ وہ بھی اس طرح کہ اِس عرصہ میں اُس نے کسی دوسرے امیر یا بادشاہ کی تعریف میں ایک حرف بھی نہیں کہا۔

۲۔ دوسری امتیازی بات یہ ہے کہ اُس نے جو کچھ کہا وہ بہت زیادہ متنوع الألوان اور مختلف الأنواع تھا۔ یہ تنوع متنبی کی اپنی خواہش کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے تھا کہ خود سیف الدولہ کی زندگی مختلف خصوصیات کی حامل تھی اور اس کی شاعری اُس کی متنوع زندگی کے گرد چکّر لگا رہی تھی۔

سیف الدولہ عربی النسل، شریف النسب، سخی اور بلند حوصلہ فرماں روا تھا، متنبی نے اسی حیثیت سے اُس کی تعریف میں قصیدے کہے۔ پھر وہ ایک جری اور بہادر مجاہد تھا جو اسلامی حدودِ سلطنت کی حفاظت اور حمایت میں مسلسل اور پیہم رومیوں سے جنگ آزما رہا تھا جس میں بہت۔ سے صبر آزما مواقع سے اس کو دوچار ہونا پڑا۔ متنبی اس حیثیت سے بھی اُس کا مدح خواں رہا جس طرح عام طور پر مجاہدین اور دین کے نگہبانوں کی مدح سرائی کی جاتی ہے۔

سیف الدولہ کے حریف امراء عراق بھی تھے اور اُمراء مصر بھی۔ اِن دونوں سے اس کی ان بن رہتی تھی۔ وہ دونوں سے وقتاً فوقتاً نمٹتا رہتا تھا۔ متنبی اس مُنافست میں سیف الدولہ کو حق بجانب سمجھتا تھا اور اس کی شان میں اس حیثیت سے بھی مدح سرا رہتا تھا۔

سیف الدولہ کی رعایا ایک جاہل اور بدوی قوم تھی، وہ نظام سلطنت اور ڈسپلن سے قطعی ناآشنا تھے، بغاوت اور سرکشی اُن کا آئے دن کا مشغلہ تھا، سیف الدولہ کو وقتاً فوقتاً اُن کی سرکشی کچلنا پڑتی تھی اور اُن کو اطاعت و فرماں برداری پر مجبور کرنا پڑتا تھا۔ متنبی اس حیثیت سے اُس کی تعریف میں رطب اللسان رہتا کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ برمحل اور مناسب سلوک کرتا ہے، کبھی رعایا کی سرکوبی پر اس کی تعریفیں کرتا اور کبھی اُن کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرنے پر اُس کی مدح خوانی کرتا۔

سیف الدولہ امن و صلح کی حالت میں ایک بڑا علم دوست، خوش باش اور عیش و طرب کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے والا نوجوان تھا، ایسے مواقع پر متنبی اس کا ہمراز و دمساز، ندیم و ہمنشین کا پارٹ ادا کرتا اور جلوت و خلوت میں اس کی مدح سرائیاں کرکے اُس سے خوب

Marfat.com

خوب انعام واکرام حاصل کرتا رہتا تھا۔

سیف الدولہ کو خدا نے بعض اعزاء واقرباء کی طرف سے آزمایش میں بھی ڈالا۔ اس لئے متنبی کو ان کے دل سوز مرثیے بھی کہنے پڑے۔ پھر وہ چونکہ سیف الدولہ کا مقرب ترین ندیم اور مصاحب تھا اس لئے دوسرے درباریوں کو اُس سے سخت رشک وحسد تھا۔ سیف الدولہ گو اُس کا بہت خیال کرتا تھا، پھر بھی کبھی کبھی چغلی کھانے والے فریبیوں کی باتوں میں آجاتا، اس لئے متنبی کو بہرحال اپنی صفائی پیش کرنی پڑتی تھی اور اپنی طرف سے مدافعت کرنی پڑتی تھی۔ اِس طرح متنبی کی شاعری بھی سیف الدولہ کے حالات کے اقتضاء کے مطابق اُس کے گرد چکر لگاتی رہی اور اُس کے متنوع ماحول میں ڈھلتی رہی۔

۳۔ تیسری خصوصیت جس کی وجہ سے متنبی کے اشعار دوسرے شعراء کے مقابلہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں یہ ہے کہ اس نے رومیوں اور مسلمانوں کے مابین جہاد پر جو اشعار کہے ہیں وہ اس احساس کے ساتھ کہ کامیابی یقینی ہے، اس لئے وہ اتنے پُرجوش، ولولہ انگیز، بلند پایہ اور بڑی مقدار میں ہیں کہ بجائے خود وہ اس کی شاعری کا مستقل ایک باب بن گئے ہیں۔ شعراء متقدمین نے بھی اس موضوع پر خوب خوب طبع آزمائیاں کی ہیں۔ خصوصاً اُبوتمام نے معتصم باللہ کے زمانہ میں اور بُحتری نے متوکل باللہ کے دَور خلافت میں مسلمانوں اور رومیوں کے مابین جہاد پر بڑے پرزور اشعار کہے ہیں جو فصاحت وبلاغت اور جوش وخروش سے لبریز ہیں لیکن اس باب میں متنبی کے اشعار ان سب پر فوقیت لے گئے ہیں۔ وہ صرف جوش وحرارت ہی پیدا کرنے والے نہیں بلکہ وہ سننے والوں کے دلوں میں شجاعت وبہادری سے بھڑک اُٹھنے والی ایسی آگ لگانے والے ہیں جو پرچم اسلام کو سربلند کئے بغیر بُجھ نہ سکے۔

بات صرف یہ ہے کہ اُبوتمام اور بُحتری اُن معرکہائے جہاد میں کبھی شریک نہیں ہوئے جو معتصم اور متوکل کے زمانہ میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ہوئے تھے بلکہ اُنھوں نے یہ اشعار محض معتصم اور متوکل کو خوش کرنے اور شاعرانہ کمالات کے اظہار کے لئے کہے تھے۔ لیکن متنبی چونکہ خود اِن غزوات میں سیف الدولہ کے ساتھ شریک تھا اس لئے اُس نے اِن مواقع پر جو کچھ کہا وہ محض سیف الدولہ کو خوش ہی کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ فتح ونصرت اور ہزیمت وشکست

Marfat.com

کے اُن حالات سے متأثر ہوکر کہا جس سے وہ خود بھی دوچار تھا، وہ صرف سیف الدولہ کی مدح سرائی میں نہیں کہے گئے تھے بلکہ وہ خود اُس کی ذات اور اُن مسلمانوں کے دلی جذبات کی ترجمانی کرنے والے تھے، جو اِن اسلامی جنگوں میں شریک تھے۔

متنبی نے جہاد پر جو کچھ کہا ہے وہ فنِ شاعری میں ایک جدید فن کی حیثیت تو نہیں رکھتا مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اِس باب میں اُس نے فنِ شاعری کو انتہائی عروج اور کمال پر پہنچا دیا اس کا اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے جب دوسرے شعراء کے کلام کو اُس کے کلام سے موازنہ کیا جائے۔ اُبو فراس، سیف الدولہ کے دربار کا دوسرا نامور شاعر تھا جو متنبی کا حریف بھی تھا اور ان جہادوں میں اُس کی طرح سیف الدولہ کا ہم رکاب بھی رہتا تھا، اُس نے بھی اپنے اشعار میں نصرت و کامیابی کے پھریرے اُڑائے ہیں، اور ہزیمت و شکست کی تلخیاں بھی بیان کی ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ اُس کے کلام میں وہ گرمی اور حرارت نہیں جو متنبی کے کلام میں پائی جاتی ہے۔

۴۔ چوتھی امتیازی بات یہ ہے کہ سیف الدولہ کے دربار میں پہنچ کر متنبی نے اپنے کلام کو اوجِ کمال پر پہنچا دیا، اُس کا نام عرب کے بڑے نامور اور مشہور شعراء میں شمار ہونے لگا۔ اِس وجہ سے نہیں کہ اُس نے فنِ شاعری میں کسی نئے باب کا اضافہ کیا نہ اس لئے کہ اُس نے اوزانِ شعر اور قوافی میں کچھ ترمیم کر کے کسی جدید وزن کی داغ بیل ڈالی بلکہ صرف اس لئے کہ اُس نے فنِ شاعری کو پیشانی کے بل اپنے قدموں پر جھکا لیا، اور وہ اُس پر اِس طرح قابو پا گیا کہ الفاظ و معانی سے جس طرح چاہتا کھیلتا۔ اب وہ اُبو تمام اور بحتری کا مقلد نہ رہا بلکہ اپنے طرز کا مالک خود تھا۔ اُس سے پہلے یہ بات نہ تھی بلکہ غور سے دیکھا جائے تو کہیں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اُبو تمام کی تقلید کر رہا ہے اور کہیں بحتری کی، کہیں حُطیئہ کے کلام کا خوشہ چیں نظر آتا ہے۔ اور کہیں اُعشیٰ اور زُہیر کا۔ وہ شعر کہتے وقت قُدماء کا کلام اپنے پیشِ نظر رکھتا تھا، کبھی اِس کا کبھی اُس کا، ظاہر ہے کہ اِس کا اثر بھی اس کے کلام پر پڑتا تھا۔ مگر اب شاعری میں منجھ جانے کے بعد اس کو اس بات کی ضرورت نہیں رہی کہ وہ دوسروں کے کلام سے استفادہ کرے۔ اب وہ ایک پُرگو اور قادر الکلام شاعر بن چکا تھا اور اپنے طرز کا

Marfat.com

مالک خود تھا۔

اب اُس کی عمر تقریباً چونتیس سال کی تھی، اب وہ خوف زدہ اور زندگی کی کشمکش سے مایوس نہیں تھا بلکہ وہ خوش اور مطمئن تھا۔ اس کی شہرت دُور دُور تک پھیل چکی تھی، ماحول نہایت صاف، سُتھرا اور پُرسکون تھا۔ سیف الدولہ محض ایک فرمانروا اور امیر ہی نہ تھا بلکہ وہ علمی ذوق بھی رکھتا تھا، گو وہ خود پیشہ ور شاعر نہ تھا مگر وہ سخن فہم اور سخن سنج ضرور تھا۔ وہ ہمیشہ متنبی کی حوصلہ افزائی کرتا رہتا تھا۔ ظاہر ہے ان سب باتوں نے متنبی کے لئے ایسے مواقع فراہم کر دیئے کہ اُس نے اپنی شاعری کو اوجِ کمال پر پہنچا دیا۔

سیف الدولہ کے پاس پہنچنے سے پہلے متنبی نے بہت سے اُمراء اور شرفاء، فرمانروا اور متوسط طبقہ کے لوگوں کی تعریف میں بڑے زور دار فصیح و بلیغ قصائد کہے ہیں، لیکن سیف الدولہ کی شان میں اُستادانہ مہارت کے بعد اُس نے جو دلی جوش وخروش سے اشعار کہے ہیں وہ اُس کے دوسرے اشعار سے بہت ممتاز ہیں۔ وہ یہاں پہنچکر دنیا و مافیہا سے مستغنی ہو گیا، اور اُس کا تمام تر زورِ کلام سیف الدولہ پر مرکوز ہو کر رہ گیا۔

زمانۂ جاہلیت سے متنبی کے دَور تک بہت سے نامور شعراء نے اپنی خدمات بعض بادشاہوں اور اُمراء کے لئے وقف کردی تھیں لیکن کسی نے بھی اِس طرح صرف ایک ہی ممدوح تک اپنی شاعری کو محدود نہیں رکھا جس طرح متنبی نے اپنی شاعری کو سیف الدولہ سے تعلق ہونے کے بعد سے اُس وقت تک جب تک کہ وہ اُس سے جُدا نہ ہوا، محدود کردیا۔ "زُہیر" کو ہَرم بن سِنان سے شغف تھا، مگر اُس کی شاعری ہَرم ہی تک محدود نہیں رہی "نابغہ" نعمان بن مُنذر کا مدح سرا تھا، "حُطَیئہ" علقمہ بن علاثہ کا ثنا خوان تھا، مگر اُن کی یہ دلچسپی دوسروں کی مدح اور ہجو سے باز نہ رکھ سکی۔ "اخطل" شروع میں یزید بن معاویہ کا شاہی شاعر تھا اور یزید کے بعد عبدالملک بن مروان کا درباری شاعر رہا، اسی طرح "جریر" حجاج کا، "فرزدق" سلیمان بن عبدالملک کا، "کُمَیت" بنو ہاشم کا، "بشار" بنو عباس کا، "مروان بن ابی حفصہ" خلیفہ مہدی اور ہارون الرشید کا۔ "ابو نُواس" خلیفہ امین الرشید کا، "ابو تمام" معتصم باللہ کا اور "بُحتری" خلیفہ متوکل کا درباری شاعر تھا لیکن ان میں سے کسی نے بھی صرف ایک ہی ممدوح تک

Marfat.com

اپنی شاعری کو محدود نہیں رکھا۔ پھر ان میں سے کسی نے بھی خالص شعر گوئی سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی بلکہ فنِ شاعری ان کی ہمیشہ جولان گاہ بنی رہی۔ وہ قصیدہ گوئی کے ساتھ ساتھ دوسرے اصنافِ شاعری، ادب و وصف، مراثی و ہجا، غزل و نسیب، خمریات و اخلاقیات وغیرہ پر بھی وقتاً فوقتاً اپنا زورِ قلم صرف کرتے رہے۔

متنبی نے صرف یہی نہیں کیا کہ وہ سیف الدولہ کے علاوہ سب سے بے نیاز ہوگیا، بلکہ وہ اُس کی مدح میں قصائد کہنے کے سوائے تمام اصنافِ شاعری کو بھی قربان کر بیٹھا۔ یہ ایک بڑا سانحہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعری کو اُس نے مقصدِ حیات نہیں بنایا بلکہ اُس کو وہ صرف کسبِ معاش کا ذریعہ بنائے رہا۔ نہ اُس کو اپنی خودداری اور غیرتِ نفس کا پاس و لحاظ رہا نہ اپنے شاعرانہ کمال وجمال کا۔ وہ محض دولت و ثروت کا بھوکا تھا اور جاہ و مرتبہ کا بندہ۔ یہ ایک ایسے باکمال شاعر کے لئے جس کے نغمات سے دنیا گونج اُٹھی اور جس کو وہ عام مقبولیت حاصل ہوئی جو دنیائے عرب کے کسی شاعر کو نصیب نہیں ہوئی، ایک سانحۂ عظیم سے کم نہیں۔

قصائد کی اجمالی تشریح | متنبی نے سیف الدولہ کی مدح سرائی میں جو زورِ قلم صرف کیا ہے، اب ذرا اُس کی اجمالی تشریح بھی ملاحظہ ہو۔ چاہتا ہوں کہ ایسے قصائد جو اہم واقعات پر مشتمل ہیں۔ اُن میں سے بیشتر کے چند متعلقہ اشعار بطور نمونہ پیش کر دیئے جائیں تاکہ وہ دلی عقیدت اور لگاؤ واضح ہو سکے جو متنبی کو سیف الدولہ سے تھا۔

ا۔ پہلا قصیدہ جو متنبی نے حلب آنے سے پہلے ۳۲۱ھ میں سیف الدولہ کی تعریف میں کہا تھا اور چاہا تھا کہ اُس کو اس سے قربت حاصل ہو جائے، مگر اُس وقت اُس کو کامیابی نہ ہو سکی تھی۔ اُس کے چند شعر درج ذیل ہیں:-

أَنْتَ الْغَرِيبَةُ[1] فِي زَمَانٍ أَهْلُهُ ۔۔۔ وُلِدَتْ مَكَارِمُهُمْ لِغَيْرِ تَمَامِ
أَكْثَرْتَ مِنْ بَذْلِ النَّوَالِ وَلَمْ تَزَلْ ۔۔۔ عَلَمًا عَلَى الْإِفْضَالِ وَالْإِنْعَامِ

---

[1] (۱) تیری ذات ایسے زمانہ میں جبکہ لوگ عموماً اپنے فضائلِ اخلاق کے اعتبار سے ناقص پیدا ہوئے ہیں، ایک عجیب وغریب چیز ہے۔ (۲) تو نے بخششیں بہت کی ہیں اور ہمیشہ مہربانی اور انعام کرنے میں سرنشان رہا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

وَ مَّ فَلَتَ فِی حُلَلِ الثَّنَاءِ وَ إِنَّمَا — عَدَمُ الثَّنَاءِ نِهَايَةُ الْإِعْدَامِ
مَلِكٌ زَهَتْ بِمَكَانِهِ أَيَّامُهُ — حَتّٰى افْتَخَرْنَ بِهِ عَلَى الْأَيَّامِ
تَاللهِ مَا عَلِمَ امْرُؤٌ لَوْلَاكُمْ
كَيْفَ السَّخَاءُ وَ كَيْفَ ضَرْبُ الْهَامِ

۲- ابو عبداللہ حسین بن خالویہ کا بیان ہے کہ ملکِ شام جب محمد بن طُغج کے قبضہ میں تھا تو ۳۳۳ھ میں سیف الدولہ نے اُس پر حملہ کر دیا اور صفین سے اُس کی فوجوں کو شکست دے کر بھگا دیا، متنبی گو اُس وقت حلب نہیں آیا تھا لیکن اُس نے اُس وقت بھی اِس واقعہ کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:-

يَا سَيْفَ دَوْلَةِ ذِي الْجَلَالِ وَ مَنْ لَهُ — خَيْرُ الْخَلَائِفِ وَ الْأَنَامِ سَمِي
أَوَ مَا تَرٰى صِفِّينَ كَيْفَ أَتَيْتَهَا — فَانْجَابَ عَنْهَا الْعَسْكَرُ الْغَرْبِي
فَكَأَنَّهُ جَيْشُ ابْنِ حَرْبٍ رُعْتَهُ
حَتّٰى كَأَنَّكَ يَا عَلِيُّ عَلِيٌّ

۳- انطاکیہ میں متنبی نے سیف الدولہ کی تعریف میں تین قصیدے کہے تھے، جن میں سے پہلے قصیدہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔ دیکھیے وہ اپنی زندگی کے اس اہم موقع پر اپنی پہلی کوشش کیسے شاندار انداز میں پیش کرتا ہے۔ قصیدہ کے شروع میں تشبیب کے علاوہ ممدوح کی بہادری اور سخاوت، اس کی فوج کشی اور شمشیر زنی کا بیان ہے۔ پھر وہ اپنے شوقِ ملاقات وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:-

---

۵۱ (۱) تو ہمیشہ مدح و ثنا کا لباس پہنے ہوئے بڑے ناز سے چلتا ہے، گویا سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ اس کی تعریف نہ کی جائے۔ (۲) وہ ایسا بادشاہ ہے کہ اُس کی وجہ سے اُس کے زمانہ کی عزت کی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی وجہ سے یہ زمانہ سابقہ زمانوں پر فخر کرتا ہے۔ (۳) خدا کی قسم اگر تو نہ ہوتا تو کوئی یہ نہ جانتا کہ بخشش کس طرح سے کی جاتی ہے اور سر کیونکر اُڑائے جاتے ہیں۔" (اعظمی)

۵۲ (۱) اے صاحبِ عظمت حکومت کی تلوار جو اُس شخص کا ہم نام ہے جو تمام خلفاء اور مخلوق میں سب سے افضل ہے۔ (۲) کیا تو دیکھتا نہیں کہ تو مقام صِفّین میں کیسے آیا اور شامی لشکر کس طرح شکست کھا کر بھاگا۔ (۳) گویا وہ معاویہ بن حرب کا لشکر تھا جس کو تو نے ڈرا دیا، گویا تو اے علی حضرت علی کی طرح ہے۔ (اعظمی)

سَلَكْتُ صُرُوفَ الدَّهْرِ حَتَّى لَقِيتُهُ — عَلَى ظَهْرِ عَزْمٍ مُؤْيَدَاتٍ قَوَائِمُهُ
فَأَبْصَرْتُ بَدْرًا لَا يَرَى البَدْرُ مِثْلَهُ — وَخَاطَبْتُ بَحْرًا لَا يَرَى العِبْرَ عَائِمُهُ
وَكُنْتُ إِذَا يَمَّمْتُ أَرْضًا بَعِيدَةً — سَرَيْتُ فَكُنْتُ السِّرَّ وَاللَّيْلُ كَاتِمُهُ
لَقَدْ سَلَّ سَيْفَ الدَّوْلَةِ المَجْدُ مُعْلَمًا — فَلَا المَجْدُ مُخْفِيهِ وَلَا الضَّرْبُ ثَالِمُهُ

عَلَى عَاتِقِ المَلْكِ الأَغَرِّ نِجَادُهُ
وَفِي يَدِ جَبَّارِ السَّمَاوَاتِ قَائِمُهُ

اِس قصیدہ کا سیف الدولہ پر بڑا اثر ہوا، لیکن اُس کی مدح سرائیوں کے علاوہ خود متنبی نے اپنی جس خودداری اور عزتِ نفس کا اِس قصیدہ میں اظہار کیا ہے، بادشاہوں اور اُمرائ کو اُس کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لئے متنبی نے اپنے دوسرے دونوں قصیدوں میں بڑی خوشامد اور تملق سے کام لیا ہے۔ حد یہ ہے کہ اس نے یہ تک کہہ دیا کہ "کاش ایسا ہوتا کہ جب تو سفر کرتا تو ہم شدائدِ سفر برداشت کرنے کے لئے تیری سواری بن جاتے اور جب تو کہیں فروکش ہوتا تو ہم تیرے آرام کے لئے خیمہ بن جاتے۔" وہ کہتا ہے:

لَيْتَ أَنَّا إِذَا ارْتَحَلْتَ لَكَ الخَيْـ
لُ وَأَنَّا إِذَا نَزَلْتَ الخِيَامُ

متنبی نے تعریف کی بھی حد کردی اور خوشامد کی بھی، آخر سیف الدولہ اس کو اپنے ہمراہ حلب لے آیا، اور اُس کی مدح سرائیوں کی وجہ سے اُس نے بڑے بڑے بادشاہوں جیسی

لہ (۱) میں نے حوادثِ زمانہ کو عبور کیا یہاں تک کہ ممدوح سے آملا، ایک ایسے عزم کی پشت پر سوار ہوکر جس کے پاؤں مضبوط ہیں۔ (۲) جب میں ممدوح کے پاس پہنچا تو میں نے ایسے ماہِ کامل کو دیکھا جس کا نظیر خود چاند نے دیکھا نہ ہوگا اور ایسے دریائے سخاوت سے باتیں کیں جس کا کنارہ کسی تیرنے والے نے نہیں دیکھا۔ (۳) ممدوح سے ملنے کے لئے جب میں نے دور دراز مقام کا ارادہ کیا تو میں رات میں چل پڑا، گویا میں ایک راز تھا جس کو رات کی تاریکی چھپائے ہوئے تھی (۴) مجد و شرف نے دولت عباسیہ کی تلوار (سیف الدولہ) کو میان سے علانیہ نکال لیا ہے۔ اب نہ شرف و مجد اُس کو چھپا سکتا ہے اور نہ ضربِ شمشیر سے اُس میں دندانے پڑ سکتے ہیں۔ (۵) بلند مرتبہ خلیفہ کے دوش پر اس کا پرتلہ ہے اور خدائے جبار کے ہاتھ میں اُس کا قبضہ ہے۔ یعنی وہ خلیفہ کے لئے باعثِ زینت ہے اور اُس کا ہر کام خدا کی خوشنودی کے لئے ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

شہرتِ دوام حاصل کرلی۔

۴۔ متنبی حلب پہنچا ہی تھا کہ میّا فارقین سے خبر آگئی کہ سیف الدولہ کی والدہ کا انتقال ہوگیا اس جانکاہ حادثہ پر اس نے ایک بڑا درد انگیز مرثیہ پیش کیا، جس میں ۴۵ شعر ہیں۔ چند درج ذیل ہیں[ل]

رَمَانِي الدَّهرُ بِالأَرزَاءِ حَتَّى فُؤَادِي فِي غِشَاءٍ مِنْ نِبَالِ

فَصِرتُ إِذَا أَصَابَتنِي سِهَامٌ تَكَسَّرَتِ النِّصَالُ عَلَى النِّصَالِ

كَأَنَّ المَوتَ لَم يَفجَعْ بِنَفْسٍ وَلَم يَخطُرْ لِمَخلُوقٍ بِبَالِ

وَلَوْ كَانَ النِّسَاءُ كَمَنْ فَقَدنَا لَفُضِّلَتِ النِّسَاءُ عَلَى الرِّجَالِ

وَأَفجَعُ مَن فَقَدنَا مَنْ وَجَدنَا قُبَيلَ الفَقْدِ مَفقُودَ المِثَالِ

أَسَيفَ الدَّولَةِ استَنجِدْ بِالصَّبرِ وَكَيفَ بِمِثلِ صَبرِكَ لِلجِبَالِ

فَإِنْ تَفُقِ الأَنَامَ وَأَنتَ مِنهُم
فَإِنَّ المِسكَ بَعضُ دَمِ الغَزَالِ

۵۔ ۳۳۷ھ میں قرامطہ نے بادیہ سماوہ میں بغاوت کردی، ایک خارجی جو "المبرقع" کے نام سے مشہور تھا، ایک بڑا لشکر تیار کرکے مغربی شام پر حملہ آور ہوا، اس نے کئی شہر فتح کرلیئے اور بڑھتے ہوئے "حمص" پر اس نے حملہ کردیا، اس کو تاراج کرکے ابو تغلب بن وائل بن داؤد بن حمدان کو جو سیف الدولہ کی طرف سے وہاں کا گورنر تھا، گرفتار کرلیا، اور اس کے سارے

[ل] (۱) زمانہ نے مجھ پر مصیبتوں کے اتنے تیر چلائے کہ میرا دل اُن تیروں میں چھپ کررہ گیا۔ (۲) اب حالت یہ ہوگئی کہ جب مصائب کے تیر میرے لگتے ہیں تو اُس کے پیکان خود ہی ایک دوسرے سے ٹکرا کر ٹوٹ [illegible] (۳) سیف الدولہ کے والدہ کا انتقال ایسی بڑی مصیبت ہے کہ گویا اِس سے پہلے موت نے کسی شخص کو دردمند نہیں کیا نہ کسی مخلوق کے دل میں ایسی مصیبت کا خیال آیا۔ (۴) اگر تمام عورتیں عقل و فراست میں ایسی ہی ہوتیں جیسی ہم نے گم کی ہے تو عورتوں کو مردوں پر فضیلت دی جاتی۔ (۵) اُن لوگوں میں جن کو ہم کھو چکے ہیں سب سے زیادہ تکلیف دہ اُس شخص کی موت ہے جس کو ہم نے مرنے سے پہلے بے مثال پایا ہو۔ (۶) اے سیف الدولہ اس صدمۂ عظیم میں صبر سے کام لے، اس لئے کہ تیرا جیسا صبر پہاڑوں کو بھی حاصل نہیں۔ (۷) اگر تو دنیا سے فضیلت میں فوقیت رکھتا ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ مشک ہرن کے خون کا ایک حصّہ ہے پھر بھی وہ باقی ماندہ حصۂ جسم سے بہتر ہے۔" (اعظمی)

Marfat.com

مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔

سیف الدولہ اُس وقت حلب میں تھا، اطلاع ملتے ہی روانہ ہوگیا اور طوفان کی طرح تعاقب کرتے ہوئے تیسرے ہی روز دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ اُن کے سردار المبرقع کو تہ تیغ کیا، اُس کے ساتھیوں کو نیست و نابود کر ڈالا، مشکل سے چند اشخاص جو اپنی جان بچا کر بھاگ سکے بچ گئے۔ سیفُ الدولہ پھر حلب واپس ہوا، اُس کے ساتھ اُبُو وائل تغلب بن داؤد تھا اور "المبرقع" خارجی کا سر آگے آگے نیزے پر لٹکا ہوا تھا۔ اُبُو الطیّب متنبی نے اس موقع پر اُبُو وائل کی رہائی کے سلسلہ میں جو قصیدہ کہا تھا اُس کے چند شعر درج ذیل ہیں :-

وَلَوْ كُنْتُ فِي أَسْرِ غَيْرِ الْهَوَى ضَمِنْتُ ضَمَانَ أَبِي وَائِلِ

فَدَى نَفْسَهُ بِضَمَانِ النُّضَارِ وَأَعْطَى صُدُورَ الْقَنَا الذَّابِلِ

كَأَنَّ خَلَاصَ أَبِي وَائِلِ مُعَاوَدَةُ الْقَمَرِ الْآفِلِ

دَعَا فَسَمِعْتَ وَكَمْ سَاكِتٍ عَلَى الْبُعْدِ عِنْدَكَ كَالْقَائِلِ

فَلَبَّيْتَهُ بِكَ فِي جَحْفَلٍ لَهُ ضَامِنٍ وَبِهِ كَافِلِ

وَعُدْتَ إِلَى حَلَبٍ ظَافِرًا
كَعَوْدِ الْحُلِيِّ إِلَى الْعَاطِلِ

۴۔ پھر اسی سال موصل سے خبر آئی کہ مُعزّ الدّولہ الدیلمی، سیف الدولہ کے بھائی

لہ (۱) اگر میں دامِ محبت کے علاوہ کسی اور کی قید میں ہوتا تو میں بھی اَبُو وائل کی طرح ضمانت دیکر چھوٹ جاتا (۲) اُس نے اپنے نفس کے فدیہ میں سونا دینا منظور کر لیا اور دشمن کو لچک دار نیزوں کے بھالے دیئے یعنی سیف الدولہ سے اُس کو قتل کرا دیا۔ (۳) ابو وائل کی رہائی گویا ڈوبے ہوئے چاند کا لوٹ آنا ہے۔ (۴) اُس نے مدد کے لئے تجھ کو بُلایا۔ تو نے اُن کی فریاد سُن لی اور بہت سے لوگ تجھ سے دُور ہونے کی وجہ سے خاموش ہیں۔ مگر با ایں ہمہ گویا وہ تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ یعنی تو سب کی مدد کرتا ہے خواہ کوئی قریب ہو یا دور۔ (۵) تو نے ایک ایسا لشکر جرار لے کر اُس کی مدد کی جو اُس کی رہائی کا ضامن اور کفیل تھا، (۶) اور تو کامیابی کا پھریرا اُڑاتا ہوا "حلب" لوٹ آیا۔ تیری وجہ سے اُس کو وہ رونق اور عزت حاصل ہوئی جو ایک عُریاں جسم کو زیور سے آراستہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔" (اعظمی)

Marfat.com

ناصر الدولہ پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ سیف الدّولہ اپنے بھائی کی امداد کے لئے فوراً تیار ہو گیا متنبی نے اس موقع پر بھی ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا۔ چند شعر درج ذیل ہیں :-

أَعْلَى الْمَمَالِكِ مَا يُبْنَىٰ عَلَى الْأَسَلِ ... وَالطَّعْنُ عِنْدَ مُحِبِّيهِنَّ كَالْقُبَلِ
وَمَا تَقِرُّ سُيُوفٌ فِي مَمَالِكِهَا ... حَتَّىٰ تُقَلْقِلَ دَهْراً قَبْلُ فِي الْقُلَلِ
مِثْلُ الْأَمِيرِ بَغَى أَمْراً فَقَرَّبَهُ ... طُولُ الرِّمَاحِ وَأَيْدِي الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ
هُوَ الشُّجَاعُ يَعُدُّ الْبُخْلَ مِنْ جُبُنٍ ... وَهُوَ الْجَوَادُ يَعُدُّ الْجُبْنَ مِنْ بُخُلِ
يَعُودُ مِنْ كُلِّ فَتْحٍ غَيْرَ مُفْتَخِرٍ ... وَقَدْ أَغَذَّ إِلَيْهِ غَيْرَ مُحْتَفِلِ
وَلَا يُجِيرُ عَلَيْهِ الدَّهْرُ بُغْيَتَهُ ... وَلَا تُحَصِّنُ دِرْعٌ مُهْجَةَ الْبَطَلِ
لَقَدْ رَأَتْ كُلُّ عَيْنٍ مِنْكَ مَالِئَهَا ... وَجَرَّدَتْ خَيْرَ سَيْفٍ خِيرَةُ الدُّوَلِ
فَمَا تُكَشِّفُكَ الْأَعْدَاءُ عَنْ مَلَلٍ ... مِنَ الْحُرُوبِ وَلَا الْآرَاءُ عَنْ زَلَلِ

فَلَا هَجَمْتَ بِهَا إِلَّا عَلَىٰ ظَفَرٍ
وَلَا وَصَلْتَ بِهَا إِلَّا إِلَىٰ أَمَلِ

---

۵۱ ناصر الدولہ حسن بن ابی الہیجاء اپنے والد ابو الہیجاء کے بعد ۳۱۷ھ میں موصل کا گورنر مقرر ہوا۔ ۳۳۰ھ میں خلیفہ متقی باللہ نے اُس کو "ناصر الدولہ" کے معزز لقب سے سرفراز کیا، اور دولتِ عباسیہ کے پہلے امیر الأمراء محمد بن رائق کے بعد اُس کو امیر الأمراء کے عہدہ پر مقرر کیا۔ ناصر الدولہ نے اس منصب کو بخوشی قبول کر لیا اور موصل کا تاج و تخت اپنے بھائی سیف الدولہ کے سپرد کر کے خود دار السلام بغداد روانہ ہو گیا۔ ایک سال سے کچھ زائد عرصہ تک وہ بڑی کامیابی کے ساتھ اس عہدہ پر فائز رہا، لیکن اسی اثناء میں موصل میں ترکوں نے علم بغاوت بلند کر دیا، ریاست میں اس قدر افراتفری پھیلی کہ بالآخر مجبور ہو کر اُسے اس عہدۂ امارت کو خیر باد کہنا پڑا۔ وہ ۳۳۱ھ میں اپنی مملکت کو سیلاب بغاوت سے بچانے کے لئے پھر موصل واپس آ گیا۔ ۳۸۰ھ تک موصل اور اس کی کمشنریوں پر اُس کی اور اُس کی اولاد کی حکومت رہی (محمدٰن ڈائنسٹیز) (اعظمی)

۵۲ (۱) بلند مرتبہ سلطنت وہ ہے جس کی بنیاد نیزوں پر ہو، اُس سے محبت رکھنے والوں کے نزدیک، نیزہ بازی بوسۂ محبوبہ کی طرح لذیذ ہے۔ (۲) تلواریں جب تک دشمنوں کے سروں میں دیر تک حرکت نہ دی جائیں اُس وقت تک وہ اپنے حدودِ سلطنت میں اطمینان سے نہیں رہتیں (۳) سیف الدولہ جیسے بہادر شخص نے اپنے بھائی کی امداد کا ارادہ کیا تو طویل نیزوں، گھوڑوں اور اونٹوں کے دست و بازو نے منزلِ مقصود سے اُس کو قریب کر دیا۔ (۴) وہ ایسا بہادر ہے جو بخل کو بزدلی سمجھتا ہے اور وہ ایسا سخی ہے جو نامردی کو بخالت کی ایک قسم خیال کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بہادر ہے۔ بزدل نہیں، وہ سخی ہے بخیل نہیں۔ (۵) وہ ہر فتح کے بعد بغیر کسی فخر اور غرور کے لوٹتا ہے۔ خواہ وہ اُس لڑائی

Marfat.com

ناصر الدولہ کی اعانت کے لئے جاتے وقت سیف الدولہ نے چاہا کہ متنبی بھی اس کے ہمراہ چلے، یہ اُس کی عین خوشی تھی لیکن اہل وعیال کی وجہ سے وہ مجبور تھا معذرت کرتے ہوئے اُس نے دوسرا مدحیہ قصیدہ پیش کیا، جس کا مطلع ہے:-[1]

سِرْ حَلَّ حَيْثُ تَحُلُّهُ النُّوَّارُ
وَأَرَادَ فِيكَ مُرَادَكَ الْمِقْدَارُ

موصل سے واپسی پر سیف الدولہ کو ایک اور جانکاہ حادثہ پیش آیا، ابو وائل تغلب بن داؤد کا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے، سنہ ۳۳۵ھ میں حمص میں انتقال ہوگیا اُس کو سیف الدولہ قرامطہ کی قید و بند سے چھوڑا تو لایا تھا، لیکن وہ شدید طور پر زخمی ہوگیا تھا، اس لئے جانبر نہ ہوسکا۔ متنبی نے اس موقع پر ایک طویل مرثیہ کہا[2] سیف الدولہ کی خدمت میں پیش کیا، جس کا پہلا شعر یہ ہے:-

مَا سَدَكَتْ عِلَّةٌ بِمَوْرُودِ
أَكْرَمَ مِنْ تَغْلِبَ بْنِ دَاوُدِ

۷۔ سنہ ۳۴۳ھ میں **بنو کلاب** نے علم بغاوت بلند کردیا، سیف الدولہ شروع شروع اُن پر بڑا مہربان تھا۔ اُن کی ہر طرح دلجوئی کرتا تھا اور اُن کا بڑا خیال کرتا تھا، اس لئے وہ بڑی ترقی کرگئے اور لوگوں پر اُن کی ڈھاک بیٹھ گئی۔ پھر وہ سرکشی پر آمادہ ہوگئے، یہاں تک کہ اُنھوں نے علم بغاوت بلند کردیا۔ سیف الدولہ کو پتہ چلا تو وہ تیزی سے اُن پر جھپٹا اور بُری طرح اُن کو کچل کر رکھدیا، متنبی نے اِس موقع پر بھی اُس کی خدمت میں ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا، چونکہ متنبی کا عنفوانِ شباب بنو کلاب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں کیسی ہی بے پروائی اور عجلت میں گیا ہو۔ (۶) زمانہ اُس کی مرضی کے خلاف اُس کے مقصد کو روک نہیں سکتا، نہ کوئی زرہ کسی بہادر دشمن کی جان اُس سے بچاسکتی ہے۔ (۷) ہر آنکھ تجھ جیسے بہادر انسان کو دیکھکر عظمت و جلال سے پُر ہوجاتی ہے۔ بیشک اچھی حکومت (خلافت) نے بہترین تلوار (سیف الدولہ) میان سے نکالی ہے۔ (۸) تیرے دشمن تجھکو لڑائیوں سے اُکتا تا ہوا کبھی نہیں دیکھتے نہ عقلمند تجھ میں کوئی لغزش پاتے ہیں۔ (۹) خدا کرے تو حملہ میں کامیاب ہو اور لڑائی میں تو اپنی مراد کو پہنچے۔" (اعظمی)

[1] "جس جگہ جی چاہے جا، جہاں بھی تو جائے گا تیری وجہ سے وہ جگہ گلزار بن جائیگی، بیشک قضاءُ قدر تیری مراد پوری کرنا چاہتی ہے۔" معذرت کے دوسرے اشعار اہل وعیال کے باب میں آچکے ہیں۔ دیکھو ص ۴۴ (اعظمی)

[2] کوئی بیماری کسی ایسے شخص کو جو تغلب بن داؤد سے زیادہ شریف ہو کبھی لاحق نہیں ہوئی۔ یعنی اُس سے زیادہ شریف کوئی بیمار دیکھنے میں نہیں آیا۔ (اعظمی)

ہی میں گذرا تھا، اس لئے احسان شناسی کے طور پر سیف الدولہ سے اُن کی اس غلطی پر رحم کی درخواست کرتا ہے اور کہتا ہے "اے آقا! تو اِن پر مہربانی کر، یہ بہر حال تیرے غلام ہیں، یہ تجھ سے کبھی سرتابی نہیں کر سکتے، یہ تو قوم کے چند بے وقوفوں کی حرکت تھی جس کی سزا سب کو بھگتنی پڑی۔[لہ] قصیدہ بہت طویل ہے، چند شعر درج ذیل ہیں:۔

تَرَفَّقْ أَيُّهَا الْمَوْلَى عَلَيْهِمْ ‏ ‏ فَإِنَّ الرِّفْقَ بِالْجَانِي عِتَابُ
وَإِنَّهُمُ عَبِيدُكَ حَيْثُ كَانُوا ‏ ‏ إِذَا تَدْعُو لِحَادِثَةٍ أَجَابُوا
وَعَيْنُ الْمُخْطِئِينَ هُمُ وَلَيْسُوا ‏ ‏ بِأَوَّلِ مَعْشَرٍ خَطِئُوا فَتَابُوا
وَأَنْتَ حَيَاتُهُمْ غَضِبَتْ عَلَيْهِمْ ‏ ‏ وَهَجْرُ حَيَاتِهِمْ لَهُمُ عِقَابُ
وَمَا جَهِلَتْ أَيَادِيَكَ الْبَوَادِي ‏ ‏ وَلَكِنْ رُبَّمَا خَفِيَ الصَّوَابُ
وَكَمْ ذَنْبٍ مُوَلِّدُهُ دَلَالٌ ‏ ‏ وَكَمْ بُعْدٍ مُوَلِّدُهُ اقْتِرَابُ
وَجُرْمٍ جَرَّهُ سُفَهَاءُ قَوْمٍ ‏ ‏ وَحَلَّ بِغَيْرِ جَارِمِهِ الْعَذَابُ
وَلَكِنْ رَبُّهُمْ أَسْرَى إِلَيْهِمْ ‏ ‏ فَمَا نَفَعَ الْوُقُوفُ وَلَا الذَّهَابُ
وَلَا لَيْلٌ أَجَنَّ وَلَا نَهَارٌ ‏ ‏ وَلَا خَيْلٌ حَمَلْنَ وَلَا رِكَابُ

لہ (۱) اے آقا! تو ان پر مہربانی کر اس لئے کہ گنہگاروں سے نرمی کرنا اُن پر بڑا عتاب ہے یعنی خطاکار کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنے سے ہمیشہ کے لئے اس کی گردن جھک جاتی ہے۔ (۲) وہ جہاں کہیں بھی رہیں تیرے غلام ہیں، جب تو ان کو کسی حادثہ کے وقت بلائے گا تو وہ فوراً تیری دعوت قبول کریں گے اور حاضر خدمت ہوں گے (۳) وہ سب بالکل خطاوار ہیں لیکن وہ اس گروہ میں، جنھوں نے خطا کر کے توبہ کی ہو، پہلے نہیں ہیں۔ (۴) تو اُن کی زندگی ہے جو اُن پر خفا ہو گئی ہے اور تیرا خفا ہو کر اُن کو چھوڑ دینا زندگی سے اُن کو جدا کرنا ہے۔ اور یہ چیز اُن کے لئے بڑا عذاب ہے۔ (۵) اور یہ بادیہ نشین دیہاتی تیرے احسانات سے ناواقف نہیں ہیں لیکن صحیح بات بعض مرتبہ پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ (۶) اور بہت سے گناہ ایسے ہیں جو ناز سے پیدا ہوتے ہیں، اور بہت سی دوریاں ایسی ہیں جن کی باعث دراصل قربت اور نزدیکی ہوتی ہے۔ (۷) اور بہت سے گناہ ایسے ہیں جنھیں قوم کے چھچھورے اور کمینے لوگ کر ڈالتے ہیں اور عذاب نازل ہوتا ہے ناکردہ گناہوں پر۔ (۸) اُن کا آقا یعنی ممدوح راتوں رات ان پر چڑھ آیا پھر تو ٹھہرنے نے کچھ فائدہ دیا اور نہ بھاگنے نے۔ (۹) نہ رات نے اُن کو چھپایا، نہ دن نے اُن کو پناہ دی، نہ گھوڑوں نے اُن کو اپنے اوپر سوار کیا اور نہ اونٹوں نے۔

Marfat.com

رَمَيْتَهُمْ بِبَحْرٍ مِنْ حَدِيدٍ ۔۔۔ لَهُ فِي الْبَرِّ خَلْفَهُمُ عُبَابُ
فَمَسَّاهُمْ وَبُسْطُهُمُ حَرِيرٌ ۔۔۔ وَصَبَّحَهُمْ وَبُسْطُهُمْ تُرَابُ
كَذَا فَلْيَسْرِ مَنْ طَلَبَ الْأَعَادِي
وَمِثْلَ سُرَاكَ فَلْيَكُنِ الطِّلَابُ

۸۔ ۳۴۴ھ میں بنو قیس کے قبائل سرکشی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سیف الدولہ نے ان کا پیچھا کیا۔ مقام "تدمُر" پر مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ اُن کی سرکوبی کرنے کے بعد اُن کے ساتھ بھی سیف الدولہ نے وہی سلوک کیا، جو بنو کلاب کے ساتھ اس سے پہلے کر چکا تھا۔ متنبی نے اس واقعہ پر بھی مدحیہ قصیدہ کہہ کر پیش کیا، جس کا مطلع یہ ہے:۔

تَذَكَّرْتُ مَا بَيْنَ الْعُذَيْبِ وَبَارِقِ
مَجَرَّ عَوَالِيْنَا وَمَجْرَى السَّوَابِقِ

متنبی خود اس جنگ میں شریک نہیں تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا قصیدہ سے اس واقعہ کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح روشنی نہیں پڑتی، اس لئے اُس نے سیف الدولہ سے تمام حالات معلوم کر کے ایک دوسرا قصیدہ کہا۔ جس کا مطلع یہ ہے:۔

طِوَالُ قَنًا تُطَاعِنُهَا قِصَارُ
وَقَطْرُكَ فِي نَدًى وَوَغًى بِحَارُ

متنبی، سیف الدولہ کی بہادری اور دشمنوں کے تعاقب کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے

لہ (۱) تو نے اُن پر ایک آہن پوش لشکر کا سمندر بہا دیا جن کے پیچھے خشکی میں اسلحہ اور زرہوں کی چمک سے موجیں اُٹھ رہی تھیں۔ (۲) ممدوح بوقت شام اُن پر ٹوٹ پڑا درآں حالیکہ اُن کا بستر ریشمی تھا اور صبح کو ان کو اس حال میں چھوڑا کہ اُن کا بستر مٹی اور خاک تھا، یعنی اُن کو قتل کر کے خاک میں ملا دیا۔ (۳) اسی طرح راتوں رات اس شخص کو چلنا چاہئیے جو دشمنوں کو طلب کرے اور جن کو دشمنوں کی تلاش ہو اُن کو تیری ہی طرح راتوں رات دھاوا بولنا چاہیئے۔ (اعظمی)

لہ میں نے عذیب اور بارق کے درمیان اپنے نیزوں کے کھینچنے اور تیز رو گھوڑوں کے ہنکانے کی جگہ کو یاد کیا (اعظمی)

سلہ وہ طویل نیزے جن سے تو نیزہ بازی کرتا ہے دشمنوں کو مجروح کرنے میں چھوٹے نیزوں کی طرح کام دیتے ہیں اور بخشش اور جنگ میں تیرا ایک قطرہ کے برابر بھی حصہ لینا دریا اور سمندر کے برابر ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

کہ آخر اُس نے اِن سرکشوں کو مقام "تدمُر" پر جالیا۔ اور کشتوں کے پُشتے لگا دیئے۔ قصیدہ بہت طویل ہے، چند شعر درج ذیل ہیں۔ وہ کہتا ہے:-

وَلَيْسَ بِغَيْرِ تَدْمُرَ مُسْتَغَاثٌ ۔۔۔ وَتَدْمُرُ كَاسْمِهَا لَهُمْ دَمَارُ
أَرَادُوا أَنْ يُدِيرُوا الرَّأْيَ فِيهَا ۔۔۔ فَصَبَّحَهُمْ بِرَأْيٍ لَا يُدَارُ
تُرِيقُ سُيُوفُهُ مُهَجَ الْأَعَادِي ۔۔۔ وَكُلُّ دَمٍ أَرَاقَتْهُ جُبَارُ
يَرَوْنَ الْمَوْتَ قُدَّامًا وَخَلْفًا ۔۔۔ فَيَخْتَارُونَ وَالْمَوْتُ اضْطِرَارُ
إِذَا سَلَكَ السَّمَاوَةَ غَيْرُ هَادٍ ۔۔۔ فَقَتْلَاهُمْ لِعَيْنَيْهِ مَنَارُ
وَلَوْ لَمْ يُبْقِ لَمْ تَعِشِ الْبَقَايَا ۔۔۔ وَفِي الْمَاضِي لِمَنْ بَقِيَ اعْتِبَارُ
إِذَا لَمْ يُرْعِ سَيِّدُهُمْ عَلَيْهِمْ ۔۔۔ فَمَنْ يُرْعِي عَلَيْهِمْ أَوْ يَغَارُ
تَخِرُّ لَهُ الْقَبَائِلُ سَاجِدَاتٍ ۔۔۔ وَتَحْمَدُهُ الْأَسِنَّةُ وَالشِّفَارُ
كَأَنَّ شُعَاعَ عَيْنِ الشَّمْسِ فِيهِ ۔۔۔ فَفِي أَبْصَارِنَا مِنْهُ انْكِسَارُ

وَمَا فِي سَطْوَةِ الْأَرْبَابِ عَيْبٌ
وَلَا فِي ذِلَّةِ الْعُبْدَانِ عَارُ

ف[1] (۱) مقام تدمر کے علاوہ اُن کے لئے کوئی فریاد اور پناہ کی جگہ نہ تھی حالانکہ تدمر بھی اپنے نام کی طرح اُن کے لئے ہلاکت کی جگہ بن گیا۔ (۲) اُنھوں نے چاہا کہ وہ مقام تدمر میں مشورہ کریں لیکن ممدوح نے اس قطعی رائے کی طرح جو بدلی نہیں جاتی صبح کے وقت اُن پر دھاوا بول دیا۔ (۳) ممدوح کی تلواریں دشمنوں کا خون بہاتی ہیں اور ہر وہ خون جس کو اس کی تلواریں بہائیں وہ رائیگاں اور ضائع ہے۔ (۴) وہ لوگ اپنے آگے اور پیچھے موت کو دیکھتے تھے اور اُس کو اختیار کر لیتے تھے، اس لئے کہ وہ مرنے پر مجبور تھے۔ (۵) جب کوئی بغیر رہبر کے بادیہ سماوہ کو جانا چاہے تو اُس کی آنکھوں کے سامنے اُن کے مُردوں کے ڈھیر منارہ کی طرح اُس کی رہبری کریں۔ (۶) اگر ممدوح اُن پر مہربانی نہ کرتا تو دشمنوں کے باقی لوگ بھی نہ بچتے اور زمانۂ ماضی اُن لوگوں کے لئے جو بچ گئے ہیں موجب عبرت ہے۔ (۷) جب اُن کا سردار یعنی سیف الدولہ ہی اُن پر رحم نہیں کرے گا تو کون اُن پر رحم کرے گا اور اپنی ہم قوم ہونے کی وجہ سے اُن کے بارے میں کون غیرت کرے گا۔ (۸) ممدوح کے سامنے قبائل عرب جھکتے ہیں اور نیزے اور تلوار کی دھاریں اُس کی تعریف کرتے ہیں۔ (۹) گویا آفتاب کی شعاعیں ممدوح میں ہیں اس لئے اس کی عظمت و جلال کے سامنے ہماری نظریں جھک جاتی ہیں۔ (۱۰) بادشاہوں کے غلبہ اور عتاب میں کوئی عیب نہیں اور نہ غلاموں کی شکست و ذلت میں کوئی عار و شرم۔ (اعظمی)

مذکورۂ بالا جدال و قتال سے ملک کے اندرونی حالات کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے کہ سیف الدولہ کے حدود مملکت میں جاہل اور سرکش رعایا کی وجہ سے کیسی بدامنی اور بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اُس وقت کے مسلمان حکمران اور اُمراء میں باہم شدید منافست پائی جاتی تھی۔ وہ اقتدار اور سیادت حاصل کرنے کے لئے برابر ایک دوسرے کے خلاف جدوجہد میں مصروف رہتے تھے۔ اسلامی رواداری کے برعکس اُن میں سے کچھ چھپ چھپ کر اور کچھ علانیہ سیف الدولہ کو نقصان پہنچانے کے لئے رومیوں کی مدد کرتے رہتے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو خوارج کو سیف الدولہ کے خلاف اُکساتے رہتے تھے۔ حالانکہ یہ دونوں دشمن جانتے تھے کہ نہ رومی کسی وقت اُن کے دوست بن سکتے ہیں اور نہ خوارج کا نظامِ سیاست اور دینی گمراہی اُن کے لئے کبھی مفید ہو سکتی ہے۔

متنبی اِن قصائد میں اِن تمام سرکشوں کو ملامت کرتا ہے اور اُن کو اس تمرّد سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس کو مسلمانوں کے آپس کے جھگڑوں پر بڑا افسوس تھا، وہ چاہتا تھا کہ کاش سیف الدولہ کو اطمینان نصیب ہو تو وہ پوری دلچسپی کے ساتھ مسلمانوں کے اصلی دشمن رومیوں سے جہاد کر سکے۔ اور اپنے بھائیوں کے بجائے دشمنانِ اسلام سے اچھی طرح نپٹ سکے۔

پھر وہ سیف الدولہ کے حُسنِ تدبّر اور حُسنِ انتظام کی تعریف کرتا ہے، اور ان سرکشوں کی تالیفِ قلب اور اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک پر اُس کی مدح سرائی کرتا ہے۔ اس لئے کہ رعایا ہی بادشاہ کی اصلی طاقت ہوتی ہے، جسے وہ رومیوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔ دیکھئے، مذکورۂ بالا قصیدہ کا ایک شعر ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ بغاوت سے پہلے تو اپنی اِن رعایا کی حمایت کے لئے ایک ایسی تلوار تھا جس کا قبضہ اُن کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اور اُن کے دشمنوں کے سینوں میں تیری تلوار کی اَنی اور دھار ہوتی تھی۔ وہ کہتا ہے:-

وَكُنْتَ السَّيْفَ قَائِمُهُ إِلَيْهِمْ
وَفِي الْأَعْدَاءِ حَدُّكَ وَالْغِرَارُ

رومیوں سے جہاد | یہ تو وہ لڑائیاں تھیں جو سیف الدولہ کو ملک کے سرکش اور باغی رعایا سے لڑنی پڑیں۔ ملک و ملت کے اصلی دشمن سے سیف الدولہ کی جو جنگیں ہوئی ہیں وہ تاریخ اسلام کا ایک سنہرا باب ہیں۔ جب سے مسلمانوں نے شام و عراق فتح کیا تھا رومیوں سے اُن کی جنگیں برابر

Marfat.com

ہوتی رہتی تھیں، حلب پر قبضہ سے پہلے بھی بنو حمدان کی رومیوں سے جنگیں ہو چکی تھیں حلب پر تسلط کے بعد تو تقریباً بیس سال تک سیف الدولہ کی اُن سے مسلسل خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں، کسی ایک سال بھی لڑائی کی آگ سرد نہیں پڑی۔ جیسا کہ متنبی کہتا ہے:-

أَنْتَ طُوْلَ الْحَيَاةِ لِلرُّوْمِ غَازٍ
فَمَتَى الْوَعْدُ أَنْ يَكُوْنَ الْقُفُوْلُ

کہا جاتا ہے کہ رومیوں سے اُس کے چالیس خونریز معرکے ہوئے جن میں سے بیشتر میں اس کو شاندار فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۳۳۹ھ میں تو وہ رومیوں کا پیچھا کرتا ہوا دُور تک چلا گیا جہاں سے قسطنطنیہ تک چند روز کی مسافت رہ گئی۔ ۳۵۱ھ میں نقفور (Nicphorus) کی سرکردگی میں، رومیوں نے دو لاکھ کے جرّار لشکر سے حلب پر حملہ کر دیا، اور بڑی خونریزی اور تباہی مچائی۔ پھر ۳۵۲ھ میں باوجودیکہ سیف الدولہ کے ہاتھ اور پیر پر فالج گر چکا تھا، وہ انتقام لینے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ جس میں اس کو بڑی شاندار کامیابی ہوئی۔ اِسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے متنبی کہتا ہے:-

وَغَرَّ الدُّمُسْتُقَ قَوْلُ الْعُدَا ةِ إِنَّ عَلِيًّا ثَقِيْلٌ وَصِبٌ
وَقَدْ عَلِمَتْ خَيْلُهُ أَنَّهُ إِذَا هَمَّ وَهُوَ عَلِيْلٌ رَكِبْ

۹۔ رومیوں سے ویسے جھڑپیں تو ہوتی رہتی تھیں لیکن ۳۳۹ھ میں سیف الدولہ سے ایک سخت معرکہ کا رن پڑا جس میں متنبی بھی شریک تھا۔ اس میں سیف الدولہ کو شروع میں شاندار کامیابی ہوئی۔ وہ روم کی سرحد کو عبور کر کے دُور تک شہروں میں گھس گیا اور اتنا زیادہ مالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے کہ اُن کو لے کر لوٹنا غازیوں کے لئے مصیبت بن گیا۔ دشمن گھات میں تھے، اُنھوں نے موقع پا کر اچانک پھر حملہ کر دیا اور اتنا شدید کہ سیف الدولہ کی ساری فوج تتر بتر ہو گئی۔ اُس نے بڑی ہوشیاری سے مدافعت کی لیکن کچھ کامیابی نہ ہو سکی اور بڑی

---

۵۱ تو ساری عمر رومیوں سے جہاد کرتا رہے گا۔ اب دارالحکومت لوٹنے کا کب ارادہ ہے۔ (اعظمی)

۵۲ (۱) دشمنوں کی اس بات نے دُمستق کو دھوکہ میں ڈال دیا کہ سیف الدولہ بیمار ہے۔ (۲) حالانکہ وہ بیماری کی حالت میں بھی اگر حملہ کا ارادہ کرے تو فوراً سوار ہو کر چل پڑتا ہے۔ اُس کی اِس عادت سے اُسکے گھوڑے اور شہسوار بھی واقف ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

مشکل سے وہ اپنی جان بچا سکا۔ اِس موقع پر متنبی نے دو² قصیدے کہے۔ ایک حملہ سے پہلے جس کا مطلع ہے :-

هٰذَا الْيَوْمُ بَعْدَ غَدٍ أَرِيجُ
وَنَارٌ فِي الْعَدُوِّ لَهَا أَجِيجُ

دوسرا شکست کے بعد جس میں وہ سیف الدولہ کو تسلّی دیتا ہے کہ جو کچھ ہوا یہ دراصل کچھ لوگوں کی غفلت اور خیانت کی وجہ سے پیش آیا اگر وہ سیف الدولہ کی نافرمانی اور غداری نہ کرتے تو خدا اُنھیں کبھی اِس مُصیبت میں مبتلا نہ کرتا۔ پھر رومیوں کو سیف الدّولہ کے انتقام سے ڈراتا ہے کہ آئندہ کوہ و صحرا کوئی طاقت تم کو اُس کی ضرب سے بچا نہ سکے گی اور تمہارا ملک اُس کی فرودگاہ بن کر رہے گا۔ قصیدہ میں ۴۸ شعر ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں :-

قُلْ لِلدُّمُسْتُقِ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ لَكُمْ ... خَانُوا الْأَمِيرَ فَجَازَاهُمْ بِمَا صَنَعُوا
وَجَدْتُمُوهُمْ نِيَامًا فِي دِمَائِكُمْ ... كَأَنَّ قَتْلَاكُمْ إِيَّاهُمْ فَجَعُوا
لَا تَحْسَبُوا مَنْ أَسَرْتُمْ كَانَ ذَا رَمَقٍ ... فَلَيْسَ يَأْكُلُ إِلَّا الْمَيْتَةَ الضَّبُعُ
هَلَّا عَلَى عَقَبِ الْوَادِي وَقَدْ طَلَعَتْ ... أُسْدٌ تَمُرُّ فُرَادَى لَيْسَ تَجْتَمِعُ
فَكُلُّ غَزْوٍ إِلَيْكُمْ بَعْدَ ذَا فَلَهُ ... وَكُلُّ غَازٍ لِسَيْفِ الدَّوْلَةِ التَّبَعُ

ل کل کے بعد والے دن یعنی پرسوں مژدۂ فتح کی ہر طرف خوشبو ہوگی اور دشمن کے گھروں میں ایسی آگ ہوگی جس کا شعلہ بلند ہوگا۔ (اعظمی)

ل (۱) دمشق سے کہدو کہ وہ مسلمان جو تمہارے ہاتھوں مارے گئے یا قید ہوئے، انھوں نے امیر یعنی سیف الدولہ کے حکم کی نافرمانی کی اس لئے خدا نے ان کو اُن کے کئے کی سزا دی۔ (۲) تم نے ان کو اپنے مقتولوں کے خون میں سوتا ہوا پایا گویا تمہارے مقتولوں سے اُن کو ہمدردی تھی اور وہ اُن کی وجہ سے دردمند ہوئے تھے۔ یعنی اس غداری کی سزا خدا نے ان کو دی۔ (۳) اُن لوگوں کے بارے میں جن کو تم نے قید کیا ہے تم یہ مت خیال کرو کہ اُن میں کچھ بھی جان باقی تھی۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ بجّو نہیں کھاتا ہے مگر مردار کو۔ یعنی تم بھی بجّو کی طرح ہو کہ بے جانوں کو مارتے اور قید کرتے ہو۔ (۴) تم کیوں نہ جمے رہے وادی کی گھاٹیوں میں جبکہ ممدوح کے شیر دل بہادر اس پر چڑھ گئے تھے جو تنہا چل رہے تھے۔ جمع ہو کر ایک دوسرے کا سہارا نہیں لے رہے تھے۔ (۵) اب جو جہاد بھی اُس کے بعد ہوگا وہ ممدوح کے حق میں ہوگا اور ہر غازی سیف الدولہ کا فرماں بردار ہوگا۔

Marfat.com

وَهَلْ يَشِينُكَ وَقْتٌ كُنْتَ فَارِسَهُ ... وَكَانَ غَيْرُكَ فِيهِ الْعَاجِزُ الضَّرَعُ
مَنْ كَانَ فَوْقَ مَحَلِّ الشَّمْسِ مَوْضِعُهُ ... فَلَيْسَ يَرْفَعُهُ شَيْءٌ وَلَا يَضَعُ
لَمْ يُسْلِمِ الْكَرُّ فِي الْأَعْقَابِ مُهْجَتَهُ ... إِنْ كَانَ أَسْلَمَهَا الْأَصْحَابُ الشِّيَعُ
اَلدَّهْرُ مُعْتَذِرٌ وَالسَّيْفُ مُنْتَظِرٌ ... وَأَرْضُهُمْ لَكَ مُصْطَافٌ وَمُرْتَبَعُ
وَمَا حَمِدْتُكَ فِي هَوْلٍ ثَبَتَّ بِهِ ... حَتّٰى بَلَوْتُكَ وَالْأَبْطَالُ تَمْتَصِعُ
فَقَدْ يُظَنُّ شُجَاعًا مَنْ بِهِ خَرَقٌ ... وَقَدْ يُظَنُّ جَبَانًا مَنْ بِهِ زَمَعُ

إِنَّ السِّلَاحَ جَمِيعُ النَّاسِ تَحْمِلُهُ
وَلَيْسَ كُلُّ ذَوَاتِ الْمِخْلَبِ السَّبُعُ

۱۰- ۳۴۰ھ میں سیف الدولہ رومیوں سے انتقام لینے اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ گذشتہ سال کی شکست کا ایسا انتقام لیا جائے جو مسلمانوں اور خود اُس کے چہرہ سے اُس عار کو دھو دے جو اُنھیں پچھلے سال اُٹھانا پڑا تھا۔ لیکن مسلمان عام طور پر رومیوں کی زبردست فوجی طاقت سے خائف تھے۔ اس لئے سیف الدولہ نے یہ کام متنبی کے سپرد کیا کہ تم مسلمانوں کے دلوں سے خوف و ڈر کو دُور کرو اور اُنھیں جہاد پر آمادہ کرو۔ متنبی نے حکم کی تعمیل کی اور ایک دلولہ انگیز قصیدہ کہہ کر پیش کیا جس کا مطلع ہے:-

---

لہ (۱) اے سیف الدولہ! کیا وہ وقت تجھ پر عیب لگا سکتا ہے جس کا تو مرد اور شہسوار رہا ہے؟ اور اُس وقت تیرے علاوہ دوسرے عاجز اور کمزور ثابت ہوئے۔ (۲) جس شخص کا مرتبہ آفتاب سے بلند ہو اس کو کوئی چیز بلند و پست نہیں کر سکتی۔ (۳) گھاٹیوں میں ممدوح کے مسلسل اور پیہم حملوں نے اس کی جان دشمنوں کے سپرد نہیں کی، اگرچہ اس کے ساتھیوں اور فوجی ٹولیوں نے اس کو دشمنوں کے سپرد کر دیا تھا۔ (۴) اس شکست پر زمانہ تجھ سے عذر خواہ ہے اور تلوار تیرے دوبارہ حملہ کی منتظر ہے اور اُن کی یعنی رومیوں کی زمین تیری فرودگاہِ گرما اور قیام گاہ موسم بہار ہے۔ (۵) کسی خوفناک مقام میں جبکہ بہادروں کی تلواریں کھٹاکھٹ چل رہی تھیں میں نے تیرے ثابت قدم رہنے پر تیری تعریف اس وقت تک نہیں کی جب تک میں نے تجھ کو آزما نہ لیا۔ (۶) اس لئے کہ کبھی وہ شخص بہادر سمجھا جاتا جس میں ہلکا پن اور بے وقوفی ہوتی ہے اور وہ شخص بزدل خیال کیا جاتا ہے جو غصہ سے کانپ رہا ہو۔ (۷) بے شک ہتھیار سب ہی اُٹھاتے ہیں، لیکن ہر پنجہ والا درندہ نہیں ہوتا۔ یعنی ہتھیار سب ہی لگاتے ہیں لیکن ہر ہتھیار بند سیف الدولہ جیسا بہادر نہیں ہوتا۔ (اعظمی)

Marfat.com

نَزُوْرُ دِيَارًا مَا نُحِبُّ لَهَا مَغْنًى
وَنَسْأَلُ فِيهَا غَيْرَ سَاكِنِهَا الْإِذْنَا

یہ قصیدہ متنبی نے عام مجمع کے سامنے پڑھا جس سے مسلمانوں کے دلوں میں اعتماد، دلیری و جاں بازی کے جذبات اُبھر اُٹھے، پھر کیا تھا، سیف الدولہ طوفان کی طرح روم پر چڑھ دوڑا اور دشمن کے چالیس ہزار لشکرِ جرار کو تہس نہس کر ڈالا۔ وہ چاہتا تھا کہ اُن کے صدر مقام خرشنہ تک پہنچ جائے لیکن برف باری کی وجہ سے راستہ رُک گیا اور سیف الدولہ آگے نہ بڑھ سکا۔ بالآخر وہ ظفر مندی کے پھریرے اُڑاتا ہوا کامیاب اور کامران لوٹ آیا۔ اِس خوشی کے موقع پر متنبی نے ایک طویل تہنیتی قصیدہ پیش کیا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:۔

وَأَشْقَى بِلَادِ اللهِ مَا الرُّومُ أَهْلُهَا ... بِهٰذَا وَمَا فِيهَا لِمَجْدِكَ جَاحِدُ
شَنَنْتَ بِهَا الْغَارَاتِ حَتّٰى تَرَكْتَهَا ... وَجَفْنُ الَّذِي خَلْفَ الْفَرَنْجَةِ سَاهِدُ
مُخَضَّبَةٌ وَالْقَوْمُ صَرْعٰى كَأَنَّهَا ... وَإِنْ لَمْ يَكُونُوا سَاجِدِينَ مَسَاجِدُ
وَتُضْحِي الْحُصُونُ الْمُشْمَخِرَّاتُ فِي الذُّرٰى ... وَخَيْلُكَ فِي أَعْنَاقِهِنَّ قَلَائِدُ
عَصَفْنَ بِهِمْ يَوْمَ اللُّقَانِ وَسُقْنَهُمْ ... بِهِنْرِيطَ حَتّٰى ابْيَضَّ بِالسَّبْيِ آمِدُ

سلہ ہم اُس دیار میں جا رہے ہیں جہاں ہم رہنا پسند نہیں کرتے اور وہاں کے باشندوں سے نہیں، سیف الدولہ سے وہاں جانے کی ہم اجازت چاہتے ہیں۔ (اعظمی)

سلہ (۱) خدا کے شہروں میں سب سے بد نصیب شہر وہ ہے جس کے باشندے رومی ہیں، اور اس میں کوئی ایسا نہیں ہے جو تیرے مجد و شرف کا منکر ہو۔ (۲) تو نے اُن پر سخت غارتیں ڈالی ہیں یہاں تک تو نے ان کو ایسی حالت میں چھوڑا ہے کہ مقام فرنجہ کے پیچھے کی پلکیں بھی جاگتی رہتی ہیں، یعنی لوگ ایسے خائف ہو گئے ہیں کہ فرنجہ جیسے دُور دراز مقام کے لوگ تیرے حملہ کے ڈر کی وجہ سے جاگتے رہتے ہیں۔ (۳) روم کے شہر خون میں رنگے ہوئے ہیں اور قوم بچھڑی ہوئی ہے۔ گویا وہ شہر مساجد ہیں اگرچہ لوگ در اصل سجدہ کرنے والے نہیں ہیں۔ (۴) اور اُن کے بلند قلعے جو پہاڑ کی چوٹیوں پر واقع ہیں، تیرے گھوڑے اُن کی گردنوں کا ہار بن گئے، یعنی انھوں نے قلعوں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ (۵) لقان کی لڑائی کے دن تیرے گھوڑے اُن پر آندھی کی طرح ٹوٹ پڑے اور وہ اُن کو قلعہ ہنریط پر ہنکا کرے گئے یہاں تک کہ شہر آمد گورے گورے قیدیوں کی وجہ سے سفید ہو گیا۔ (اعظمی)

Marfat.com

وَأَلْحَقْنَ بِالصَّفْصَافِ سَابُورَ فَانْهَوَى — وَذَاقَ الرَّدَى أَهْلَاهُمَا وَالْجَلَامِدُ
أَخُو غَزَوَاتٍ مَا تُغِبُّ سُيُوفُهُ — رِقَابَهُمُ إِلَّا وَسَيْحَانُ جَامِدُ
فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ حَمَاهَا مِنَ الظُّبَى — لَمَى شَفَتَيْهَا وَالثُّدِيُّ النَّوَاهِدُ
تُبَكِّي عَلَيْهِنَّ الْبَطَارِيقُ فِي الدُّجَى — وَهُنَّ لَدَيْنَا مُلْقَيَاتٌ كَوَاسِدُ
بِذَا قَضَتِ الْأَيَّامُ مَا بَيْنَ أَهْلِهَا — مَصَائِبُ قَوْمٍ عِنْدَ قَوْمٍ فَوَائِدُ
نَهَبْتَ مِنَ الْأَعْمَارِ مَا لَوْ حَوَيْتَهُ — لَهُنِّئَتِ الدُّنْيَا بِأَنَّكَ خَالِدُ
فَأَنْتَ حُسَامُ الْمُلْكِ وَاللّٰهُ ضَارِبٌ — وَأَنْتَ لِوَاءُ الدِّينِ وَاللّٰهُ عَاقِدُ
أُحِبُّكَ يَا شَمْسَ الزَّمَانِ وَبَدْرَهُ
وَإِنْ لَامَنِي فِيكَ السُّهَى وَالْفَرَاقِدُ

۱۱۔ ۳۴۱ھ میں سیف الدولہ نے "مرعش" پر حملہ کیا اور رومیوں کو وہاں سے نکال کر اس کے قلعہ پر قبضہ کر لیا، اسی سال شاہ روم کی طرف سے قیدیوں کے فدیہ کے بارے میں گفتگو کرنے ایک وفد آیا۔ سیف الدولہ نے عام اجلاس میں اُن سے ملاقات کی، اور اِس

لے (۱) اُن گھوڑوں نے قلعہ صَفْصَاف کو سابور سے ملا دیا اس لئے وہ گر پڑا، اُس کے رہنے والوں اور اُس کے در و دیوار نے تباہی کا مزہ چکھ لیا۔ (۲) ممدوح صاحب غزوات ہے، اس کی تلواریں دشمنوں کی گردنوں سے الگ نہیں ہوتیں۔ مگر جب دریائے سیحان برفباری کی وجہ سے جم جاوے۔ (۳) اسلئے قتل سے کوئی نہیں بچا سوائے اُن عورتوں کے جن کو تلوار کی دھار سے، اُن کے ہونٹوں کی سُرخی اور اُبھرے ہوئے پستانوں نے بچا لیا (۴) اُن قیدی عورتوں پر روم کے سردار تاریک راتوں میں روتے ہیں حالانکہ وہ ہمارے نزدیک گری ہوئی متاع کا سد ہیں جن پر کوئی نظر بھی نہیں ڈالتا۔ (۵) زمانہ نے دنیا والوں کے ساتھ اسی قسم کے فیصلے کئے ہیں، ایک قوم کی مصیبت دوسری قوم کے لئے نفع بخش ہوتی ہے۔ (۶) اے سیف الدولہ! تو نے دشمنوں کی اتنی زندگیاں لوٹی ہیں کہ اگر تو اُن کو جمع کر لے تو دنیا کو اس بات پر مبارکباد دی جائے کہ تو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ (۷) تو ملک کی تلوار ہے جس سے خدا کافروں کو قتل کرتا ہے۔ تو دین و مذہب کا جھنڈا ہے جسے خدا سربلند کئے ہوئے ہے۔ (۸) اے آفتاب تاباں اور ماہ درخشاں مجھے تجھ سے محبت ہے، مجھے اُن لوگوں کی پرواہ نہیں جو تیرے بارے میں مجھے ملامت کریں۔ خواہ وہ بلند مرتبہ ہوں یا معمولی حیثیت کے۔ (اعظمی)

شان سے کہ اُس کے سامنے ایک مری ہوئی شیرنی اور اُس کے تین زندہ بچے پڑے ہوئے تھے۔
اِس موقع پر متنبی نے دربارِ عام میں جو قصیدہ پڑھا تھا اُس کے چند شعر درج ذیل ہیں:-

لہ رَأَى مَلِكُ الرُّومِ اِرْتِيَاحَكَ لِلنَّدَى ... فَقَامَ مَقَامَ الْمُجْتَدِي الْمُتَمَلِّقِ
وَخَلَّى الرِّمَاحَ السَّمْهَرِيَّةَ صَاغِرًا ... لِأَدْرَبَ مِنْهُ بِالطِّعَانِ وَأَحْذَقِ
وَكَاتَبَ مِنْ أَرْضٍ بَعِيدٍ مَرَامُهَا ... قَرِيبٍ عَلَى خَيْلٍ حَوَالَيْكَ سُبَّقِ
وَقَدْ سَارَ فِي مَسْرَاكَ فِيهَا رَسُولُهُ ... فَمَا سَارَ إِلَّا فَوْقَ هَامٍ مُفَلَّقِ
فَلَمَّا دَنَا أَخْفَى عَلَيْهِ مَكَانَهُ ... شُعَاعُ الْحَدِيدِ الْبَارِقِ الْمُتَأَلِّقِ
وَأَقْبَلَ يَمْشِي فِي الْبِسَاطِ فَمَا دَرَى ... إِلَى الْبَحْرِ يَسْعَى أَمْ إِلَى الْبَدْرِ يَرْتَقِي
وَكُنْتَ إِذَا كَاتَبْتَهُ قَبْلَ هٰذِهِ ... كَتَبْتَ إِلَيْهِ فِي قَذَالِ الدُّمُسْتُقِ
فَإِنْ تُعْطِهِ مِنْكَ الْأَمَانَ فَسَائِلٌ ... وَإِنْ تُعْطِهِ حَدَّ الْحُسَامِ فَأَخْلَقِ
وَهَلْ تَرَكَ الْبِيضُ الصَّوَارِمُ مِنْهُمُ ... حَبِيسًا لِفَادٍ أَوْ رَقِيقًا لِمُعْتِقِ
لَقَدْ وَرَدُوا وِرْدَ الْقَطَا شَفَرَاتِهَا ... وَمَرُّوا عَلَيْهَا رَزْدَقًا بَعْدَ رَزْدَقِ

لہ (۱) روم کے بادشاہ نے کرم و بخشش سے تجھے خوش ہوتے دیکھا اس لئے وہ ایک چاپلوسی کرنے والے سائل کی جگہ آ کھڑا ہوا۔ (۲) اور ذلیل ہو کر اُس نے سمہری نیزوں کو چھوڑ دیا۔ ایک ایسے شخص یعنی سیف الدولہ کے مقابلہ میں جو نیزہ بازی میں اس سے زیادہ واقف کار اور ماہر ہے۔ (۳) اُس نے اس سرزمین سے جس کی مُراد پوری ہونا بہت بعید ہے اور جو ایسے تیزرو اور سبقت کرنیوالے گھوڑوں پر قریب ہے جو تیرے گرد پیش کھڑے ہیں، خط وکتابت شروع کی۔ (۴) اس کا قاصد اُس راستہ سے آیا جو تیری طرف آتا ہے، وہ اُن کھوپڑیوں پر چلا جو (تیری تلوار سے) پھاڑی گئی تھیں۔ (۵) جب وہ قریب پہونچا تو چمکتے ہوئے آہنی ہتھیاروں کی شعاعوں نے اُس کی آنکھیں خیرہ کر دیں اور راستہ اُس پر چھپا دیا۔ (۶) وہ فرش پر چلتے ہوئے آگے بڑھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ دریائے کرم کی طرف چل رہا ہے یا چاند کی طرف چڑھ رہا ہے۔ (۷) اس سے پہلے تو نے جب شاہ روم دُمستق کو خط لکھا تھا تو تُو نے اُس کو اُس کی گُدی کے بارے میں لکھا تھا۔ (پچھلی جنگ میں دُمستق کی گُدی زخمی ہو گئی تھی اُسی کی طرف اشارہ ہے) (۸) اگر تو اِس قاصد کو امان بخش دے تو وہ اِسی بات کا سوال لیکر تیرے پاس آیا ہے اور اگر تو اُسے نوک شمشیر سے جواب دے تو وہ اِسی کے لایق ہے۔ (۹) کیا تیری قاطع تلواروں نے اُن کا کوئی قیدی کبھی چھوڑا ہے؟ جو کسی فدیہ دینے والے کے کام آ دے یا کسی آزاد کرنے والے کا غلام بنے۔ (۱۰) وہ رومی تیری تلوار کی دھار پر اس طرح اترے جس طرح قطا پرندے ایک صف کے بعد دوسری بنا کر گھاٹ پر اُترتے ہیں۔ یعنی وہ سب کے سب تیری تلوار کے گھاٹ اُتر چکے ہیں۔ (اعظمی)

بَلَغتُ بِسَيفِ الدَّولَةِ النُّورِ رُتبَةً[1]
أَنَرتُ بِها ما بَينَ غَربٍ وَمَشرِقِ

۱۲۔ ۳۴۲ھ میں سیف الدولہ نے "عنتاب" کی جانب سے روم پر حملہ کر دیا، اور رومی حدود کو عبور کر کے زِبطرَہ، عَرقَہ، اور مَلطِیَہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ واپسی میں "درب مُوازر" پر دمستق کے بیٹے "قسطنطین" سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ موقع کے اعتبار سے مسلمانوں کی پوزیشن سخت خطرہ میں تھی، آگے دشمن کا جرار لشکر، پیچھے برفباری سے راستہ بند، بڑا سخت معرکہ کا رن پڑا۔ سیف الدولہ نے جم کر مقابلہ کیا اور منتخب جانبازوں کو لے کر قلب پر ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمن کے پیر اُکھڑ گئے۔ قسطنطین گرفتار ہوا، بڑے بڑے سورما موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے دشمن کو شکستِ فاش ہوئی اور بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اِدھر دُمستق نے دیکھا کہ سیف الدولہ ملک سے دُور جا پڑا ہے، اس لئے اُس نے "انطاکیہ" پر حملہ کر کے اس کو لوٹ لیا۔ سیف الدولہ کو خبر ہوئی تو وہ فوراً اُس طرف چل پڑا، نہ آگے بڑھنے والوں کو اُس نے ٹوکا نہ پیچھے رہنے والوں کا اُس نے انتظار کیا، آخر قلعہ "مرعش" کے پاس اُس نے دُمستق کو جا لیا۔ اُس نے اتنا سخت حملہ کیا کہ دشمن پہلے ہی ہلّہ میں بھاگ کھڑا ہوا۔ اور سیف الدولہ کامیابی کا جھنڈا لہراتا ہوا لوٹ آیا۔ متنبی خود اس جہاد میں شریک تھا، اس موقع پر بھی اُس نے ایک طویل مدحیہ قصیدہ پیش کیا جس میں چھیاسٹھ ۶۶ شعر ہیں، چند درج ذیل ہیں۔ متنبی، سیف الدولہ کی شیردلی اور غیر معمولی شجاعت کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتا ہے:-

فَلَمّا رَأَوهُ وَحدَهُ قَبلَ جَيشِهِ[2] ‏ دَرَوا أَنَّ كُلَّ العالَمينَ فُضولُ
وَأَنَّ رِماحَ الخَطِّ عَنهُ قَصيرَةٌ ‏ وَأَنَّ حَديدَ الهِندِ عَنهُ كَليلُ
فَأَورَدَهُم صَدرَ الحِصانِ وَسَيفَهُ ‏ فَتىً بَأسُهُ مِثلُ العَطاءِ جَزيلُ

---

[1] میں سیف الدولہ کی وجہ سے اس رتبہ کو پہنچ گیا ہوں جس کی وجہ سے میں نے مشرق سے مغرب تک ساری دنیا کو روشن کر دیا ہے۔

[2] اہل روم نے جب سیف الدولہ کو اپنے لشکر سے آگے تنہا دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ وہی کافی ہے باقی سب بیکار ہیں۔ (۲) اور یہ کہ خطی نیزے ممدوح تک نہیں پہنچ سکتے اور ہندی تلوار اس کے مقابلہ میں کند ہے۔ (۳) ایک ایسے نوجوان نے انکو اپنے گھوڑے کے سینہ اور اپنی تلوار کے سامنے رکھ لیا جس کی ہیبت اور دبدبہ اُسکی بخشش کی طرح بڑا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

جَوَادٌ عَلَی العِلَّاتِ بِالمَالِ کُلِّہٖ ... وَلٰکِنَّہٗ بِالدَّارِعِیْنَ بَخِیْلُ
فَوَدَّعَ قَتْلَاهُمْ وَشَیَّعَ فَلَّهُمْ ... بِضَرْبٍ حُزُوْنُ البِیْضِ فِیْہِ سُهُوْلُ
عَلٰی قَلْبِ قُسْطَنْطِیْنَ مِنْہُ تَعَجُّبٌ ... وَإِنْ کَانَ فِیْ سَاقَیْہِ مِنْہُ کُبُوْلُ
لَعَلَّکَ یَوْمًا یَا دُمُسْتُقُ عَائِدٌ ... فَکَمْ هَارِبٍ مِمَّا إِلَیْہِ یَؤُوْلُ
نَجَوْتَ بِإِحْدٰی مُهْجَتَیْکَ جَرِیْحَةً ... وَخَلَّفْتَ إِحْدٰی مُهْجَتَیْکَ تَسِیْلُ
أَتُسْلِمُ لِلْخَطِّیَّةِ ابْنَکَ هَارِبًا ... وَیَسْکُنُ فِی الدُّنْیَا إِلَیْکَ خَلِیْلُ
بِوَجْهِکَ مَا أَنْسَاکَہٗ مِنْ مُرِشَّةٍ ... نَصِیْرُکَ مِنْهَا رَنَّةٌ وَعَوِیْلُ

فَدَتْکَ مُلُوْکٌ لَمْ تُسَمَّ مَوَاضِیًا
فَإِنَّکَ مَاضِی الشَّفْرَتَیْنِ صَقِیْلُ

۱۴۳۔ ۳۴۳ھ میں شہنشاہ روم دُمُستق، جو اپنے بیٹے کا انتقام لینے کے لئے بے چین تھا۔ ایک لشکرِ جرّار لے کر قلعہ "حَدَث" پر حملہ آور ہوا۔ یہ قلعہ شام و روم کی سرحد پر سیف الدولہ نے بنوایا تھا۔ یہ بات رومیوں کو بہت شاق گذری، اُنھوں نے اچانک دھاوا بول دیا۔ اور آتے ہی

۵؎ (۱) وہ ایسا سخی ہے جو باوجود موانع کے اپنا سارا مال بخش دیتا ہے لیکن وہ اپنے زرہ پوش فوجیوں کے معاملہ میں بخیل ہے۔ (۲) اُس نے اُن کے مقتولوں کو چھوڑ دیا اور اُن کے بھگوڑوں کا پیچھا کیا ایسی ضربِ شدید کے ساتھ جس نے اُن کے اُونچے نیچے خودوں کو توڑ کر ہموار زمین کی طرح برابر کر دیا یعنی اُن کے سروں کو اُڑا دیا۔ (۳) اس ضربِ شدید پر قسطنطین کے دل میں تعجب ہے۔ اگرچہ اُس کی دونوں پنڈلیوں میں بھاری بیڑیاں ہیں۔ (۴) اے دُمُستق! شاید کسی روز تو سیف الدولہ سے لڑنے لوٹ کر آئے اور اُس کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے اس لئے کہ بہت سے بھاگنے والے اُس چیز کی طرف لوٹتے ہیں جس سے وہ بھاگتے ہیں۔ (۵) تو نے اپنی دو جانوں میں سے ایک (خود اپنے) کو زخمی حالت میں نجات دلا دی اور دوسری (اپنے بیٹے) کو پیچھے چھوڑ گیا تاکہ وہ گھل گھل کر مرے۔ یعنی تو خود زخمی ہو کر بھاگ گیا اور اپنے بیٹے کو قید میں چھوڑ گیا۔ (۶) تو بھاگتا ہوا اپنے بیٹے کو خطی نیزے کے سپرد کر گیا۔ کیا کوئی دوست تیری اس حرکت پر دنیا میں اطمینان کر سکتا ہے؟ یعنی جب تو نے اپنے بیٹے کا ساتھ نہ دیا تو پھر کس کا ساتھ دے گا۔ (۷) تیرے چہرے کے اُس زخم نے تیرے بیٹے کو بھلا دیا جس سے خون رِستا رہتا ہے۔ اب اس زخم میں تیرا مددگار رونا اور چیخنا ہے۔ (۸) اے سیف الدولہ! تجھ پر وہ بادشاہ قربان ہو جائیں جن کا نام تیری طرح قاطع تلوار نہیں رکھا گیا۔ حالانکہ تو صیقل کی ہوئی دو دھاری تلوار ہے۔ پھر تیرا اور اُن کا کیا مقابلہ؟ (اعظمی)

ہی سیف الدولہ کی فوج کو گھیرے میں لے لیا۔ جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے اور مسلمانوں پر بڑا نازک وقت آپڑا۔ سیف الدولہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کے دل ٹوٹتے جارہے ہیں، اور اُن کے پیر اُکھڑ رہے ہیں، وہ صفوں کو چیرتا ہوا ایک دم دُمستق پر ٹوٹ پڑا، دُمُستق کے اوسان خطا ہوگئے، وہ بھاگ کھڑا۔ سیف الدولہ نے رومی فوج کے سردار "برداس فوکاس" کو تہ تیغ کرڈالا۔ پھر کیا تھا رومیوں میں بھگدڑ پڑگئی۔ قلب پر ضرب کاری پڑنے کی وجہ سے میمنہ اور میسرہ کی فوج تتر بتر ہوگئی اور کشتوں کے پُشتے لگ گئے۔ رومی بھاگ کھڑے ہوئے اور سیف الدولہ نے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اس موقع پر پھر متنبی نے ایک زوردار مدحیہ قصیدہ پیش کیا جس میں چھیالیس[۴۶] شعر ہیں۔ چند درج ذیل ہیں، دیکھیے وہ کس بلیغ انداز میں کہتا ہے:۔

فَلِلّٰہِ وَقتٌ ذَوَّبَ الغِشَّ نَارُہٗ ... فَلَم یَبقَ إِلَّا صَارِمٌ أَو ضُبَارِمُ

تَقَطَّعَ مَا لَا یَقطَعُ الدِّرعَ وَالقَنَا ... وَفَرَّ مِنَ الفُرسَانِ مَن لَا یُصَادِمُ

وَقَفتَ وَمَا فِي المَوتِ شَكٌّ لِوَاقِفٍ ... كَأَنَّكَ فِي جَفنِ الرَّدَىٰ وَهُوَ نَائِمُ

تَمُرُّ بِكَ الأَبطَالُ كَلمَىٰ هَزِیمَةً ... وَوَجهُكَ وَضَّاحٌ وَثَغرُكَ بَاسِمُ

تَجَاوَزتَ مِقدَارَ الشَّجَاعَةِ وَالنُّهَىٰ ... إِلَىٰ قَولِ قَومٍ أَنتَ بِالغَیبِ عَالِمُ

أَفِي كُلِّ یَومٍ ذَا الدُّمُستُقُ مُقدِمٌ ... قَفَاهُ عَلَى الإِقدَامِ لِلوَجهِ لَائِمُ

سلہ (۱) وہ وقت کیسا اچھا تھا جبکہ لڑائی کی آگ نے کھوٹے ہتھیاروں اور ناقص لوگوں کو ختم کردیا، پھر میدانِ جنگ میں یا تو قاطع تلوار باقی رہی یا شیر دل بہادر۔ (۲) جو تلوار زرہ اور نیزوں کو نہیں کاٹ سکتی تھی وہ خود ٹوٹ گئی، اور شہسواروں میں سے جو دشمن کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ (۳) اے سیف الدولہ تو ایسے وقت میں ثابت قدمی سے کھڑا رہا جبکہ کھڑے رہنے والے کو موت میں کچھ شبہ نہ تھا گویا تو موت کی پلکوں میں تھا اور موت غافل سو رہی تھی۔ یعنی تو موت کے پنجہ میں پھنسا ہوا تھا، مگر خوش قسمتی سے بچ گیا۔ (۴) بہت سے بہادر زخمی اور شکست خوردہ ہوکر تیرے پاس سے بھاگے جارہے تھے مگر تیرا چہرہ شگفتہ اور تیرے دانت مسکرا رہے تھے۔ (۵) اے ممدوح! تو بہادری اور عقل و فراست کی حد سے آگے بڑھ گیا ہے گویا تو نے قوم کی اس بات کو سچ کر دکھایا ہے کہ تو غیب کی باتوں کو جانتا ہے اسی وجہ سے تو اس طرح نڈر ہوکر لڑتا ہے گویا تو جانتا ہے کہ تیرا بال بیکا نہ ہوگا۔ (۶) کیا یہ دُمستق ہر روز تیری طرف پیش قدمی کرے گا اور اس اقدام پر زخمی ہونے کی وجہ سے اس کی گدّی اس کے چہرے کو ملامت کرے گی۔

Marfat.com

أَيُنكِرُ رِيحَ اللَّيثِ حَتَّى يَذُوقَهُ ۔۔۔ وَقَدْ عَرَفَتْ رِيحَ اللُّيُوثِ البَهَائِمُ

وَقَدْ فُجِعَتْهُ بِابْنِهِ وَابْنِ صِهْرِهِ ۔۔۔ وَبِالصِّهْرِ حَمَلَاتُ الأَمِيرِ الغَوَاشِمُ

مَضَى يَشْكُرُ الأَصْحَابَ فِي فَوْتِهِ الظُّبَى ۔۔۔ لِمَا شَغَلَتْهَا هَامُهُمْ وَالمَعَاصِمُ

وَلَسْتَ مَلِيكًا هَازِمًا لِنَظِيرِهِ ۔۔۔ وَلَكِنَّكَ التَّوْحِيدُ لِلشِّرْكِ هَازِمُ

وَلِمْ لَا يَقِي الرَّحْمٰنُ حَدَّيْكَ مَا وَقَى

وَتَفْلِيقُهُ هَامَ العِدَى بِكَ دَائِمُ

۱۴۔ ۳۴۴ھ میں رومیوں نے قلعۂ "حدث" پر پھر حملہ کردیا اور اس کا محاصرہ کرکے اُس کو ڈھا دینا چاہا۔ سیف الدولہ کو خبر ہوئی تو وہ چڑھ دوڑا۔ رومی اس کی چڑھائی کی خبر سُن کر تتر بتر ہوگئے اور مقابلہ کئے بغیر بھاگ کھڑے ہوئے۔ متنبی نے اس موقع پر بھی مدحیہ قصیدہ پیش کیا جس میں سیف الدولہ کی تعریف کے علاوہ کوئی اہم بات نہیں۔ قصیدہ کا مطلع ہے

ذِي المَعَالِي فَلْيَعْلُوَنْ مَنْ تَعَالَى

هٰكَذَا هٰكَذَا وَإِلَّا فَلَا لَا

۱۵۔ ۳۴۵ھ میں سیف الدولہ کو معلوم ہوا کہ رومی "آمد" پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ فوراً اُس طرف روانہ ہوگیا۔ رومیوں کو جیسے ہی اس کی خبر ہوئی وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر اس مرتبہ سیف الدولہ نے ان کا تعاقب کیا اور "تل البطریق" پر اُن کو جالیا۔ سخت معرکہ کے بعد اس نے

۵۱ (۱) کیا دمستق شیر کی بو نہ پہچانے گا جب تک اس کا مزہ نہ چکھ لے گا حالانکہ شیروں کی بُو چوپائے بھی پہچانتے ہیں۔ (۲) بے شک سیف الدولہ کے بیٹا جانے والے زبردست حملوں نے دُمستق کے بیٹے، نواسہ اور داماد کو صدمہ پہنچایا۔ (۳) تلوار کی دھاروں سے بچنے پر دُمستق اپنے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بھاگا، اس لئے کہ اُن کی کھوپڑیوں اور کلائیوں نے ممدوح کی تلواروں کو اپنی طرف مشغول کرلیا اور اس عرصہ میں وہ بھاگ نکلا۔ (۴) تو اپنے جیسے بادشاہ کو اس آسانی سے شکست فاش نہیں دے سکتا، لیکن تو توحید کا شیدائی ہے جس نے کفر و شرک کو شکست دے کر بھگا دیا ہے۔ (۵) اور کیوں نہ خدا کے مہربان تیری دودھاری تلوار کی ہمیشہ حفاظت کرے جبکہ وہ تیرے ذریعے دشمنانِ دین کے سروں کو ہمیشہ پھاڑتا رہتا ہے۔ یعنی تو حامیِ دین ہے اور خدا تیرا حامی۔ (اعظمی)

۵۲ رُتبہ کی بلندی ایسی ہی ہونا چاہیئے۔ جو شخص بلند مرتبہ ہونا چاہے اُس کو اسی طرح رفیع الشان ہونا چاہیئے اور اگر نہیں تو نہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

ان کو شکست دے دی اور اُن کے محلوں اور قلعوں کو تاراج کر ڈالا، اور کامیابی کا پرچم لہراتا ہوا "آمد" واپس ہوا۔ راستہ میں پہاڑی گھاٹیاں، تنگ اور دشوار گذار درّے برفباری کی وجہ سے بند پڑے تھے اور سامنے دشمن کا لشکرِ جرّار آمادۂ پیکار تھا۔ یہ وقت مسلمانوں کی سخت آزمائش کا تھا، لیکن بہادر سیف الدولہ ذرا نہیں گھبرایا اور جھنجھلائے ہوئے شیر کی طرح رومیوں پر ٹوٹ پڑا۔ بڑے معرکہ کا رن پڑا۔ بالآخر اُس نے دشمن کے چھکّے چھڑا دیئے اور مار مار کر اُن کے کَس بَل سب ڈھیلے کر دیئے۔ بے شمار جنگ آزما سُورماؤں کو قتل کر ڈالا اور بہتوں کو قید کر لیا متنبی ساتھ تھا، وہ اس حیرت انگیز واقعہ سے بڑا متأثر ہوا، اُس نے ایک طویل مدحیہ قصیدہ پیش کیا۔ جس میں وہ سیف الدولہ کی آمد پر فوج کشی، تلّ البطریق پر اُس کے جنگی کارناموں کا ذکر اور پہاڑی دروں پر سیف الدولہ کی بے نظیر معرکہ آرائی و ظفر مندی کا حال بیان کرتا ہے، اُس کی بہادری اور حُسنِ تدبیر کی والہانہ انداز میں تعریف کرتا ہے۔ قصیدہ بہت طویل ہے، چند شعر درج ذیل ہیں۔ وہ کہتا ہے:۔

وَعَلَى الدُّرُوبِ وَفِي الرُّجُوعِ غَضَاضَةٌ	وَالسَّيْرُ مُمْتَنِعٌ مِنَ الْإِمْكَانِ
وَالطُّرْقُ ضَيِّقَةُ الْمَسَالِكِ بِالْقَنَا	وَالْكُفْرُ مُجْتَمِعٌ عَلَى الْإِيمَانِ
نَظَرُوا إِلَى زُبَرِ الْحَدِيدِ كَأَنَّمَا	يَصْعَدْنَ بَيْنَ مَنَاكِبِ الْعِقْبَانِ
وَفَوَارِسٍ يُحْيِي الْحِمَامُ نُفُوسَهَا	فَكَأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنَ الْحَيَوَانِ
مَازِلْتَ تَضْرِبُهُمْ دِرَاكًا فِي الذُّرَى	ضَرْبًا كَأَنَّ السَّيْفَ فِيهِ اِثْنَانِ

سلہ (۱) جب ہم روم کی گھاٹیوں پر تھے، لوٹنے میں ذلت و رسوائی تھی اور آگے بڑھنا ناممکن تھا یعنی ہم سخت کشمکش اور مصیبت میں تھے۔ (۲) راستے دشمنوں کے نیزوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ اور دشوار گذار تھے اور کفر دینِ اسلام کے مقابلہ میں اپنی پوری قوت کے ساتھ ڈٹا ہوا تھا۔ (۳) ایسے نازک وقت میں رومیوں نے مسلمانوں کو دیکھا جو ہتھیاروں سے مسلح ہونے کی وجہ سے پارہ ہائے آہن معلوم ہو رہے تھے اور عقاب جیسے برق رفتار گھوڑوں پر سوار تھے۔ (۴) اُنھوں نے ایسے مسلمان شہسواروں کو دیکھا جن کو موت زندہ کرتی ہے، گویا وہ جانداروں میں سے نہیں ہیں یعنی ان کا عقیدہ ہے کہ شہادت کے بعد انکو نئی زندگی ملتی ہے وہ اسی کے دلدادہ ہیں، دنیاوی زندگی کو پسند نہیں کرتے۔ (۵) تو اُن کے جسم کے بالائی حصّہ پر مسلسل اور پیہم تلواریں مارتا رہا۔ اور اتنے شد و مد کے ساتھ کہ گویا تلوار کا وار دُہرا تھا۔ (اعظمی)

Marfat.com

خَصَّ الْجَمَاجِمَ وَالْوُجُوهَ كَأَنَّمَا ... جَاءَتْ إِلَيْكَ جُسُومُهُمْ بِأَمَانِ

فَرَمَوْا بِمَا يَرْمُونَ عَنْهُ وَأَدْبَرُوا ... يَطَأُونَ كُلَّ حَنِيَّةٍ مِرْنَانِ

حُرِمُوا الَّذِي أَمَلُوا وَأَدْرَكَ مِنْهُمْ ... آمَالَهُ مَنْ عَادَ بِالْحِرْمَانِ

هَيْهَاتَ عَاقَ عَنِ الْعِوَادِ قَوَاضِبٌ ... كَثُرَ الْقَتِيلُ بِهَا وَقَلَّ الْعَانِي

وَمُهَذَّبٌ أَمَرَ الْمَنَايَا فِيهِمُ ... فَأَطَعْنَهُ فِي طَاعَةِ الرَّحْمَانِ

فَإِذَا رَأَيْتُكَ حَارَ دُونَكَ نَاظِرِي
وَإِذَا مَدَحْتُكَ حَارَ فِيكَ لِسَانِي

۱۶۔ اسی سال متنبی نے ایک اور مدحیہ قصیدہ پیش کیا۔ علامہ یازجی کے خیال کے مطابق یہ اُس کا آخری قصیدہ تھا جو اُس نے حلب میں سیف الدولہ کے سامنے پڑھا، اس قصیدہ کا مطلع ہے:

عُقْبَى الْيَمِينِ عَلَى عُقْبَى الْوَغَى نَدَمُ
مَاذَا يَزِيدُكَ فِي إِقْدَامِكَ الْقَسَمُ

بات یہ ہوئی کہ حلب پہنچنے پر گذشتہ شاندار فتح کے تذکرہ میں سیف الدّولہ کو بتایا گیا کہ روم کے

لہ (۱) اس عزب نے کھوپڑیوں اور چہروں کو مخصوص کرلیا تھا، گویا اُن کے اجسام تیرے پاس امن و امان کا عہد لے کر آئے تھے۔ یعنی ممدوح کی تلواریں صرف سروں اور چہروں پر پڑ رہی تھیں باقی جسم محفوظ تھا۔ (۲) بس وہ ان کمانوں کو جس سے وہ تیر مار رہے تھے پھینک کر بھاگ کھڑے ہوئے، وہ آواز کرنے والی کمانوں کو روندتے جارہے تھے۔ (۳) وہ اس چیز سے محروم کر دئیے گئے جس کی وہ اُمید لے کر آئے تھے۔ اور اُن میں سے اس شخص نے اپنی امیدیں پائیں جو اپنی محرومی کے ساتھ لوٹا۔ یعنی اُن کی کامیابی اسی میں تھی کہ وہ فتح سے محروم ہو کر جان بچا کر بھاگ جائیں (۴) جنگ کے لئے اُن کے دوبارہ لوٹ کر آنے سے ممدوح کی ایسی قاطع تلواریں مانع ہیں جنھوں نے رومیوں کو قتل زیادہ کیا ہے اور گرفتار کم۔ (۵) ایک شائستہ انسان (سیف الدولہ) نے موتوں کو اُن کے بارے میں حکم دیا جس کو انھوں نے خدا کا حکم سمجھ کر قبول کرلیا۔ (۶) اے سیف الدولہ! جب میں تیری بہادری اور شجاعت کے کارناموں کو دیکھتا ہوں تو تیرے دیدار سے پہلے ہی میری آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور جب میں تیری تعریف کرتا ہوں تو تیرے بارے میں میری زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ (اعظمی)

سلہ لڑائی کے انجام پر قسم کھانا جس کا کوئی نتیجہ نہ ہو باعث ندامت ہے، تیری قسم بزدلی کی: جو تیرے اقدام میں کیا اضافہ کرسکتی ہے؟ یعنی بہادر ہے تو کچھ کر کے دکھا قسم سے کیا فائدہ۔ (اعظمی)

Marfat.com

بطریقِ اعظم "ابن شمشقیق" نے پچھلی خوں ریز جنگ میں شاہ روم کے سامنے قسم کھائی تھی کہ وہ میدانِ جنگ سے اُس وقت تک نہ ہٹے گا جب تک کہ وہ سیف الدولہ کو شکست نہ دیدے گا۔ مگر ہوا یہ کہ باوجود زبردست رومی سپاہ کے ابن شمشقیق اپنی قسم پر قائم نہ رہ سکا اور سیف الدولہ کی ضرب کی تاب نہ لاکر میدانِ کارزار سے بھاگ کھڑا ہوا۔ متنبی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ رومی سردار کہاں گئے جنھوں نے قسمیں کھائی تھیں اور اُن کا وہ گھمنڈ کیا ہوا جو اُنھوں نے سیف الدولہ کو شکست دینے کے بارہ میں کیا تھا، ابن شمشقیق اپنا عہد ترک کر بیٹھا۔ اب تو اس کی حالت یہ ہے کہ مارے ڈر اور خوف کے وہ سانس بھی لیتے ہوئے گھبراتا ہے۔

یہ قصیدہ بھی کافی طویل ہے جس میں پچھلی جنگ کے واقعات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ کوئی نئی بات نہیں۔ صرف آخری دو شعر ملاحظہ ہوں جو اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اِس قصیدہ کی جان کہے جانے کے قابل ہیں۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ متنبی نے اپنے آخری دونوں شعر سیف الدولہ کے حضور میں اُس کے اور اپنے متعلق اتنے عمدہ کہے ہیں کہ شاید اس سے اچھے اُس نے کبھی نہ کہے ہوں گے۔ کچھ روز کے بعد یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے اور پھر کبھی نہ مل سکے۔ جس کا دونوں کو مرتے دم تک افسوس رہا۔ دیکھئے اس سے اچھی وہ اپنی اور سیف الدولہ کی کیا تعریف کر سکتا ہے، وہ کہتا ہے:-

لَا تَطْلُبَنَّ كَرِيمًا بَعْدَ رُؤْيَتِهِ ۔۔۔ إِنَّ الْكِرَامَ بِأَسْخَاهُمْ يَدًا خُتِمُوا[۵۱]

وَلَا تُبَالِ بِشِعْرٍ بَعْدَ شَاعِرِهِ ۔۔۔ قَدْ أُفْسِدَ الْقَوْلُ حَتَّى أُحْمِدَ الصُّمُّ[۵۲]

سیف الدولہ سے جُدائی تقریباً نو سال تک سیف الدولہ کے ساتھ ایک دمساز و دمباز دوست ایک جان باز و جاں نثار مجاہد، ایک یگانۂ روزگار ادیب اور جادو نگار شاعرِ دربار کی حیثیت

---

۵۱ ابن جنی کہتا ہے کہ جب یہ قصیدہ میں نے متنبی کے سامنے پڑھا تو میں نے اُس سے کہا کہ اس سے زیادہ بلیغ تمہارے اشعار میں کوئی نہیں۔ متنبی نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ کَانَتْ وَدَاعًا۔ (اعظمی)

۵۲ "(۱) سیف الدولہ سے ملنے کے بعد کسی سخی کو تلاش مت کرو، اس لئے کہ سخاوت اُس شخص پر ختم ہوگئی جو سب سخیوں سے زیادہ سخی ہے۔ (۲) سیف الدولہ کے شاعر کے بعد یعنی میرے بعد کسی شاعر کے شعر کی پرواہ مت کرو اس لئے کہ اس کے مقابلہ میں دوسروں کے شعر ایسے خراب معلوم ہوں گے کہ اُن کے سننے سے بہرا ہونا اچھا سمجھا جائے گا۔" (اعظمی)

Marfat.com

زندگی گذارنے کے بعد آخر کار متنبی کو سیف الدولہ سے رخصت ہونا پڑا۔ جدائی کے وجوہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ متنبی کی اُفتادِ طبع اور زمانہ کی کساد بازاری کو دیکھتے ہوئے یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ اُسے بالآخر سیف الدولہ سے بھی جدا ہونا پڑا۔ تعجب تو یہ ہے کہ یہاں اُس نے نو سال کی طویل مدت امن وچین سے کیسے گذاری، اس سے پہلے جب وہ تنوخیین کے پاس تھا تو چند ہی دنوں میں وہ حاسدوں کے جال میں پھنس گیا اور بدقت تمام صفائی پیش کر کے اُسے نجات حاصل کرنی پڑی۔ پھر وہ بدر بن عمار کے پاس چین کی زندگی گذارنے لگا۔ لیکن چند ہی مہینے گذرے تھے کہ وہ بدر کے دوسرے مصاحبو کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا۔ آخر کار اُسے وہاں سے بھی راہِ فرار اختیار کرنی پڑی، اسی طرح وہ اُبو العشائر کے پاس بھی کچھ ہی عرصہ رہا تھا کہ اس کی جان خطرہ میں پڑ گئی اور بڑی مشکل سے وہ گلو خلاصی حاصل کر سکا۔ زمانہ کی نیرنگی کہیے یا اس کی خوش بختی کہ سیف الدولہ، اُبو العشائر سے ملنے انطاکیہ پہنچ گیا اور متنبی کو اپنے ہمراہ حلب لے آیا، گو اس کو یہاں دنیاوی تمام آرام و آسایش حاصل ہو گیا۔ لیکن اُس کی بلند حوصلہ طبیعت کے لئے دولت و ثروت کے علاوہ جاہ و مرتبہ کے بلند عزائم کا سامان مہیا نہ تھا، اس کو خیال تھا کہ مصر میں شاید اس کو یہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے وہ یہاں بھی نہ جم سکا۔ جدائی کی بڑی وجہ اُس کی یہی بے چین طبیعت ہی ہے۔ جس کے متعلق وہ خود کہتا ہے:-

وَلٰكِنَّ قَلْبًا بَيْنَ جَنْبَيَّ مَالَهٗ
مُدًى يَنْتَهِي بِيْ فِيْ مُرَادٍ أَحُدُّهٗ

۲۔ سیف الدّولہ ایک علم دوست اور علم نواز فرمانروا تھا اُس کا دربار شعراء اور اُدباء سے بھرا پڑا تھا متنبی کے وہاں پہنچتے ہی رنگِ محفل کچھ اور ہی ہو گیا، وہ شمعِ محفل بن کر سارے دربار پر چھا گیا کچھ ہی دن گذرے تھے کہ اُس نے اپنے شاعرانہ کمال سے سیف الدّولہ کا دل موہ لیا، اور اُس کی جلوت و خلوت کا مقرّب ترین مصاحب بن گیا۔ اور سایہ کی طرح سفر و حضر، جدال و قتال میں اُس کے ساتھ رہنے لگا۔ دربار کے دوسرے شعراء ماند پڑ گئے۔ اور اُن کی شاعری پر اوس پڑ گئی۔ خود متنبی بڑے

؎ لیکن اُس دل کے لئے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے کوئی ایسی انتہا نہیں جو میں نے اُس کے لئے مقرر کی ہو۔ یعنی وہ ہمیشہ آگے بڑھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

کروفر اور شان و شوکت سے زندگی گذارنے لگا، دیکھیے وہ خود کہتا ہے:۔

وَعَزَّ فَاهُمْ بِأَنِّيْ مِنْ مَكَارِمِهِ
أُقَلِّبُ الطَّرْفَ بَيْنَ الْخَيْلِ وَالْخَوَلِ

حالانکہ سیف الدولہ کے پاس آنے سے پہلے متنبی بہت ہی غریب تھا، وہ ہرکس وناکس کی تعریف و توصیف کر کے اپنا پیٹ پالا کرتا تھا۔ دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا۔ اور نان شبینہ کو محتاج تھا۔ کہا جاتا ہے کہ علی بن منصور الحاجب کی مدح میں جب اُس نے قصیدہ کہا تو اُس نے متنبی کو انعام میں صرف ایک دینار دیا تھا، جس پر جل کر اُس نے اُس قصیدہ ہی کا نام دیناریہ رکھدیا۔

بہرحال اب حالات بدل چکے تھے۔ سیف الدولہ کے دامن سے وابستہ ہوتے ہی وہ سونے اور چاندی کے سکوں سے کھیلنے لگا اور دولت و ثروت کے انبار لگ گئے۔ جس کا وہ اپنے اشعار میں باربار تذکرہ کرتا ہے۔ دیکھیے ایک اور جگہ وہ کہتا ہے:۔

تَرَكْتُ السُّرَى خَلْفِي لِمَنْ قَلَّ مَالُهُ ۔۔۔ وَأَنْعَلْتُ أَفْرَاسِي بِنُعْمَاكَ عَسْجَدَا
وَقَيَّدْتُ نَفْسِي فِي هَوَاكَ مَحَبَّةً ۔۔۔ وَمَنْ وَجَدَ الْإِحْسَانَ قَيْدًا تَقَيَّدَا

ایک اور قصیدہ میں متنبی سیف الدولہ کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:"اے سیف الدولہ تو جس کو چاہتا ہے اپنی تلوار سے قتل کرتا ہے، میں تو تیرے احسانات کی وجہ سے تیرے شہیدوں میں داخل ہوگیا ہوں"

يَامَنْ يَقْتُلُ مَنْ أَرَادَ بِسَيْفِهِ
أَصْبَحْتُ مِنْ قَتْلَاكَ بِالْإِحْسَانِ

یہ فطری بات ہے کہ دوسرے شعراء یہ دیکھکر تنگ دل ہوئے کہ سیف الدولہ کی نظروں میں متنبی کے اشعار کی جو قدر و منزلت ہے وہ اُن کے اشعار کی نہیں، اور جس طرح سیف الدولہ کی عطایا

۵۱ ان کو بتادو کہ میں اُس کی کرم گستریوں کی وجہ سے اتنا مالدار ہوگیا ہوں کہ میں اپنی نگاہ گھوڑوں اور خادموں میں پھیرتا رہتا ہوں۔ (اعظمی)

۵۲ میں نے راتوں کا سفر اپنے پیچھے کم مایہ لوگوں کیلئے چھوڑ دیا ہے۔ میں تو تیری کرم گستریوں کی وجہ سے اتنا مالدار ہوگیا ہوں کہ میں نے اپنے گھوڑوں کے نعل بھی سونے کے بنوالیے ہیں۔ (۲) میں نے اپنے آپ کو تیری محبت میں قید کرلیا ہے اور جو شخص احسان کی زنجیروں میں بندھ جائے گا وہ خوشی خوشی گرفتارِ محبت ہوجائے گا۔ (اعظمی)

Marfat.com

اور کرم گستریوں کا وہ مرکز بنا ہوا ہے دوسرے نہیں ہیں۔ ظاہر ہے اِس سے جس طرح متنبی کا دل و دماغ فخر و غرور سے بھر گیا، اُسی طرح دوسرے شعراء کے سینے بغض و حسد سے لبریز ہو گئے۔ دیکھئے متنبی اپنے اِن حاسدوں کا مذاق اُڑاتے ہوئے اُن کو معذور قرار دیتا ہے اور کہتا ہے :۔

وَلِلْحُسَّادِ عُذْرٌ أَنْ يَشِحُّوْا ۔۔۔ عَلٰی نَظَرِیْ إِلَيْهِ وَأَنْ يَذُوْبُوْا

فَإِنِّیْ قَدْ وَصَلْتُ إِلٰی مَكَانٍ ۔۔۔ عَلَيْهِ تَحْسُدُ الْحَدَقَ الْقُلُوْبُ

۳۔ پھر متنبی نے سیف الدولہ کی محبت اور عزت افزائی محسوس کرتے ہی دوسرے ہمعصروں پر چوٹیں کرنا شروع کر دیں۔ وہ ہمیشہ اپنی بڑائی جتاتا رہتا اور جب بھی اپنے اشعار کی تعریف کرتا تو ساتھ ہی دوسروں کے کلام کی تحقیر اور مذمت بھی کرتا۔ کبھی وہ کہتا کہ "شاعر تو درحقیقت وہ ہے، باقی شعراء جھوٹے دعویدار ہیں، اُس کے اشعار صحیح معنوں میں شعر کہے جانے کے قابل ہیں، باقی دوسرے شعراء کی اس بارے میں کوشش ایک سعی بے فائدہ" ہے۔ جس طرح تلواریں بہت ہیں لیکن زمانہ میں "سیف الدولہ" ایک ہی ہے۔ اسی طرح دنیا میں تک بندی کرنے والے بہت ہیں لیکن "شاعر" بس ایک ہی ہے اور وہ میں ہوں۔" دیکھئے وہ کہتا ہے :۔

خَلِيْلَیَّ إِنِّیْ لَا أَرٰی غَيْرَ شَاعِرٍ ۔۔۔ فَكَمْ مِنْهُمُ الدَّعْوٰی وَمِنِّیَ الْقَصَائِدُ

فَلَا تَعْجَبَا إِنَّ السُّيُوْفَ كَثِيْرَةٌ ۔۔۔ وَلٰكِنَّ سَيْفَ الدَّوْلَةِ الْيَوْمَ وَاحِدُ

کبھی سیف الدولہ کو مخاطب کر کے کہتا کہ "اے زمانہ کے چمکتے ہوئے آفتاب مجھے تجھ سے محبت ہے جس میں کسی ملامت کرنے والے کی مجھے پرواہ نہیں، خواہ وہ بڑے مرتبہ کا ہو یا معمولی حیثیت کا۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہ تو نے مجھے دولت و ثروت سے مالا مال اور زندگی کی تمام سہولتوں سے سرفراز کر رکھا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ خدا نے تجھ کو عزت و فضیلت میں سب پر فوقیت دی ہے، پھر ساتھ ہی ساتھ اپنے ہم چشموں کی جھوٹی محبت اور بے عقلی کی مبالغہ آرائیوں پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ کہ عقل و دانائی کے ساتھ تھوڑی محبت، جہالت و نادانی کی زیادہ محبت سے بہتر ہے" دشمنِ دانا

ملہ (۱) حاسدوں کے لئے یہ بات قابلِ معافی ہے کہ وہ للچائی ہوئی نظروں سے ممدوح کی مجھ پر کرم گستریوں کو دیکھتے رہیں اور اسی غم میں گھلتے رہیں۔ (۲) اس لئے کہ میں ایسے مرتبہ پر پہنچ گیا ہوں، جہاں دل، آنکھوں پر حسد کرتے ہیں۔" کیونکہ آنکھیں ممدوح کے دیدار سے مسرور رہیں اور دل اُس سے محروم۔ ایسی حالت میں اگر کوئی حاسد میرے بلند مرتبہ پر حسد کرتا ہے تو وہ معذور ہے

Marfat.com

یہ از دوستِ ناداں" وہ کہتا ہے:-

أُحِبُّكَ يَا شَمْسَ الزَّمَانِ وَبَدْرَهُ — وَإِنْ لَامَنِي فِيكَ السُّهَا وَالْفَرَاقِدُ
وَذَلِكَ لِأَنَّ الْفَضْلَ عِنْدَكَ بَاهِرٌ — وَلَيْسَ لِأَنَّ الْعَيْشَ عِنْدَكَ بَارِدُ
فَإِنَّ قَلِيلَ الْحُبِّ بِالْعَقْلِ صَالِحٌ
وَإِنَّ كَثِيرَ الْحُبِّ بِالْجَهْلِ فَاسِدٌ

کبھی اپنی جادو بیانی پر ناز کرتا ہوا کہتا کہ "زمانہ میرے ہی قصائد پڑھتا رہتا ہے۔ جب میں کوئی شعر کہتا ہوں تو لوگ اُسی کو گانے لگتے ہیں۔ جو بد ذوق ہیں، وہ بھی اُسے لے اُڑتے ہیں، جو کبھی نہیں گاتے وہ بھی گانے لگتے ہیں۔" پھر سیف الدولہ سے کہتا کہ تجھے جب کوئی شعر سنایا جائے تو انعام مجھے ملنا چاہیئے، اس لئے کہ میرے ہی اشعار کے مضامین کو دوسرے شعراء اُلٹ پلٹ کر بیان کرتے رہتے ہیں۔" پھر کہتا کہ "میرے علاوہ تو دوسروں کی آواز سننا چھوڑ دے اس لئے کہ میں ہی وہ پرندہ ہوں جس کے آواز کی نقل کی جاتی ہے، باقی دوسروں کی آواز آوازِ بازگشت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔" اندازِ بیان ملاحظہ ہو۔ وہ کہتا ہے:-

وَمَا الدَّهْرُ إِلَّا مِنْ رُوَاةِ قَصَائِدِي — إِذَا قُلْتُ شِعْرًا أَصْبَحَ الدَّهْرُ مُنْشِدَا
فَسَارَ بِهِ مَنْ لَا يَسِيرُ مُشَمِّرًا — وَغَنَّى بِهِ مَنْ لَا يُغَنِّي مُغَرِّدَا
أَجِزْنِي إِذَا أُنْشِدْتَ شِعْرًا فَإِنَّمَا — بِشِعْرِي أَتَاكَ الْمَادِحُونَ مُرَدَّدَا
وَدَعْ كُلَّ صَوْتٍ غَيْرَ صَوْتِي فَإِنَّنِي
أَنَا الطَّائِرُ الْمَحْكِيُّ وَالْآخَرُ الصَّدَى

کبھی وہ اپنے اشعار کی تعریفیں سن کر کہہ اُٹھتا کہ شعر و شاعری کی دنیا میں میرے شعر کی طرح بلند رتبہ ہیں۔ وہ اس فلکِ دنیا کا چمکتا ہوا سورج ہے۔ خدا نے ہمارے درمیان صحیح تقسیم کی ہے، مجھے یہ شاندار الفاظ عطا فرمائے ہیں اور تیری قسمت میں تعریف کیا جانا لکھا ہے۔ میرے یہ اشعار جب کسی حاسد کے کان میں پڑتے ہیں تو وہ جلتے جی مر جاتا ہے۔" وہ کہتا ہے:-

إِنَّ هَذَا الشِّعْرَ فِي الشِّعْرِ مَلَكْ — سَارَ فَهُوَ الشَّمْسُ وَالدُّنْيَا فَلَكْ
عَدَلَ الرَّحْمَنُ فِيهِ بَيْنَنَا — فَقَضَى بِاللَّفْظِ لِي وَالْحَمْدُ لَكْ

Marfat.com

فَإِذَا مَرَّ بِأُذُنَيْ حَاسِدٍ
صَارَ مِمَّنْ كَانَ حَيًّا فَهَلَكْ

کبھی وہ اُن شعراء کے بارے میں جن کا چراغ اُس کے شاعرانہ کمال کے سامنے بجھ کر رہ گیا تھا، پھر بھی وہ اُس کے مُنہ آتے تھے، تنگ آکر کہتا کہ "کیا یہ خود ساختہ شاعر جن کو میں چاہوں تو بغل میں دبالوں، روزانہ میرا مقابلہ کرتے رہیں گے۔ اور چھوٹے ہونے کے باوجود رتبہ کی بلندی میں میری برابری کرتے رہیں گے۔ میری زبان باوجود قوتِ گویائی کے اُس کی ہجو کہنے سے خاموش ہے، اور میرا دل باوجود خاموشی کے اُس کی حماقت پر ہنسی اُڑاتا ہے۔" دیکھیے تحقیر و تذلیل کی انتہا ہے، وہ کہتا ہے:-

أَفِي كُلِّ يَوْمٍ تَحْتَ ضِبْنِي شُوَيْعِرٌ ضَعِيفٌ يُقَاوِيْنِي قَصِيْرٌ يُطَاوِلُ
لِسَانِي بِنُطْقِي صَامِتٌ عَنْهُ عَادِلٌ وَقَلْبِي بِصَمْتِي ضَاحِكٌ مِنْهُ هَازِلُ

اِن خود ستائیوں اور دوسروں پر لعن وطعن کی وجہ سے ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ زیادہ سے زیادہ سال دو سال میں وہ یہاں سے بھی بھاگ کھڑا ہوتا، لیکن سیف الدولہ چونکہ اُسے دل و جان سے چاہتا تھا اس لئے حاسدوں کے بغض و حسد اور اُن کی پیہم ریشہ دوانیوں کے باوجود متنبی اُس کے پاس جما رہا۔ تقریباً نو سال گذر گئے مگر کوئی اُس کا بال بیکا نہ کرسکا۔

متنبی کی یہ خود بینی اور زبان کی تیزی دوسرے شعراء اور اُدباء ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ اُس نے ۳۳۹ھ میں اُن بڑے بڑے فوجی افسروں کی بھی بُری طرح مذمت کرڈالی جو رومیوں سے جہاد میں سیف الدولہ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اُن پر اُس نے بزدلی اور ذلت جیسے رکیک الزامات لگائے اور اُن پر قتل و غارت کے جو پہاڑ ٹوٹے، اُس کو اُس نے قہر الٰہی سے تعبیر کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تمام فوجی افسر متنبی سے سخت برہم ہوگئے۔ اِس طرح اُس کے ہم چشموں کو اُس کے خلاف بغض و حسد کی آگ بھڑکانے کا اور موقع مل گیا۔

شعراء، اُدباء اور فوجی افسروں کا یہ گٹھ جوڑ متنبی کے خلاف ریشہ دوانیوں میں لگ گیا۔ اور سیف الدولہ کے کان بھرنا شروع کردئیے۔ آخر وہ رفتہ رفتہ اُن کی طرف مائل ہونے لگا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ لوگ علانیہ اُس کی مخالفت کرنے لگے۔

Marfat.com

۴ - بدقسمتی سے اِسی زمانہ میں متنبی سے ایک اور کوتاہی سرزد ہو گئی - وہ یہ کہ مخالفین کے پیدا کئے ہوئے ذہنی انتشار کی وجہ سے کئی مہینے گذر گئے مگر اُس نے کوئی قصیدہ کہہ کر سیف الدولہ کی خدمت میں پیش نہیں کیا، حالانکہ اُس کو متنبی کے اشعار سے والہانہ شیفتگی تھی۔ اِس بے موقع تاخیر سے سیف الدولہ کو جب تکدر بڑھا تو اُس نے معذرت کرتے ہوئے ایک مختصر قصیدہ پیش کیا۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ "ممدوح کی شان میں شعر نہ کہنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ زبانِ شعر ممدوح کے تمام اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہے:۔

وَمَا كَانَ تَرْكُ الشِّعْرِ إِلَّا لِأَنَّهُ
تَقَصَّرَ عَنْ وَصْفِ الْأَمِيرِ الْمَدَائِحُ

اِسی اثنا میں اَبو فراس نے جو سیف الدولہ کے دربار کا دوسرا بڑا شاعر تھا اور اُس کا عزیز بھی تھا، ایک مرتبہ اُس سے کہا:۔[۵۱]

إِنَّ هٰذَا الْمُتَشَدِّقَ كَثِيرُ الْإِدْلَالِ عَلَيْكَ وَأَنْتَ تُعْطِيهِ ثَلَاثَةَ الْآفِ دِينَارٍ عَلَى ثَلَاثِ قَصَائِدَ، وَيُمْكِنُ أَنْ تُفَرِّقَ مِائَتَي دِينَارٍ عَلَى عِشْرِينَ شَاعِراً يَأْتُونَ بِمَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ شِعْرِهِ۔

یہ (باچھیں پھاڑ پھاڑ کر شعر پڑھنے والا) متنبی آپ سے بڑے نخرے کرتا ہے۔ حالانکہ آپ اُس کو تین قصیدوں پر تین ہزار دینار سالانہ دیتے ہیں۔ اگر آپ دو سو دینار بیس شعراء پر تقسیم کر دیں تو وہ اِس سے کہیں زیادہ اچھے اشعار آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں گے

سیف الدولہ کو یہ تجویز پسند آگئی، اُس نے اِس پر عمل بھی شروع کر دیا، متنبی کو جب یہ سارا قصہ معلوم ہوا تو اُس نے سیف الدولہ کے پاس پہنچکر یہ قصیدہ پڑھا:۔[۵۲]

أَلَا مَا لِسَيْفِ الدَّوْلَةِ الْيَوْمَ عَاتِبًا ... فَدَاهُ الْوَرَى أَمْضَى السُّيُوفِ مَضَارِبَا

---

۵۱ الصبح المنبی صـ۶۵ - ۱۲منہ

۵۲ سیف الدولہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ آج مجھ سے ناراض ہے، دنیا اُس پر قربان ہو جائے، وہ شمشیر زنی میں سب سے زیادہ تیز دھار اور قاطع تلوار والا ہے۔ (اعظمی)

وَقَدْ[۵۱] كَانَ يُدْنِي مَجْلِسِي مِنْ سَمَائِهِ ... أُحَادِثُ فِيهَا بَدْرَهَا وَالْكَوَاكِبَا
أَهٰذَا جَزَاءُ الصِّدْقِ إِنْ كُنْتُ صَادِقًا ... أَهٰذَا جَزَاءُ الْكِذْبِ إِنْ كُنْتُ كَاذِبًا
وَإِنْ كَانَ ذَنْبِي كُلَّ ذَنْبٍ فَإِنَّهُ
مَحَا الذَّنْبَ كُلَّ الْمَحْوِ مَنْ جَاءَ تَائِبًا

سیف الدولہ نے یہ اشعار سُن کر گردن جھکا لی اور متنبی کی طرف نگاہ بھی اُٹھا کر نہ دیکھا متنبی کو اس سے اور بھی زیادہ صدمہ ہوا۔ وہ شرمندہ ہو کر لوٹ آیا۔ اور دریافتِ حال کے لئے اُس نے سیف الدولہ کو مندرجۂ ذیل اشعار لکھکر بھیجدیئے:۔[۵۲]

أَرىٰ[۵۳] ذٰلِكَ الْقُرْبَ صَارَ اِزْوِرَارَا ... وَصَارَ طَوِيلُ السَّلَامِ اخْتِصَارَا
تَرَكْتَنِي الْيَوْمَ فِي خَجْلَةٍ ... أَمُوتُ مِرَارًا وَأَحْيَا مِرَارَا
أُسَارِقُكَ اللَّحْظَ مُسْتَحْيِيًا ... وَأَزْجُرُ فِي الْخَيْلِ مُهْرِي سِرَارَا
وَأَعْلَمُ أَنِّي إِذَا مَا اعْتَذَرْتُ ... إِلَيْكَ أَرَادَ اعْتِذَارِي اعْتِذَارَا
كَفَرْتُ مَكَارِمَكَ الْبَاهِرَا ... تِ إِنْ كَانَ ذٰلِكَ مِنِّي اخْتِيَارَا

---

۵۱ (۱) حالانکہ وہ مجھے اپنی اُس مجلس میں قریب رکھتا تھا جو رفعتِ شان میں آسمان کے برابر ہے، میں اُس میں اس مجلس کے ماہِ تاباں (سیف الدولہ) اور اُس کے ستاروں یعنی اس کے مصاحبوں سے باتیں کیا کرتا تھا۔ (۲) اگر میں تیری مدح و ثنا کرنے میں سچا ہوں، تو کیا یہی (عتاب) اُس سچائی کی جزا ہے؛ اور اگر میں تیری تعریف کرنے میں تیری ہی وجہ سے جھوٹ بولا ہوں، تو کیا اُس کا یہی بدلہ ہے؛ مطلب یہ ہے کہ میرے ساتھ بے اعتنائی کا یہ سلوک بہرحال نہیں ہونا چاہیئے۔ (۳) اور اگر سراسر میرا ہی قصور ہے جب بھی میں قابلِ معافی ہوں۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے گناہوں سے تائب ہو جائے وہ اپنے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (اعظمی)

۵۲ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صہ۴۵ ۱۲ منہ

۵۳ (۱) میں اُس قربت کا خیال کر رہا ہوں جو پہلے مجھے حاصل تھی اور اب انحراف سے تبدیل ہو گئی ہے اور طویل ملاقاتیں جو اب مختصر ہو گئی ہیں۔ (۲) تو نے آج مجھ کو ایسا شرمندہ کیا کہ اُس کو یاد کر کے کبھی میں مرتا ہوں اور کبھی جیتا ہوں۔ (۳) اب شرم سے میں تجھ کو نظر چرا کر دیکھتا ہوں، اور گھوڑوں میں اپنے بچھیرے کو شرم کی وجہ سے چھُپ کر ہنکاتا ہوں۔ (۴) میں جانتا ہوں کہ جب میں بغیر کسی جرم کے تجھ سے معذرت کروں گا تو میری یہ جھوٹی معذرت دوسری معذرت کی طلبگار ہو گی۔ (۵) اگر مدحیہ اشعار کہنے میں یہ کوتاہی میرے خود اختیار سے ہوئی ہو تو یہ ایسی ہی بُری بات ہو گی جیسے میں تیری تمام کرم گستریوں سے منکر ہو جاؤں۔ (اعظمی)

Marfat.com

وَلٰكِنَّ حِمَى الشِّعْرِ إِلَّا الْقَلِيـ ـلَ هَمٌّ حَمَى النَّوْمَ إِلَّا غِرَارَا
وَمَا أَنَا أَسْقَمْتُ جِسْمِي بِهِ وَلَا أَنَا أَضْرَمْتُ فِي الْقَلْبِ نَارَا
فَلَا تُلْزِمَنِّي ذُنُوبَ الزَّمَانِ إِلَيَّ أَسَاءَ وَإِيَّايَ ضَارَا
وَعِنْدِي لَكَ الشُّرُدُ السَّائِرَا تُ لَا يَخْتَصِصْنَ مِنَ الْأَرْضِ دَارَا
قَوَافٍ إِذَا سِرْنَ عَنْ مِقْوَلِي وَثَبْنَ الْجِبَالَ وَخُضْنَ الْبِحَارَا

وَلِي فِيكَ مَا لَمْ يَقُلْ قَائِلٌ
وَمَا لَمْ يَسِرْ قَمَرٌ حَيْثُ سَارَا

متنبی مذکورۂ بالا اشعار میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے اور معذرت بھی کرتا ہے، لیکن سیف الدولہ پر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا تو اُس نے طے کرلیا کہ وہ کسی دن اپنے دشمنوں سے بالمواجہ نپٹ لے۔ اس لئے وہ ایک دن پھر دربار میں جا پہنچا اور اپنے ہم چشموں کے سامنے ایک اور مدحیہ قصیدہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے:۔

وَا حَرَّ قَلْبَاهُ مِمَّنْ قَلْبُهُ شَبِمُ
وَمَنْ بِجِسْمِي وَحَالِي عِنْدَهُ سَقَمُ

آگے چل کر وہ سیف الدولہ سے کہتا ہے کہ میں تیری محبت کو چھپاتا ہوں جس نے میرے جسم

---

۵۱ (۱) حقیقت یہ ہے کہ میری شعرگوئی کو ایک ایسے شدید غم نے روک دیا جس نے کچھ روز کے لئے میری آنکھوں سے نیند بھی اُچاٹ کردی۔ (۲) میں نے از خود اس غم سے اپنے جسم کو بیمار نہیں ڈالا اور نہ اپنے اختیار سے اپنے دل میں آگ مشتعل کی۔ یہ سب کچھ اُس شدید غم کی وجہ سے ہوا جس پر میرا کچھ قابو نہ تھا۔ (۳) اس لئے زمانہ کے قصور کا مجھ پر الزام نہ لگا؛ اس نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے اور مجھ کو سخت نقصان پہنچایا۔ (۴) میں نے تیری شان میں ایسے قصائد کہے ہیں جو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، کسی خاص ملک یا مقام تک محدود نہیں۔ (۵) میرے وہ اشعار ایسے ہیں کہ جب وہ میری زبان سے نکلے تو وہ پہاڑوں پر چڑھ گئے اور سمندروں میں گھس گئے یعنی پہاڑوں اور سمندروں میں سفر کرنے والوں کی زبان پر چڑھ گئے۔ (۶) میں نے تیری تعریف میں ایسے شعر کہے ہیں جو کسی نے نہیں کہے وہ آسمانِ شہرت کے ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں چاند بھی نہیں پہنچ سکا۔ (اعظمی)

۵۲ ہائے افسوس، میرے دل کی سوزش اُس شخص کی محبت میں جو مجھ سے سرد مہری برتتا ہے، اور جس کی وجہ سے میرا جسم اور حال دونوں سقیم ہیں۔ (اعظمی)

کو گھلا کر لاغر کر دیا ہے، مگر جو لوگ تیری محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کا حال اس کے برعکس ہے اگر تیرے رُخ تاباں کی محبت میں ہم سب شریک ہیں تو کاش ہم میں سے ہر ایک کو جتنی محبت ہے اُسی اعتبار سے ہم تیری بخششوں سے سرفراز ہوتے۔ پھر اُس نے جب یہ شعر پڑھا:

یَا أَعْدَلَ النَّاسِ إِلَّا فِی مُعَامِلَتِی

فِیْكَ الْخِصَامُ وَأَنْتَ الْخَصْمُ وَالْحَكَمُ

تو اُبو فراس جس کو متنبی سے دیرینہ کدورت تھی، بولا یہ تو دعبل کے شعر کو تو نے مسخ کر کے اپنا لیا ہے۔ دعبل کا شعر ہے:-

وَلَسْتُ أَرْجُو انْتِصَافاً مِنْكَ مَا ذَرَفَتْ

عَیْنِی دُمُوعاً وَأَنْتَ الْخَصْمُ وَالْحَكَمُ

متنبی نے بے توجہی سے اُس کی بات کا کچھ جواب نہ دیا، اور آگے یہ شعر پڑھا:-

أُعِیْذُهَا نَظَرَاتٍ مِنْكَ صَادِقَةً

أَنْ تَحْسَبَ الشَّحْمَ فِیْمَنْ شَحْمُهُ وَرَمُ

اُبو فراس سمجھ گیا کہ وہ اُسی پر چوٹ کر رہا ہے، فوراً تڑک کر بولا "مَنْ أَنْتَ یَا دَعِیَّ كِنْدَة؟" مگر متنبی بغیر جواب دیئے قصیدہ آگے سُناتا رہا۔ جب وہ اِس شعر پر پہنچا:-

اَلْخَیْلُ وَاللَّیْلُ وَالْبَیْدَاءُ تَعْرِفُنِی

وَالسَّیْفُ وَالرُّمْحُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

---

۵۱ اے دنیا کے سب سے بہتر انصاف کرنے والے سوائے میرے معاملہ کے جس میں تو انصاف نہیں کرتا تیرے ہی بارے میں، تجھ ہی سے جھگڑا ہے اور تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ (اعظمی)

۵۲ میں اُس چیز میں جس پر میری آنکھوں نے آنسو بہایا ہے تجھ سے انصاف کی اُمید نہیں رکھتا حالانکہ تجھ ہی سے جھگڑا ہے اور تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ (اعظمی)

۵۳ میں تیری حقیقت شناس نظروں کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تو پھولے ہوئے ورم والے شخص کو چربی والا فربہ سمجھے یعنی کھوٹے کو کھرا اور گھٹیا درجہ کے شاعروں کو مجھ جیسا بلند رتبہ شاعر سمجھے۔ (اعظمی)

۵۴ گھوڑے، راتوں کا سفر، دشت و بیابان، تلوار و نیزے، اور کاغذ و قلم مجھے خوب پہچانتے ہیں۔ یعنی میں صاحب سیف اور صاحب قلم بھی ہوں۔ (اعظمی)

۵۵ یعنی "تو کون ہے اے کندہ کے جھوٹے دعویدار" اُنظر تفصیلہ فی الصبح المنبی۔ (اعظمی)

أبوفراس سے پھر نہ رہا گیا، فوراً بولا "تو نے اپنے کو شجاعت و فصاحت، ریاست و سخاوت سب ہی اوصاف سے متصف کر ڈالا، سیف الدّولہ کے لئے کیا چھوڑا؟ تو سیف الدولہ سے انعامات حاصل کرتا ہے اور تعریف اپنی کرتا ہے، وہ بھی دوسروں کے کلام سے سرقہ کر کے۔ کیا تو نے یہ مفہوم ھیثم بن الأسود النخعی کے اس شعر سے سرقہ نہیں کیا ہے :۔

أَعَاذِلَتِي كَمْ مَهْمَهٍ قَدْ قَطَعْتُهُ [۵۱] ‏ أَلِيفَ وُحُوشٍ سَاكِنًا غَيْرَ هَائِبِ
أَنَا ابْنُ الفَلَا وَالطَّعْنِ وَالضَّرْبِ وَالسُّرَىٰ ‏ وَجُرْدُ المَذَاكِي وَالقَنَا وَالقَوَاضِبِ

متنبی نے اِس کا بھی کچھ جواب نہیں دیا، اور آگے دوسرا شعر پڑھا :۔

[۵۲] وَمَا انْتِفَاعُ أَخِي الدُّنْيَا بِنَاظِرِهِ
إِذَا اسْتَوَتْ عِنْدَهُ الأَنْوَارُ وَالظُّلَمُ

أبو فُراس نے کہا یہ تو تو نے مُعْقِل العِجلی کے شعر سے سرقہ کیا ہے، اس کا شعر ہے :۔

[۵۳] إِذَا لَمْ أُمَيِّزْ بَيْنَ نُورٍ وَظُلْمَةٍ
بِعَيْنَيَّ فَالعَيْنَانِ زُورٌ وَبَاطِلُ

علاوہ ازیں محمد بن احمد بن أبی مُرّہ المکی کا شعر بھی اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے، وہ یہ ہے :۔

[۵۴] إِذَا لَمْ يَكُنْ يُدْرِكْ بِعَيْنَيْهِ مَا يَرَىٰ
فَمَا الفَرْقُ بَيْنَ العُمْيِ وَالبُصَرَا

---

۵۱ اے میری ملامت کرنے والی! کتنے جنگل ہیں جن کو میں نے قطع کیا ہے، وحشی جانوروں سے مانوس ہو کر، مطمئن اور بغیر خوف زدہ ہوئے، میں دشت و بیابان کا باسی، راتوں کو سفر کرنے والا، نیزہ بازی اور شمشیر زنی کا دھنی، کم بال والے تیزرو گھوڑوں پر سواری کرنے والا، تیراندازی اور شمشیر بُرّاں سے دشمنوں کا سر اڑانے میں مہارت والا ہوں۔ (اعظمی)

۵۲ دنیا میں رہنے والے کو ایسی آنکھ سے کیا فائدہ جس سے وہ کچھ دیکھ نہ سکے، اور جس کے لئے روشنی اور تاریکی دونوں برابر ہوں۔ (اعظمی)

۵۳ جب میں اپنی دونوں آنکھوں سے نور و ظلمت میں کوئی تمیز نہ کر سکوں تو یہ آنکھیں دھوکہ و فریب ہیں۔ بے کار و بے فائدہ ہیں۔ (اعظمی)

۵۴ جب کوئی شخص اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھتا ہے اگر اُس کو سمجھ نہیں پاتا تو اس کے نزدیک نابینا اور صاحبِ بصیرت ہونے میں کیا فرق ہوگا۔ (اعظمی)

Marfat.com

سیف الدّولہ کو اُبو فراس کے اس مناقشہ پر بڑا غصّہ آیا، اس نے سامنے رکھی ہوئی دوات اُسے کھینچ ماری۔ متنبی نے اور آگے شعر پڑھنا شروع کر دیئے۔ جب وہ اس شعر پر پہنچا:۔

إِنْ كَانَ سَرَّكُمْ مَا قَالَ حَاسِدُنَا
فَمَا لِجُرْحٍ إِذَا أَرْضَاكُمْ أَلَمُ

تو اُبو فُراس پھر بولا، "یہ تو نے بشّار کے شعر سے سرقہ کیا ہے اور وہ یہ ہے:۔

إِذَا رَضِيتُمْ بِأَنْ نُجْفَى وَسَرَّكُمْ
قَوْلُ الْوُشَاةِ فَلَا شَكْوَى وَلَا ضَجَرُ

مگر سیف الدّولہ نے اُبوفُراس کی بکواس پر ذرا توجہ نہیں کی اور متنبی کے کلام کو بحد پسند کیا اُس کو اپنے قریب بلاکر اُس کی پیشانی کا بوسہ لیا، اور ایک ہزار دینار فوراً اور ایک ہزار بعد میں عطا فرمائے۔ متنبی کی خوشی کی انتہا نہیں رہی۔ اُس نے برجستہ کہا:۔

جَاءَتْ دَنَانِيرُكَ مَخْتُومَةً   عَاجِلَةً أَلْفًا عَلَى أَلْفِ
أَشْبَهَهَا فِعْلَكَ فِي فَيْلَقٍ   قَلَّبْتَهُ صَفًّا عَلَى صَفِّ

یہ مناقشہ علامہ بدیعی نے اپنی کتاب "الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی" میں نقل کیا ہے، مگر علامہ یازجی کی شرح سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قصیدہ کے پڑھنے کے بعد جب متنبی چلا گیا تو سیف الدولہ کے درباریوں نے اس پر سخت نکتہ چینی کی اور اس خیال سے اُن میں شدید برہمی پھیل گئی کہ ایک طرف تو وہ معانی کا طلب گار ہے، دوسری طرف وہ یہ کہکر دھمکی بھی دیتا ہے کہ اگر سیف الدّولہ اُس سے خوش نہ ہوا تو وہ مصر چلا جائے گا

---

۵۱ اگر تم کو اُن باتوں نے خوش کیا ہے جو ہمارے حاسدوں نے کہی ہیں تو اُس زخم سے جس نے تم کو خوش کیا ہے مجھے کوئی دُکھ نہ ہوگا یعنی میں تمہاری خوشی سے خوش ہوں، چاہے ذاتی طور پر مجھے کوئی صدمہ کیوں نہ پہنچا ہو۔ اعظمی

۵۲ جب تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ ہم پر ظلم و ستم ڈھایا جائے اور تم چغل خوروں کی باتوں سے خوش رہو تو نہ کوئی شکایت ہے اور نہ ملال۔ (اعظمی)

۵۳ فوری طور پر تیرے سربمہر دینار میرے پاس آئے ہزار کے بعد پھر ایک ہزار۔ میں اس کو تیرے اُس طرز عمل کے مشابہ سمجھتا ہوں، جو تو دشمن کے لشکر میں اختیار کرتا ہے، تو ذرا دیر میں اُس کی صفوں کو زیر و زبر کر ڈالتا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

پھر اُسے افسوس ہوگا۔ دیکھئے وہ اِسی قصیدے میں کہتا ہے:۔

لَئِنْ تَرَكْنَ ضُمَيْرًا عَنْ مَيَامِنِنَا
لَيَحْدُثَنَّ لِمَنْ وَدَّعْتُهُمْ نَدَمُ

یہ حقیقت ہے کہ متنبی نے اِس قصیدہ میں ایک طرف تو اپنے غم و غصّہ کا اظہار کیا ہے دوسری طرف سیف الدولہ کی تعریف میں بے حد مُبالغہ سے کام لیا ہے۔ گویا ایک ہاتھ سے اُس نے زخم لگائے ہیں اور دوسرے سے زخم پر مرہم رکھتا گیا ہے۔ اس قصیدہ میں متنبی نے گو فنِ شاعری میں کمال کا مظاہرہ کیا ہے، لیکن سچّی بات یہ ہے کہ مذکورۂ بالا شعر کہہ کر اُس نے فضا کو مکدر بھی کر دیا۔

دیوان ہم کو یہ بھی بتاتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد سیف الدولہ کے کاتبوں میں سے ایک عراقی کاتب ابوالفرج سامری نے اُس سے متنبی کی مذمت کی اجازت چاہی، جسے اُس نے منظور بھی کر لیا۔ جب متنبی کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے اُس کی ہجو کہہ ڈالی۔ وہ کہتا ہے:۔

أَسَامِرِيُّ ضُحْكَةَ كُلِّ رَاءٍ　　فَطِنْتَ وَكُنْتَ أَغْبَى الْأَغْبِيَاءِ
صَغُرْتَ عَنِ الْمَدِيحِ فَقُلْتَ أُهْجَى　　كَأَنَّكَ مَا صَغُرْتَ عَنِ الْهِجَاءِ
وَمَا فَكَّرْتُ قَبْلَكَ فِي مُحَالٍ
وَلَا جَرَّبْتُ سَيْفِي فِي هَبَاءِ

مصری ادیب ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اپنی کتاب "مع المتنبی" میں لکھا ہے کہ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ ایک رات کو کچھ لوگوں نے جو پہلے سے گھات میں چھپے ہوئے تھے متنبی پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ مگر وہ بڑی بہادری سے لڑا اور بچکر اپنے ایک دوست کے گھر اُس نے پناہ لی۔

---

۵۱ اگر میری سواری کے اونٹوں نے "کوہ ضمیر کو ہماری داہنی جانب چھوڑ دیا تو وہ اس شخص کو جس کو میں رخصت کروں گا شرمندہ کریں گے": واضح رہے کہ شام سے مصر جاتے وقت کوہ ضمیر داہنے ہاتھ پر پڑتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں مصر چلا گیا تو سیف الدولہ کو سخت پشیمانی ہوگی۔ (اعظمی)

۵۲ (۱) اے سامری! تو ہر دیکھنے والے کی نظر میں مسخرہ ہے، کیا تو میرے اشعار سمجھ گیا حالانکہ تو بہت زیادہ غبی اور بیوقوف ہے (۲) چونکہ تو مدح کے لائق نہیں تھا اسلئے تو نے کہا کہ کاش میری ہجو ہی کہی جاتی، گویا تو اپنے آپ کو ہجو سے کمتر نہیں سمجھتا۔ (۳) تجھ سے پہلے میں نے کبھی کسی لغو کام میں فکر نہیں کی اور نہ کبھی اپنی تلوار کو ذرات پر آزمایا۔ (اعظمی)

پھر سارا قصہ اُس نے سیف الدولہ کو لکھ بھیجا، اور اخیر میں لکھا کہ "قتل ہی کرنا ہے تو اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالئے اِس لئے کہ شریف کے ہاتھوں مارا جانا بھی عزت کی بات ہے" وہ کہتا ہے

فَإِنْ كَانَ يَبْغِي قَتْلَهَا يَكُ قَاتِلًا
بِكَفَّيْهِ فَالْقَتْلُ الشَّرِيفُ شَرِيفُ

سیف الدولہ کو معلوم ہوا تو اُس نے معاملہ کو رفع دفع کر دیا، دشمنوں کو اُس نے روکا، متنبی کو اپنے امان میں لے لیا۔ اور اس کو انعام و اکرام سے سرفراز بھی کیا۔ لیکن چند ہی مہینے گذرے تھے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر اُس نے سیف الدولہ کی خدمت میں تہنیتی قصیدہ پیش کرتے ہوئے اپنے کینہ پرور حاسدوں کی پھر خبر لے ڈالی۔ دیکھئے وہ کہتا ہے:۔

أَزِلْ حَسَدَ الْحُسَّادِ عَنِّي بِكَبْتِهِمْ فَأَنْتَ الَّذِي صَيَّرْتَهُمْ لِي حُسَّدَا
إِذَا شَدَّ زَنْدِي حُسْنُ رَأْيِكَ فِيهِمْ ضَرَبْتُ بِسَيْفٍ يَقْطَعُ الْهَامَ مُغْمَدَا
وَمَا أَنَا إِلَّا سَمْهَرِيٌّ حَمَلْتَهُ
فَزَيَّنَ مَعْرُوضًا وَرَاعَ مُسَدَّدَا

بہرحال نہ متنبی کسی موقع پر اپنے ہمعصروں کی تحقیر و تذلیل سے چوکتا تھا نہ اُس کے دشمن کسی وقت اُس کی جڑ کاٹنے سے باز رہتے تھے۔ حتّٰی کہ سیف الدولہ بھی اُن کی نوک جھونک اور ریشہ دوانیوں سے دل برداشتہ ہو گیا

۵۔ یہ جھگڑا بڑھتے بڑھتے آخر ایک دن ایسا ہی ہو گیا کہ متنبی کو سیف الدّولہ سے جُدا ہونا پڑا۔ ہوا یہ کہ ایک دن دربار میں ابوعبداللہ بن خالویہ نحوی اور ابوالطیب لغوی کے درمیان کسی مسئلہ پر بحث چل پڑی۔ متنبی خاموشی سے سُن رہا تھا، سیف الدولہ نے اُس سے کہا۔

۱؎ (۱) تو حاسدوں کو ذلیل کر کے اُن کے حسد کو مجھ سے دُور کر اس لئے کہ تو ہی نے مجھ پر بہت زیادہ بخششیں کر کے اُن کو میرا حاسد بنا دیا ہے۔ (۲) جب اُن حاسدوں کے متعلق تیری صحیح رائے میری کلائی کو تقویت پہنچائیگی تو میں اپنی تلوار اُن کے سروں میں ایسی ماروں گا کہ وہ اُن میں پیوست ہو کر رہ جائیں گی۔ (۳) میں ایک ٹھہری نیزہ ہوں جس کو تو نے اُٹھا رکھا ہے، جب وہ بحالت صلح عرض میں رکھا ہو تو تیرے لئے باعث زینت ہے اور جب وہ بحالتِ جنگ دشمن کی طرف سیدھا کیا جائے تو اسکو وہ خوفزدہ کر دیتا ہے۔ یعنی میں دونوں حالتوں میں اپنی زبان و سنان سے تیرا خدمت گذار ہوں۔" (اعظمی)

Marfat.com

"تم چپ کیوں ہو، بولتے کیوں نہیں؟" وہ بولا تو ایسی بات جس سے اَبُوالطِیّب نحوی کی دلیل کو تقویت پہنچتی تھی۔ ابن خالویہ کو جو سیف الدولہ کا اُستاد بھی تھا، غصّہ آگیا۔ وہ اُس سے اُلجھ پڑا اور اُس کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ متنبی نے بھی ڈانٹ کر کہا:

أُسْكُتْ، وَيْحَكَ فَإِنَّكَ أَعْجَمِيٌّ وَأَصْلُكَ خُوزِيٌّ، فَمَا لَكَ وَلِلْعَرَبِيَّةِ؟	خاموش! تو عجمی ہے اور خوزستانی نسل کا ہے، تجھے عربی سے کیا واسطہ؟

یہ سُن کر ابنِ خالویہ آپے سے باہر ہوگیا اور اُس نے کُنجیوں کا گُچھّا آستین سے نکال کر اُسے کھینچ مارا۔ متنبی کا چہرہ زخمی ہوگیا اور کپڑے خون سے تربتر ہوگئے۔ سیف الدّولہ بیٹھا تماشہ دیکھتا رہا۔ نہ زبان سے اُس نے کچھ کہا نہ عملاً اُس کی مدد کی۔ اس سے متنبی کو بڑا صدمہ ہوا۔ وہ سیف الدولہ سے بالکل مایوس ہوگیا۔ اُس نے کچھ روز کے لئے "معَرّة النعمان" جہاں اُس کی کچھ جائداد تھی، جانے کی درخواست کی۔ سیف الدولہ نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ وہ کچھ روز آرام کرلے، اس لئے اُس نے اجازت دے دی۔ متنبی وہاں سے چل پڑا اور مُعرّة النعمان میں چند روز قیام کے بعد وہاں سے کھسک گیا، اور اُخشیدی حکومت کے حدود میں داخل ہوگیا۔ اس طرح اُس نے اپنی زندگی کا وہ سنہرا دَور ختم کرلیا، جس میں اُس نے یقیناً فنِ شاعری میں کمال حاصل کیا اور عربی شاعری کو انتہائی عروج پر پہنچادیا۔

اِس سوال کا جواب ذرا دُشوار ہے کہ سیف الدولہ اور متنبی میں سے کس نے اپنے ساتھی کا نام بلند کیا؟ اس لئے کہ متنبی جب سیف الدولہ کے پاس پہنچا تو وہ کوئی غیر معروف اور گُمنام نہ تھا، بلکہ اُس کا نام ایک جادو بیان شاعر کی حیثیت سے عرب کے چپّہ چپّہ میں پھیل چکا تھا، اور اُس کی معجز نُما شاعری کے سامنے دنیا کی زبانیں گُنگ تھیں۔

اِسی طرح سیف الدولہ کی شہرت ایک بہادر مجاہدِ اسلام کی حیثیت سے سارے جزیرۃ العرب پر چھائی ہوئی تھی۔ اور وہ رومی عیسائیوں سے نبرد آزما ہونے کی وجہ سے اسلامی دنیا میں غیر معمولی طور پر مشہور ہو چکا تھا۔

بہرحال دونوں میں سے ایک اپنی شاعری وزبان کی وجہ سے اور دوسرا اپنی شمشیر و سنان کی وجہ سے غیر معمولی شہرت وعزّت کے مالک تھے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ سیف الدولہ نے متنبی کی

Marfat.com

شاعری کو چمکا کر زمین سے آسمان پر پہنچا دیا اور زر[1] و جواہر سے مالا مال کر دیا۔ اسی طرح متنبی نے سیف الدولہ کو اسلامی مجاہد کے "ہیرو" کی حیثیت سے دنیا میں وہ شہرت دوام بخشی جو کبھی نہ مٹے گی۔ یہ دونوں چاند و سورج بن کر دنیا میں چمکے اور ایک دوسرے سے جدا ہو کر ہمیشہ کے لئے ماند پڑ گئے۔ نہ متنبی اپنی شاعرانہ زندگی میں دلوں کو گرمانے والا وہ جوش و خروش قائم رکھ سکا جس کا ساری دنیا میں چرچا تھا، نہ سیف الدولہ اپنی سیاسی زندگی میں تلوار کی اُس "آب" کو کچھ فروغ دے سکا جس نے کفر کو اسلام کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو کر کبھی خوش نہیں رہے بلکہ تا دمِ واپسیں ایک دوسرے کے لئے بے چین و بے قرار رہے۔

---

[1] علامہ عبدالقادر بغدادی نے لکھا ہے کہ سیف الدولہ نے صرف چار سال میں ۳۵ ہزار دینار متنبی کو دیئے تھے، خزانۃ الادب جلد اول صفحہ ۳۸۲ (اعظمی)

Marfat.com

اُبُوالمسک کافور اَخشیدی

کافور بن عبداللہ، سیاہ فام، گداز بدن خواجہ سرا تھا، تاریخی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طاقتور، بہادر اور بڑا سیاست داں تھا۔ مُعِزّ الدّولہ دیلمی نے جب مصر پر حملہ کرنا چاہا تو اُس کے حامیوں نے اُس کو لکھا تھا۔

إِذَا زَالَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مَلَكَ مَوْلَانَا الْمُعِزُّ الدُّنيَا كُلَّهَا [51]

جب حجر اسود یعنی کافور ہٹ جائے گا تو ہمارے آقا معز الدولہ ساری دنیا کے مالک ہو جائیں گے۔

کافور، علماء و اُدباء اور شعراء سے بڑی محبت کرتا تھا اور ان کو انعام و اکرام سے سرفراز کرتا رہتا تھا اُس کے درباری علماء میں اَبو اسحاق ابراہیم بن عبداللہ النحوی بھی ہیں۔ اُس کا وزیر ابن الفُرات ایک زبردست، عالم اور ادیب تھا۔ وہ ہر سال عید کی رات کو تھیلیوں میں دراہم رکھکر علماء، فقراء اور زہّاد کو بھیجا کرتا تھا۔ اَبو جعفر مسلم بن عبیداللہ العلوی کا قول ہے، مَا رَأَيْتُ [52] أَكْرَمَ مِنْ كَافُور۔ میں نے کافور سے زیادہ سخی نہیں دیکھا۔

شرح مَعرّی اور بعض دیگر شرحوں میں کافور کی ذاتی اور اخلاقی حالت بہت گرا کر بیان کی گئی ہے تاکہ لوگ تعجب کریں کہ ایسا ذلیل انسان کیونکر مصر کا حکمران اور فرمانروا بن گیا۔ لیکن غالباً یہ سب کچھ متنبی کے بیانات کی تائید کے لئے روایتیں گڑھ لی گئی ہیں۔

متنبّی جب اس سے ناراض ہو کر مصر سے چلا آیا تو بنو ہلال کے کچھ لوگوں نے کافور کے بارے میں اُس سے دریافت کیا، متنبی نے کہا:۔

---

[51] النجوم الزاہرہ جلد چہارم ص۱۰۶ ۱۲ منہ

[52] النجوم الزاہرہ جلد چہارم ص۱۱ ۱۲ منہ

[53] الصبح المُنبی (باب وصف کافور) ۱۲ منہ

Marfat.com

"رَأَيْتُ أَمَةً سَوْدَاءَ تَأْمُرُ وَتَنْهٰى"	میں نے ایک سیاہ فام لونڈی دیکھی جو لوگوں کو بعض چیزوں کا حکم اور بعض چیزوں سے روکتی رہتی ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ اس قدر بدصورت تھا کہ بچے جب اس کو دیکھتے تھے تو تالیاں بجایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ کافور بہت غافل سوتا تھا اِس لئے اُس کا آقا جب وہ سونے لگتا تھا تو اُس کے سر میں ڈوری باندھ دیتا تھا تاکہ کوئی کام ہو تو اُس کو جگا دے۔

بہرحال یہ بات یقینی صحیح ہے کہ وہ ایک سیاہ فام خواجہ سرا تھا، جسے والیٔ مصر ابوبکر محمد بن طغج نے ۱۸ دینار میں بعض رؤسا مصر سے خرید کر اپنی خدمت کے لئے رکھ لیا تھا۔ وہ بڑا چالاک اور ہوشیار تھا، چند ہی روز میں اُس کے مقرب غلاموں میں سے ہوگیا، پھر محمد بن طغج نے اُس کو آزاد کر کے فنِ سپہ گری میں ایسا ماہر بنایا کہ اُس کا بڑے سپہ سالاروں میں شمار ہونے لگا۔ شام کی لڑائیوں میں پہلے ابن رائق پھر سیف الدولہ دونوں سے یکے بعد دیگرے محمد بن طغج کی فوج کی قیادت اُسی نے کی تھی جس میں اُس کو شاندار کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔

فنونِ حرب میں ماہر ہونے کے علاوہ کافور بے مثال سیاست داں بھی تھا۔ اُس نے تقریباً ۲۲ سال تک جس دانائی اور فراست سے حکومت کی اور اپنی داخلی اور خارجی پالیسی سے مُلک کو جس طرح پروان چڑھایا، اُس کی ایک جاہل، حبشی نژاد غلام سے کسی طرح امید نہیں کی جاسکتی۔ متنبی نے سچ کہا تھا:-[1]

مَا كُنْتَ مِمَّنْ أَدْرَكَ الْمُلْكَ بِالْمُنٰى
وَلٰكِنْ بِأَيَّامٍ يُشَيِّبْنَ النَّوَاصِيَا

محمد بن طغج دولتِ عباسیہ کا ایک سردار تھا۔ اس کو ۳۱۸ھ میں خلیفہ مقتدر باللہ نے دمشق کا گورنر بنایا تھا۔ پھر ۳۲۲ھ میں خلیفہ راضی باللہ نے دمشق کے ساتھ مصر کی بھی گورنری اُسی کے سپرد کر دی اور اُس کو "اخشید" کے لقب سے سرفراز کیا۔ یہ طوائف الملوکی کا دور تھا، کچھ روز کے بعد اُس نے خلیفہ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اس لئے خلیفہ راضی باللہ نے محمد بن رائق کو شام پر قبضہ کے

---

[1] تو اُن لوگوں میں سے نہیں ہے جنھوں نے ملک محض آرزوؤں سے حاصل کیا ہو بلکہ تو نے ایسی سخت لڑائیوں سے اس کو حاصل کیا ہے جنھوں نے دشمنوں کے پیشانی کے بال سفید کر دیئے ہیں"۔ (اعظمی)

Marfat.com

لئے بھیجا، محمد بن رائق نے ۳۲۸ھ میں ابن طغج کو وہاں سے نکال باہر کیا، اور محمد بن یزداد الشہرزوری کو حلب اور دمشق کا گورنر بنا دیا۔ پھر ابن رائق اور ابن طغج میں لڑائیاں ہوتی رہیں، آخر کار اخشید نے ایک زبردست لشکر کافور کی سرکردگی میں بھیج کر شام پر قبضہ کر لیا۔

اسی اثناء میں سیف الدولہ نے محمد بن رائق کو قتل کر دیا اور ۳۳۳ھ میں اخشیدی حکومت کے والی حلب، احمد بن سعید الکلابی کو شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا۔ ۳۳۴ھ میں محمد ابن طغج کے انتقال کے بعد سیف الدولہ نے دمشق پر بھی چڑھائی کر دی، لیکن پھر دونوں حکومتوں میں اس بات پر فیصلہ ہو گیا کہ حلب سیف الدولہ کے پاس رہے اور دمشق اخشیدی حکومت کے زیر نگیں۔

کافور بڑا سیاست داں تھا، محمد بن طغج کے انتقال کے بعد وہ اس کے بڑے بیٹے انوجور کو خلیفۂ وقت "المطیع للہ" کے پاس لے گیا، تاکہ وہ خلافت کی طرف سے اپنے باپ کا جائز وارث تسلیم کر لیا جائے پھر ۳۴۹ھ میں انوجور بن الاخشید کے انتقال پر اس نے پھر کوشش کی کہ حکومت اخشیدی ہی خاندان میں باقی رہے۔ اس لئے اس کے چھوٹے بھائی علی بن الاخشید کو بغداد لے گیا اور خلیفہ سے اس کی تولیت حاصل کر لی۔ چونکہ یہ دونوں شہزادے چھوٹے تھے اس لئے کافور ان کا متولی بنا رہا اور ان کی طرف سے ملک پر حکومت کرتا رہا۔

۳۵۵ھ میں علی بن الاخشید کا بھی جب انتقال ہو گیا تو عمائدین سلطنت نے باتفاق رائے کافور کو اپنا امیر تسلیم کر لیا۔ اس طرح کافور مصر، شام اور حجاز پر حکومت کرنے لگا۔ ابن خلکان[۱] نے لکھا ہے کہ کافور کے لئے مصر، شام، مکہ اور حجاز کی تمام مساجد میں دعائیں کی جاتی تھیں۔ متنبی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:-

يُدَبِّرُ[۲] المُلْكَ مِنْ مِصْرَ إِلَى عَدَن

إِلَى العِرَاقِ فَأَرْضِ الرُّومِ فَالنُّوبِ

کافور نے ۳۵۶ھ میں ۲۲ سال تک حکومت کرنے کے بعد ۶۵ برس کی عمر میں انتقال کیا، اور

---

[۱] وفیات الاعیان جلد دوم ص ۱۰۹ ۔

[۲] یعنی کافور مصر سے عدن تک اور عدن سے عراق۔ سرزمین روم اور نوبہ تک ملک کی فرمانروائی کا انتظام کرتا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

بیت المقدس میں دفن کیا گیا۔ اُس کی قبر پر مندرجۂ ذیل کتبہ لگا ہوا تھا۔

مَا بَالُ قَبْرِكَ یَا كَافُورُ مُنْفَرِدًا ¹ بِالصَّحْصَحِ الْمَرْتِ بَعْدَ الْعَسْكَرِ اللَّجِبِ

یَدُوسُ قَبْرَكَ اٰحَادُ الرِّجَالِ فَقَدْ كَانَتْ أُسُودُ الشَّرَىٰ تَخْشَاكَ فِي الْكُتُبِ

کافور کے بعد اخشیدی حکومت دو سال سے بھی کم قائم رہ سکی ۳۵۸ھ میں فاطمیوں نے مصر پر قبضہ کر کے اخشیدی حکومت کا چراغ گل کر دیا۔

کافور اور مدائح متنبی ۳۴۶ – ۳۵۰ھ

متنبی جمادی الثانی ۳۴۶ھ میں کافور اخشیدی کے پاس پہنچا اور ذی الحجہ ۳۵۰ھ تک اُس کے پاس رہا۔ اس ساڑھے چار سال کے عرصہ میں اُس نے دس قصیدے کافور کی مدح میں کہے صرف ایک قصیدہ دل برداشتہ ہونے کی وجہ سے اُس کے سامنے دربار میں پیش نہیں کیا۔ پہلا قصیدہ مصر پہنچتے ہی جمادی الثانی میں اُس نے کافور کی خدمت میں پیش کیا، اور آخری شوال ۳۴۹ھ میں، باقی ایک سال دو مہینے میں اُس نے کوئی مدحیہ قصیدہ نہیں کہا۔ پہلے اور آخری قصیدہ کے مابین تین سال چار مہینہ کی مدت میں متنبی نے اُس کی خدمت میں ۹ قصائد اور ۲ قطعات پیش کئے جن میں کل ۳۷۲ شعر ہیں۔ یہ مدائح سیف الدولہ کا ایک چوتھائی حصہ بھی نہیں ہے۔

جب متنبی، کافور کے پاس پہنچا تو وہ بہت خوش ہوا، اُس کے ٹھہرنے کے لئے ایک مکان خالی کرایا اور خدمت کے لئے کچھ نوکر مقرر کر دئیے، متنبی نے شروع شروع کافور کی مدح سرائی سے کچھ گریز کیا لیکن جب کافور نے اس کو خلعتِ فاخرہ اور انعامات واکرامات سے مالا مال کر دیا تو آخر متنبی سونے اور چاندی کے سکوں پر ریجھ گیا اور اُس نے پہلا مدحیہ قصیدہ کہہ کر پیش کیا۔ جس میں وہ اپنے عزیز دوست سیف الدولہ، جس نے اُس سے بے وفائی برتی تھی، کی جدائی پر اظہارِ حزن و ملال کرتا ہے اور اپنے نئے ممدوح سے اپنی تمناؤں کے پورے ہونے کی توقع ظاہر کرتا ہے۔

دوسرا قصیدہ متنبی نے اسی سال ۲۷۔ رجب کو پیش کیا جس میں وہ کافور کے محل کی تعمیر پر

---

¹ اے کافور! تیری قبر کا کیا حال ہے، جو بے مونس و غمخوار یکہ و تنہا چٹیل میدان میں پڑی ہوئی ہے، حالانکہ تو ہمیشہ معرکۂ کارزار میں رہا کرتا تھا۔ (۲) تیری قبر کو ہر کوئی روندتا ہوا گذر جاتا ہے، حالانکہ لشکرِ جرار میں خیر بیشہ جیسے بہادر سورما تجھ سے ڈرا کرتے تھے۔ (اعظمی)

Marfat.com

مبارکباد پیش کرتا ہے۔ تیسرا قصیدہ اسی سال عیدالفطر کے موقع پر اُس نے پیش کیا، اور چوتھا اسی سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر۔ پھر پانچواں قصیدہ تین ماہ بعد ربیع الاوّل ۳۴۷ھ کو، چھٹا اسی سال شعبان میں اور ساتواں اسی سال شوّال میں پیش کیا۔

اب اُس کو یہاں آئے ایک سال تین مہینے گذر چکے تھے۔ اس عرصہ میں متنبی نے کوشش کی کہ کافور کے دل میں اپنے لئے جگہ پیدا کر کے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرلے، مگر ایسا نہ ہوسکا۔

اِس دور کی شاعری میں متنبی اپنے ماضی پر غیظ وغضب کا اظہار کرتا ہے، اور مستقبل میں وہ پُر اُمید نظر آتا ہے۔ کلام میں بلاغت اور نُدرت حدِ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔

شروع شروع میں کافور نے انعامات واکرامات سے متنبی کی بڑی قدردانی کی، اور یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ اُس کو کسی صوبہ کا حکمران اور گورنر بنا دے گا۔ اس لئے متنبی نے بھی کافور کی خوب خوب بڑھ چڑھ کر تعریفیں کیں۔ مگر جب مقصد براری نہ ہوئی تو اُس نے کافور کو مخاطب کر کے صاف صاف کہہ دیا کہ "تجھ کو میرے بارے میں شک وشبہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کسی تلوار کے قاطع ہونے میں شبہ ہو اُسے آزما کر دیکھ لو، اگر وہ ناکارہ ہو تو اس کو پھینک دو اور کارآمد ہو تو اُسے اپنے بچاؤ کے لئے رکھ لو۔ اگر تلوار سے پرتلہ اور میان سے جُدا نہ ہو، یعنی وہ استعمال نہ کی جائے تو ہندی قاطع تلوار اور دوسری تلواریں کوئی فرق نہیں۔" مطلب یہ ہے کہ تو مجھے آزما کر دیکھ لے۔ اگر میں تیرے لئے مفید مطلب ہوں تو اپنا وعدہ پُورا کر ورنہ پھر صاف انکار کردے۔ دیکھئے وہ کہتا ہے:-

إِذَا كُنْتَ فِي شَكٍّ مِنَ السَّيْفِ فَابْلُهُ ۔۔۔ فَإِمَّا تُنَفِّيهِ وَإِمَّا تُعِدُّهُ

وَمَا الصَّارِمُ الْهِنْدِيُّ إِلَّا كَغَيْرِهِ ۔۔۔ إِذَا لَمْ يُفَارِقْهُ النِّجَادُ وَغِمْدُهُ

پھر آگے چل کر کہتا ہے: "مجھے سونے، چاندی کی خواہش نہیں، جس سے میں فائدہ اٹھاؤں مجھے تو ایسا نیا عُہدہ چاہیئے جس پر میں فخر کر سکوں۔"

وَمَا رَغْبَتِي فِي عَسْجَدٍ أَسْتَفِيدُهُ

وَلٰكِنَّهَا فِي مَفْخَرٍ أَسْتَجِدُّهُ

ابھی وہ بالکل مایوس نہیں ہُوا تھا مگر انتظار کرتے کرتے تھک گیا تو بڑے پیارے انداز میں

سے وفیات الاعیان جلد اول صد ۶۲ د الصبح المنبی صد ۱۳۱ — ۱۲ منہ

کافور کو مخاطب کرکے کہتا ہے: "اے ابو المسک! تیرے جام میں کچھ باقی ہو تو میں پی جاؤں۔ میں بہت دیر سے تیری تعریف کے گیت گا رہا ہوں اور تو خوش ہو ہو کر جام پہ جام پیئے جا رہا ہے"۔ جادو بیانی دیکھئے وہ کہتا ہے:-

أَبَا المِسْكِ هَلْ فِي الكَأْسِ فَضْلٌ أَنَالُهُ
فَإِنِّي أُغَنِّي مُنْذُ حِينٍ وَتَشْرَبُ

لیکن اس صاف گوئی پر بھی جب متنبی کو کامیابی نہ ہوئی تو اُس نے کافور سے واپسی کی اجازت چاہی مگر اُس نے اجازت دینے سے بھی انکار کر دیا۔ آخر وہ عاجز ہو کر خاموش ہو گیا۔ ۳۴۸ھ میں "شبیب عقیلی" کی بغاوت کے موقع پر اُس کو مدحیہ قصیدہ ضرور پیش کرنا پڑا۔ لیکن اُس میں کافور کی جھوٹی تعریف سے زیادہ شبیب کا مرثیہ تھا۔ جس نے بدویوں کی ایک بڑی فوج لے کر دمشق پر چڑھائی کر دی تھی، مگر بدقسمتی سے عین اُس وقت جب قریب تھا کہ وہ دمشق کو فتح کر لے، میدانِ جنگ میں کسی تیر و تلوار سے زخمی ہوئے بغیر اچانک گھوڑے سے گرا اور مر گیا۔ اِس مرگِ ناگہاں کے اسباب کچھ بھی ہوں۔ متنبی نے اِس واقعہ پر اظہار تاسف کیا ہے۔ اور کافور کی جھوٹی تعریف بھی بلکہ مدح نما ہجو بھی۔ دیکھئے ایک جگہ وہ شبیب عقیلی کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے کافور کو مخاطب کر کے کہتا ہے: "تیرے دشمن بہر صورت مذموم ہیں، خواہ وہ بہادری اور رتبہ کی بلندی میں چاند و سورج ہی کی طرح کیوں نہ ہوں۔ خدا تیرے مرتبہ کو بلند رکھنا چاہتا ہے۔ اِسی لیئے شبیب عُقیلی بے موت مر گیا، اب دشمنوں کی لاحاصل باتیں محض بکواس ہیں"۔ وہ کہتا ہے:-

عَدُوُّكَ مَذْمُومٌ بِكُلِّ لِسَانِ ... وَلَوْ كَانَ مِنْ أَعْدَائِكَ القَمَرَانِ
وَلِلّٰهِ سِرٌّ فِي عُلَاكَ وَإِنَّمَا ... كَلَامُ العِدَى ضَرْبٌ مِنَ الهَذَيَانِ

بظاہر یہ کافور کی مدح ہے، مگر درحقیقت وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ تو بزدل ہے بہادر شبیب عقیلی کا تو مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اُس کی مرگِ ناگہانی کی وجہ سے خدا نے تجھ کو بچا لیا۔ ورنہ اُس نے دمشق میں تیری حکومت کا تختہ اُلٹنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی۔

پھر طویل خاموشی کے بعد متنبی نے ۳۴۹ھ میں آخری قصیدہ کافور کے سامنے پڑھا اور جیسا کہ دیوان سے ظاہر ہوتا ہے، اُس کے بعد اس نے کوئی قصیدہ کافور کی مدح میں نہیں پیش کیا

حالانکہ وہ ذی الحجہ سنہ ۳۵۰ھ تک مصر میں اُسی کے پاس رہا۔

بات دراصل یہ ہے کہ متنبی جس طرح سیف الدولہ کو دل و جان سے چاہتا تھا، اسی طرح وہ کافور سے حد درجہ نفرت رکھتا تھا۔ وہ سیف الدولہ کے پاس سے محض اُس کے مصاحبوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے بھاگا تھا اور کافور کے پاس صرف اس لالچ میں آیا تھا کہ وہ کسی صوبہ کا عامل اور گورنر بنادیا جائے گا۔ گو اب وہ سیف الدولہ سے جُدا ہوچکا تھا، لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس کی یاد کبھی بھی اُس کے دل سے جُدا نہ ہوئی، جس طرح دوسرے اُمراء کی تصویریں جن کی تعریفیں پہلے وہ کرچکا تھا اُس کے دل سے محو ہوچکی تھیں۔ سیف الدولہ کی صورت محو نہ ہوسکی۔ بلکہ اس کی تصویر متنبی کے دل و دماغ پر مرتسم ہوکر رہ گئی۔ اس لیئے کہ اس کے سایۂ عاطفت میں اس کو زندگی کی وہ تمام بھلائیاں حاصل ہوگئی تھیں جو اس سے جُدا ہوکر پھر کبھی نصیب نہ ہوئیں۔ دولت وثروت اور عیش و راحت ہی کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس وجہ سے بھی کہ سیف الدولہ کی زندگی ایک عملی زندگی تھی جو مسلسل جہاد اور شاندار فتوحات سے لبریز تھی جس میں متنبی بذاتِ خود اور اس کی شاعری برابر کی شریک تھی اور جس کا ساری دنیائے اسلام میں چرچا تھا۔ وہ سیف الدولہ کے ساتھ رومی عیسائیوں کے خلاف جہاد میں شریک ہوتا تھا، اُس کی ہولناکیوں کا مقابلہ کرتا تھا۔ اور اسکی فتوحات و ہزیمتوں میں سیف الدولہ کا برابر شریک و سہیم رہتا تھا۔ پھر جس طرح سیف الدولہ کی تلوار دنیا سے خراج عقیدت حاصل کر رہی تھی اسی طرح متنبی کے اشعار فضاؤں میں گونج کر شہرتِ دوام پارہے تھے

اس کے برعکس یہاں کافور کی زندگی، عیش و راحت کی زندگی تھی نہ اس کی حدود مملکت روم سے ملتی تھیں نہ عراق سے۔ پھر اُس کی رعایا سرکش بدوی نہیں تھے بلکہ پُرامن شہری۔ نہ اس کو اندرونی خلفشار کا کوئی اندیشہ تھا نہ بیرونی کسی حملہ کا مقابلہ، اُس کی زندگی تمام تر تعطل اور جمود کی زندگی تھی اور حرکت و نشاط سے یکسر محروم۔ جو سیف الدولہ کی معیت میں اُس کی شاعری کے لئے ہمیشہ مہمیز کا کام دیتی تھی۔

اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سیف الدولہ سے جدا ہوکر متنبی کی وہ زندگی جو ناموری اور شہرت سے مالا مال تھی برباد ہوگئی۔ روز بروز وہ حزن و ملال کا شکار ہوتا گیا اور جمود و خمول اس پر طاری ہوتا گیا۔ نہ اب اُس کی شاعری میں دلوں کو گرمانے والا جوش و خروش رہا نہ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے مسلمانوں کے

قلوب میں شعلہ بھڑکانے والا ولولہ اور شوق۔

کافور ویسے بھی نہایت بدصورت، سیاہ فام، بڑی سی توند اور پھٹے پھٹے ہونٹوں والا، کریہہ المنظر خواجہ سرا تھا۔ متنبی کو اُس سے دلی نفرت تھی۔ نہ اُس میں شرافت و نجابت پائی جاتی تھی نہ بلند حوصلگی و اولوالعزمی کے اوصافِ حسنہ، صرف سیاسی مقاصد تھے جو متنبی کو کشاں کشاں اُس کے پاس لے آئے تھے لیکن جب وہ بھی پورے نہ ہوئے تو اُس کے رنج و غم اور حزن و ملال کی انتہا نہ رہی۔ یاس و نااُمیدی نے اُس کی زبان کو گنگ کر دیا، در ناکامی و نامرادی نے اُس کو کہیں کا نہ رکھا۔

غور سے دیکھا جائے تو ان قصائد میں جو متنبی نے کافور کی مدح میں کہے ہیں "موضوعِ سخن" صرف کافور ہی نہیں تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اُن میں سے بیشتر میں روئے سخن تین اشخاص کی طرف ہوتا تھا۔ متنبی خود۔ سیف الدولہ۔ تیسرا اور آخری کافور۔ قصیدہ میں اول تو وہ زمانہ کی کساد بازاری و ناقدری کا ذکر کرتا اور اپنی ناکامی اور نامرادی کا رونا روتا۔ کبھی اُس کو خود اپنے اُوپر غصہ آتا کہ میں کہاں آپھنسا۔ کبھی اُس کو سیف الدولہ کی جدائی پر افسوس ہوتا اور جھنجھلاہٹ میں اُس پر تعریض اور چوٹیں کرنے لگتا، جو کبھی کبھی ہجو کی حد تک پہنچ جاتیں۔ پھر آخر میں کافور کی جھوٹی مدح سرائی کر کے اُس کی توجہ اس وعدہ کے ایفاء کی طرف مبذول کراتا جس کے لالچ میں وہ اِس دنائت پر مجبور ہوا تھا کہ اپنی طبیعت کے خلاف ایک کریہہ المنظر اور بدخصلت غلام کی جھوٹی تعریفیں کرے۔

قصائد کی تشریح اب اِس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ متنبی اپنے پہلے قصیدہ میں جو اُس نے ۳۴۶ھ میں کافور کے دربار میں پڑھا تھا۔ اپنے دلی حزن و ملال کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:-

قَوَاصِدُ كَافُوْرٍ تَوَارِكُ غَيْرِهِ[۱]
وَمَنْ قَصَدَ الْبَحْرَ اسْتَقَلَّ السَّوَاقِيَا

بظاہر یہ سیف الدولہ پر تعریض اور کافور کی مدح ہے۔ لیکن درحقیقت پہلا مصرع متنبی کے اُس دلی حزن و ملال کی طرف غمازی کرتا ہے جو اُسے سیف الدولہ سے جدائی کے بعد ہوا ہے اور مصرع ثانی اُس رنج و غصّہ کا نتیجہ ہے جو ایک ناکامِ محبت کے دل میں مایوسی کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ آگے چل کر

---

[۱] کافور کے پاس آنے کا ارادہ رکھنے والا دوسروں کو چھوڑ دیتا ہے۔ جو شخص سمندر کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ دوسرے گھاٹوں کو حقیر سمجھتا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

وہ کافور کی مدح کرتے ہوئے اُسے سیف الدولہ پر فضیلت دیتا ہے اور پھر اس کو وہ وعدہ یاد دلاتا ہے جو اُس نے متنبی سے کیا تھا۔ چند شعر ملاحظہ ہوں، وہ کہتا ہے:-

فَجَاءَتْ بِنَا إِنْسَانَ عَيْنِ زَمَانِهِ [۵۱] — وَخَلَّتْ بَيَاضًا خَلْفَهَا وَمَآقِيَا

تَجُوزُ عَلَيْهَا الْمُحْسِنِينَ إِلَى الَّذِي — نَرَى عِنْدَهُمْ إِحْسَانَهُ وَالْأَيَادِيَا

إِذَا كَسَبَ النَّاسُ الْمَعَالِيَ بِالنَّدَى — فَإِنَّكَ تُعْطِي فِي نَدَاكَ الْمَعَالِيَا

وَغَيْرُ كَثِيرٍ أَنْ يَزُورَكَ رَاجِلٌ

فَيَرْجِعَ مَلِكًا لِلْعِرَاقَيْنِ وَالِيَا

ایک دوسرے قصیدہ کے بھی چند شعر درج ذیل ہیں، جو اسی سال کافور کی مدح میں اُس نے پیش کیا تھا۔ اُس میں بھی وہ اپنی اُس آرزو کی طرف اس کی توجہ مبذول کراتا ہے جس کے لئے وہ سیف الدولہ کو چھوڑ کر اُس کے پاس آیا تھا۔ وہ کافور کو مخاطب کر کے صاف صاف کہتا ہے کہ محبت دونوں طرف سے ہوتی ہے، اگر تو نے میری مراد پوری نہ کی تو میں ایسی محبت سے باز آیا۔ وہ کہتا ہے:-

قَالُوا هَجَرْتَ إِلَيْهِ الْغَيْثَ قُلْتُ لَهُمْ [۵۲] — إِلَى غُيُوثِ يَدَيْهِ وَالشَّآبِيبِ

إِلَى الَّذِي تَهَبُ الدَّوْلَاتِ رَاحَتُهُ — وَلَا يَمُنُّ عَلَى آثَارِ مَوْهُوبِ

وَلَا يَرُوعُ بِمَغْدُورٍ بِهِ أَحَدًا — وَلَا يُفَزِّعُ مَوْفُورًا بِمَنْكُوبِ

---

۵۱ وہ (گھوڑے) ہم کو لے آئے ایک ایسے معزز شخص کے پاس جو زمانہ کی آنکھ کی پتلی ہے اور اپنے پیچھے ایسے لوگوں کو چھوڑ آئے جو بمنزلۂ سفیدی اور گوشہائے چشم کے بیکار تھے۔ (۲) ہم اُن پر سوار ہو کر اُن احسان کرنیوالے اُمراء سے آگے بڑھ گئے اُس بادشاہ کی طرف جس کے احسانات اور کرم گستریاں ہم اُن پر دیکھتے ہیں۔ (۳) دوسرے لوگ بخشش کر کے بلند مراتب حاصل کرتے ہیں تو بے شک تو اپنی بخشش میں بلند [illegible] لوگوں کو تو صرف مال و زر ہی نہیں بخشتا ہے بلکہ ان کو تو بلند عہدے بھی دیتا ہے۔ (۴) یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ کوئی شخص تجھ سے پیادہ پا آ کر ملے اور پھر عراق شام اور عراق عرب دونوں کا بادشاہ اور والی ہو کر واپس ہوئے۔ (اعظمی)

۵۲ (۱) لوگوں نے کہا کہ تو کافور کے پاس ایک ایسے شخص (سیف الدولہ) کو چھوڑ کر آیا ہے، جو سخاوت میں مثل ابر باراں ہے، تو میں نے اُن سے کہا کہ میں ایسے شخص کے پاس آیا ہوں جس کے دونوں ہاتھ بکثرت سخاوت کی بارشیں برساتے ہیں۔ (۲) میں اُس شخص کے پاس آیا ہوں جس کی ہتھیلی حکومتیں بخشتی ہیں اور جس کو بخشتا ہے اُس پر بعد میں احسان نہیں رکھتا (۳) نہ کسی سے غداری کر کے دوسروں کو اُس سے ڈراتا ہے اور نہ کسی سے مال چھین کر کے دوسروں کو اُس سے دھمکاتا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الْمَلِكُ الْغَانِي بِتَسْمِيَةٍ فِي الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ عَنْ وَصْفٍ وَتَلْقِيبِ

أَنْتَ الْحَبِيبُ وَلٰكِنِّي أَعُوذُ بِهِ

مِنْ أَنْ أَكُونَ مُحِبًّا غَيْرَ مَحْبُوبِ

پھر اسی سال کے آخر میں متنبی نے اپنا مشہور قصیدہ دالیہ کافور کی خدمت میں پیش کیا، اب وہ کافور کے ایفاء عہد کے انتظار میں تلخی محسوس کرنے لگا تھا، اور سیف الدولہ کے خلاف اُس کا غیظ وغضب دھیما پڑ گیا تھا، بلکہ اُس سے جدا ہونے کے بعد یہاں آکر وہ جس مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا اُس پر اُس کو سخت شرمندگی اور ندامت محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ اپنے بے چین دل کو جس کو کسی حال میں قرار نہیں، ان تمام مصائب وآلام کا ذمہ دار قرار دیتا ہے، اور کہتا ہے:-

وَفِي النَّاسِ مَنْ يَرْضَى بِمَيْسُورِ عَيْشِهِ وَمَرْكُوبُهُ رِجْلَاهُ وَالثَّوْبُ جِلْدُهُ

وَلٰكِنَّ قَلْبًا بَيْنَ جَنْبَيَّ مَالَهُ مَدًى يَنْتَهِي بِي فِي مُرَادٍ أَحُدُّهُ

يَرَى جِسْمَهُ يُكْسَى شُفُوفًا تَرُبُّهُ فَيَخْتَارُ أَنْ يُكْسَى دُرُوعًا تَهُدُّهُ

يُكَلِّفُنِي التَّهْجِيرَ فِي كُلِّ مَهْمَهٍ عَلِيقِي مَرَاعِيهِ وَزَادِي رُبْدُهُ

وَأَمْضَى سِلَاحٍ قَلَّدَ الْمَرْءُ نَفْسَهُ

رَجَاءُ أَبِي الْمِسْكِ الْكَرِيمِ وَقَصْدُهُ

سلے اے وہ بادشاہ جو مشرق ومغرب میں محض اپنے نام سے مشہور ہے اور جو اوصاف والقاب سے مستغنی ہے۔ (۲) تو میرا محبوب ہے لیکن میں اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں خود بغیر محبوب بنے کسی سے محبت کروں۔ (اعظمی)

سلے لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی معمولی زندگی سے خوش ہیں، اُن کے دونوں پیر اُن کی سواری ہیں، اور اُن کی کھال اُن کا لباس ہے۔ (۲) لیکن وہ دل جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے اس کے لئے کوئی ایسی انتہا نہیں ہے جہاں وہ کسی ایسے مقصد میں جس کی میں نے کوئی حد مقرر کر دی ہو، مجھے پہنچا کر بس کرے۔ (۳) وہ دیکھتا ہے کہ اس کو باریک کپڑے پہنائے جاتے ہیں جو اس کو آرام پہنچاتے ہیں۔ لیکن وہ پسند کرتا ہے کہ اُس کو جنگی زرہیں پہنائی جائیں جو اُس کے جسم کو تکلیف دیں۔ (۴) وہ دل مجھکو ایک ایسے جنگل میں دوپہر کو سفر کرنے کی تکلیف دیتا رہتا ہے جس میں میرے گھوڑے کا چارہ وہ گھاس ہے جس کو وہ چر لے اور جس میں میرا زادِ راہ وہ خاکی رنگ کے شتر مرغ ہیں جن کو میں شکار کر لوں۔ (۵) اور بڑا تیز ہتھیار جس کو چاہیئے کہ انسان اپنا ہار بناوے وہ سخی ابوالمسک کافور کے دربار کی اُمید ہے اور اُس کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ ہے۔
(اعظمی)

۳۴۷ھ میں کافور نے متنبی کو ایک مشکی گھوڑا ہدیۃً بھیجا۔ جواب میں اُس نے ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا جس میں ایک طرف تو وہ سیف الدولہ کی جُدائی پر صاف لفظوں میں اظہار تأسف کرتا ہے دوسری طرف کافور سے ایفاء عہد کا پھر مطالبہ کرتا ہے۔ اس کے بعد جو بھی قصیدہ متنبی نے کافور کی مدح میں کہا اُس میں عموماً سیف الدولہ کی تعریف کا ایک لطیف اشارہ ضرور پایا جاتا ہے، چند شعر ملاحظہ ہوں:-[۱]

فِرَاقٌ وَمَنْ فَارَقْتُ غَيْرُ مُذَمَّمِ — وَأَمٌّ وَمَنْ يَمَّمْتُ خَيْرُ مُيَمَّمِ
وَمَا مَنْزِلُ اللَّذَّاتِ عِنْدِي بِمَنْزِلٍ — إِذَا لَمْ أُبَجَّلْ عِنْدَهُ وَأُكَرَّمِ
قَدِ اخْتَرْتُكَ الْأَمْلَاكَ فَاخْتَرْ لَهُمْ بِنَا — حَدِيثًا وَقَدْ حَكَّمْتُ رَأْيَكَ فَاحْكُمِ
فَأَحْسَنُ وَجْهٍ فِي الْوَرَى وَجْهُ مُحْسِنٍ — وَأَيْمَنُ كَفٍّ فِيهِمُ كَفُّ مُنْعِمِ
وَأَشْرَفُهُمْ مَنْ كَانَ أَشْرَفَ هِمَّةً — وَأَكْثَرَ إِقْدَامًا عَلَى كُلِّ مُعْظَمِ
وَلَوْ كُنْتُ أَدْرِي كَمْ حَيَاتِي قَسَمْتُهَا — وَصَيَّرْتُ ثُلْثَيْهَا انْتِظَارَكَ فَاعْلَمِ

وَلَكِنَّ مَا يَمْضِي مِنَ الدَّهْرِ فَائِتٌ[۲]
فَجُدْ لِي بِحَظِّ الْبَادِرِ الْمُتَغَنِّمِ

اِسی سال کافور اور اُس کے آقازادے "أنوجور بن الأخشید" کے درمیان اَن بَن ہو گئی، کافور

---

[۱] یتیمۃ الدہر جلد اول ص ۱۵۸ - ۱۲ منہ

[۲] (۱) یہ جُدائی کا زمانہ ہے اور جس سے میں نے جدائی اختیار کی ہے وہ (سیف الدولہ) قابلِ مذمت نہیں ہے، اور یہ جدائی جس کے پاس جانے کے لئے ہوئی ہے اور جس (کافور) کا میں نے ارادہ کیا ہے وہ بہتر مقصود ہے۔ (۲) وہ عیش و آرام کی جگہ جہاں میری عزت و توقیر نہ کی جائے، میرے نزدیک اس قابل نہیں ہے کہ وہاں قیام کیا جائے۔ (۳) میں نے تجھکو تمام بادشاہوں میں چُن لیا ہے، تو بھی اُن میں ہماری ایک بات پسند کر اور میں نے تیری رائے کو اس بارے میں حَکَم بنایا ہے اب تو ہی فیصلہ کر۔ (۴) دنیا میں سب سے خوبصورت چہرہ احسان کرنیوالے کا چہرہ ہوتا ہے اور اُسمیں سب سے مبارک ہاتھ منعم کا ہاتھ ہوتا ہے۔ (۵) اُن میں سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ بلند ہمت ہو اور ہر امر عظیم کے لئے سب سے زیادہ پیش قدمی کرنیوالا ہو۔ (۶) اگر میں جانتا کہ میری مدتِ حیات کتنی ہے تو اس میں سے دو تہائی میں تیرے وعدہ کے انتظار کے لئے رکھتا، تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے۔ یعنی میں کب تک انتظار کروں؟ (۷) لیکن عمر کا جو حصہ گذر جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا اِس لئے تو مجھ کو اس شخص کا حصہ عطا فرما جو جلدی کرنے والا ہے اور وقت کو غنیمت جانتا ہے (اعظمی)

Marfat.com

اس کا ولی اور سرپرست تھا، اور اُس کی طرف سے ملک پر حکومت کر رہا تھا۔ دشمنوں نے اِن دونوں کے اختلافات کی آگ کو خوب ہوا دی۔ نوبت اس حد تک پہنچ گئی کہ دونوں فریق آمادۂ پیکار ہو گئے کافور نے بڑے تدبّر سے کام لیا اور شہزادے کو جو ابھی کم عمر ہی تھا، منا کر راضی کر لیا۔ اِس موقع پر متنبی نے کافور کی تعریف میں دو قصیدے پیش کیئے۔ پہلا اُس وقت جب دونوں میں صلح ہو گئی اور دوسرا صلح و صفائی کے بعد۔ اُس وقت جب دونوں کے تعلقات بھی خوشگوار ہو گئے۔ دوسرے قصیدہ کے چند شعر درج ذیل ہیں جس میں متنبی کافور کے حلم و تدبّر کی بڑے عمدہ انداز میں تعریف کرتا ہے اور محبت و شفقت کے اُن جذبات کو جو ایک کو دوسرے کے ساتھ تھے، بڑے شیریں الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ وہ کافور کو مخاطب کر کے کہتا ہے:-

فَبِهٰذَا وَمِثْلِهِ سُدْتَ يَا كَا ... فُوْرُ وَاقْتَدْتَ كُلَّ صَعْبِ الْقِيَادِ
وَأَطَاعَ الَّذِي أَطَاعَكَ وَالطَّا ... عَةُ لَيْسَتْ خَلَائِقَ الْآسَادِ
إِنَّمَا أَنْتَ وَالِدٌ وَالْأَبُ الْقَا ... طِعُ أَحْنَى مِنْ وَاصِلِ الْأَوْلَادِ
لَا عَدَا الشَّرُّ مَنْ بَغَى لَكُمَا الشَّرْ ... رَ وَخَصَّ الْفَسَادُ أَهْلَ الْفَسَادِ
أَنْتُمَا مَا اتَّفَقْتُمَا الْجِسْمُ وَالرُّوْ ... حُ فَلَا احْتَجْتُمَا إِلَى الْعُوَّادِ
فَغَدَا الْمُلْكُ بَاهِرًا مَنْ رَآهُ ... شَاكِرًا مَا أَتَيْتُمَا مِنْ سَدَادِ
هٰذِهِ دَوْلَةُ الْمَكَارِمِ وَالرَّأْ ... فَةِ وَالْمَجْدِ وَالنَّدَى وَالْأَيَادِي
كَسَفَتْ سَاعَةً كَمَا تَكْسِفُ الشَّمْ ... سُ وَعَادَتْ وَنُوْرُهَا فِي ازْدِيَادِ

---

(۱) یہ اور اسی جیسے دوسرے واقعات کی وجہ سے اے کافور تو سردار ہو گیا اور ہر سرکش کو تو نے اپنا فرمانبردار بنا لیا۔ (۲) تیری اطاعت شیر دل بہادروں نے کی حالانکہ اطاعت شیروں کی خصلت نہیں ہوتی۔ (۳) بیشک تو اپنے آقا زادے کا باپ ہے، اور گو دبھانے والے باپ کی محبت بہ نسبت اپنے بیٹے کے اپنے متبنی کی زیادہ ہوتی ہے۔ (۴) خدا کرے اُن لوگوں سے شر جُدا نہ ہو جو تم دونوں کے لئے شر کے طالب ہوں اور فساد اہل فساد کے لئے مخصوص رہے۔ (۵) تم دونوں جب تک متفق و متحد ہو جسم و روح کی طرح ہو۔ خدا کرے تم دونوں جنگ کی بیماری میں مبتلا ہو کر عیادت کرنے والے کے محتاج نہ ہو۔ (۶) اُس شخص کے مقابلہ میں ملک سربلند ہو گیا۔ جو اُس پر بُری نگاہ رکھتا تھا، اور اُس سلامت روی کا ملک شکرگذار ہے جو تم دونوں نے پیش کی۔ (۷) یہ اخشیدی حکومت۔ فضائل و محاسن، مجد و شرف، رحمت و رافت اور جود و سخاوت کی حکومت ہے۔ (۸) سورج کی طرح تمہاری سلطنت کو بھی کچھ دیر کے لئے گرہن لگ گیا تھا پھر اُسکی چمک دمک اور زیادہ ہو گئی۔ یعنی اس معمولی شر فساد کے بعد تمہاری حکومت اور زیادہ مستحکم ہو گئی۔ (اعظمی)

أَجْفَلَ النَّاسُ عَنْ طَرِيقِ أَبِي الْمِسْـ ـكِ وَذَلَّتْ لَهُ رِقَابُ الْعِبَادِ

كَيْفَ لَا يُتْرَكُ الطَّرِيقُ لِسَيْلٍ

ضَيِّقٍ عَنْ أَتِيِّهِ كُلُّ وَادٍ

اُن تمام قصائد میں جو کافور کی مدح میں متنبی نے کہے ہیں، صرف یہی ایک ایسا قصیدہ ہے جس میں متنبی نے شاید دلی عقیدت سے اس کی تعریف کی ہے نہ اس میں کسی پر تعریض ہے نہ کوئی تلمیح اور نہ ایفاء وعدہ کا مطالبہ، بلکہ اُس میں کافور کی عقل و دانائی، اُس کے تدبر اور سیاست کی صرف تعریف ہے اور بہت ہی بلیغ انداز میں جس کے شیریں الفاظ کانوں کو بھلے لگتے اور دل و دماغ کو مسحور بنا لیتے ہیں۔

پھر اسی سال عیدالفطر کے موقع پر متنبی نے ایک اور تہنیتی قصیدہ کہکر کافور کی خدمت میں پیش کیا جس میں وہ واضح طور پر سیف الدولہ سے جدائی اور غلط راستہ اختیار کر کے یہاں چلے آنے پر اظہار تاسف کرتا ہے، اعزا و اقرباء سے دُوری کا شکوہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ پھر اُن کے پاس کسی طرح لوٹ جائے، اور نہایت ہی عاجزی اور الحاح سے کافور سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے تاکہ یہ سب غم غلط ہو جائیں۔ دیکھئے وہ کیسے پیارے انداز میں اپنی درخواست کافور کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔ [۵۲]

أَبَا الْمِسْكِ هَلْ فِي الْكَأْسِ فَضْلٌ أَنَالُهُ فَإِنِّي أُغَنِّي مُنْذُ حِينٍ وَتَشْرَبُ

وَهَبْتَ عَلَى مِقْدَارِ كَفَّيْ زَمَانِنَا وَنَفْسِي عَلَى مِقْدَارِ كَفَّيْكَ تَطْلُبُ

إِذَا لَمْ تَنُطْ بِي ضَيْعَةً أَوْ وِلَايَةً فَجُودُكَ يَكْسُونِي وَشُغْلُكَ يَسْلُبُ

---

۵۱ (۱) فسادی لوگ ابوالمسک کافور کے راستے سے کھسک گئے اور بندگانِ خدا کی گردنیں اُس کے [illegible] گئیں۔ (۲) اُس سیلاب کے لئے کیونکر راستہ نہ دیا جاوے جس کی کثرت آب سے تمام وادیاں [illegible] یعنی تو سیلاب کی طرح ہے جو چیز تیرے راستے میں رکاوٹ بنے گی تو اُس کو بہالے جاوے گا۔ (اعظمی)

۵۲ (۱) اے ابوالمسک کیا پیالہ میں کوئی بُوند باقی ہے جس کو میں پی جاؤں اس لئے کہ میں عرصہ سے تیری تعریف کے گیت گا رہا ہوں اور تو خوب مسرور ہو کر جام پر جام چڑھا رہا ہے۔ (۲) تو نے میرے ساتھ زمانہ کے دستور کے مطابق بخشش کی ہے، لیکن میرا دل تیرے سخی ہاتھوں کے معیار پر بخشش کا خواہاں ہے۔ (۳) جب تک تو مجھ کو زمین کا کوئی علاقہ یا کسی صوبہ کی گورنری نہ بخشے گا اُس وقت تک مجھے آرام نہ ملے گا۔ تیری بخشش کبھی مجھکو پوشش پہنائے گی اور کبھی تیری بے توجہی مجھ سے وہ چھین لے گی۔ (اعظمی)

Marfat.com

يُضَاحِكُ فِي ذَا الْعِيدِ كُلٌّ حَبِيبَهُ   حِذَائِي وَأَبْكِي مَنْ أُحِبُّ وَأَنْدُبُ
أَحِنُّ إِلَى أَهْلِي وَأَهْوَى لِقَاءَهُمْ   وَأَيْنَ مِنَ الْمُشْتَاقِ عَنْقَاءُ مُغْرِبُ
فَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَبُو الْمِسْكِ أَوْ هُمُ   فَإِنَّكَ أَحْلَى فِي فُؤَادِي وَأَعْذَبُ
وَكُلُّ امْرِئٍ يُولِي الْجَمِيلَ مُحَبَّبٌ
وَكُلُّ مَكَانٍ يُنْبِتُ الْعِزَّ طَيِّبُ

یہ جواہر پارے متنبی کے دل و جگر کے ٹکڑے ہیں جو اشعار کی صورت میں ڈھال دیئے گئے ہیں، اور حُسنِ ادا میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ رنج و غم کی تصویر کشی اس سے بہتر اور کیا ہو سکتی ہے جو قلب کی گہرائیوں میں پیوست ہو کر رہ جائے، اور حسرت و یاس کے لطیف جذبات دل میں موج زن کر دے، ناکامیوں اور نامرادیوں کی وجہ سے اب دل اُس کا مر چکا ہے اور آنکھوں کے آنسو خشک ہو چکے ہیں۔ ایسی دل شکستگی کے عالم میں اس نے غم و اندوہ میں ڈوبے ہوئے جو شعر کہے ہیں وہ دلوں کے پار ہو جاتے ہیں اور حکمت و دانائی سے لبریز ہیں۔

اسی قصیدہ کے شروع میں متنبی سیف الدولہ کو چھوڑ کر کافور کے پاس آنے پر اپنی غلط روی کا صاف صاف اعتراف کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ "وہ سفر کیسا عجیب تھا، جس کی شام کو میری مشرقی جانب کوہ حدالی اور غرّب تھے۔ وہ شام جس میں میں نے اپنے سب سے زیادہ چاہنے والے (سیف الدولہ) پر ظلم کیا اور دونوں راہوں میں سے جو اچھی راہ تھی اس کو چھوڑ دیا۔ یعنی سیف الدولہ کو چھوڑ کر یہاں کافور کے پاس چلا آیا" وہ کہتا ہے:-

وَلِلّٰهِ سَيْرِي مَا أَقَلَّ تَئِيَّةً   عَشِيَّةَ شَرْقِيَّ الْحَدَالِي وَغُرَّبُ

ساله (۱) اس عید میں ہر شخص اپنے دوست سے ہنسی مذاق کرتا ہے، اس کے بجائے میں اُن لوگوں سے جدا ہونے پر گریہ زاری کر رہا ہوں جن سے مجھے محبت ہے۔ (۲) میں اپنے اہل و عیال کے دیدار کا مشتاق ہوں اور اُن سے ملنے کا خواہشمند ہوں، اور دیدارِ احباب کے مشتاق کو دُور جانے والا عنقا کہاں مل سکتا ہے یعنی اب دیدارِ احباب ناممکن ہے۔ (۳) اگر ابُو المسک کا فور اور وہ احباب دونوں جمع نہیں ہو سکتے تو بے شک میرے دل میں اے کافور تو زیادہ میٹھا اور شیریں ہے۔ (۴) ہر وہ شخص جو احسان کرے وہ محبوب ہے اور ہر وہ جگہ جو عزت بخشے وہ عمدہ اور اچھی ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

عَشِيَّةَ أَحْفَى النَّاسِ بِي مَنْ جَفَوْتُهُ　　وَأَهْدَى الطَّرِيقَيْنِ الَّتِي أَتَجَنَّبُ

اس کے بعد بھی جب کافور نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو متنبیؔ اُس کی چال کو سمجھ گیا کہ یہ سبز باغ محض دھوکہ اور فریب تھا۔ وہ دریائے ندامت میں غرق ہوگیا اور غم و اندوہ نے اُس کی زبان کو گونگ کردیا۔ عرصۂ دراز تک خاموشی کے بعد ۳۴۹ھ میں اُس نے ایک آخری قصیدہ کافور کے سامنے پھر پڑھا۔ جس میں وہ سراپا یاس و نا اُمیدی بنا ہوا کافور سے فریاد کرتا ہے کہ خدارا میری آرزو پوری کرکے مجھے اس قابل بنا کہ میں اپنے دشمنوں کو مُنہ دکھا سکوں، ورنہ میں اُن سے کیا کہوں گا کہ اُن کو چھوڑ کر میں تیرے پاس آنے میں حق بجانب تھا؟ دیکھیے وہ اپنی یہ آخری درخواست ایک ایسے ناکام و نامراد شخص کی زبان میں پیش کرتا ہے جس کے لئے دنیا تنگ ہوچکی ہو اور بجز رحم کی درخواست کے اب اُس کے لئے کوئی چارۂ کار نہ ہو۔ وہ ایک المناک اور پُر درد لہجہ میں کہتا ہے:۔

أَرَى لِي بِقُرْبِي مِنْكَ عَيْنًا قَرِيرَةً　　وَإِنْ كَانَ قُرْبًا بِالْبِعَادِ يُشَابُ
وَهَلْ نَافِعِي أَنْ تُرْفَعَ الْحُجْبُ بَيْنَنَا　　وَدُونَ الَّذِي أَمَّلْتُ مِنْكَ حِجَابُ
أُقِلُّ سَلَامِي حُبَّ مَا خَفَّ عَنْكُمُ　　وَأَسْكُتُ كَيْمَا لَا يَكُونُ جَوَابُ
وَفِي النَّفْسِ حَاجَاتٌ وَفِيكَ فَطَانَةٌ　　سُكُوتِي بَيَانٌ عِنْدَهَا وَخِطَابُ
وَمَا أَنَا بِالْبَاغِي عَلَى الْحُبِّ رِشْوَةً　　ضَعِيفُ هَوًى يُبْغَى عَلَيْهِ ثَوَابُ
وَمَا شِئْتُ إِلَّا أَنْ أَدُلَّ عَوَاذِلِي　　عَلَى أَنَّ رَأْيِي فِي هَوَاكَ صَوَابُ

---

۵۱ (۱) میں تجھ سے قربت میں اپنی آنکھوں میں ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں اگرچہ وہ قربت ایسی ہے کہ اُس میں تیری جانب سے بے التفاتی ملا دی گئی ہے۔ یعنی میں تجھ سے قربت چاہتا ہوں لیکن تجھ کو میری پرواہ نہیں ہے۔ [illegible] میرے لئے سودمند ہوگی کہ ہمارے درمیان پردے اُٹھا دیئے جائیں اور اُس آرزو پر پردہ پڑا رہے جس کی اُمید سے کر مَیں تیرے پاس آیا ہوں۔ (۳) میں سلام کے لئے کم حاضر ہوتا ہوں تاکہ تجھ پر گراں نہ ہو اور میں خاموش رہتا ہوں تاکہ تجھے جواب دینے کی تکلیف نہ ہو۔ (۴) میرے دل میں کچھ حاجتیں ہیں اور تجھ میں ایسی ذہانت و فراست ہے کہ میرا خاموش رہنا اُس کے سامنے ایک واضح بیان اور مدلل تقریر کے برابر ہے۔ (۵) میں محبت پر کوئی رشوت نہیں چاہتا ایسی محبت کمزور ہوتی ہے جس پر کوئی بدلہ چاہا جائے۔ (۶) میں اپنی آرزو کے پورا کیے جانے کی خواہش اس لئے کرتا ہوں تاکہ میں اپنے ملامت کرنے والوں کو بتا سکوں کہ میری رائے تیری محبت کے بارے میں صحیح تھی۔
(اعظمی)

۱؎ وَمَا كُنْتُ لَوْلَا أَنْتَ إِلَّا مُهَاجِرًا　　لَهُ كُلَّ يَوْمٍ بَلْدَةٌ وَصِحَابُ

وَلٰكِنَّكَ الدُّنْيَا إِلَيَّ حَبِيْبَةٌ
فَمَا عَنْكَ لِيْ إِلَّا إِلَيْكَ ذَهَابُ

سیاسی آدمی بڑے سخت دل اور شقی القلب ہوتے ہیں، اس پر درد اور آخری عاجزانہ درخواست کا بھی کافور پر کوئی اثر نہ ہوا۔ نہ تو اس نے اپنے کئے ہوئے وعدہ کی کچھ پرواہ کی اور نہ اس کی سیاسی نظربندی کی رسی ڈھیلی کی۔ متنبی نے بھی اس آخری قصیدہ کے بعد نہ کافور کی مدح میں کوئی شعر کہا اور نہ اس سے ملا۔ حالانکہ وہ ۳۵۰ھ کے آخر تک شاہی محل میں اس کے پاس ہی رہا۔

اس سے ایک طرف جہاں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب کافور نے کسی طرح اس کو کسی صوبہ کا حکمران نہیں بنایا تو متنبی سخت مایوس ہوکر خاموش ہو رہا۔ اس نے تقریبًا ڈیڑھ سال گذار دیئے اور ایک شعر بھی اس کی مدح یا ہجو میں نہیں کہا۔ دوسری طرف یہ بات بھی بالکل عیاں ہے کہ کافور کوئی جذباتی قسم کا انسان نہ تھا، اس نے متنبی کی تلوّن مزاجی اور مطلب پرستی کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور یہ طے کرلیا تھا کہ یہ آدمی اس قابل نہیں ہے کہ کسی صوبہ کی عنانِ حکومت اس کے سپرد کردی جائے۔

کافور نے ایک مرتبہ اپنے درباریوں سے کہا بھی تھا:-

۲؎ يَا قَوْمِ! مَنِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صلعم، أَمَا يَدَّعِي الْمَمْلَكَةَ مَعَ كَافُوْرَ	لوگو! جس شخص نے رسول خدا صلعم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا ہو کیا وہ کافور کے مقابلہ میں سلطنت کا دعویٰ نہیں کرسکتا؟

صبح المنبی میں ہے کہ متنبی نے جب ملک کے کسی حصہ میں گورنری کا مطالبہ کیا تو کافور نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا:-

۳؎ أَنْتَ فِيْ حَالِ الْفَقْرِ وَسُوْءِ الْحَالِ وَعَدَمِ الْمُعِيْنِ سَمَتْ نَفْسُكَ إِلَى النُّبُوَّةِ فَإِنْ أَصَبْتَ وِلَايَةً وَصَارَ لَكَ أَتْبَاعٌ فَمَنْ يُطِيْقُكَ۔	مفلسی، بدحالی، اور بے نوائی کے زمانہ میں تمہارے نفس کی پرواز نبوت تک پہنچی، اب اگر تمہیں کہیں کی گورنری حاصل ہوجائے اور تمہارے کچھ فدائی پیرو کار پیدا ہوجائیں تو تم سے مقابلہ کی کس کو طاقت ہوسکتی ہے؟

۱؎ (۱) اگر تو میرا مقصود نہ ہوتا تو میں ایسا مسافر ہوتا جو روزانہ ایک نئے شہر میں ہوتا اور روزانہ میرے نئے ساتھی ہوتے۔ (۲) تو میری دنیا ہے جو مجھے محبوب ہے۔ اسلئے اب میں تجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤں؟ ۲؎ وفیات الاعیان جلد اول ص۲۶۱ - ۱۲ منہ۔
۳؎ الصبح المنبی فی باب وصف کافور - ۱۲ منہ۔

Marfat.com

پھر متنبی کے وہ قصائد جو اُس نے اُبو شجاع فاتک کی مدح میں اور شبیب العُقیلی کی بغاوت پر کہے تھے کافور پر بہت شاق گذرے تھے۔ خاصکر قصیدۃ الحمّیٰ اُس کے خیالات اور دلی ارادوں کی پوری طرح غمّازی کرتا تھا۔ اس لئے اس بات کی کڑی نگرانی رکھتے ہوئے کہ متنبی کہیں بھاگ نہ جائے کافور نے اُس کے دل برداشتہ ہونے کی قطعی پرواہ نہیں کی نہ اِس بات کی کہ وہ کیوں خاموش ہے، کیوں اُس سے نہیں ملتا اور کیوں اُس کی مدح میں قصیدہ نہیں کہتا، گویا وہ اُس کے ہاتھوں میں ایک آزاد قیدی تھا جو اس کی اجازت کے بغیر نہ کہیں جا سکتا تھا اور نہ دم مارنے کی جرأت کر سکتا تھا۔ اسی کی بابت متنبی کہتا ہے:۔

جُوْعَانَ یَاکُلُ مِنْ زَادِیْ وَیُمْسِکُنِیْ

لِکَیْ یُقَالَ عَظِیْمُ الْقَدْرِ مَقْصُوْدُ

دراصل بات یہ تھی کہ متنبی، سیف الدولہ کے ہاتھوں میں ایک زبردست ہتھیار تھا جو اُس کی شہرت، ناموری اور فتوحات کا باعث تھا۔ کافور کا جب سیف الدولہ پر کچھ بس نہ چلا تو اس نے نہایت ہوشیاری سے متنبی کو سبز باغ دکھا کر اُس کے ہاتھوں سے یہ ہتھیار چھین لیا، اس سے ایک طرف تو متنبی بے موت مر گیا، دوسری طرف سیف الدولہ کی ساری شہرت اور اس کی سیاسی رعنائیاں سب ماند پڑ گئیں۔ اس میں شک نہیں کہ کافور نے ایک تیر سے دو شکار کئے اور وہ اپنی اس چال میں بڑا کامیاب رہا۔

مصر سے فرار شوال ۳۴۹ھ میں کافور کے سامنے اپنا آخری قصیدہ پڑھنے کے بعد متنبی نہ اُس سے ملا اور نہ اُس کی تعریف میں اُس نے کوئی شعر کہا، وہ ایک معتوب شخص کی زندگی گذارتا رہا جو بظاہر آزاد تھا لیکن درحقیقت نظربند اور قیدی تھا جس کی نقل و حرکت پر کڑی نگرانی رکھی جاتی تھی۔ ایسی حالت میں ۱۰۔ ذی الحجہ ۳۵۰ھ کو عین اُس وقت جب کافور اور اس کے درباری عیدالاضحیٰ کی سرمستیوں میں مدہوش پڑے ہوئے تھے، متنبی بھاگ کھڑا ہوا اور اس سیاسی قید و بند سے گلو خلاصی حاصل کرتے ہی اُس [illegible] اور ساتھ ہی ساتھ مصر کی دل کھول کر ہجو کہہ ڈالی۔

مصر سے فرار ہوتے وقت متنبی نے اُن راستوں میں سے کسی پر سفر اختیار نہیں کیا جو مصر سے عراق کی طرف جاتے ہیں، نہ وہ مصر سے شام جانے والے راستہ پر چلا، نہ دمشق ہو کر کوفہ جانے والے راستہ پر گیا۔

۱؎ کافور بڑا پیٹو ہے، وہ میرے توشہ سے کھاتا ہے پھر بھی مجھے روک رکھا ہے تاکہ کہا جاوے کہ کافور بڑا بلند رتبہ ہے جس کے پاس متنبی جیسا عظیم المرتبہ شاعر رہنا چاہتا ہے (اعظمی)

نہ اس نے وہ راستہ اختیار کیا جس پر مصری حجاج حجاز جاتے وقت چلتے ہیں نہ وہ راستہ جو عراقی حاجی کوفہ جاتے وقت اختیار کرتے ہیں، بلکہ وہ جیسا کہ صاحبِ "الایضاح" نے لکھا ہے، غیر معروف قبائل ناقابل عبور، خطرناک دشت و صحرا اور نامعلوم وادی اور چشموں پر سے گذرتا ہوا تین ماہ میں ربیع الاول ۳۵۱ھ کو کوفہ پہنچا۔[1]

راستہ میں وہ جن مواضعات سے گذرا تھا، اُن کو اُس نے اُس قصیدہ میں جمع کردیا ہے؛ جو اُس نے کوفہ پہنچکر کہا تھا جس میں وہ اپنے اس سفری کارنامہ پر فخر کرتا ہے اور کافوری کی ہجو کرتا ہے جس کا مطلع ہے:-

أَلَا كُلُّ مَاشِيَةِ الْخَيْزَلَى
فِدَى كُلِّ مَاشِيَةِ الْهَيْدَبَى[2]

بے شک کافور نے شروع شروع متنبی کی مہمان نوازی اور انعامات واکرامات میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی، اُس کے بعض قصائد پر چھ چھ سو دینار کی خطیر رقمیں اُس کو عطا فرمائیں، جس کا متنبی شکرگذار بھی تھا، دیکھئے وہ کہتا ہے:-

وَإِنِّي لَفِي بَحْرٍ مِنَ الْخَيْرِ أَصْلُهُ
عَطَايَاكَ أَرْجُو مَدَّهَا وَهِيَ مَدُّهُ[3]

کافور نے یہ سب کچھ کیا لیکن وہ نہیں کیا جس کی تمنا لے کر متنبی اُس کے پاس گیا تھا اور جس کا اُس نے وعدہ بھی کرلیا تھا، یعنی کسی صوبہ کی تولیت یا کسی جاگیر کی ملکیت، اس وعدہ کے ایفاء میں کافور نے بہت زیادہ ٹال مٹول اور بدمعاملگی سے کام لیا اس لئے متنبی کو سخت صدمہ پہنچا۔ بعر ستم بالائے ستم یہ کہ کافور نے اُس کو نظربند کر رکھا تھا، اُسے مصر سے باہر جانے کی بھی اجازت نہ تھی۔ اس بات سے متنبی کے غصہ کی انتہا نہ رہی اور مجبوراً اُسے راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔

اَہاجی | جب ہم کسی سے نفرت کرتے ہیں تو ہم کو اُس پر ہنسی بھی آتی ہے اور غصہ بھی، ہماری فطرت

---

[1] خزانۃ الادب، جلد اول، صفحہ ۳۸۵۔ ۱۲ منہ

[2] ہاں سنو! نازک خرام محبوبائیں، تیز رفتار اونٹنیوں پر نثار ہوجائیں، اس لئے کہ سفر میں مجھے اُن کی ضرورت پڑتی ہے نہ کہ حسینانِ نازک خرام کی۔ (اعظمی)

[3] بے شک میں دریائے کرم میں غرق ہوں۔ جس کی جڑیں تیری بخششیں ہیں، میں اُن کی زیادتی کی اُمید رکھتا ہوں، اور وہی افزائش خیر کی باعث ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

کا یہ بنیادی رُجحان ہے، ہجو، گالی دینے کا فنِ لطیف ہے۔ وہ ادب کے ذریعہ ایسی ہنسی کا اظہار ہے جس میں سرزنش کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ گویا ہجو، نفرت و تحقیر کے اظہار کا ذریعہ ہے، اُس میں ظرافت و تفنن کی چاشنی ضرور ہونی چاہیئے اگر کسی تحریر میں سرزنش کا عنصر شامل نہ ہو، صرف ہنسی ہی ہنسی ہو تو وہ مزاح ہوگی، ہجو نہیں۔

طنز و مزاح اور ہجو نگاری، تہذیب و تمدن کی امتیازی خصوصیت رہی ہے۔ جب ہجو نگار کو اپنے گرد و پیش کی ناہمواریاں ناقابلِ اصلاح نظر آنے لگتی ہیں۔ جب انسانی اقدار اور حقائق کا تناقص اُس کے لئے ناقابلِ برداشت ہو جاتا ہے، جب اُس پر مایوسی چھا جاتی ہے اور صبر و سکون کا دامن اُس کے ہاتھ سے چھوٹنے لگتا ہے تو اُس کے لب و لہجہ میں تلخی آجاتی ہے، اور اُس میں مذمت کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے، یہ شعور کہ آدمی کیا ہے اور اُسے کیا ہونا چاہیئے، ہجو کا سرچشمہ ہے، جس ہجو کی محرک محض مذمت کی خواہش ہو وہ اعلیٰ قسم کی ہجو نہیں کہی جاسکتی۔

ہجو کا نشانہ افراد بھی بنتے ہیں اور معاشرہ بھی، بعض وقت تو ساری قوم اس کی زد میں آجاتی ہے لیکن جس ہجو کی اساس محض ذاتی عناد ہو وہ درخورِ اعتنا نہیں۔ حماقت، تصنّع، خود نمائی اور خود فریبی وغیرہ انسان کی ہمہ گیر اور مستقل کمزوریاں ہیں، اور یہی لافانی ہجو کے موضوع ہیں عظیم فن کار کی نگاہِ انتخاب اِنہی پر پڑتی ہے۔

متنبی کو اِس صنفِ شاعری میں گونمایاں امتیاز حاصل نہ تھا لیکن اُس کے کلام کے خصوصیات اُس کے اہاجی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اُس کی ہجو میں سُوِیفٹ جیسی طعن و تشنیع اور برش پائی جاتی ہے، جو دلوں کے اندر فوراً اُتر جاتی ہے۔ متنبی سے پہلے بہت سے شعراءِ عرب نے اپنے مخالفین کی خوب خوب ہجویں کہی ہیں۔ مگر جو گرمیِ کلام اور تیزی اُس کے اشعار میں ہے کسی دوسرے کے کلام میں مشکل ہی سے پائی جائے گی۔

کافور کی ہجو دیوان میں دو قسم کی ہے، کچھ تو ایسی ہے جو دوسری منظومات کے تحت آگئی ہے اس قسم کی ہجو تین قصائد میں پائی جاتی ہے

(۱) وہ قصیدہ جو مصر سے فرار ہوتے وقت متنبی نے کہا تھا۔

(۲) وہ قصیدہ جس میں اُس نے مصر سے کوفہ جانے کے حالات بیان کئے ہیں۔

Marfat.com

(۳) وہ قصیدہ جس میں اُس نے اُبُو شجاع فاتک کا مرثیہ کہا ہے۔

دوسری قسم، وہ قطعات ہیں جو محض کافور کی ہجو کے لئے کہے گئے ہیں۔ ایسے قطعات چھ ہیں، جس میں کُل ۴۴ شعر ہیں، جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ متنبی کو کیوں غصّہ آیا، کب اور کیسے راہِ فرار اختیار کی، اور کیوں اُس نے اُس کی ہجو میں اشعار کہے۔

یہ حقیقت ہے کہ متنبی نے بہ نسبت مدح کے کافور کی ہجو زیادہ زوردار کہی ہے۔ اول تو کافور کے انتہائی بدصورت، ذکی الطبع خواجہ سرا ہونے کی وجہ سے متنبی کو اُس سے دلی نفرت تھی، دوسرے اس وجہ سے اس کو سخت غصّہ تھا کہ وہ کیوں اُس کے جھوٹے وعدوں پر اعتبار کرکے اُس کے پاس چلا گیا اور کیوں اُس نے چار پانچ سال تک اُسکی جھوٹی تعریفوں میں اپنا وقت گنوایا۔ اس لیئے اُس نے کافور کی ہجو میں اپنا سارا زورِ قلم صرف کردیا، اور سچی بات یہ ہے کہ اُس کی مدح میں کبھی وہ زور پیدا نہیں ہوا جو ہجو میں ہوگیا تھا۔ اس لئے کہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

لوگوں نے اُس کی ہجو کو خوب اُچھالا اور اُس سے بے حد لطف اندوز ہوئے۔ حتیٰ کہ بعض اشعار تو اُن میں سے بطور "ضرب المثل" مشہور ہوگئے۔ مثلاً کافور کی ہجو کرتے ہوئے مصریوں کی حالت پر متنبی افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے "کہ "مصر کے نگہبان اپنی لومڑیوں (غلاموں) سے غافل ہوگئے ہیں، جنھوں نے اتنے زیادہ انگور کھالئے ہیں کہ اُن کو اُس سے نفرت ہوگئی ہے۔ حالانکہ انگور کے خوشے ابھی باقی ہیں"

نَامَتْ نَوَاطِيرُ مِصْرٍ عَنْ ثَعَالِبِهَا
فَقَدْ بَشِمْنَ وَمَا تَفْنَى الْعَنَاقِيدُ

اِسی طرح ایک اور شعر دیکھیئے جو بطور کہاوت لوگوں کی زبان پر چڑھ گیا۔ متنبی، اُس کی مضرولی پر اُبھارتے ہوئے کہتا ہے: "اے مصروالو! کیا تم نے دین کا مقصد اپنی مونچھوں کو پست کرنا سمجھا ہے؟ تم ایسی اُمت ہو کہ سب لوگ تم پر ہنستے ہیں":

أَغَايَةُ الدِّينِ أَنْ تُحْفُوا شَوَارِبَكُمْ
يَا أُمَّةً ضَحِكَتْ مِنْ جَهْلِهَا الْأُمَمُ

ﻟﻪ وفیات الأعیان - صہ ۱۰۳ - ۱۲ منہ

Marfat.com

متنبی نے کافور کی مدح میں جو قصائد کہے ہیں، اُن پر تفصیلی ریویو آپ کی نظر سے گذر چکا ہے، اب اُس کی ہجو کے چند نمونے درج ذیل ہیں۔ دیکھیئے متنبی اسی وزن و قافیہ میں کافور کی ہجو کرتا ہے جس میں اُس کی سب سے پہلے مدح سرائی کر چکا ہے۔ وہ اُس پر غدّاری اور عہد شکنی کا الزام لگاتا ہے، وہ اس کو مجسمۂ نامردی اور پیکرِ دنارت وخسّت بتاتا ہے اور اُس سے کہتا ہے کہ تیری جہالت وحماقت کی انتہا ہے کہ تو مدح اور ہجو میں امتیاز نہ کرسکا، گویا تجھکو سفیدی اور سیاہی میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ آخر میں یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دیتا ہے کہ دور دراز سفر اور مقصد میں ناکامی سے جو کچھ مجھے تکلیفیں پہنچیں اُس کی مجھے پرواہ نہیں، میرے لیئے یہ کیا کم فخر کی بات ہے کہ مجھے اُس کے پھٹے ہوئے ہونٹ اور اُس کے پیر کی پھٹی ہوئی بیوائیوں کا دیدار نصیب ہوگیا۔ ایسے عجیب الخلقت تو دُور و دراز مُلکوں سے لائے جاتے ہیں تاکہ آہ و بکا کرنے والیاں اُنھیں دیکھکر بے اختیار ہنس پڑیں۔ وَھُوَ یَقُوْلُ:۔

أُرِیْكَ الرِّضَا لَوْ أَخْفَتِ النَّفْسُ خَافِیَا ۔۔۔ وَمَا أَنَا عَنْ نَفْسِیْ وَلَا عَنْكَ رَاضِیَا

أَمَیْنًا وَإِخْلَافًا وَغَدْرًا وَخِسَّةً ۔۔۔ وَجُبْنًا أَشَخْصًا لُحْتَ لِیْ أَمْ مَخَازِیَا

تَظُنُّ ابْتِسَامَاتِیْ رَجَاءً وَغِبْطَةً ۔۔۔ وَمَا أَنَا إِلَّا ضَاحِكٌ مِنْ رَجَائِیَا

وَتُعْجِبُنِیْ رِجْلَاكَ فِی النَّعْلِ إِنَّنِیْ ۔۔۔ رَأَیْتُكَ ذَا نَعْلٍ إِذَا كُنْتَ حَافِیَا

وَإِنَّكَ لَا تَدْرِیْ أَلَوْنُكَ أَسْوَدٌ ۔۔۔ مِنَ الْجَهْلِ أَمْ قَدْ صَارَ أَبْیَضَ صَافِیَا

وَیُذْكِرُنِیْ تَخْیِیْطُ كَعْبِكَ شَقَّهُ ۔۔۔ وَمَشْیَكَ فِیْ ثَوْبٍ مِنَ الزَّیْتِ عَارِیَا

لہ (۱) اگر میرا دل کسی بات کو چھپا سکتا تو میں تجھکو اپنی خوشنودی اور رضامندی دکھاتا، مگر حقیقت یہ ہے کہ میں تیرے پاس آکر نہ اپنی ذات سے خوش ہوا نہ تجھ سے۔ (۲) کیا تو جھوٹ، بدعہدی، عذاری، کنجوسی اور بزدلی کرتے ہوئے شرماتا نہیں کیا تو میرے لیئے انسانی حُلیہ میں ظاہر ہوا ہے یا بیکرِ رُسوائی بن کر میرے سامنے نمودار ہوا ہے۔ (۳) تو میری مسکراہٹوں کو اُمید اور قابلِ رشک خوشی سمجھتا ہے حالانکہ میں اپنی صرف اُن امیدوں پر ہنستا رہا ہوں جو میں نے تجھ جیسے نالائق سے وابستہ کر رکھی تھیں (۴) تیرے دونوں پیر جوتے میں مجھکو تعجب میں ڈالتے ہیں اس لیئے کہ جب تو ننگے پیر ہوتا ہے جب بھی میں تجھکو جوتا پہنے ہوئے دیکھتا ہوں۔ یعنی پیر کی کھال اس قدر سخت ہے کہ اگر تو ننگے پیر ہو جب بھی کفش پوشش معلوم ہوتا ہے۔ (۵) اور تو جہالت کی وجہ سے یہ بھی نہیں جانتا کہ تیرا رنگ کالا ہے یا اب صاف سفید ہو گیا ہے (۶) تیرے ٹخنوں کا دھاری دار ہونا، بیوائیوں کی پھٹن اور تیرا تیل کے کپڑوں میں برہنہ پا چلنا مجھکو تیرا حبشہ سے آنا یاد دلاتا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

وَلَوْلَا فُضُولُ النَّاسِ جِئْتُكَ مَادِحًا ۔۔۔ بِمَا كُنْتُ فِي سِرِّي بِهِ لَكَ هَاجِيَا

فَأَصْبَحْتَ مَسْرُورًا بِمَا أَنَا مُنْشِدٌ ۔۔۔ وَإِنْ كَانَ بِالْإِنْشَادِ هَجْوُكَ غَالِيَا

فَإِنْ كُنْتَ لَا خَيْرًا أَفَدْتَ فَإِنَّنِي ۔۔۔ أَفَدْتُ بِلَحْظِي مِشْفَرَيْكَ الْمَلَاهِيَا

وَمِثْلُكَ يُؤْتَى مِنْ بِلَادٍ بَعِيدَةٍ

لِيُضْحِكَ رَبَّاتِ الْحِدَادِ الْبَوَاكِيَا

متنبی نے کافور کی ہجو میں جو اشعار کہے ہیں اُن میں مندرجۂ ذیل ابیات بہترین ہیں جن میں متنبی شروع میں اُس کا مذاق اُڑاتا ہے کہ "اے کافورا بندگی اور شرف تیرے پاس کس طرف سے آئی؟ تجھ پر تو حجامی کا پیشہ جچتا ہے، پھر کہتا ہے کہ خدا نے مصریوں کی بداعمالی کی یہ سزا دی ہے کہ اُن پر تجھ جیسے کُتّے کو مسلّط کر دیا ہے، لوگوں کے سردار اُن میں سے بلند رتبہ شرفا ہوا کرتے ہیں یہ مصری مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اُنھوں نے ایک ذلیل غلام کو اپنا سردار بنا لیا ہے۔ مصریو! تم ایسی قوم ہو کہ لوگ تم پر ہنستے ہیں۔ پھر غصّہ کی جھنجھلاہٹ میں کہتا ہے کہ کیا کوئی ایسا نوجوان نہیں جو اس کو قتل کر کے دنیا کو ذلت سے نجات دلائے؟ دیکھئے وہ کیسے بلیغ انداز میں کہتا ہے:-

مِنْ أَيَّةِ الطُّرْقِ يَأْتِي مِثْلَكَ الْكَرَمُ ۔۔۔ أَيْنَ الْمَحَاجِمُ يَا كَافُورُ وَالْجَلَمُ

جَازَ الْأُلَى مَلَكَتْ كَفَّاكَ قَدْرَهُمُ ۔۔۔ فَعُرِّفُوا بِكَ أَنَّ الْكَلْبَ فَوْقَهُمُ

سَادَاتُ كُلِّ أُنَاسٍ مِنْ نُفُوسِهِمُ ۔۔۔ وَسَادَةُ الْمُسْلِمِينَ الْأَعْبُدُ الْقَزَمُ

---

۵ (۱) اگر لا یعنی لوگوں سے مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ وہ تجھ کو بتا دیں گے تو جو کچھ میں نے پوشیدہ طور پر تیری ہجو میں کہا ہے، میں تیرے سامنے یہ کہکر پیش کر دیتا کہ میں تیری تعریف کر رہا ہوں، یعنی تو سخت جاہل ہے، تو مدح اور ہجو میں بھی امتیاز نہیں کر سکتا۔ (۲) اور تو میرے اس قسم کے اشعار سُنانے پر یہ سمجھکر کہ میں تیری مدح کر رہا ہوں، خوش ہو جاتا، حالانکہ تیری ہجو میں اشعار کہنا بھی بہت گراں ہے، اس لئے کہ تو اس قابل بھی نہیں۔ (۳) اگرچہ تو بے فیض ہے تاہم مجھے تیرے دونوں موٹے موٹے ہونٹوں کو دیکھنے سے بڑا لطف آیا ہے۔ (۴) اور تیرا جیسا عجیب الخلقت انسان تو دُور دراز ملکوں سے لایا جاتا ہے تاکہ آہ و زاری اور ماتم کرنے والیوں کو وہ ہنسا دیوے۔ (اعظمی)

۶ (۱) اے کافورا کرم اور شرف تیرے جیسے غلام کے پاس کس راستہ سے آئے، تیرے آلاتِ حجامت اور قینچی کہاں گئی؟ (۲) وہ لوگ اپنے مرتبہ سے آگے بڑھ گئے جن پر تیرے دونوں ہاتھ مالک ہو گئے ہیں۔ تیرے اُن پر مُسلّط ہونے سے اُن کو یہ بات بتائی گئی ہے کہ کتّا بھی اُن سے بہتر ہے۔ (۳) تمام لوگوں کے سردار اُنھیں میں سے ہوتے ہیں، مگر مسلمانوں کے سردار ذلیل غلام ہوتے ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

أَغَايَةُ الدِّيْنِ أَنْ تُحْفُوْا شَوَارِبَكُمْ ... يَا أُمَّةً ضَحِكَتْ مِنْ جَهْلِهَا الْأُمَمُ

أَلَا فَتًى يُوْرِدُ الْهِنْدِيَّ هَامَتَهُ ... كَيْمَا تَزُوْلُ شُكُوْكُ النَّاسِ وَالتُّهَمُ

فَإِنَّهُ حُجَّةٌ يُؤْذِي الْقُلُوْبَ بِهَا ... مَنْ دِيْنُهُ الدَّهْرُ وَالتَّعْطِيْلُ وَالْقِدَمُ

مَا أَقْدَرَ اللّٰهُ أَنْ يُخْزِيَ خَلِيْقَتَهُ

وَلَا يُصَدِّقَ قَوْمًا فِي الَّذِيْ زَعَمُوْا

اِس کے علاوہ اور بھی چند مقطوعات ہیں جن میں متنبی نے کافور کی رُسوا کن ہجو کہی ہے، ہجو کی وہ قسم جو دوسری منظومات کے تحت آگئی ہے، میں نے طوالت کے خیال سے نظر انداز کردی ہے لیکن اِس سلسلہ میں وہ اشعار جو مصر سے فرار ہوتے وقت اُس نے کہے تھے بہت ہی بلیغ ہیں۔ چند درج ذیل ہیں۔ یہ عیدِ قرباں کا موقع تھا، متنبی رنج وغم میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں کہتا ہے کہ نہ جانے یہ عید اپنے اندر کیا عواقب اور نتائج رکھتی ہے؟ کیا یہ اُنھیں مصائب و آلام کا اعادہ کرے گی جو مصر میں مجھے اٹھانے پڑے ہیں اور اُنھیں ناکامیوں اور نامرادیوں کا پیش خیمہ ہوگی جو اب تک مجھے جھیلنے پڑے ہیں، یا پھر کچھ ابتر حالات پیدا ہونے والے ہیں؟ کاش یہ دور ہی رہتی، اس لئے کہ احباب کی جدائی کے بعد اس عید سے کیا خوشی ہوسکتی ہے۔ اگر بلند مراتب کی مجھے خواہش نہ ہوتی تو اس طرح میں دور دراز اور

لے (۱) اے مصریو! کیا دین کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنی موچھیں جھکا لو؟ مصر کے باشندو! تم ایسے لوگ ہو جن کی جہالت پر دوسری قومیں ہنستی ہیں۔ (۲) کیا تم میں کوئی ایسا نوجوان نہیں ہے جو ہندی تلوار اُس کے کھوپڑی میں داخل کردے تاکہ لوگوں کے شکوک اور تہمتیں دُور ہوجائیں۔ (۳) اس لئے کہ تیری امارت اُس شخص کی دلیل ہے جو اس کی مثال پیش کرکے مسلمانوں کے دلوں کو ستاتا ہے جو دہریہ مذہب کا پیرو ہے اور تعطیلِ عالم اور قدمِ عالم کا قائل ہے۔ (۴) خدا کو پوری قدرت ہے کہ وہ کسی قوم کو اس کی بداعمالی کی وجہ سے رُسوا اور ذلیل کرے اور اس قوم کے متکبرانہ خیالات کی تصدیق نہ کرے جس کا وہ گمان کرتے ہیں۔ (اعظمی)

ٮ۵ تعطیلِ عالم کے جو لوگ قائل ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا ایک خالق تو ضرور ہے مگر اُس کو دنیا کے نیک و بد میں کچھ دخل نہیں، گویا خدا معطل محض ہے۔ قدمِ عالم کے جو لوگ قائل ہیں وہ سرے سے صانعِ عالم کے وجود ہی کے منکر ہیں۔ متنبی یہاں کہنا یہ چاہتا ہے کہ امارتِ کافور کی وجہ سے دہریئے کہتے ہیں کہ خالقِ عالم ہے ہی نہیں اور اگر ہے تو حکیم نہیں کہ ایسے ذلیل غلام کو امیر بنادیا ہے۔ اگر کوئی نوجوان کافور کو قتل کردے تو یہ اعتراضات دُور ہوسکتے ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

خطرناک مقامات کا سفر کیوں کرتا۔ زمانہ نے میرے دل وجگر میں معشوقوں کی نشیلی آنکھوں اور خوب صورت گردنوں کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ پھر بڑے پیارے انداز میں کہتا ہے کہ اے ساقی! تیرے جام میں مئے ارغوانی کا کوئی جُرعہ باقی ہے یا وہ بھی غم و اندوہ اور شب بیداری سے لبریز ہے؟ کیا میں پتھر ہوں؟ کہ یہ چیزیں میرے جذبات میں ہیجان پیدا نہیں کرتیں؟ آگے چل کر وہ کافور کی غدّاری وعہد شکنی پر اس کی مذمت کرتا ہے اور اُس کے خصی اور خواجہ سرا ہونے پر اُس کا مذاق اُڑاتے ہوئے اس کی ہجو کرتا ہے۔ طرزِ ادا کی خوبی دیکھیئے، وہ اپنے خیالات کیسے بلیغ انداز میں بیان کرتا ہے، وہ کہتا ہے:۔

أَكُلَّمَا اغْتَالَ عَبْدُ السُّوءِ سَيِّدَهُ ... أَوْ خَانَهُ فَلَهُ فِي مِصْرَ تَمْهِيدُ

صَارَ الْخَصِيُّ إِمَامَ الْآبِقِينَ بِهَا ... فَالْحُرُّ مُسْتَعْبَدٌ وَالْعَبْدُ مَعْبُودُ

مَا كُنْتُ أَحْسَبُنِي أَحْيَا إِلَى زَمَنٍ ... يُسِيءُ بِي فِيهِ عَبْدٌ وَهُوَ مَحْمُودُ

وَلَا تَوَهَّمْتُ أَنَّ النَّاسَ قَدْ فُقِدُوا ... وَأَنَّ مِثْلَ أَبِي الْبَيْضَاءِ مَوْجُودُ

وَأَنَّ ذَا الْأَسْوَدَ الْمَثْقُوبَ مِشْفَرُهُ ... تُطِيعُهُ ذِي الْعَضَارِيطُ الرَّعَادِيدُ

جَوْعَانُ يَأْكُلُ مِنْ زَادِي وَيُمْسِكُنِي ... لِكَيْ يُقَالَ عَظِيمُ الْقَدْرِ مَقْصُودُ

مَنْ عَلَّمَ الْأَسْوَدَ الْمَخْصِيَّ مَكْرُمَةً ... أَقَوْمُهُ الْبِيضُ أَمْ آبَاؤُهُ الصِّيدُ

---

۵ (۱) کیا جب کوئی بدعہد غلام اپنے آقا سے غدّاری یا خیانت کرے گا تو اس کا کاروبار مصر میں ٹھیک چلنے لگے گا۔ یعنی تعجب ہے کہ ایسے غدار کو مصریوں نے اپنا امیر بنا رکھا ہے۔ (۲) ایک خصی خواجہ سرا مصر میں بھاگے ہوئے غلاموں کا سردار ہوگیا۔ اب آزاد شخص وہاں غلام اور ذلیل ہے اور غلام آقا اور واجب الاطاعت ہے۔ (۳) میں اپنے متعلق یہ خیال بھی نہیں کرتا تھا کہ میں اتنے عرصہ تک زندہ رہوں گا کہ میرے ساتھ ایک ذلیل غلام بُرا سلوک کرتا رہے گا پھر بھی مجھے اُس کی تعریف کرنا پڑے گی۔ (۴) نہ مجھکو اس کا وہم تھا کہ اچھے لوگ اس طرح دنیا سے مفقود ہو جائیں گے اور نام نہاد ابوالبیضاء جیسے موجود رہیں گے۔ (سیاہ فام کافور کو ابوالبیضا تمسخراً کہا گیا ہے)۔ (۵) مجھے یہ بھی گمان نہ تھا کہ اس سیاہ فام حبشی کی جس کے ہونٹ چھدے ہوئے ہیں، ذلیل اور بزدل لوگ فرمانبرداری کریں گے۔ (۶) وہ بھوکا ہے جو میرے زادِ راہ سے کھاتا ہے اور مجھے اپنے پاس اُس نے اس لئے روک رکھا ہے تاکہ کہا جائے کہ وہ بڑا عظیم المرتبہ ہے اور متنبی جیسے بلند رتبہ شاعر کی اُمیدوں کا مرکز ہے۔ (۷) اس آختہ کیئے ہوئے حبشی کو بزرگی کس نے سکھائی؟ اُسکی شریف قوم نے یا اُسکے آباؤ اجداد نے جو بلند رتبہ بادشاہ تھے۔ (قوم کو بیض اور آبا کو صید بطور مذاق کہا گیا ہے) (اعظمی)

Marfat.com

أَمْ أُذْنُهُ فِي يَدِ النَّخَّاسِ دَامِيَةً ۔۔۔ أَمْ قَدْرُهُ وَهُوَ بِالْفَلْسَيْنِ مَرْدُودُ

أَوْلَى اللِّئَامِ كُوَيْفِيرٌ بِمَعْذِرَةٍ ۔۔۔ فِي كُلِّ لُؤْمٍ وَبَعْضُ الْعُذْرِ تَفْنِيدُ

وَذَاكَ أَنَّ الْفُحُولَ الْبِيضَ عَاجِزَةٌ

عَنِ الْجَمِيلِ فَكَيْفَ الْخِصْيَةُ السُّودُ

مذکورۂ بالا اشعار میں کافور کی ہجو ٹھوس حقائق پر مبنی اور بہت ہی رُسوا کن اور ہتک آمیز ہے متنبی نے اُس کے خط و خال پیش کر کے خوب ہی دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ کافور کے معاملہ میں متنبی خواہ اُس سے خوش رہا ہو یا ناراض، اُس کی تعریف کی ہو یا ہجو، ہر طرح حقیر رہا۔ جب وہ خوش تھا اور تعریفیں کرتا تھا تو لوگ اس لئے اُس کا مذاق اُڑاتے تھے کہ یہ کیسا ذلیل انسان ہے کہ ایک دنی الطبع خواجہ سرا کی ایسی لمبی چوڑی تعریفیں کرتا ہے، پھر جب ناراض ہو کر متنبی نے اُس کی ہجو کرنی شروع کی تو لوگ اس پر اس لئے ہنستے تھے کہ یہ لالچی کیا کیا اُمیدیں لے کر آیا تھا اور کیسا نامراد ہو کر بھاگا ہے۔ ناکامی کے بعد تو سب ہی کہتے ہیں کہ "انگور کھٹے ہیں"۔

نامہ و پیام | متنبی اواخر ۳۵۰ھ میں مصر سے بھاگ کر ۳۵۱ھ میں کوفہ پہنچا۔ وہاں سے بغداد گیا، وہاں تقریبًا ایک سال رہ کر پھر کوفہ واپس آگیا۔ یہاں آکر وہ اپنی آئندہ زندگی کا لائحۂ عمل تیار ہی کر رہا تھا کہ سیف الدولہ کی طرف سے اس کا لڑکا تحائف لے کر پہنچا اور یہ پیغام کہ وہ حلب واپس آجائے، یہ ۳۵۲ھ کا واقعہ ہے۔ متنبی نے اظہار تشکر کرتے ہوئے ایک مدحیہ قصیدہ لکھکر روانہ کیا مگر خود نہیں گیا۔ قصیدہ بہت طویل ہے، چند شعر درج ذیل ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ اُس کے دل میں سیف الدولہ کی کس درجہ عزت و محبت تھی۔ وہ بڑے بلیغ پیرایہ میں کہتا ہے:۔

لہ (۱) یا یہ بزرگی اُس کے کان نے سکھائی ہے جو بردہ فروش کے ہاتھ لہو لہان رہتا تھا، یا اُس کی قدر و قیمت نے یہ بزرگی سکھائی ہے۔ حالانکہ وہ دو پیسے میں بھی گراں سمجھکر لوٹا دیا جاتا تھا۔ (۲) ہر قسم کے بخل و لوم کے مرتکب ہونے والوں میں سب سے بڑا لئیم و بخیل، ذلیل کافور قابل معذرت ہے، اور بعض عذر قابل شرم ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کافور کا خاندانی ماحول ایسا نہیں تھا کہ اسکو سخاوت و کرم سکھاتا پھر اس کا کیا قصور ہے؟ عذر بیکار ہے۔ (۳) یہ اسی وجہ سے کہ آجکل شرفا، سردار بھی سخاوت کرنے سے قاصر ہیں۔ پھر یہ آختہ کیا ہوا سیاہ فام حبشی کیسے سخاوت کرسکتا ہے؟۔ (اعظمی)

سہ الصبح المتنبی صہ ۱۴۲۔ ۱۲ منہ

لَيْسَ إِلَّاكَ يَا عَلِيُّ هُمَامٌ ... سَيْفُهُ دُونَ عِرْضِهِ مَسْلُولُ

كَيْفَ لَا تَأْمَنُ الْعِرَاقُ وَمِصْرٌ ... وَسَرَايَاكَ دُونَهَا وَالْخُيُولُ

لَوْ تَحَرَّفْتَ عَنْ طَرِيقِ الْأَعَادِي ... رَبَطَ السِّدْرُ خَيْلَهُمْ وَالنَّخِيلُ

وَدَرَى مَنْ أَعَزَّهُ الدَّفْعُ عَنْهُ ... فِيهِمَا أَنَّهُ الْحَقِيرُ الذَّلِيلُ

لَسْتُ أَرْضَى بِأَنْ تَكُونَ جَوَادًا ... وَزَمَانِي بِأَنْ أَرَاكَ بَخِيلُ

نَغَّصَ الْبُعْدُ عَنْكَ قُرْبَ الْعَطَايَا ... مَرْتَعِي مُخْصِبٌ وَجِسْمِي هَزِيلُ

إِنْ تَبَوَّأْتُ غَيْرَ دُنْيَايَ دَارًا
وَأَتَانِي نَيْلٌ فَأَنْتَ الْمُنِيلُ

اِسی سال سیف الدولہ کی بڑی بہن "خولہ" کا انتقال ہو گیا جو "سِتُّ النّاس" کے لقب سے مشہور تھیں متنبی کو معلوم ہوا تو اُس نے ایک طویل مرثیہ لکھ بھیجا جس میں وہ انوکھے انداز میں موت کی غداری پر ملامت کرتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تو نے اپنے دوست اور محسن سے غداری کی ہے، اس لئے کہ سیف الدولہ نے جنگوں میں بارہا تجھ پر سخاوت کی ہے اور قتل کر کے تیری امداد کی ہے اُس نے تجھے کبھی نا اُمید نہیں کیا، پھر تو نے اُس سے یہ کیونکر غداری کی کہ اُس کی بہن ہی کو اپنا شکار بنالیا پھر آگے چل کر حزن و ملال کی بہترین تصویر کشی کرتے ہوئے اپنے دوست سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اور غم و اندوہ میں اُس کے ساتھ آنسو بہانے میں شریک ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے :-

---

لہ (۱) اے علی! یعنی سیف الدولہ تیرے علاوہ کوئی ایسا بارعب بادشاہ نہیں جس کی تلوار ہی اُس کی آبرو کی محافظ ہو (۲) عراق اور مصر کیوں نہ مامون و محفوظ ہوں جبکہ تیرا لشکر اور تیرے شہسوار اُن سے پہلے بیچ میں حائل ہیں۔ (۳) اگر تو دشمنوں کے راستہ سے ہٹ جائے تو وہ اپنے گھوڑے مصر و عراق کے بیر اور چھوارے کے درختوں سے آکر باندھ لیں، یعنی مصر و عراق کو فتح کر لیں۔ (۴) وہ شخص جس کو تیری مدافعت نے صاحب عزت کر رکھا ہے یہ بات جان لینا چاہیئے کہ تیری پشت پناہی بغیر وہ حقیر و ذلیل ہے۔ (۵) مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تو مجھ پہ سخاوت اور بخشش کرے اور زمانہ اِس بارے میں بخل کرے کہ میں تجھ کو دیکھ سکوں۔ (۶) تجھ سے دوری نے عطایا کو بے مزہ کر دیا ہے۔ اِن عطایا کی وجہ سے میری چراگاہ سرسبز ہے لیکن تیری جدائی کی وجہ سے میرا جسم لاغر ہے۔ (۷) اگر میں اپنی اس دنیا کے علاوہ کہیں اور جا کر رہوں اور وہاں میرے پاس کہیں سے بخشش آوے تو میں یہی سمجھوں گا کہ دینے والا تو ہی ہے۔ (اعظمی)

طَوَى الْجَزِيرَةَ حَتّٰی جَاءَنِي خَبَرٌ ... فَزِعْتُ فِيهِ بِآمَالِي إِلَى الْكَذِبِ

حَتّٰی إِذَا لَمْ يَدَعْ لِي صِدْقُهُ أَمَلًا ... شَرِقْتُ بِالدَّمْعِ حَتّٰی کَادَ يَشْرَقُ بِي

أَرَى الْعِرَاقَ طَوِيلَ اللَّيْلِ مُذْ نُعِيَتْ ... فَكَيْفَ لَيْلُ فَتَى الْفِتْيَانِ فِي حَلَبِ

يَظُنُّ أَنَّ فُؤَادِي غَيْرُ مُلْتَهِبٍ ... وَأَنَّ دَمْعَ جُفُونِي غَيْرُ مُنْسَكِبِ

وَإِنْ تَكُنْ خُلِقَتْ أُنْثٰی لَقَدْ خُلِقَتْ ... كَرِيمَةً غَيْرَ أُنْثَى الْعَقْلِ وَالْحَسَبِ

وَإِنْ تَكُنْ تَغْلِبُ الْغَلْبَاءُ عُنْصُرَهَا ... فَإِنَّ فِي الْخَمْرِ مَعْنًى لَيْسَ فِي الْعِنَبِ

فَلَيْتَ طَالِعَةَ الشَّمْسَيْنِ غَائِبَةٌ ... وَلَيْتَ غَائِبَةَ الشَّمْسَيْنِ لَمْ تَغِبِ

وَلَيْتَ عَيْنَ الَّتِي آبَ النَّهَارُ بِهَا ... فِدَاءُ عَيْنِ الَّتِي زَالَتْ وَلَمْ تَؤُبِ

وَمَنْ تَفَكَّرَ فِي الدُّنْيَا وَمُهْجَتِهِ
أَقَامَهُ الْفِكْرُ بَيْنَ الْعَجْزِ وَالتَّعَبِ

پھر ۳۵۳ھ میں سیف الدولہ نے خود اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر متنبی کو بھیجا، اور اس سے درخواست کی کہ وہ اُس کے پاس واپس آجائے، اس کے جواب میں متنبی نے پھر ایک مدحیہ

لہ (۱) جزیرہ کو طے کر کے میرے پاس اس کی وفات کی خبر آئی تو میں نے مضطرب ہو کر اپنی اُن اُمیدوں کی وجہ سے جو مجھکو متوفیہ سے تھیں اس کو جھوٹ سمجھا۔ (۲) یہاں تک کہ اس خبر کی سچائی نے میرے لئے کوئی اُمید نہ چھوڑی تو آنسوؤں کی زیادتی کی وجہ سے میں گلوگرفتہ ہو گیا اور میں اس قدر رویا کہ قریب تھا، آنسوؤں کو میری وجہ سے اُچھو ہو جائے (۳) جب سے مجھے یہ خبر مرگ سُنائی گئی ہے میں عراق کی راتوں کو دراز سمجھ رہا ہوں۔ ظاہر ہے حلب میں بہادر نوجوان سیف الدولہ کی درازیِ شب کا کیا حال ہوگا۔ (۴) کیا وہ خیال کرتا ہے کہ میرا دل اندوہناک خبر سے مشتعل نہ ہوگا اور یہ کہ میری پلکوں سے آنسو بہہ نہ رہے ہوں گے (۵) اگر وہ مؤنث پیدا کی گئی تو کوئی بات نہیں، اس لئے کہ وہ عقل و فراست اور حسب و نسب کے اعتبار سے ضعیف الخلقت نہیں بلکہ وہ معزز اور بلند رتبہ تھی (۶) اگرچہ اُسکی اصل غالب آنے والے قبیلہ تغلب سے ہے پھر بھی وہ اگر فضیلت میں کچھ اُس سے بڑھ گئی تو کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ شراب میں جو خوبی ہے وہ انگور میں نہیں حالانکہ شراب کی اصل انگور ہے۔ (۷) کاش دونوں آفتابوں یعنی سورج اور متوفیہ میں سے طلوع ہونے والا (آفتاب) غائب ہو جاتا اور غائب ہونیوالا آفتاب (متوفیہ) غائب نہ ہوتا۔ (۸) کاش وہ آفتاب جسکو دوسرا دن لوٹا لاتا ہے یعنی سورج اُس آفتاب (متوفیہ) پر قربان ہو جاتا جو آنکھوں سے اوجھل ہو گئی اور پھر نہ لوٹی۔ (۹) جو شخص دنیا اور اپنی جان کے بارے میں غور کرے گا تو اس کی فکر اس کو عجز و تعب کے درمیان لاکر کھڑا کر دیگی۔ (اعظمی)

Marfat.com

قصیدہ لکھ بھیجا جس میں سیف الدولہ کے حکم کی تعمیل پر اپنی خوشی اور رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ میں صرف چغل خوروں کے خوف سے اب تک آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا۔ یہ چغل خور ہمیشہ بات کو بڑھا گھٹا کر آپ سے کہا کرتے تھے اور افسوس اس کا ہے کہ آپ بھی اُن کی جھوٹی باتوں کو کان لگا کر سننے لگے تھے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کا دل میری ہی مدد کر رہا تھا اُن کی تمام بکواس کذب و افترا پر مبنی تھیں۔ نہ میں نے کبھی چاند کو چاندی کہا نہ سورج کو سونا۔ نہ میں نے کبھی آپ کی قدر و منزلت میں کمی کی اور نہ کبھی آپ کی مذمت کی، نہ کوئی ملک مجھے تیرے پاس آنے سے روک سکا نہ کسی صاحبِ دولت و ثروت کو میں نے آپ کے عوض اپنا آقا بنایا۔ پھر قصیدہ کے آخر میں وہ کہتا ہے، کاش تیری تلوار اُن حاسدوں کے سینوں میں پیوست ہو جائے جو تیری فتوحات سے غمزدہ ہوتے ہیں، کاش تو دوست دشمن میں امتیاز کرتا اور اُن کی محبت و عداوت کے مطابق ان کو بدلہ دیتا۔

درحقیقت متنبی چاہتا ہے کہ سیف الدولہ اُس کے دشمنوں کو سزا دے۔ تاکہ دوبارہ وہ ڈرامہ کھیلا نہ جاسکے جو اس سے پہلے کھیلا جا چکا ہے۔ دیکھیے وہ اپنا معذرت نامہ کس قدر شیریں الفاظ اور بلیغ انداز میں پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے :-

فَهِمْتُ الْكِتَابَ أَبَرَّ الْكُتُبْ ‏ فَسَمْعًا لِأَمْرِ أَمِيرِ الْعَرَبْ
وَطَوْعًا لَهُ وَابْتِهَاجًا بِهِ ‏ وَإِنْ قَصَّرَ الْفِعْلُ عَمَّا وَجَبْ
وَمَا عَاقَنِي غَيْرُ خَوْفِ الْوُشَاةِ ‏ وَإِنَّ الْوِشَايَاتِ طُرْقُ الْكَذِبْ
وَقَدْ كَانَ يَنْصُرُهُمْ سَمْعُهُ ‏ وَيَنْصُرُنِي قَلْبُهُ وَالْحَسَبْ
وَمَا قُلْتُ لِلْبَدْرِ أَنْتَ اللُّجَيْنُ ‏ وَمَا قُلْتُ لِلشَّمْسِ أَنْتَ الذَّهَبْ

---

۵ (۱) میں اُس خط کے مضمون کو سمجھا جو تمام خطوط میں بہتر ہے، میرا سر تسلیم امیرِ عرب یعنی سیف الدولہ کے حکم کے سامنے خم ہے۔ (۲) مجھے اس حکم کی اطاعت کرنا چاہیے، مجھے اس سے بے انتہا مسرت ہے، اگرچہ میرا عمل اُس چیز سے جو مجھ پر واجب ہے قاصر ہے۔ (۳) سوائے چغلخوروں کے خوف کے کسی چیز نے مجھکو تعمیلِ ارشاد سے نہیں روکا، اور بیشک چغلیاں جھوٹ کی راہیں پیدا کرتی ہیں۔ (۴) بیشک ممدوح کے کان اُن کی چغلیاں سُننے لگے تھے مگر ممدوح کا دل اور اسکی شرافت میری مدد کرتی تھی یعنی وہ دل سے میری طرف مائل تھا۔ (۵) حالانکہ میں نے چاند کو چاندی نہیں کہا اور نہ سورج کو سونا۔ یعنی میں نے ممدوح کی تعریف گھٹا کر نہیں کی کہ وہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ (اعظمی)

Marfat.com

وَمَا لَاقَنِي بَلَدٌ بَعْدَكُمْ [۵۱] وَلَا اعْتَضْتُ مِنْ رَبِّ نُعْمَايَ رَبّ
فَلَيْتَ سُيُوفَكَ فِي حَاسِدٍ إِذَا مَا ظَهَرْتَ عَلَيْهِمْ كَئِبْ
وَلَيْتَ شَكَاتَكَ فِي جِسْمِهِ
وَلَيْتَكَ تَجْزِي بِبُغْضٍ وَحُبّ

یہ قصیدہ متنبی نے سیف الدولہ کو بھیج دیا، خود نہیں گیا۔ مغربی اسلامی ممالک یعنی شام و مصر میں اُس کو بُری طرح شکست ہو چکی تھی۔ اب وہ اپنی آرزوؤں کا مرکز مشرقی اسلامی ممالک بنانا چاہتا تھا اِس لئے اُس نے "ابن العمید" سے جو "رکن الدولہ" کا وزیر تھا روابط بڑھائے تاکہ اُس کے ذریعہ وہ "رکن الدولہ" یا اُس کے بیٹے "عضدُ الدولہ" کے پاس پہنچ جائے۔ چنانچہ وہ سیف الدولہ کے پاس جانے کے بجائے "ارّجان" روانہ ہو گیا، جہاں ابن العمید مقیم تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متنبی اب سیف الدولہ کے پاس جاتے ہوئے شرماتا تھا، اس لئے کہ مصر میں متعدد اشعار میں وہ سیف الدولہ پر چوٹیں کر چکا تھا۔ پھر اگر اس کا ارادہ واپسی کا ہوتا تو وہ اس کے بعد عضد الدولہ کی تعریف میں ایسا شعر کیسے کہتا جس سے فی الجملہ سیف الدولہ کی بھی توہین نکلتی ہے؛ دیکھئے وہ کہتا ہے [۵۲]:-

قَدْ رَأَيْتُ الْمُلُوكَ قَاطِبَةً وَسِرْتُ حَتَّى رَأَيْتُ مَوْلَاهَا

سیف اللہ نے جب یہ شعر سُنا تو اُس نے کہا "کیا میں بھی اس میں شامل ہوں؟"

ابن العمید کے پاس | ۳۵۴ھ میں متنبی "ابن العمید[۵۳]" کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بڑے تپاک سے پیش آیا۔ ابن العمید خود ایک بڑا ادیب و انشاپرداز تھا اس لئے شعر و شاعری کی محفلیں منعقد ہوئیں

---

۵۱ (۱) اور تمہارے بعد مجھ کو کسی شہر نے تمہارے پاس آنے سے نہیں روکا اور نہ میں نے اپنے آقا و ولی نعمت کے عوض کسی کو اپنا آقا بنایا۔ یعنی پہلے کی طرح اب بھی تو میرا آقا اور مالک ہے۔ (۲) کاش تیری تلواریں اُن حاسدوں کے سینوں میں پیوست ہو جائیں جو اس بات سے رنجیدہ ہوتے ہیں کہ تو دشمنانِ اسلام پر غالب ہے۔ (۳) کاش تیری بیماری حاسدوں کے جسم کو لاحق ہو جائے اور کاش تو دوستوں اور دشمنوں کو اُن کی دوستی اور دشمنی کے اعتبار سے بدلہ دیوے۔ (اعظمی)

۵۲ میں نے ساری دنیا کے بادشاہوں کو دیکھ ڈالا۔ یہاں تک کہ جب تجھکو میں نے دیکھا تو پتہ چلا کہ تو ان سب کا آقا ہے۔ (اعظمی)

۵۳ ابو الفضل محمد بن ابی عبد اللہ الحسین بن محمد الکاتب المعروف بہ ابن العمید (عضد الدولہ کے والد) ابو علی الحسن بن

Marfat.com

اور بڑی گرم جوشی سے اس کو انعامات[۵۱] و اکرامات سے سرفراز کیا گیا۔

متنبی اپنے ساتھیوں اور نوکروں کے ساتھ تقریبًا دو مہینہ[۵۲] ابن العمید کے پاس پورے عزت و احترام کے ساتھ رہا۔ اس عرصہ میں اُس کے سامنے رکن الدولہ یا اُس کے بیٹے عضد الدولہ کے پاس جانے کی پیش کش کی گئی۔ متنبی نے بہت غور و فکر کے بعد نوجوان عضد الدولہ کے پاس شیراز جانا پسند کیا۔ وہ ایک بہادر، ذکی اور جری نوجوان فرمانروا تھا۔ بلادِ عربیہ میں وہ اپنا پروپیگنڈہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ اس دعائیہ اور پروپیگنڈے کے لئے متنبی اور اس کی شاعری سے بہتر اُس زمانہ میں کوئی ہتھیار نہ تھا جسے اُس نے کوشش کرکے حاصل کرلیا۔

متنبی نے ابن العمید کی تعریف میں تین قصیدے کہے جن میں سے پہلے کا مطلع ہے:۔

بَادٍ[۵۳] هَوَاكَ صَبَرْتَ أَوْ لَمْ تَصْبِرَا

وَبُكَاكَ إِنْ لَمْ يَجْرِ دَمْعُكَ أَوْ جَرَى

خطیب اَبُو زکریا التبریزی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا قصیدہ متنبی نے اَبُو الفضل جعفر ابن الفرات وزیر کافور کی مدح میں کہا تھا۔ لیکن اُس سے مِل کر چونکہ متنبی خوش نہیں ہوا، اس لئے اُس نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بُوَیہ الدیلمی کا وزیر تھا، وہ اس عہدہ پر ۳۲۸ھ میں فائز ہوا۔ وہ علوم فلسفہ اور نجوم کا بڑا وسیع النظر عالم تھا، علم ادب اور کتابت میں وہ اپنے زمانہ کا جاحظِ ثانی سمجھا جاتا تھا۔ اُس زمانہ میں کوئی بھی اُس جیسا ادیب اور کاتب نہ تھا۔ علامہ ثعالبی نے اپنی کتاب "یتیمۃ الدہر" میں لکھا ہے کہ فنِ کتابت و انشا پردازی عبد الحمید الکاتب سے باقاعدہ صورت میں شروع ہوئی اور ابن العمید پر ختم ہوگئی۔

وہ بڑا سیاسی اور مدبّر آدمی تھا بہت سے شعراء نے اُس کی مدح سرائی کی ہے، ان میں سے ایک متنبی بھی ہے۔ متنبی نے اُس کی خدمت میں تین مدحیہ قصیدے پیش کیے جن میں اُس نے ابن العمید کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے، اور ساتھ ہی اس بات کا بھی کہ اب تک میرے کلام پر کسی نے ایسی تنقیدی نظر نہیں ڈالی جیسی ممدوح نے ان دونوں کے درمیان بڑے علمی مباحثے رہے جس سے ابن العمید بھی بہت خوش ہوا۔ اُس نے متنبی کو علاوہ خلعت فاخرہ تین ہزار دینار نقد بھی دیئے۔ (اعظمی)

۵۱ وفیات الأعیان ج۱ ص۳۰۲ و یتیمۃ الدہر جلد۳ ص۱۵۶ ۱۲ منہ

۵۲ وفیات الأعیان جلد۴ ص۱۸۹ ۱۲ منہ

۵۳ تیری محبت ظاہر ہوکر رہے گی خواہ تو صبر کرے یا نہ کرے، اور تیری گریہ وزاری چھپی نہیں رہ سکتی خواہ تیرے آنسو بہیں یا نہ بہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

یہ قصیدہ اُس کی خدمت میں پیش نہیں کیا۔ اُور اُسی میں معمولی تغیر کے بعد ابن العمید کی تعریف میں پیش کردیا۔

یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، اس لئے کہ یہ قصیدہ کسی طرح بھی ابن الفرات کی مدح میں معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں ایسے اشعار بھی ہیں جس میں اَرّجان کے سفر کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں متنبی بڑا زُود گو شاعر تھا، اُس کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہ تھا کہ وہ ابن العمید کے لئے علٰحدہ قصیدہ کہہ دے۔ اِس لئے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ متنبی نے یہ قصیدہ کہا ابن الفرات کے لئے اور پڑھا ابن العمید کے سامنے۔

دوسرے قصیدہ میں متنبی نے زیادہ زورِ قلم صرف کیا ہے، یہ اُن قصائد میں جو اُس نے ابن العمید کی مدح میں کہے ہیں سب سے بہتر ہے۔ یہ اُس نے عیدِ نوروز کے موقع پر کہا تھا جس میں اُس نے عیدِ نوروز کے فضائل اور ابن العمید کے محامد بڑے دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ اس قصیدہ میں متنبی نے اپنی اُس کوتاہی کا اعتراف کیا ہے جو پہلے قصیدہ میں ہوئی تھی اور اس پر اُس نے معذرت بھی پیش کی ہے۔ دیکھئے وہ کہتا ہے:-

هَلْ لِعُذْرِیْ عِنْدَ الهُمَامِ أَبِي الْفَضْـ ـلِ قَبُوْلٌ سَوَادُ عَيْنِي مِدَادُه

أَنَا مِنْ شِدَّةِ الْحَيَاءِ عَلِيْلٌ مَكْرُمَاتُ الْمُعِلَّةِ عُوَّادُه

مَا كَفَانِيْ تَقْصِيْرُ مَا قُلْتُ فِيْهِ عَنْ عُلَاهُ حَتّٰی ثَنَاهُ انْتِقَادُه

إِنَّنِيْ أَصْيَدُ الْبُزَاةِ وَلٰكِنَّ أَجَلَّ النُّجُوْمِ لَا أَصْطَادُه

رُبَّ مَا لَا يُعَبِّرُ اللَّفْظُ عَنْهُ وَالَّذِي يُضْمِرُ الْفُؤَادُ اعْتِقَادُه

لہ (۱) کیا میرا عذر سردار ابوالفضل بن العمید کی خدمت میں شرفِ قبول حاصل کرسکتا ہے، جس کے لکھنے کی روشنائی میری آنکھوں کی سیاہی سے تیار کی گئی ہے۔ (۲) میں انتہائی شرمندگی کی وجہ سے علیل ہو رہا ہوں اور ممدوح کی بخشش گویا میری عیادت کررہی ہیں۔ (۳) میرے مدحیہ اشعار جو میں نے ممدوح کے بلند مراتب کے بارے میں کہے تھے میرے قصور کی تلافی کرنے میں کافی نہیں، پھر ممدوح کی تنقید نے اُس کوتاہی کو دوچند کردیا (۴) بیشک میں بازوں سے زیادہ شکار کرنے والا ہوں۔ لیکن اس شخص کا جو رتبہ میں ستاروں سے زیادہ بلند ہے میں شکار نہ کرسکا۔ یعنی میں گو بڑا قادر الکلام شاعر ہوں مگر میں ممدوح کی جیسی تعریف ہونی چاہیئے ویسی نہ کرسکا۔ (۵) بہت سے مفہوم ایسے ہیں جنکو الفاظ نہیں ادا کرسکتے لیکن اُسکے فضائل کا اعتقاد میرے دل میں پوشیدہ ہے۔۔ (اعظمی)

Marfat.com

مَا تَعَوَّدْتُ أَنْ أَرَى كَأَبِي الفَضْـ ـلِ وَهٰذَا الَّذِي أَتَاهُ اعْتِيَادُه

إِنَّ فِي المَوْجِ لِلْغَرِيقِ لَعُـذْرًا وَاضِحًا أَنْ يَفُوتَهُ تَعْدَادُه

لِلنَّدَى الغَلْبُ إِنَّهُ فَاضَ وَالشِّعْـ

ـرُ عِمَادِي وَابْنُ العَمِيدِ عِمَادُه

تیسرا قصیدہ متنبی نے ابنُ العمید سے رخصت ہوتے وقت کہا تھا، جس کا مطلع ہے:-

نَسِيتُ وَمَا أَنْسَى عِتَابًا عَلَى الصَّدِّ

وَلَا خَفَرًا زَادَتْ بِهِ حُمْرَةُ الخَدِّ

اس قصیدہ میں بھی خوش کرنے والی تکلّف کی باتوں کے علاوہ کچھ نہیں سچی بات یہ ہے کہ متبنی نے ابن العمید کو جو کچھ دیا تھا اُس سے کہیں زیادہ اُس سے حاصل کرلیا۔ درحقیقت ابن العمید اپنی عقل و دانائی، اَدبی ذوق اور سیاسی تدبّر کی وجہ سے اس سے کہیں زیادہ تعریف و توصیف کا مستحق تھا۔

؎۱ مجھے کبھی ایسا اتفاق پیش نہیں آیا کہ میں نے ابوالفضل بن العمید جیسا سخن فہم اور سخن سنج شخص دیکھا ہو، اور یہ مدحیہ اشعار جو اس کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں یہ حسبِ عادت معمولی ہیں۔ (۲) بے شک اُس شخص کے لئے جو موجوں میں ڈوبا ہوا ہو اس بات کا ایک واضح عذر ہے کہ وہ موجوں کی تعداد نہ گن سکا۔ یعنی ممدوح کے اوصافِ حمیدہ اتنے زیادہ ہیں کہ میں اُن سب کی واجبی تعریف نہ کرسکا۔ (۳) اُس کی سخاوت کو میرے مدحیہ اشعار پر غلبہ حاصل ہے اس لئے کہ وہ بہت زیادہ ہے۔ میرا اعتماد اپنے اشعار پر ہے اور سخاوت کا دارو مدار ابن العمید پر۔

؎۲ میں سب کچھ بھول گیا مگر محبوب کے اُس عتاب کو نہیں بھول سکا جو باوجود اعراض کے اس نے مجھ پر کیا تھا نہ میں اُس کی اُس شرم و حیا کو بھول سکا جس سے اُس کے رخساروں کی سُرخی زیادہ ہوگئی۔ اعظمی۔

شاہِ مشرق عضدالدّولہ

شاہِ مشرق "عضدُالدّولہ" کا نام، اُبو شُجاع فنّا خسُرو تھا، یہ رُکن الدّولہ اَبُو علی الحسن کا لڑکا تھا، رکن الدولہ اور اُس کے دو اور بھائی "عمادُ الدّولہ" اور "مُعزّ الدّولہ" چوتھی صدی ہجری کے شروع میں امارت "بنی بُوَیہ" کے بانیوں میں سے ہیں، اِن کا شجرۂ نسب ملوک بنی ساسان تک پہنچتا ہے شروع میں اِن میں عمادُ الدّولہ طبرستان اور جُرجان پر قابض تھا، رکن الدّولہ رَے اور اصفہان پر اور مُعزالدولہ اہواز پر پھر دولتِ عباسیہ کی کمزوری کی وجہ سے رفتہ رفتہ ان کا تسلط سارے ایران عراق اور دارالسلطنت بغداد پر ہوگیا۔ ایران عماد الدولہ کے زیرِ نگین تھا، عراق پر رکن الدولہ قابض تھا اور بغداد پر مُعزالدّولہ فرماں روائی کر رہا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کی اولاد کا آپس میں لڑائی جھگڑا شروع ہوگیا جس کی وجہ سے یہ سب ختم ہوگئے۔ صرف عراق کی سلطنت ۴۴۷ھ تک قائم رہی۔

اُمراء بنوبویہ، عربی زبان و ادب کے بڑے سرپرست تھے، اُن کے وزرا بھی اپنے زمانہ کے مشہور ادیب و کاتب گذرے ہیں، عمادالدولہ کا وزیر "الصاحب بن عباد" تھا۔ رُکن الدولہ کا "ابن العمید" اور معزالدولہ کا "حسَن بن محمد المہلبی"۔

عضدالدّولہ کا چچا عمادالدولہ جب بیمار پڑا تو اُس نے رکن الدولہ سے مشورہ کرکے "عضدالدولہ" کو ۳۳۸ھ میں ایران کا بادشاہ بنادیا جس کا دارالسلطنت شیراز تھا، وہ بڑا اچھا ادیب و شاعر تھا، علما و ادبا سے اُس کو بڑی محبت تھی، بہت سے شعرا نے اُس کی مدح میں لمبے چوڑے قصیدے لکھے ہیں۔ جن میں سے ایک متنبی بھی ہے۔

وہ بڑا بہادر اور اُمورِ جہانبانی میں ماہر تھا، اس نے دو بار بغداد پر حملہ کرکے قبضہ کرلیا۔ پہلی مرتبہ ۳۶۴ھ میں اُس نے اپنے برادرِ عم زاد عزّالدولہ کو گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا، لیکن اُس کے باپ

Marfat.com

رُکن الدولہ نے بیچ میں پڑکر عزّ الدولہ کو آزاد کرایا اور بغداد اس کو واپس دلایا۔ پھر ۳۶۷ھ میں اس نے دوبارہ بغداد پر حملہ کر کے اُس پر قبضہ کر لیا، اِس مرتبہ اُس نے مضبوطی سے قدم جمالئے اور مساجد میں پہلی مرتبہ اُس نے اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کیا اور منبروں پر اپنی شہنشاہیت کا خطبہ پڑھا اب تک تاریخ اسلام کے اوراق شہنشاہ کے لفظ سے ناآشنا تھے۔ گو عملی طور پر اسلامی خلافت کی اصلی صورت بنو امیہ کے عہد ہی میں مسخ ہوچکی تھی لیکن اس سے پہلے مساجد کے منبروں پر اس بدعت نے قدم نہیں رکھا تھا، عضدالدولہ نے اِسی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ اُس نے ساڑھے تین سو سال کی رسم کے خلاف اپنے آستانہ پر نوبت بھی بجوائی، اُس کا شوقِ سیادت اِس بلند مرتبہ پر پہنچکر بھی تشنہ تھا۔ اس کو آرزو تھی کہ خلافت بھی اُسی کے خاندان میں منتقل ہوجائے، اس لئے اُس نے اپنی لڑکی کا نکاح خلیفہ طائع سے کردیا، صرف اِس اُمید پر کہ اگر اُس سے بیٹا ہوگا تو وہ خلافت کا وارث ہوگا۔ افسوس ہے کہ اُس کی یہ آرزو دل ہی میں رہی اور وہ خود ۳۷۲ھ میں اس دارفانی سے رخصت ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

عضدالدولہ خود شاعر تھا اور عربی ادب میں بڑی بصیرت رکھتا تھا، اُس نے متنبی کی بڑی شہرت سُنی تھی اِس لئے اس کو متنبی سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔ "ایضَاحُ الْمُشکل" میں ہے کہ ایک دن عضدالدولہ اپنے باغیچہ میں گلگشت کر رہا تھا، عمائدین سلطنت اُس کے ساتھ تھے، اسی اثنار میں اُبوالقاسم عبدالعزیز بن یوسف الحکاری نے کہا: "کاش اِس وقت دونوں طائیوں یعنی اُبوتمام اور بُحتری میں سے کوئی ایک ہمارے ساتھ ہوتا"۔ عضدالدولہ نے کہا: "لَوْحَضَرَ الْمُتَنَبِّیْ لَنَابَ عَنْهُمَا" یعنی اگر متنبی ہوتا تو اُن کا قائم مقام ہوسکتا تھا۔"

صاحب الایضاح نے یہ بھی لکھا ہے کہ متنبی جب اِبنُ العمید سے رخصت ہونے کو تھا، تو عضدالدولہ کا خط پہنچا جس میں اُس سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا گیا تھا۔ متنبی نے پہلے تو ٹالنا چاہا لیکن ابن العمید کی سفارش پر جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ جب وہ شیراز پہنچا تو عضدالدولہ نے اس کا بڑا شاندار استقبال کیا۔

شاہِ مشرق اور مداحِ متنبی | ۳۵۴ھ ہی میں متنبی عضدالدولہ کے پاس پہنچا اور صرف تین مہینہ

ـــــــــــــــ

ــه خزانۃ الادب جلد اول صـ ۳۸۷ ۔ وفیات الاعیان جلد سوم صـ ۲۱۸ - ۱۲ منہ

Marfat.com

اُس کے پاس ٹھیرا مگر اس قلیل عرصہ میں اُس نے چھ قصیدے اور چند مقطوعات اُس کی مدح میں پیش کئے جن میں سے ایک عضدالدولہ کی پھوپھی کا مرثیہ ہے اور باقی مدحیہ ہیں۔ اِن قصائد پر عضدالدولہ نے متنبی پر دل کھول کر انعامات و اکرامات کی بارش کر دی۔ الیضاح میں ہے کہ متنبی نے جب پہلا قصیدہ پڑھا تو عضدالدولہ نے عود و عنبر و مُشک، قیمتی ریشمی چادریں، مشکی گھوڑا، تقریباً پانچسو دینار کا ایک عمامہ اور ایک ہندی قیمتی تلوار جس کا پرتلہ اور دستہ سونے سے مرصع تھا، قصیدہ کے صلہ میں بھیجا۔

یتیمۃ الدہر میں ہے کہ متنبی کو انعام میں دو لاکھ دراہم سے زیادہ مالیت کا سامان اور رقم ملی۔ پھر جب متنبی رخصت ہونے لگا تو وہ قیمتی سامان سے لدے ہوئے دو چھکڑے، زر و جواہر اور خلعتِ فاخرہ سے پھر سرفراز کیا گیا۔ ان صلات و جوائز کے متعلق جب اُس سے دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا:۔

مَا خَدَعَتْ عَيْنَايَ قَلْبِيْ كَالْيَوْمِ — میری آنکھوں نے آج کی طرح میرے دل کو کبھی خوش نہیں کیا۔

متنبی کے دورِ شاعری میں کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا جس میں اُس نے اس کثرت سے شعر کہے ہوں جتنے کہ ان تین مہینوں میں اُس نے کہے اور تعجب یہ ہے کہ اِس زمانہ میں اُس نے جو کچھ کہا، خوب کہا، پھر یہ نشاط انگیز زمانہ اِس وجہ سے ممتاز نہ تھا کہ یہ کوئی بہار کا موسم تھا بلکہ اس کو اگر کوئی امتیازی شان حاصل تھی تو اس وجہ سے کہ اس عرصہ میں متنبی نے اپنا سارا زورِ قلم فنونِ شاعری پر صرف کیا اور مدح، وصف، ادب، سیاست، رَثار اور طرد وغیرہ تمام فنونِ شاعری اس کا موضوعِ سخن بنے رہے۔ عضدالدولہ کے پاس ان تین مہینوں میں اُس کی شاعری کا مطمحِ نظر محض سیاسی نہیں تھا جیسا کہ سیف الدولہ اور کافور اخشیدی کے زمانہ میں رہا تھا بلکہ اب اس کا مطمحِ نظر صرف شاعری اور فنونِ شاعری تھا اور بس۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا دل اب پھر نئی اُمیدوں کا مرکز بن چکا تھا۔ اور وہ یہ سمجھنے لگا تھا کہ آخر وہ آرزو اب پُوری ہو کر رہے گی، جس میں اُسے کافور کے پاس ناکامی ہوئی تھی۔ عضدالدولہ کے پاس پہنچنے کے بعد وہ سمجھتا تھا کہ اب وہ امیرِ شام اور امیرِ مصر کا نہیں بلکہ "شاہِ مشرق" کا شاعر بن گیا ہے، اور اب اُس کی آواز مشرق سے مغرب تک تمام بلادِ اسلامیہ میں پھیل جائے گی۔ اِس اُمید نے متنبی کی شاعری میں پھر ایک نئی اُمنگ اور نشاط انگیز ولولہ پیدا کر دیا اور اس انقباض کو دُور کر دیا

Marfat.com

جو اس سے پہلے ابن العمید کے یہاں وہ محسوس کر رہا تھا۔

اب وہ شیراز کے ایک عجمی بادشاہ کی شان میں مدح سرا ہونے کے باوجود آزادی سے اپنی عربیّت کا راگ الاپ رہا ہے اور سرزمینِ ایران کی "شعب بوّان" جو دُنیا کی جنتوں میں سے ایک جنّت خیال کی جاتی ہے، کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے "غوطۂ دمشق" اور "وادیٔ شام" کے مرغزاروں کا بھی تذکرہ کرتا ہے بلکہ اُس کو "شعب بوّان" پر ترجیح دیتا ہے۔ قصیدہ بہت طویل ہے اور اس لائق ہے کہ سارے کا سارا نقل کر دیا جائے لیکن خوفِ طوالت کی وجہ سے چند شعر درج ذیل ہیں۔ دیکھیے وہ کیسے موسیقی سے بھرے ہوئے بلیغ انداز میں "شعب بوّان" کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ وہ کہتا ہے[1]

مَغَانِي الشِّعْبِ طِيبًا فِي الْمَغَانِي ... بِمَنْزِلَةِ الرَّبِيعِ مِنَ الزَّمَنِ
غَدَوْنَا تَنْفُضُ الْأَغْصَانُ فِيهَا ... عَلَى أَعْرَافِهَا مِثْلَ الْجُمَانِ
فَسِرْتُ وَقَدْ حَجَبْنَ الْحَرَّ عَنِّي ... وَجِئْنَ مِنَ الضِّيَاءِ بِمَا كَفَانِي
وَأَلْقَى الشَّرْقُ مِنْهَا فِي ثِيَابِي ... دَنَانِيرًا تَفِرُّ مِنَ الْبَنَانِ
لَهَا ثَمَرٌ تُشِيرُ إِلَيْكَ مِنْهُ ... بِأَشْرِبَةٍ وَقَفْنَ بِلَا أَوَانِ
وَأَمْوَاهٌ تَصِلُّ بِهَا حَصَاهَا ... صَلِيلَ الْحَلْيِ فِي أَيْدِي الْغَوَانِي
وَلَوْ كَانَتْ دِمَشْقَ ثَنَى عِنَانِي ... لَبِيقُ الثُّرْدِ صِينِيُّ الْجِفَانِ

---

[1] "شعب بوّان" خوبی اور دل کشی میں بہ اعتبار دوسرے منازل کے ایسے ہیں جیسے موسمِ بہار اپنی دل فریبی میں دوسرے زمانوں پر فضیلت رکھتا ہے۔ (۲) ہم اُس میں صبح اس طرح کرتے ہیں کہ درختوں کی ٹہنیاں گھوڑوں کے ایال پر موتی کے دانے جیسے شبنم کے قطرے گراتی رہتی ہیں۔ (۳) میں اُن ٹہنیوں کے زیرِ سایہ اس طرح چلا کہ وہ مجھے گرمی کی شدت سے بچاتی تھیں اور اتنی روشنی مجھکو دیتی تھیں جو میرے راستہ چلنے کے لئے کافی تھی (۴) اور آفتاب کی شعاعیں میرے کپڑوں پر ایسے دینار بکھیر رہی تھیں جو اُنگلی لگانے سے بھاگتے ہیں۔ (۵) اُن درختوں میں ایسے پھل لگے ہوئے ہیں جو رس اور شربت سے بھرے ہوئے ہیں اور جو بغیر کسی ظرف کے اُس میں قائم ہیں یعنی اُن پھلوں کے چھلکے اتنے باریک ہیں کہ دور سے اس میں رس بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ (۶) اس شعب بوّان میں جگہ جگہ اس تیزی سے پانی گرتا ہے کہ اُن کے نیچے پڑی ہوئی کنکریاں ایسے دل کش طریقہ پر کھنکھناتی ہیں جیسے خوب صورت عورتوں کی کلائیوں کے زیور حسین چھناتے ہیں۔ (۷) کاش یہ تفریح گاہ دمشق میں ہوتی اور کوئی سخی شخص میرے گھوڑے کی لگام کو اپنی طرف موڑ لیتا۔ جس کے بڑے بڑے چینی کے پیالے ثرید سے بھرے ہوئے ہوتے۔ (اعظمی)

Marfat.com

مَنَازِلُ لَمْ يَزَلْ مِنْهَا خَيَالٌ ۔۔۔ يُشَيِّعُنِىْ إِلَى النَّوْبَنْذَجَانِ
إِذَا غَنَّى الحَمَامُ الوُرْقُ فِيْهَا ۔۔۔ أَجَابَتْهُ أَغَانِىُّ القِيَانِ
وَمَنْ بِالشِّعْبِ أَحْوَجُ مِنْ حَمَامٍ ۔۔۔ إِذَا غَنَّى وَنَاحَ إِلَى البَيَانِ
يَقُوْلُ بِشِعْبِ بَوَّانٍ حِصَانِىْ ۔۔۔ أَعَنْ هٰذَا يُسَارُ إِلَى الطِّعَانِ
فَقُلْتُ إِذَا رَأَيْتَ أَبَا شُجَاعٍ ۔۔۔ سَلَوْتَ عَنِ العِبَادِ وَذَا المَكَانِ

فَإِنَّ النَّاسَ وَالدُّنْيَا طَرِيْقٌ
إِلَى مَنْ مَالَهُ فِى النَّاسِ ثَانِى

ایک دوسرے قصیدہ کے چند اشعار اور ملاحظہ ہوں۔ جس میں متنبی، عضد الدولہ کے مقابلہ میں "وَہْشُوذَان" کی شکست کا ذکر کرتا ہے، اور عضد الدولہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ وہشوذان کی تونے خوب ہی دُرگت بنائی، لیکن تجھ سے زیادہ خود اس کی بدعقلی نے اس کو نقصان پہنچایا وہ شروع ہی میں جنگ کے لئے آمادہ ہوگیا حالانکہ جنگ بدرجۂ مجبوری ہوا کرتی ہے۔ اگر وہ بجائے جنگ کے صرف اُمید کے ہتھیار سے مسلح ہو کر تیری بارگاہ میں بحیثیت ایک سائل کے حاضر ہوتا تو یقیناً کامیاب لوٹتا۔ جو تجھ سے لڑنا چاہتا ہے، زمانہ اُس سے لڑتا ہے، خواہ وہ سردار ہو یا رعایا، حاکم ہو یا محکوم۔

متنبی، امام التشبیب والنسیب مانا جاتا ہے، اس قصیدہ کے شروع میں تشبیب کے اشعار اس قدر عمدہ ہیں کہ ان کو نقل نہ کرنا بڑا ظلم ہوگا۔ اب تک میں خوفِ طوالت کی وجہ سے ان سے

ل۵ (۱) یہ (منازل غوطۂ دمشق) ایسے مقامات ہیں جن کا خیال میرے دل سے دُور نہیں ہوتا حتی کہ اُن کا خیال نوبنذجان تک میرے ساتھ ساتھ رہا۔ (۲) یہ ایسے منازل ہیں کہ اُس میں جب کوئی خاکستری رنگ کی کبوتری گاتی ہے تو گانے والی خوبصورت دوشیزائیں اُن کو جواب دیتی ہیں۔ (۳) ایرانی جو شعب بوان میں رہتے ہیں کبوتری سے زیادہ گفتگو اور تکلم کے محتاج ہیں جب وہ گائے یا نالہ وزاری کرے۔ یعنی اجنبی ہونے کی وجہ سے اُن سے باتیں کرنا مشکل ہے۔ (۴) شعب بوان پہنچنے پر میرا گھوڑا کہتا ہے کہ کیا ایسی دلکش سیرگاہ سے نیزے بازی کے لئے کوچ کیا جا سکتا ہے۔ (۵) میں نے اُس سے کہا کہ جب تو اُبو شجاع عضد الدولہ کو دیکھے گا تو سب لوگوں کو اور اس دلکش جگہ کو بھول جائیگا۔ (۶) بیشک انسان اور دنیا کی تمام چیزیں اُس شخص تک پہونچنے کا ذریعہ ہیں جس کا ثانی دنیا میں نہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

گریز کرتا رہا اور ہر موقع پر قصیدہ میں سے صرف متعلقہ اُمور کے اشعار انتخاب کرکے پیش کرتا رہا ہوں یہاں عضدالدولہ کی تعریف کے ساتھ ساتھ چند شعر تشبیب کے بھی ملاحظہ ہوں، اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس باب میں متنبی کا مرتبہ کتنا بلند ہے۔ وہ کہتا ہے:-

أَزَائِرٌ يَا خَيَالُ أَمْ عَائِدْ　　　أَمْ عِنْدَ مَوْلَاكَ أَنَّنِي رَاقِدْ
عُدْ وَأَعِدْهَا فَحَبَّذَا تَلَفٌ　　　أَلْصَقَ ثَدْيِي بِثَدْيِكَ النَّاهِدْ
وَجُدْتَ فِيهِ بِمَا يَشِحُّ بِهِ　　　مِنَ الشَّتِيتِ الْمُؤَشَّرِ الْبَارِدْ
طَالَ بُكَائِي عَلَى تَذَكُّرِهَا　　　وَطُلْتَ حَتَّى كِلَاكُمَا وَاحِدْ
مَا بَالُ هٰذِي النُّجُومِ حَائِرَةً　　　كَأَنَّهَا الْعُمْيُ مَا لَهَا قَائِدْ
أَوْ عُصْبَةٌ مِنْ مُلُوكِ نَاحِيَةٍ　　　أَبُو شُجَاعٍ عَلَيْهِمُ وَاجِدْ
إِنْ هَرَبُوا أُدْرِكُوا وَإِنْ وَقَفُوا　　　خَشُوا ذَهَابَ الطَّرِيفِ وَالتَّالِدْ
فَهُمْ يُرَجُّونَ عَفْوَ مُقْتَدِرٍ　　　مُبَارَكِ الْوَجْهِ جَائِدٍ مَاجِدْ
يَا عَضُدًا رَبُّهُ بِهِ الْعَاضِدْ　　　وَسَارِيًا يَبْعَثُ الْقَطَا الْهَاجِدْ
وَمُمْطِرَ الْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ مَعًا　　　وَأَنْتَ لَا بَارِقٌ وَلَا رَاعِدْ

سلہ (۱) اے خیالِ محبوبہ! کیا تو مجھ سے ملنے آیا ہے یا میری عیادت کرنے آیا ہے، کیا تیری آقا یہ سمجھتی ہے کہ میں سو رہا ہوں۔ (۲) تو پھر آ، اور محبوبہ کی طاری کی ہوئی غشی کو بھی لوٹا لا۔ اس لئے کہ وہ ہلاکت بہت ہی عمدہ ہے جو میری چھاتی کو محبوبہ کے اُبھرے ہوئے پستانوں سے ملا دے۔ (۳) اے خیال! تو نے محبوبہ کے نکھرے ہوئے صاف و شفاف، ٹھنڈے اور شیریں دانتوں کا بوسہ دلوا کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے (۴) محبوبہ کی یاد میں میری آہ و زاری دراز ہو گئی ہے، اور اے شبِ فراق تو بھی طویل ہو گئی ہے، گویا تم دونوں درازی میں ایک ہی سے معلوم ہوتے ہو۔ (۵) ان حیران اور ششدر ستاروں کا کیا حال ہے جو اپنی جگہ سے کھسکتے ہی نہیں گویا وہ اندھے ہیں جن کا ہاتھ پکڑ کر کوئی لے جانے والا نہیں ہے۔ (۶) یا وہ قرب و جوار کے بادشاہوں کی ایک جماعت ہے جن پر ابو شجاع عضدالدولہ ناراض ہے اور وہ خوف زدہ اور حیران کھڑے ہیں۔ (۷) اب ان کی حالت یہ ہے کہ اگر بھاگیں تو پکڑے جاویں اور کھڑے رہیں تو اُن کو ڈر ہے کہ اُن کا ذاتی کمایا ہوا اور موروثی مال جاتا رہے گا۔ (۸) اس لئے وہ ایک ایسے شریف صاحبِ اقتدار شخص سے معافی کی اُمید لگائے ہوئے کھڑے ہیں جو مبارک رُو، سخی اور صاحبِ مجد ہے۔ (۹) اے خلیفہ کے قوتِ بازو جس کے ذریعہ سے خدا دینِ اسلام کی اعانت فرماتا ہے اور اے راتوں رات کوچ کرنے والے جو سوتے ہوئے قطا کو اُڑا دیتا ہے۔ (۱۰) اور اے دشمن اور دوست پر بیک وقت موت اور زندگی برسانے والے حالانکہ نہ تو کڑکنے والی بجلی ہے نہ گرجنے والا ابر۔ (اعظمی)

Marfat.com

نِلْتَ وَمَا نِلْتَ مِنْ مَضَرَّةِ وَهْشُوْ ـ ذَانِ مَا نَالَ رَأْيُهُ الْفَاسِد[1]
يُقَارِعُ الدَّهْرُ مَنْ يُقَارِعُكُمْ عَلٰى مَكَانِ الْمَسُوْدِ وَالسَّائِد
لَيْتَ ثَنَائِي الَّذِي أَصُوْغُ فِدًى مَنْ صِيْغَ فِيْهِ فَإِنَّهُ خَالِد
لَوَيْتُهُ دُمْلُجًا عَلٰى عَضُدٍ
لِدَوْلَةٍ رُكْنُهَا لَهُ وَالِد

عضدالدولہ کے پاس آکر متنبی کی شاعری میں آزادی اور نشاط کی جو لہر آگئی تھی، وہ اس حد تک آگے بڑھی کہ اب نہ وہ اُصولِ لغت اور قواعدِ نحو کی پرواہ کرتا ہے۔ نہ قوانینِ علم عروض و قوافی کو کچھ اہمیت دیتا ہے، اب نہ وہ دوسرے شعراء کی طرح قصیدہ میں بار بار تصریع سے پرہیز کرتا ہے، نہ غیر مانوس ترکیب اور تعقید الفاظ سے اجتناب کرتا ہے۔ اب وہ اپنے کو اس قاعدہ کا بھی پابند نہیں سمجھتا کہ مُنادیٰ اگر اسم نکرہ ہو تو منصوب ہوگا، دیکھیے مذکورۂ بالا قصیدہ کے مطلع میں "یا خیالُ" بجائے منصوب کے مرفوع نظم کرتا ہے۔

فنِ شاعری کا یہ ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے کہ شعر میں مقصود بالذات معانی ہیں یا الفاظ؟ اور معانی آفرینی اصل شاعری ہے یا زبان و بیان کا اُسلوبِ قدیم؟ متنبی جدّتِ ادا اور اختراعِ معانی کو "جانِ شاعری" سمجھتا ہے۔ وہ تخیل کی بلند پروازی کے مقابلہ میں الفاظ اور تحسینِ لفظی کے اصول و قواعد کی قطعی پرواہ نہیں کرتا۔ متنبی کی اس جدّت پسندی نے عربی شاعری میں ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا اور ایک طرزِ جدید کی بنیاد ڈال دی۔ وَسَیَاتِی تفصِیلُہٗ۔

دورِ حیات کے آخری قصیدہ کے چند شعر اور ملاحظہ ہوں جو متنبی نے عضدالدولہ سے

لہ (۱) تو نے وہشوذان کو کافی نقصان پہنچایا لیکن نہ اتنا، جتنا خود اُس کی غلط رائے نے اُس کو پہنچایا ہے۔ (۲) زمانہ اس سے لڑے گا جو تجھ سے لڑے گا خواہ وہ سردار ہو جس کے لوگ تابع ہوتے ہیں یا وہ خود کسی کا تابع فرمان ہو۔ (۳) کاش! میری وہ تعریف جو میں پیش کر رہا ہوں، اُس ذات پر قربان ہو جائے جس کے لئے وہ ڈھالی جا رہی ہے، اور چونکہ وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس لئے کاش یہ تعریف بھی شہرتِ دوام حاصل کر لے۔ (۴) میں نے اپنے مدحیہ اشعار کا بازو بند بنا کر ایسی سلطنت کے بازو پر باندھا ہے جس کا رُکن اس کا باپ (رکن الدولہ) ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

رخصت ہوتے وقت اوائل شعبان ۳۵۴ھ میں کہے تھے، یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس قصیدہ میں اس کی زبان سے بغیر کسی ارادہ کے کئی شعر ایسے نکل گئے ہیں جو بدفالی اور بدشگونی کے سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً یہ عہد کرتے ہوئے کہ وہ عضدالدولہ کے پاس پھر واپس آجائے گا۔ متنبی کہتا ہے "تیرے پاس واپس آنے کا شوق، فراق سے پہلے ہی تلوار کا کام کر رہا ہے۔ میں اس شمشیر فراق سے ابھی مارا نہیں گیا ہوں پھر بھی اُس نے ابھی سے مجھے قتل کر دیا ہے۔ جیسے ہی رخصت کا وقت آیا میرے دل نے مجھ سے کہا کہ خاموش رہ۔ خدا کرے تیرا یہ منہ جس سے تو رخصت کا لفظ بولنا چاہتا ہے تیرا ساتھ نہ دے، یعنی تجھکو قدرتِ گویائی حاصل نہ رہے۔ تاکہ تو رخصت کا لفظ بول سکے۔ اگر میرا واپسی کا ارادہ قطعی نہ ہوتا تو میں اپنے دل سے کہتا کہ خدا کرے تجھے اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو۔ اے دل! تو نے ایک بیماری سے دوسری بیماری میں مبتلا ہو کر شفا حاصل کی، حالانکہ جس چیز نے تجھکو پھر بیمار بنا دیا ہے وہ اس بیماری سے زیادہ قاتل ہے جس سے تجھکو شفا ہو گئی ہے۔ یعنی عضدالدولہ کی جدائی، اہل وعیال کی جدائی سے زیادہ قاتل ہے" یہ بدفالی کی باتیں ہیں جو بلا ارادہ اُس کی زبان سے نکل گئی ہیں وہ کہتا ہے:۔

وَهٰذَا الشَّوْقُ قَبْلَ الْبَيْنِ سَيْفٌ ۔۔۔ وَهَا أَنَا مَا ضُرِبْتُ وَقَدْ أَحَاكَا

إِذَا التَّوْدِيعُ أَعْرَضَ قَالَ قَلْبِي ۔۔۔ عَلَيْكَ الصَّمْتَ لَا صَاحَبْتَ فَاكَا

وَلَوْلَا أَنَّ أَكْثَرَ مَا تَمَنَّى ۔۔۔ مُعَاوَدَةٌ لَقُلْتُ وَلَا مُنَاكَا

إِذَا اسْتَشْفَيْتَ مِنْ دَاءٍ بِدَاءٍ
فَأَقْتَلُ مَا أَعَلَّكَ مَا شَفَاكَا

پھر آگے چل کر شوقِ واپسی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہتا ہے "اے دوریٔ وطن! تو میری سواریوں کے سامنے سے ہٹ جا، اس لئے کہ وہ اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے تجھ سے اس طرح تیزی سے گذر جائیں گی جیسے تیر شکم اور احشاء کو چیر کر پار ہو جاتا ہے۔ یعنی میری سواریاں بڑی تیز رفتار ہیں، میں چاہتا ہوں کہ جلد واپس آجاؤں اور بُعدِ وطن اس میں حائل نہ ہو۔ پھر کہتا ہے اے وطن جانے والے راستے! تیرا جو جی چاہے کر، مجھے جلد واپس آنا ہے، چاہے تو اذیت پہنچائے، نجات دلائے یا مجھے ہلاک کرے۔ مجھے تیری کچھ پرواہ نہیں" یہ بھی سخت بدشگونی کی بات ہے۔

وہ کہتا ہے:۔

فَزُلْ یَا بُعْدُ عَنْ أَیْدِیْ رِکَابٍ ۔۔۔ لَهَا وَقْعُ الْأَسِنَّةِ فِیْ حَشَاکَا

وَأَنَّیْ شِئْتِ یَا طُرُقِیْ فَکُوْنِیْ ۔۔۔ أَذَاةً أَوْ نَجَاةً أَوْ هَلَاکَا

پھر آخر میں وہ کہتا ہے "جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں تو مجھے تیرا کوئی بدل نہیں مل سکتا۔ میں کس کو تیرے عوض اپنا دوست بناؤں؟ تیرے علاوہ سب دوستی میں جھوٹے ثابت ہوچکے ہیں۔ میرا وطن جاکر واپس آنا اُس تیر کی طرح ہے جو فضا میں چلایا جائے، اور اپنی غایت پر پہنچکر بغیر رُکے فوراً لوٹ آئے۔ یعنی میں وطن پہنچتے ہی فوراً واپس آؤں گا۔ پھر متنبی حسرت و یاس میں ڈوبا ہوا زندگی کا بالکل آخری شعر کہتا ہے جس کے بعد اُس نے پھر کوئی شعر نہیں کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہاتفِ غیبی کی زبان میں اپنی خبرِ مرگ سُنا رہا ہے۔ وہ کہتا ہے: "مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ وہ مجھے اس حال میں دیکھے کہ میں تیرے گھر اور تیری محبت سے مفارقت اختیاً کر رہا ہوں" دیکھیئے وہ کہتا ہے:۔

وَمَنِ اعْتَاضَ مِنْكَ إِذَا افْتَرَقْنَا ۔۔۔ وَکُلُّ النَّاسِ زُوْرٌ مَا خَلَاکَا

وَمَا أَنَا غَیْرُ سَهْمٍ فِیْ هَوَاءٍ ۔۔۔ یَعُوْدُ وَلَمْ یَجِدْ فِیْهِ امْتِسَاکَا

حَیِیٌّ مِنْ إِلٰهِیْ أَنْ یَرَانِیْ

وَقَدْ فَارَقْتُ دَارَكَ وَاصْطَفَاکَا

افسوس ہے کہ عضد الدولہ نے نہ متنبی کو شیراز[1] میں رُکنے پر مجبور کیا نہ اُس کے بحفاظت عراق پہنچنے کا کوئی انتظام کیا۔ تین مہینہ کے بعد متنبی یہ عہد کرکے کہ وہ جلد پھر اس کے پاس واپس آجائے گا، ۸ شعبان ۳۵۴ھ کو عراق لوٹ پڑا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وعدہ میں جھوٹا نہیں تھا، اُس کا دوبارہ آنے کا ارادہ یقیناً ہوگا۔ غالباً اب وہ معزّ الدولہ سے ملنا چاہتا تھا۔ اِس لئے عراق روانہ ہوگیا۔ وہ رمضان ۳۵۴ھ میں شہر واسط پہنچا اور اپنے دوست اُبو نصر محمد جبلی کے پاس ٹھہر گیا۔

---

[1] وفیات الاعیان اور الصبح المنبی (باب وصف عضد الدولہ) ۱۲ منہ

Marfat.com

مَقتَلُ

متنبی جب شہر واسط سے روانہ ہوا تو بدویوں کی ایک جماعت نے فَاتِک بن ابی الجہل اسدی کی سرکردگی میں "دَیرُ العَاقُول" کے نزدیک اُس پر حملہ کردیا اور اُس کو، اُس کے بیٹے محمد اور اُس کے غلاموں کو قتل کردیا، اور اس کا سارا مال ومتاع لوٹ لیا۔ اس سے پہلے متنبی فاتک کے بھانجے "ضبّہ" کی بہت بیہودہ انداز میں ہجو کرچکا تھا، جسے سُن کر اُس کو بڑا غصّہ تھا۔ اس کینہ کو وہ سینہ میں دبائے ہوئے تھا اور اس کی گھات میں تھا۔ موقع ملتے ہی وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اُس پر ٹوٹ پڑا۔ متنبی[51] اور اُس کے ساتھی بہت بہادری سے لڑے۔ لیکن فاتک کے ساتھیوں کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اِس لئے سب کے سب مارے گئے۔

فاتک بن ابی الجہل کے ساتھیوں کی تعداد بعض لوگوں نے بیس[20] بتائی ہے مگر عبداللہ الکاتب النّصیبی نے متنبی کے مرثیہ میں اُس کے ساتھیوں کی تعداد ستّر بتائی ہے اور متنبی کے رفقاء کی کل چھ[6]۔ "کتاب العمدہ" میں علامہ ابن[52] رشیق قیروانی نے لکھا ہے کہ متنبی نے اپنے کو مغلوب ہوتے ہوئے دیکھکر بھاگنا چاہا۔ لیکن اُس کے غلام "مُفلِح" نے کہا: تمھیں بھاگنا نہیں چاہیے، تمھارا خود قول ہے:

اَلخَیلُ[53] وَاللَّیلُ وَالبَیدَاءُ تَعرِفُنِی
وَالسَّیفُ وَالرُّمحُ وَالقِرطَاسُ وَالقَلَمُ

---

[51] خزانۃ الادب جلد اول ص۳۸۱ و تاریخ بغداد جلد چہارم ص۱۰۵ ۔ ۱۲ منہ

[52] کتاب العمدہ (باب منافع الشعر ومضارہ) ص۵۹ ۔ ۱۲ منہ

[53] میں صاحب سیف وقلم ہوں، مجھے گھوڑے، رات اور جنگل خوب پہچانتے ہیں، مجھے تلوار، نیزہ اور کاغذ وقلم اچھی طرح جانتے ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

یہ سن کر متنبی پلٹ پڑا اور مارا گیا۔ یہ واقعہ "علی بن حمزہ بصری" کی روایت کے مطابق چہار شنبہ ۲۸۔ رمضان ۳۵۴ھ کا ہے۔ "ابن جنی" کی روایت چہارشنبہ ۱۹۔ رمضان اور "ابوالعلاء المعری" کی روایت دوشنبہ ۲۴۔ رمضان کی ہے، لیکن عام طور پر علی بن حمزہ بصری کی روایت کو زیادہ صحیح سمجھا جاتا ہے۔

متنبی کے قتل کے متعلق کچھ اور بھی روایتیں ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیراز سے عراق لوٹتے وقت راستہ میں کچھ ڈاکوؤں سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی تھی۔ انھوں نے متنبی سے پچاس درہم کا مطالبہ کیا جس کے دینے سے اس نے اپنی روایتی بخالت اور تکبر کی وجہ سے انکار کر دیا۔ بالآخر جنگ ہوئی اور وہ مارا گیا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حادثہ عضدالدولہ کے ایماء سے ہوا، اور وہ اس طرح کہ متنبی کی روانگی کے وقت عضدالدولہ نے تین ہزار دینار نقد، تین زین وغیرہ سے آراستہ گھوڑے اور ایک شاہی خلعت اس کو عطا فرمائی۔ جس پر کسی درباری نے اس سے طنزاً کہا: "اس بخشش کے مقابلہ میں سیف الدولہ کی بخشش کیا حیثیت رکھتی ہے۔" متنبی تڑک کر بولا:-

هٰذَا جَزْلٌ إِلَّا أَنَّ عَطَاءَهُ مُتَكَلَّفٌ — بے شک یہ بڑی بخشش ہے لیکن پر تصنع ہے، سیف الدولہ
وَسَيْفُ الدَّوْلَةِ كَانَ يُعْطِي طَبْعًا۔ — فطرۃً سخی ہے، وہ جو کچھ دیتا ہے دل سے دیتا ہے۔

یہ سن کر عضدالدولہ کو بڑا غصہ آیا اور جب متنبی شیراز سے روانہ ہوا تو اس نے پیچھے پیچھے بنوضبہ کو لگا دیا، جنھوں نے فارس کی حدودِ سلطنت سے باہر نکلتے ہی اس کو اور اس کے رفقاء کو قتل کر دیا۔

لیکن یہ تمام روایات غلط ہیں۔ علامہ بدیعی نے اپنی کتاب "الصبح المنبی" میں مقتل [illegible] عنوان کے تحت اس واقعہ کی ساری تفصیلات ابونصر محمد الجبلی کی زبانی جو جائے حادثہ کا ایک ذی علم اور صاحب بصیرت ادیب تھا، نقل کی ہیں۔ اور اس کے قتل کی وجہ محض فاتک بن ابوجہل کے بھانجہ ضبہ کی ہتک آمیز ہجو کو قرار دیا ہے۔

---

۵۱ الصبح المنبی ص ۹۹ ۱۲ منہ
۵۲ الصبح المنبی ص ۲۲۸ - ۲۳۹ - ۱۲ منہ

Marfat.com

قصّہ دراصل یہ ہے کہ ایک لڑائی میں عراق کے کچھ لوگوں نے ضبّہ کے باپ یزید العتبی کو قتل کر دیا اور اُس کی ماں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ اُس وقت سے ضبّہ عراقیوں کی تاک میں رہتا تھا، جب کوئی عراقی اُدھر سے گذرتا تو وہ اُس کے ساتھ بڑی بدسلوکی سے پیش آتا تھا۔ ایک مرتبہ متنبی اور اُس کے ساتھ کچھ کوفہ کے اشراف ضبّہ کے قبیلہ کے پاس سے گذرے۔ ضبّہ حسب عادت اُن کے ساتھ بڑی بدسلوکی سے پیش آیا اور اُنھیں فحش گالیاں دیں۔ اُنھوں نے متنبی سے درخواست کی کہ وہ اُس کی گالیوں کے جواب میں ویسے ہی فحش لفظوں میں اُس کی ہجو کہدے۔ متنبی ایک مہذّب انسان تھا پھر بھی اُس نے اپنی طبیعت پر جبر کر کے ضَبّہ کی بہت ہی فحش اور ہتک آمیز ہجو کہہ ڈالی۔ مطلع ہے:۔

مَآ أنصَفَ القَوْمُ ضَبَّہ
وَأُمَّـہُ الطُّرْطُبَّـہ

اِس میں شک نہیں کہ متنبی کے دیوان میں اس سے زیادہ بیہودہ، رُسوا کن اور لغو کوئی کلام نہیں جس میں وہ کہتا ہے کہ "قوم نے ضبّہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا، جس کی ماں ڈھیلی چھاتیوں والی ہے۔ لوگوں نے اُس کے باپ کے سر کو کاٹ کر پھینک دیا اور اُس کی ماں پر زبردستی چڑھ بیٹھے، اس کے لئے یہ شرم کی بات نہیں کہ اُس کی ماں قحبہ ہے، کُتّے پر یہ بات گراں نہیں گذرتی کہ وہ کتیا کا بیٹا ہے۔ اُس کی ماں بڑی سستی ہے جو ایک دانے کے عوض ہزار بار جماع کراتی ہے۔ خود اُس کو علّتِ اُبنہ کی شکایت ہے۔ جس طرح ایک بیمار کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اُس کا طبیب اُس سے ملتا رہے، اسی طرح لوطی اگر اُس کے پاس آتے رہیں تو اُس کو کچھ اعتراض نہیں"۔ وغیرہ وغیرہ۔

اُبونصر محمد حبلی کا بیان ہے کہ "فاتک میرے دوستوں میں سے تھا، جب سے اُس نے یہ رکیک اور بیہودہ اشعار سُنے تھے، وہ اور اُس کے بنی اعمام متنبی کی گھات میں لگے ہوئے تھے۔ وہ ہر آنے جانے والے سے متنبی کا حال پوچھتے رہتے تھے۔ وہ کبھی کبھی میرے پاس بھی آتا رہتا تھا اور پوچھتا رہتا تھا کہ متنبی کہاں ہے اور کدھر سے گذرے گا؟ ایک مرتبہ

سلہ قوم نے ضبّہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا، نہ اُس کی ماں کے ساتھ جو کہ ڈھیلی پستانوں والی ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

مَیں نے اس سے کہا " تم متنبی کے بارے میں کیوں پوچھتے رہتے ہو؟" اُس نے کہا اگر کہیں میرا اُس کا سامنا ہوگیا تو مَیں اُس کا خون بہائے بغیر نہ چھوڑوں گا۔" میں نے اُسے سمجھایا کہ تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے، شعراء ایسا ہی کرتے رہتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں میں ایسے بہت سے شعراء گذرے ہیں جو بادشاہوں اور خلفاء کی ہجویں کرتے رہے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی شاعر کسی کی محض ہجو کی وجہ سے قتل کردیا گیا ہو۔ دیکھو کسی کا شعر ہے:۔

هَجَوْتُ زُهَيْرًا ثُمَّ إِنِّي مَدَحْتُهُ ؎
وَمَا زَالَتِ الْأَشْرَافُ تُهْجَى وَتُمْدَحُ

یہ سُن کر فاتک کہنے لگا کہ خدا جو چاہے گا وہی ہوگا اور وہ چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد تین روز کے اندر متنبی مع ساز و سامان اِدھر سے گذرا۔ مَیں اُس سے ملا اور اُس کو اپنے گھر لے آیا۔ میں اس سے اس کے حالات پوچھتا رہا۔ وہ ابنُ العمید کے تبحرِ علمی اور عضدالدولہ کے جود و کرم کی تعریفیں کرتا رہا۔ جب شام ہوئی اور اُس نے کُوچ کا ارادہ کیا تو میں نے فاتک بن ابی الجہل کا سارا قصّہ اُسے بتایا اور کہا کہ کچھ آدمیوں کو اپنے ساتھ لے لو جو اُس طرف کے خطرناک راستوں سے واقف ہوں۔ متنبی کے غلام نے بھی اس خیال کی تائید کی۔ مگر متنبی اس پر راضی نہ ہوا۔ اُس نے کہا " سوائے تلوار کے مجھے راستہ کے کسی نگہبان کی ضرورت نہیں۔ پھر سوار ہوا اور اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔ یہ میری اُس کی آخری ملاقات تھی۔ پھر جب مجھے اُس کے قتل کی خبر ملی تو میں نے جاکر اُس کو اور اُس کے بیٹے اور غلاموں کو دفن کیا، افسوس ہے وہ ذات جس نے سیادت و ولایت حاصل کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی، ناکام و نامراد دُنیا سے اُٹھ گئی۔ اور اپنی نامرادی میں ہزارہا عبرتیں دنیا کے لئے چھوڑ گئی جس کو زمانہ ہمیشہ یاد رکھے گا۔"

خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ شخص جس کے نغمات سے فضائے عالم گونج اُٹھے، تنہا وادیِ غربت میں اس طرح اُس کی آواز گُم ہوکر رہ جائے کہ کوئی اُس پر دو آنسو بھی بہانے والا نہ ہو۔

؎ میں نے زُہیر کی مذمت کی پھر اس کی تعریف کی، سرداروں کی اسی طرح کبھی ہجو کی جاتی ہے اور کبھی مدح۔
(اعظمی)

Marfat.com

متنبی کے قتل کے بعد بہت سے اُدبا و شعراء نے اُس کے بہت درد ناک مرثیے لکھے ہیں جن میں اَبُو القاسم مظفر بن علی الطبسی کا مرثیہ بہت مشہور ہے جو درج ذیل ہے:-

لَا رَعَى اللّٰهُ سِرْبَ هٰذَا الزَّمَانِ　　إِذْ دَهَانَا بِمِثْلِ ذَاكَ اللِّسَانِ
مَا رَأَى النَّاسُ ثَانِيَ الْمُتَنَبِّي　　أَيَّ ثَانٍ يُرَىٰ لِبِكْرِ الزَّمَانِ
كَانَ مِنْ نَفْسِهِ الْكَبِيرَةِ فِي جَيْـ　　ـشٍ وَفِي الْكِبْرِيَاءِ ذَا سُلْطَانِ
هُوَ فِي شِعْرِهِ نَبِيٌّ وَلٰكِنْ
ظَهَرَتْ مُعْجِزَاتُهُ فِي الْمَعَانِي

اِس کے علاوہ عبداللہ الکاتب النصیبی، ثابت اِبن ہارون الرَّقی النصرانی، اور اَبُو الفتح عثمان اِبن جنّی النحوی نے بھی بڑے پُر درد مرثیے لکھے ہیں۔ ثابت بن ہارون نے عضدالدّولہ کو فاتک بن ابی الجہل اَسَدی کے خلاف برانگیختہ بھی کیا تھا۔ کہ بنو اَسد سے متنبی کا قِصاص لیا جائے۔ لیکن عضدالدولہ نے اس پر ذرا بھی توجہ نہیں کی۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں کو شبہ ہے کہ یہ قتل خود عضدالدولہ کے ایماء سے ہوا تھا۔ ثابت اِبن ہارون اپنے مرثیہ میں عضدالدولہ کو مخاطب کرکے کہتا ہے:-

"یہی بنو اَسد ہیں جنھوں نے تیرے مہمان پر حملہ کرکے تیرے عطایا کو لوٹ لیا، جس کا وہ خوش قِسمتی سے مالک ہوگیا تھا۔ اے بلند رتبہ بادشاہ! متنبی تجھ سے پھر واپس آنے کا عہد کر گیا تھا۔ اِس ارادہ کی وجہ سے اُس کا تجھ پر حق ہے، تو اس عہد و پیمان کا خیال کر اور اپنے مہمان کا بنو اَسد سے قِصاص طلب کر۔ بے شک شریف آدمی عہد و پیمان کا

ﻟﮧ۵ (۱) خدا اس زمانہ کے لوگوں کی حفاظت نہ کرے جبکہ اُنھوں نے ہمارے اس شیریں زبان شاعر کو قتل کرکے ہم کو مصیبت میں مبتلا کردیا۔ (۲) لوگوں نے متنبی کا ثانی نہیں دیکھا، زمانہ جدید کا ایسا بے نظیر شاعر کہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ (۳) وہ لشکر میں ایک عظیم المرتبہ شخصیت کا مالک نظر آتا تھا اور عظمتِ شان اور بڑائی میں ایک بلند حوصلہ بادشاد معلوم ہوتا تھا۔ (۴) وہ شعرگوئی میں ایک معجز بیان نبی تھا۔ لیکن اُس کے معجزات نادر معانی اور بلند مطالب کی سحر بیانی میں ظاہر ہوئے۔ (اعظمی)

ﻋﮧ۵ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی ص ۱۰۰ (اعظمی)

Marfat.com

ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔" دیکھیے وہ کہتا ہے:۔

هٰذِي بَنُو أَسَدٍ بِضَيْفِكَ أَوْقَعَتْ وَحَوَتْ عَطَاكَ إِذْ حَوَاهُ الْفَرْقَدُ
وَلَهُ عَلَيْكَ بِقَصْدِهِ يَا ذَا الْعُلٰى حَقُّ التَّحَرُّمِ وَالذِّمَامِ الْأَوْكَدُ
فَارْعَ الذِّمَامَ وَكُنْ لِضَيْفِكَ طَالِبًا
إِنَّ الذِّمَامَ عَلَى الْكَرِيمِ مُؤَيَّدُ

اِنْتَهَى الْجُزْءُ الْأَوَّل

(و)

يَلِيهِ الْجُزْءُ الثَّانِي

بعون اللّٰه

ف الصبح المنبی ص ۱۰۱ - ۱۲ منہ

Marfat.com

ابو الطیب متنبی

حصۂ دوم

یعنی

عربی شاعری میں متنبی کا مقام، جس میں اُس کی خصوصیات، امتیازاتِ شاعری، محاسن و روائع، امثال و فرائد، متقدمین و متاخرین علماءِ ادب کی موافقت و مخالفت میں بے شمار تنقیدیں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ اسی کے ساتھ "دورِ قدیم" اور "دورِ جدید" کی عربی شاعری کا تذکرہ اور اُس پر مدلل بحث ہے۔

تالیف

پروفیسر سید جلیل الرحمن اعظمی

صدر شعبۂ عربی اسلامیہ کالج کراچی

Marfat.com

Marfat.com

وَبِهٖ نَسْتَعِيْن

شاعری میں متنبّی کا مُقام

وَمَا تَسَعُ الْأَزْمَانُ عِلْمِیْ بِأَمْرِهَا[1]
وَمَا تُحْسِنُ الْأَيَّامُ تَكْتُبُ مَا أُمْلِیْ

شعراءِ مُولّدین میں اُبُوتمّام، بُحتری، اور متنبّی، بڑے بلندپایہ اور نامور شعراء گذرے ہیں ان میں سے کس کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہے؟ اس بارے میں علماءِ ادب کی رائیں مختلف ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو متنبی کو اُبُو تمام اور بُحتری پر ترجیح دیتے ہیں، کچھ اُبو تمام کی فضیلت کے قائل ہیں، اور کچھ بُحتری کو ان دونوں پر فوقیت دیتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ یہ تینوں عربی شاعری کے قصرِ بلند کے ستون ہیں، یہی علم ادب کے [illegible] اور میدانِ نظم ونثر کے شہسوار ہیں۔ یہی اُصولِ ادب ہیں اور یہی فروعِ ادب [illegible] اس کے سرچشمہ ہیں اور یہی اُس کے معدن، علامہؒ ابن اثیرؒ نے اپنی کتاب "المثل السائر" میں لکھا ہے کہ یہ تینوں عربی شاعری کے "لات، عُزّٰی اور مَنَات" ہیں۔ اُن کے اشعار متاخرین کی تمام جدّت طرازیوں

---

[1] جتنا میں دنیا کا حال جانتا ہوں، زمانہ نہیں جان سکتا؛ نہ زمانہ حکمت و دانائی کی باتیں اس قدر اچھی لکھ سکتا ہے جتنی میں اس سے لکھوا سکتا ہوں۔ (اعظمی)

Marfat.com

پر مشتمل ہیں اور متقدمین کی فصاحت و بلاغت پر محیط۔
ابُو تمام خدائے معانی ہے، اُس نے نت نئے معانی اور امثال و حکم کے دریا اس طرح بہائے ہیں کہ دنیا اس کے نقش قدم پر چلنے کے لئے مجبور ہوگئی، وہ خود اپنے طرز کا تک تھا اُس نے کبھی کسی کی تقلید نہیں کی۔ ابُو عبادہ بُحتری مَعانی کو الفاظ میں سمُونے اور اُن کو اشعار کے قالب میں ڈھالنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ وہ عشقیہ شاعری اور تغزّل کا بادشاہ ہے۔ خود متنبّی سے ایک مرتبہ اس بارے میں پوچھا گیا تو اُس نے کہا: "أنا و أبُوالتمّام حکیمان والشاعِرُ البُحتری"
اُبوالطیّب متنبی جدّتِ ادا اور امثال و حِکم کا امام تھا خصوصاً وہ معرکہ ہائے جنگ کو اس طرح نئے انداز میں پیش کرتا ہے کہ اُس کے الفاظ میں بہادر اور نبرد آزما سُورماؤں کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ اُس کے اشعار پڑھتے پڑھتے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لڑائیاں ہو رہی ہیں، حملے کئے جا رہے ہیں، جنگ آزما بہادر، برق وش تلواروں اور گندمی نیزوں کے ساتھ شدید ضرب و پیکار میں مصروف ہیں۔ ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے کہ بلاغت کے لشکر اور زورِ بیان و فصاحت کے دستے، اشعار کی صفوں اور نظم کی لڑیوں میں منسلک ہو کر حُسنِ بیان کے لبوں سے دلوں کو موہ رہے ہیں اور عقلوں کو مدہوش بنا رہے ہیں۔
"شریف رضیؒ" نے اِن تینوں مایۂ ناز شعراء کے بارے میں بڑی صحیح بات کہی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اُبُو تمام خطیب ہے جس کے پُرشکوہ الفاظ کانوں پر ایسے اثر انداز ہوتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے ممدوح کا پُروقار نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ بُحتری حسینانِ نازک اندام کا غزل خوان ہے، جس کے شیریں الفاظ میں مہوشانِ لالہ رُخ کی تصویریں دل پر نقش ہو کر رہ جاتی ہیں، اور اُبُو الطیّب متنبیؔ سپہ سالارِ لشکر ہے، جس کے الفاظ سے لوگوں کی نظروں کے سامنے ایسے شیر دل بہادروں کے خوفناک اور بارعب چہرے آجاتے ہیں جو ہتھیاروں سے مسلّح حملہ کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔
علامہ ثعلبی نے اپنی کتاب "یتیمۃ الدھر" میں ایک مستقل باب قائم کر کے متنبی کے کلام پر تنقید و تبصرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اِس مشہورِ روزگار شاعر نے سیف الدولہ کو حیاتِ جاوید بخشی اور اُس کے ذکر کو زمین سے آسمان تک پھیلا دیا، زمانہ میں جب تک چاند و سورج طلوع اور غروب

Marfat.com

ہوتے رہیں گے، اُس کا کلام یاد رکھا جائے گا اور اُس کے اشعار گائے جاتے رہیں گے۔ اُس کے ماننے والوں میں کچھ شیعہ ہیں جو اُس کی مدح سرائی میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ کرتے ہیں۔ اور بُغض رکھنے والوں میں کچھ خوارج ہیں جو اُس کے کلام پر جرح کرنے میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں۔

متنبی کے اشعار امثال وحکم سے پُر ہیں، کوئی خطیب وانشاء پرداز ایسا نہیں جو اُس کے اشعار سے مدد نہ لیتا ہو۔ عربی زبان اُس کے کلام کی وجہ سے بلیغ صنائع اور جدید استعارات وکنایات سے مالامال ہوگئی۔ معانی آفرینی، طرزِ ادا میں جدت، دقیق افکار کو حُسنِ ادا کے قالب میں ڈھالنا، نئے نئے اُسلوبِ بیان اختیار کرنا، غریب ونادر تشبیہات واستعارات کا استعمال کرنا اُس کی خصوصیات شاعری میں سے ہیں۔

متنبی دل کی دھڑکنوں کی ترجمانی کرتا تھا۔ وہ بے چین دل کی کروٹوں سے خوب واقف تھا اس لئے اُس کے اشعار زبانوں پر ایسے چڑھے کہ فضائیں اُن سے گُونج اُٹھیں۔ اُس کے کلام میں جادو تھا اور الفاظ میں آبِ زلال سے زیادہ شیرینی، اُس کے نغمات نے کانوں کو ایسا مسحور کیا کہ اُن میں وہ کھو کر رہ گئے اور اُس کے اشعار کے قالب میں ڈھالی ہوئی تصویریں آنکھوں میں کھُپ کر رہ گئیں۔

ابن الأثیر نے "کتاب الوشی المرقوم" میں لکھا ہے کہ جب میں ۵۹۶ھ میں مصر گیا تو میں نے دیکھا کہ لوگ متنبی کے اشعار کے بڑے گرویدہ ہیں۔ میں نے اُس کی وجہ معلوم کرنا چاہی تو قاضی عبدالرحیم البیسانی جیسے فاضل نے کہا اور سچ کہا:۔

إِنَّ أَبَا الطَّيِّبِ يَنْطِقُ عَنْ خَوَاطِرِ النَّاسِ	ابوالطیب متنبی لوگوں کے دلوں کی ترجمانی کرتا ہے

اسی طرح ابن رشیق قیروانی نے کتاب العمدہ میں بڑے بڑے شعراء عرب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

ثُمَّ جَاءَ الْمُتَنَبِّي فَمَلَأَ الدُّنْيَا وَشَغَلَ النَّاسَ۔	پھر متنبی آیا اور اس نے دنیا کو اپنے نغمات سے بھر دیا اور لوگوں کو دوسرے شعراء سے بے نیاز کر دیا۔

ملا الوشی المرقوم صـ ۹ ۱۲ منہ ۵۲ کتاب العمدہ جلد اول صـ ۸۲ ۱۲ منہ

اِس سلسلہ میں علامہ یوسف بدیعی نے ایک عجیب دلچسپ قصّہ لکھا ہے، کہ دارالسلام بغداد کے رہنے والوں میں سے ایک شخص کو متنبی سے اس درجہ نفرت تھی کہ اُس نے قسم کھا رکھی تھی کہ میں ایسی جگہ جاکر رہوں گا جہاں کوئی متنبی کا نام لیوا نہ ہو، چنانچہ وہ بغداد سے دوسرے شہر پہنچا، پھر وہاں سے کئی اور شہروں میں گیا مگر جہاں بھی گیا لوگوں کو متنبی کے اشعار کا چرچا کرتے ہوئے پایا۔ آخر ترکی کے ایک دور دراز شہر میں پہنچا۔ یہاں کے لوگوں سے اُس نے متنبی کے بارے میں دریافت کیا، لوگوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا، اس سے اس کو بڑا اطمینان ہوا اور وہاں وہ بڑے سکون سے رہنے لگا۔ لیکن جمعہ کو جب وہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو اُس نے امام کو یہ شعر پڑھتے سنا:-

أَسَامِيًا لَمْ تَزِدْهُ مَعْرِفَةً
وَإِنَّمَا لَذَّةً ذَكَرْنَاهَا

یہ سن کر اُس کو یقین ہو گیا کہ شاید دنیا کا کوئی گوشہ بھی متنبی کے چرچے سے خالی نہ ہو۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ متنبی عربی زبان کا آخری شاعر ہے جس نے عربی شاعری کو ایسے مدارج پر پہنچا دیا جس کے بعد اُس میں مزید کوئی ترقی نہیں ہو سکی۔ علماء ادب اس پر متفق ہیں کہ متنبی کے بعد دوسرا کوئی عربی شاعر ایسا نہیں ہوا جو اُس پر "سبقت" لے جاتا۔ اُس نے شاعری کو پیشانی کے بل اپنے قدموں پر جھکا لیا تھا، وہ اس پر اس طرح قابو پا گیا تھا کہ الفاظ و معانی سے جس طرح چاہتا کھیلتا تھا۔

قصیدہ گوئی میں متنبی کا امتیاز شعرائے جاہلیت میں زہیر بن ابی سلمٰی پہلا شخص تھا جس نے پہلے پہل اپنے قبیلہ کے سردار ہرم بن سنان کی تعریف میں قصیدہ کہہ کر پیش کیا۔ زہیر کے بعد نابغہ ذُبیانی نے سلاطین اور اُمراء کی مدّاحی میں قصائد لکھنا شروع کئے۔ گو اس کی وجہ سے نابغہ اس قدر مالدار ہو گیا کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا کھانے لگا لیکن عربوں میں اُس کی عزت جاتی رہی، نابغہ کے بعد اعشیٰ نے شاعری کو پیشہ بنالیا۔ وہ جا بجا لوگوں کی مدح کرتا پھرتا اور انعام حاصل کرتا رہتا۔ رفتہ رفتہ یہ مدح نام ہوتا گیا۔ بہت سے شعراء اپنی شعر گوئی کی بدولت "وزارت و کتابت" کے ممتاز عہدوں پر فائز

سلہ "یہ اسمائے گرامی ممدوح کی شناسائی اور شہرت میں اضافہ نہیں کرتے، میں نے تو ان کو اس لئے بیان کیا ہے کہ اس کے ذکر میں ایک لطف اور مزہ ہے۔" الصبح المنبی صفہ ۹ (اعظمی)

Marfat.com

ہوگئے جن میں مُسلم بن الولید، اَبُو تمام، محمد بن عبدالملک الزّیات، ابن زیدون اور ابراہیم الصولی قابلِ ذکر ہیں، بعض شعراء کو ملک گیری کی ہوس دامنگیر ہوگئی۔ اُن میں متنبیؔ اور ابنِ عمّار الاندلسی پیش پیش ہیں۔

عہد بنو اُمیّہ میں اَخطل، جریر اور فرزدق پھر دورِ عباسیہ میں بشار بن بُرد، مروان بن ابی حفصہ، اَبُو نُواس، اَبُو تمام، بُحتری اور متنبیؔ عربی شاعری کے بڑے نامور اور بلند رتبہ شعراء گذرے ہیں لیکن ان میں متنبی کے علاوہ کسی نے قصیدہ گوئی پر تمام اصنافِ شاعری کو قربان نہیں کیا، یہ صرف متنبی تھا جس نے اِس شراب کو دو آتشہ سے سہ آتشہ بنادیا اور قصیدہ گوئی کو اوجِ کمال پر پہنچادیا۔ اس نے شاعری کو اس حد تک کسبِ معاش کا ذریعہ بنالیا کہ قصیدہ اور کاسۂ گدائی دو مترادف الفاظ بن گئے[1]

اِس میں کوئی شک نہیں کہ متنبی سرزمینِ عرب کا سب سے بڑا قصیدہ گو شاعر تھا، اُس کی شاعری میں تمام فنّی خوبیاں پائی جاتی ہیں، الفاظ کی کثرت، تشبیہ کی بلاغت، استعارہ و تمثیل کی لطافت، مضمون کی گہرائی، طرزِ ادا کی دلکشی، جدّت طرزی اور مبالغہ آرائی جو "قصائد کی جان" سمجھی جاتی ہے اُس کے کلام میں ایک خاص ساحرانہ انداز میں پائی جاتی ہے۔ پھر اُس نے قصائد کا اتنا بڑا مجموعہ چھوڑا ہے کہ اگر اُن کو اس کے ضخیم دیوان سے الگ کرلیا جائے تو باقی اشعار اُس کے کلام کا آٹھواں حصّہ بھی نہیں رہ جاتا، یہ ایک ایسا امتیاز ہے جس میں وہ یقیناً منفرد ہے۔

دوسری خصوصیت جس کی وجہ سے اس کے قصائد ایک ممتاز مرتبہ پر فائز ہیں، یہ ہے کہ اُس نے اپنی شاعری کے سنہرے دور میں سیف الدولہ کے ساتھ شریکِ جہاد ہوکر رومیوں اور مسلمانوں کے مابین جہاد پر جو اشعار کہے ہیں وہ اس قدر پُرجوش، ولولہ انگیز اور بلند پایہ ہیں کہ بجائے خود اُس کی شاعری کا ایک مستقل باب بن گئے ہیں۔ یہ ایسا امتیاز ہے جو شعراءِ عرب میں کسی کو حاصل نہیں۔

تیسری خصوصیت اور سب سے بڑا امتیاز جس پر متنبی کی قصرِ شاعری کی بنیاد ہے [illegible] ہے۔ شاعری اُس کے نزدیک معنی آفرینی کا نام ہے نہ کہ قافیہ پیمائی کا۔ شاعری میں سارا کھیل کہنے کے انداز کا ہے۔ متنبی نے جو کچھ کہا ہے وہ صنائع و بدائع کی خاطر نہیں کہا ہے بلکہ اختراعِ معانی کی صناعی سے ایک نیا پیکرِ خیال پیش کیا ہے، یا پھر کسی پامال خیال کو اپنی جگہ رکھ کر طرزِ ادا کی جدت سے اس

[1] الوسیط صفحہ ۲۵۴ - ۱۲ منہ

Marfat.com

میں ایک نئی روح پھونک دی ہے، یا پھر نئی تشبیہات واستعارات سے صہبائے کہن کو نئے شیشوں میں پیش کیا ہے۔ یہ ایسا بڑا امتیاز ہے جس میں کوئی اُس کا شریک و سہیم نہیں۔

جدت طرازی قدیم شعرائے عرب کے نزدیک حقائق نگاری شاعری کا ایک اہم جزو تھا۔ تخیل کی بلند پروازی اور مبالغہ آرائی اُن کے کلام میں یا تو تھا ہی نہیں اور اگر تھا بھی تو نہ ہونے کے برابر۔ یہ اُسلوبِ قدیم بشار بن بُرد کے عہد تک قائم رہا۔ "بشار" پہلا شاعر تھا جس نے اختراعِ معانی کی بنیاد ڈالی۔ اُس کے بعد اُبُو نُواس اور ابن الرُّومی نے اس کو اور سراہا۔ متنبیؔ نے اُس کو ترقی کے ایسے مرتبہ پر پہنچا دیا جس میں پھر کوئی اضافہ نہ کر سکا۔

بات بات میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک بات سیدھے سادے طریقہ سے کہی جائے تو ایک معمولی سی بات ہوگی، مگر اُسی کو جدید انداز اور نئے اُسلوب میں ادا کیا جائے تو شاعری ہے۔ حجاج نے ایک بدو سے پُوچھا "تم سے اگر کوئی راز کی بات کہے تو کیا تم اُس کو چھپا سکو گے؟" اُس نے جواب دیا کہ "میرا سینہ رازوں کا مدفن ہے۔" دیکھئے طرزِ ادا کی نُدرت کی وجہ سے معنی میں کیسی خوبی پیدا ہو گئی ہے۔

متنبیؔ اِسی طرزِ ادا کا دلدادہ تھا اور اِسی کو "جانِ شاعری" سمجھتا تھا۔ اُس نے جدّتِ ادا اور اختراعِ معانی کو اپنی جولانگاہ بنا لیا تھا۔ اس لئے قدامت پرستوں نے جو فطری جذبات اور حقائق نگاری ہی کو شاعری سمجھتے تھے اِس طرزِ جدید کی مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر بعد میں آنے والوں نے شاعری کے اس جدید انداز ہی کو پسند کیا۔ اور معانی آفرینی اور تخیّل کی صنّاعی ہی کو اصلِ شاعری قرار دیا۔ پھر آہستہ آہستہ اختراعِ معانی کی طرف اُن کا رُجحان بڑھتا گیا اور تخیّل کا رنگ جمتا گیا۔ اس طرح متنبیؔ کے دور سے قدامت پرستی اور جدت پسندی کی بدولت عربی شاعری کے دو اسکول "قدیم" اور "جدید" الگ الگ قائم ہو گئے۔

شعراءِ قدیم کے جذبات وخیالات بالکل سادہ، فطری اور مبنی برحقیقت ہوتے تھے یا وہ خیالات ہوتے تھے جو کم و بیش حقائق و جذبات سے قریب کا تعلق رکھتے تھے۔ پھر حقائق نگاری کے ساتھ متانتِ الفاظ، حُسنِ بندش اور خوبیِ زبان پر اُن کی تمام تر کوشش مرکوز ہوتی تھی۔ متنبی نے تخیّل کی خلاقی اور فکر کی صنّاعی سے کام لے کر اُسلوبِ قدیم کو بڑی حد تک تبدیل کر دیا اور جدید طرزِ شاعری

Marfat.com

کو اس حد تک ترقی دی کہ اُس کے مقابلہ میں زبان و بیان کے مسلّمہ اُصول فی الجملہ پسِ پشت جا پڑے اس طرح اہلِ فن کے دُو گروہ ہو گئے، ایک صحتِ الفاظ، حُسنِ بیان اور صفائیِ ترکیب کو ترجیح دیتا ہے۔ اس گروہ کے نزدیک شاعری کا دار و مدار "حُسنِ زبان و بیان" پر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ معانی کیسے ہی بلند کیوں نہ ہوں، اُسلوبِ بیان اگر اچھا نہ ہو تو کلام ناکارہ ہے اور شعر کے کہلانے کا مستحق نہیں۔ دوسرا گروہ جدتِ ادا اور معانی آفرینی کو ترجیح دیتا ہے اور الفاظ کی صنعت اور حُسنِ زبان کی چنداں پرواہ نہیں کرتا۔ اِس طبقۂ خیال کے شیدائی کہتے ہیں کہ ایک ہی چیز کو بار بار مختلف طریقوں سے ادا کرنا اور نئے نئے معانی سے اپنے کلام کو نہ سنوارنا، مغزِ استخوان کو چھوڑ کر خالی استخوان کو چچوڑنے کے مترادف ہے۔ ذوقِ سلیم کے نزدیک رنگ برنگی جام کے عوض خواہ وہ سیمیں ہو یا طلائی، خزف کا ہو یا صدف کا، اصل مشروب کا گوناگوں ہونا زیادہ ضروری ہے۔ اِس طرزِ جدید کا بانی "بشار" اور "اِمام" متنبی ہے۔

متنبی، معانی آفرینی اور جدت طرازی کے اعتبار سے شعراءِ عرب میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک تھا، اُس کو اپنے اُوپر بڑا ناز تھا، دیکھیے وہ اپنے تخیّل کی صنّاعی اور فکر کی بلند پروازی پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے:-

أَنَامُ مِلْءَ جُفُونِي عَنْ شَوَارِدِهَا
وَيَسْهَرُ الْقَوْمُ جَرَّاهَا وَيَخْتَصِمُ

یعنی مَیں ایسے دقیق مضامین کی جستجو سے، جو دوسرے شعراء کے ذہن میں نہیں آتے، آنکھیں بند کر کے سوتا رہتا ہوں، حالانکہ اور لوگ رات بھر لڑتے جھگڑتے اور جاگتے رہتے ہیں" [illegible] مضامین میں رات رات بھر پریشان رہتے ہیں۔

وہ اِس باب میں اپنے معاصرین میں سے کسی کو اپنا حریف نہیں سمجھتا تھا، اسی وجہ سے اُن پر چوٹیں کرتا رہتا تھا۔ دیکھیے ایک جگہ وہ کہتا ہے "یہ لوگ میری ہمسری اور برابری کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ بندر سوائے گویائی کے انسان کی ہر چیز کی نقل اُتار لیتا ہے":

يَرُومُونَ شَأْوِي فِي الْكَلَامِ وَإِنَّمَا
يُحَاكِي الْفَتَى فِيمَا خَلَا الْمَنْطِقَ الْقِرْدُ

ابوالعباس[1] احمد النامی، جو متنبی کا ہم عصر اور سیف الدولہ کا درباری شاعر ہونے کی وجہ سے اُس کا رقیب بھی تھا، کہتا ہے کہ متنبی نے اشعار میں دو ایسے جدید معانی بیان کئے ہیں جو اِس سے پہلے کسی نے نہیں ادا کئے تھے۔ کاش میں اُن کے بیان کرنے میں متنبی پر سبقت لے جاتا۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ "زمانہ نے مجھ پر مصائب کے اتنے تیر برسائے ہیں کہ میرا دل اُن میں ڈھک کر رہ گیا ہے، اب حالت یہ ہے کہ جب مجھ پر تیر گرتے ہیں تو اُن کے بھالے دوسرے تیروں کے بھالے سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتے ہیں۔" وہ کہتا ہے :-

رَمَانِي الدَّهْرُ بِالْأَرْزَاءِ حَتّٰى ۔۔۔ فُؤَادِيْ فِيْ غِشَاءٍ مِنْ نِبَالِ

فَصِرْتُ إِذَا أَصَابَتْنِيْ سِهَامٌ ۔۔۔ تَكَسَّرَتِ النِّصَالُ عَلَى النِّصَالِ

دوسری جدت طرازی جس پر نامی رشک کرتا ہے، یہ ہے کہ "ممدوح کا لشکر اتنا زبردست ہے کہ اُس کے غبار نے آنکھوں کو ڈھانک لیا ہے، گویا اُس میں گھوڑے آنکھوں سے نہیں، کانوں سے دیکھتے ہیں، وہ کہتا ہے :-

فِيْ جَحْفَلٍ سَتَرَ الْعُيُوْنَ غُبَارُهٗ

فَكَأَنَّمَا يُبْصِرْنَ بِالْأَذَانِ

لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ متنبی معانی آفرینی اور جدتِ ادا کے مقابلہ میں صحتِ الفاظ، حُسنِ زبان وبیان اور صفائی ترکیب کو کچھ اہمیت ہی نہیں دیتا۔ اُس کا دیوان موجود ہے جو حُسنِ ادا اور خوبیِ زبان سے مالا مال ہے۔ وہ یکسر اختراعِ معانی کا اَتہم نہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ وہ فکر و خیال کی بلند پروازی میں الفاظ کی موزونیت کی زیادہ پرواہ نہیں کرتا تھا۔ اُس کے کلام پر علامہ ثعلبی نے جو نکتہ چینیاں کی ہیں، اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ متنبی تشبیب و غزل میں ایسے الفاظ لاتا ہے جو عاشقانہ خیالات کے لئے موزوں نہیں۔ اِسی طرح رزمیہ شاعری میں بعض جگہ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو اس کے لئے نہیں بلکہ تشبیب و غزل کے لئے مناسب ہیں۔

شعراء مولدین کی برتری | علامہ ابن الأثیر الجزری کا خیال ہے کہ علماء عربیہ عموماً شعراء عرب کو فضیلت دینے میں اشعار کے حُسن و قبح میں غور کرنے کے بجائے تقدمِ زمانی کا پاس ولحاظ زیادہ

[1] وفیات الاعیان جلد اول صد ۲۵۸ ۱۲ منہ

کرتے ہیں، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے رسولِ خدا صلعم نے فرمایا ہے "نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ" یعنی زمانہ کے اعتبار سے گو ہم متاخرین میں سے ہیں لیکن فضیلت کے اعتبار سے ہم سبقت لے جانے والوں میں سے ہیں۔ اسی طرح شعراء متاخرین میں کچھ ایسے ہیں جو یقیناً متقدمین سے فضیلت و مرتبہ میں بڑھ گئے ہیں۔ جن لوگوں نے شعراءِ عرب کے کلام کا بغور مطالعہ کیا ہے اور اُن کے محاسنِ لفظی و معنوی کو جانچا و پرکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جریر، فرزدق، اور اَخْطَل شعراءِ جاہلیت سے مرتبہ میں کہیں زیادہ بڑھ گئے ہیں۔

علامۂ ابن اثیر کے اس خیال کی صحت میں کوئی شبہ نہیں، لیکن اس دلیل کے اعتبار سے یہ بھی یقیناً ماننا پڑے گا کہ اُبُوتمام، بُحتری اور متنبی مذکورۂ بالا شعراء سے کہیں زیادہ بلند رتبہ شاعر تھے۔ اُبُوتمام ہر اُس شخص کا اُستاد ہے جس نے کبھی کوئی شعر کہا ہو۔ بُحتری پتھر کی تہہ سے معانی نکال کر ایسے موزوں الفاظ میں بیان کرتا ہے جو کوثر و تسنیم سے زیادہ رواں اور شیریں ہوتے ہیں۔ اُبوالطیب متنبی، فکر کی صناعی اور جِدّتِ ادا کا بادشاہ ہے۔ معرکہ ہائے جنگ کا نقشہ کھینچنے اور امثال و حِکَم فلسفیانہ انداز میں بیان کرنے میں اُس کا کوئی نظیر نہیں۔

اِمرأُالقَیس اور متنبی:- لوگ عموماً متنبی کو اِمرأُالقَیس کے ہم رتبہ سمجھتے ہیں۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ محاسنِ لفظی و معنوی کے علاوہ حُسنِ تخئیل اور تدقیقِ معانی کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو اِمرأُالقیس مرکر جیئے جب بھی وہ اُس حسنِ بیان اور جدتِ ادا کو نہیں پہنچ سکتا، جو متنبی کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ دیکھئے متنبی کا شعر ہے:-

لَوْ قُلْتَ لِلدَّنِفِ الْحَزِیْنِ فَدَیْتُہٗ
مِمَّا بِہٖ لَأَغَرْتَہٗ بِفِدَائِہٖ

یعنی "مبتلائے غمِ عشق سے اگر تم کہو کہ میں اُس غمِ عشق پر قربان ہو جاؤں جس میں تو گرفتار ہے، تو اُس کی غیرت تمہارے اس "قربانت شوم" کے جذبہ کو کبھی پسند نہ کرے گی۔"

جادو بیانی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو، متنبی، محبوبہ کے پاس چھپ چھپ کر جانے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ رات کی تاریکی گویا اُس کے آنے کی سفارش کرتی ہے، اور آخرِ شب میں محبوبہ کے پاس سے لوٹنے کی یہ وجہ بتاتا ہے کہ گویا صبح کی روشنی اُس کی گرفتاری پر محبوبہ کے قبیلہ والوں کو برانگیختہ

کرتی ہے، وہ کہتا ہے :-

أَزُورُهُمْ وَسَوَادُ اللَّيْلِ يَشْفَعُ لِي
وَأَنْثَنِي وَبَيَاضُ الصُّبْحِ يُغْرِي بِي

دیکھئے مصرعِ اول میں متنبیؔ زیارت، سیاہی، لیل اور شفاعت لایا ہے جو خود اُس کے لئے مفید ہیں پھر مصرعِ ثانی میں بترتیب اُن کے اضداد بیان کئے ہیں جو اُس کے لئے مُضر ہیں، یعنی انثناد (لوٹنا) بیاض، صبح، اغرا، (مخالفت پر اُبھارنا) اس خوبی کے باوجود انسجامِ الفاظ اور حُسنِ بیان کو اُس نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

نازک خیالی اور طرزِ ادا کی جدت دیکھئے متنبی محبوبہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے "تو ہماری ملاقات میں حائل رہی اس لئے غمِ جدائی میں ہم گھُل کر ایسے لاغر ہو گئے ہیں کہ اب اگر تو ہم سے ملے تو ہماری لاغری گلے ملنے نہ دے۔" وہ کہتا ہے :-

حُلْتِ دُونَ الْمَزَارِ فَالْيَوْمَ لَوْ زُرْ
تِ لَحَالَ النُّحُولُ دُونَ الْعِنَاقِ

تخیّل کی صنّاعی ملاحظہ ہو متنبیؔ سیف الدولہ کی بہن کے مرثیہ میں کہتا ہے کہ "وہ تو خود ہی ایک پردہ نشین خاتون تھی۔ اے زمین تو نے اس پر قناعت نہ کی اور خود بھی اُس کا حجاب بن گئی۔ انسان کی آنکھوں نے تو اس کو کبھی نہیں دیکھا پھر کیا تجھکو ستاروں کی آنکھوں پر حسد ہوا۔ اس لئے تو نے اُس کو اپنی آغوش میں لے کر چھپا لیا۔" وہ کہتا ہے :-

قَدْ كَانَ كُلُّ حِجَابٍ دُونَ رُؤْيَتِهَا فَمَا قَنِعْتِ لَهَا يَا أَرْضُ بِالْحُجُبِ
وَلَا رَأَيْتِ عُيُونَ الْإِنْسِ تُدْرِكُهَا فَهَلْ حَسَدْتِ عَلَيْهَا أَعْيُنَ الشُّهُبِ

ندرتِ خیال کی بلند پروازی دیکھئے۔ لشکر اور فوج کی تعریف شعراء عرب میں شاید ہی کسی نے ایسی کی ہو جیسی متنبی نے مندرجۂ ذیل شعروں میں کی ہے، وہ سیف الدولہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ "تو نے دشمنوں کو ایسے لشکرِ جرار سے شکست دی جس کی پیشانی یعنی سردار تو خود تھا اور جس کے سنہری نیزے تیرے آگے آگے اتنے زیادہ تھے جیسے چہرے پر داڑھی کے گھنے بال۔ جو چیز دشمنوں کی زیادہ باقی رہی وہ اُن کے جسم تھے جو تیرے گرد و پیش گر رہے تھے جبکہ اُن کی روحیں بھاگی جا رہی تھیں۔"

Marfat.com

دیکھئے وہ کہتا ہے:-

صَدَمتھُم بِخَمِیسٍ أَنتَ غُرَّتَه   وَسَمھَرِیَّتُهُ فِی وَجھِهِ غَمَمُ
فَکَانَ أَثبَتَ مَا فِیھِم جُسُومُھُم   یَسقُطنَ حَولَكَ وَالأَرواحُ تَنھَزِمُ

متنبی کی یہی نازک خیالیاں اور جدّت طرازیاں ہیں جو طرزِ قدیم کی شاعرانہ شاہراہ سے کسی قدر ہٹ گئی ہیں مگر نہ اتنی جتنا کہ اُس کے مخالفین نے اس کو اُچھالا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اُن طبّاع شعراء میں سے تھا جو شعر میں معانی کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں اور معانی آفرینی کو جانِ شاعری زبان و بیان کا اُسلوب قدیم اُس کے نزدیک ثانوی چیز ہے، شعر کی ترتیب و تالیف میں اگر اختراعِ معانی کی روح نہیں تو اُس کے نزدیک ایسا شعر بیکار ہے۔ وہ خود کہتا ہے:-

إِنَّ الکَلَامَ لَفِی الفُؤَادِ وَإِنَّمَا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَی الفُؤَادِ دَلِیلاً[۵۱]

تخیّل کی صنّاعی کو اُس کے کلام میں یقیناً بہت کچھ دخل تھا جس کا وہ اس حد تک گرویدہ تھا کہ اُس کے مقابلہ میں وہ نہ صنائعِ لفظی و معنوی کو کچھ اہمیت دیتا تھا نہ گرامر کے اصول و قواعد کی کچھ پرواہ کرتا تھا۔ ابُو ہلال عسکری کہتا ہے: "لَا أَعرِفُ أَحَدًا کَانَ یَتَتَبَّعُ العُیُوبَ فِیَاتِیھَا غَیرَ مُکتَرِثٍ لَھَا إِلَّا المُتَنَبِّیّ"[۵۲]

صنّاع اور طبّاع شعراء کا فرق

شعراء دو قسم کے ہوتے ہیں، کچھ صنّاع ہوتے ہیں اور کچھ طبّاع۔ برجستہ گو شعراء جن کے کلام میں آمد ہی آمد ہوتی ہے، طبّاع کہلاتے ہیں۔ ایسے شعراء جو ایک ایک لفظ پر غور و فکر کرنے کے بعد شعر کہتے ہیں، صنّاع کہلاتے ہیں۔

زُہیر بن اُبی سلمٰی جو زمانۂ جاہلیت کا ایک زبردست شاعر اور صاحب معلقہ گذرا ہے، صنّاع شعراء میں سے تھا۔ اُس کو اپنے اشعار کی تنقیح و تہذیب کا بڑا خیال رہتا تھا۔ وہ جب قصیدہ کہتا تھا تو رات رات بھر قصیدہ کے ایک ایک لفظ پر غور کرتا رہتا تھا تاکہ اُس میں کوئی نقص یا ناہمواری

---

[۵۱] باتیں دل میں ہوتی ہیں زبان و الفاظ صرف دل کی بات بتانے کے لئے ہوتے ہیں۔ (اعظمی)
[۵۲] میں متنبی کے علاوہ کوئی ایسا شاعر نہیں جانتا ہوں جو اپنے کلام میں لاپرواہی سے بار بار لغزشات کا مرتکب ہوتا ہو کتاب الصناعتین۔ ص۱۱۹ (اعظمی)

نہ رہ جائے۔ یہی مسلک ابُو تمام کا تھا، وہ بھی اُن صناع شعراء میں تھا جو پوری تحقیق و تنقیح کے بعد لفظ کو لفظ کا اور معنے کو معنے کا حق دیتا تھا۔ اُس کے نزدیک ادائے معنے کے لئے نئے نئے انداز اختیار کرنا، ایک ایک بات کو کئی کئی طرح سے ادا کرنا شاعرانہ کمال ہے۔

متنبی اُن طباع شعراء میں سے تھا جو معانی آفرینی اور تخیل کی بلند پروازی کے مقابلہ میں الفاظ کی تحسین اور صنائع لفظی کے اُصول و قواعد کی قطعی پرواہ نہیں کرتے، بلکہ وہ اُن "نوابغ" میں سے تھا جو فطرت کی طرف سے شعر گوئی میں ماہرانہ کمال رکھتے ہیں۔ صنفِ شاعری میں ان کا اپنا رنگ ہوتا ہے، وہ جو کچھ کہتے ہیں، اپنے رنگ میں ڈھال کر کہتے ہیں، اُن کے آئینۂ دل و دماغ پر جو بات بھی منعکس ہوتی ہے وہ بالکل نئے انداز اور اچھوتے اُسلوب میں جلوہ نُما ہوتی ہے، اُن میں اور دوسرے شعراء میں وہی فرق ہے جو سونے اور پیتل میں ہو یا یاقوت و سنگ سُرخ میں وہ خود نہیں جانتے کہ وہ کونسی قوت ہے جو یہ عجیب و غریب معانی اُن کے ذہن و دماغ پیدا کرتی ہے اور وہ کہاں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ شاعری اور نبوت کے ڈانڈے ملے ہوئے ہیں، جس طرح کروروں انسانوں میں سب ہی نبی نہیں ہوتے اُسی طرح بے شمار شعراء میں سب ہی نوابغ نہیں ہوتے اور جس طرح انبیاء کا سرچشمۂ ہدایت "وحی ربانی" ہوتا ہے، اُسی طرح نوابغ کا منبع شعر گوئی" بصیرت قلبی" ہوتی ہے، جو یقیناً عام انسانی قوی سے بالاتر ہوتی ہے۔ پھر جس طرح ایک نبی وحی الٰہی میں تحریف نہیں کر سکتا ٹھیک اُسی طرح ایک نابغہ بھی جو کچھ کہتا ہے اُس میں کچھ تبدیلی نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ متنبی کے کلام میں بعض جگہ تعقید لفظی پائی جاتی ہے، بعض جگہ تعقید معنوی، کہیں وہ اُصول گرامر کی خلاف ورزی کرتا ہے، کہیں تحسینِ لفظی کے قواعد سے انحراف اگر وہ چاہتا تو اپنے کلام پر نظر ثانی کر کے اِن معمولی غلطیوں کی جن پر مخالفین نے بڑی لے دے کی ہے، اصلاح کر لیتا، لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس چیزیں جو اُس کے ذہن میں القاء ہوئی ہے، کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مُعاصرین کی رائیں متنبی کے کلام پر علماء ادب نے عام طور پر جو تنقیدیں کی ہیں، یہ اُن کا مختصر سا خاکہ ہے۔ اب میں خاص طور پر اُن نقادوں کی رائیں نقل کرنا چاہتا ہوں جو خود متنبی کے ہم عصر تھے۔ یا اُس سے قریب تر دور کے تھے۔ اوّلاً اس وجہ سے کہ اس صدی کے علماء ادباء بہت بلند پایہ گذرے ہیں۔ ثانیاً اس لئے کہ متنبی کے ہم عصر یا وہ علماء جو اُس کے زمانہ سے قریب تر دور کے تھے، اُس کے

Marfat.com

کلام کو جتنا بہتر سمجھ سکتے تھے دوسرے نہیں سمجھ سکتے۔ ثالثاً اس بناء پر کہ علماء متاخرین کی تنقیدوں کا سارا ذخیرہ اُن بے پناہ تنقیدوں سے ماخوذ و مستنبط ہے جو متنبی کے معاصرین یا قریب تر دَور کے علماء ادب اس سے بہت پہلے کر چکے تھے۔ پھر اس سے متنبی کے کلام کی مقبولیت اور شاعری میں اُس کے امتیازی رتبہ کا اندازہ بھی ہو سکے گا۔

۱۔ متنبی کے معاصرین میں سب سے پہلے اَبُو الفتح عُثمان بن جنّی (المتوفی ۳۹۲ھ) نے شرح اُبی الفتح بن جنی لدیوان المتنبی" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ ابن جنّی علم صرف و نحو کا ماہر اور مشہور ادیب گذرا ہے یہ متنبی کا مخلص دوست اور اُس کے بڑے شیدائیوں میں سے تھا، جس نے اُس کے کلام میں سے مشکل اور اہم مقامات پر خود متنبی سے بحثیں بھی کی ہیں اور اُس کے اشعار کو سمجھنے میں اُس کے سامنے زانوئے ادب بھی تہہ کیا ہے اور اُس کے دیوان کا راوی بھی ہے۔ وہ اپنی شرح کے مقدمہ میں اس بات سے بحث کرتے ہوئے کہ متنبی معنی آفرینی کے زور میں بعض مقامات پر فصاحتِ الفاظ کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور شاذ و نادر الفاظ استعمال کرنے سے نہیں چوکتا کہتا ہے۔

فإن كانَ في بعضِ ألفاظِهِ تعسُّفٌ عنِ القصدِ في صناعةِ الإعرابِ منَ التمسُّكِ بأهدابِ شاذٍّ أو حملٍ على نادرٍ، فعن غيرِ جهلٍ كانَ منهُ ولا قصورٍ عن اختيارِ الوجهِ الأعرفِ له، ومن هنا تشبّثت قومٌ لا دُربةَ لهم بعلمِ العربيةِ بأشياءَ من ظاهرِ لفظِهِ إذ لم يكن لهم بِدخلةِ أمرِهِ، وحقًّا أقولُ لقد شاهدتُهُ على خُلقٍ قلّما تكاملَ إلّا بعالمٍ موفّقٍ۔

"متنبی اگرچہ شاذ و نادر الفاظ کے استعمال کی وجہ سے صناعت اعراب کی شاہراہ سے ہٹ گیا ہے، لیکن یہ نادانیت اور طریقۂ مستحسن کو اختیار کرنے کی کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے، اسی وجہ سے کچھ ایسے لوگ جن کو علم عربی میں مہارت حاصل نہیں ہے اُس کے اس طریقہ پر اعتراض کرتے ہیں، وہ ان الفاظ کے ظاہر استعمال پر معترض ہیں جبکہ وہ اس کی حقیقت امر سے ناواقف ہیں، میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے متنبی کو ایک ایسی مکمل با اخلاق ہستی پایا ہے۔ جو سوائے اُس عالم کے جس کو خدا کی طرف سے تائید و توفیق حاصل ہو کسی دوسرے کی نہیں ہو سکتی۔"

۲۔ بعد ازاں اَبُو الفرج علی بن الحسین الاصفہانی (المتوفی ۳۵۶ھ) نے "الایضاح المشکل من شعر المتنبی" کے نام سے ایک تنقیدی کتاب لکھی۔ اُصفہانی نے خود متنبی کا دَور پایا ہے۔ یہ کتاب اُس نے "بہاء الدولہ ابن بُویہ" کے لئے لکھی تھی، جس میں خصوصیت سے ابن جنی کی شرح پر رد کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ایضاح المشکل دستیاب نہیں ہوسکی، لیکن اُس کا اقتباس شیخ عبدالقادر بن عمر البغدادی نے اپنی کتاب "خزانۃ الأدب" میں کیا ہے، اُصفہانی، متنبی اور اُس کے کلام پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے:-

وَأَمَّا الحُکْمُ عَلَيْهِ وَعَلیٰ شِعْرِهٖ فهو سَرِيْعُ الهُجُوْمِ عَلَى المَعَانِي وَلُغَةِ الخَيْلِ وَالحَرْبِ مِن خَصَائِصِهٖ وَمَا كَانَ تُرَادُ طَبْعُهٗ فِي شَيْئٍ مِمَّا يُسْمَحُ بِهٖ، يُقْبَلُ السَّاقِطُ الرَّدِيُّ كَمَا يُقْبَلُ النَّادِرُ البَدِيْعُ"

"متنبی اور اُس کے اشعار کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ وہ جدید معانی اور رنت نئے مضامین باندھنے میں بڑا زود گو شاعر ہے حرب وضرب، شہسواری اور فوج کشی کا نقشہ کھینچنے میں کمال اُس کی خصوصیاتِ شاعری میں ہے، اُسکی طبیعت کا بعض ناقص چیزوں کی طرف رجحان اس قابل ہو کہ نظرانداز کردیا جائے اُسکے نادر اور اچھوتے کلام کی طرح اُسکے بعض وہ اشعار بھی قابل قبول ہونا چاہیے جو بلاغت کے مرتبہ سے گرے ہوئے اور ردی ہیں"

۳- پھر محمد بن حمد بن محمود بن فورجّہ نے جس کا سنہ ولادت ۳۳۰ھ ہے، "الفتح علی أبی الفتح" اور "التجنّی علی ابن جنّی" کے نام سے دو کتابیں لکھیں، جس میں ابن جنی کی شرح پر رد کیا گیا ہے، ابن فورجّہ نے بھی متنبی کا دور پایا ہے - وہ ابن جنّی کا ہم عصر اور متنبی کے مخالفین میں سے تھا۔ اس کی دونوں کتابوں میں سے کوئی بھی نہیں مل سکی۔

۴- پھر الصاحب ابُوالقاسم اسماعیل بن عبّاد (المتوفی ۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب "الکشف عن مساوی شعر المتنبی" میں متنبی کے کلام پر بڑی سخت تنقید کی لیکن متنبی کی فضیلت کا وہ بھی معترف ہے، دیکھئے وہ مذکورہ بالا کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے:-

"كُنْتُ ذَاكَرْتُ بَعْضَ مَنْ يَتَوَسَّمُ بِالأَدَبِ الأَشْعَارَ وَقَائِلِيْهَا والمُجَوِّدِيْنَ فِيْهَا فَسَأَلَنِي عَنِ المُتَنَبِّي، فَقُلْتُ، إِنَّهٗ بَعِيْدُ المَرْمیٰ فِي شِعْرِهٖ، كَثِيْرُ الإِصَابَةِ فِي نَظْمِهٖ إِلَّا أَنَّهٗ رُبَّمَا يَأْتِي بِالفِقْرِ الغَرَّاءِ مَشْفُوْعَةً بِالكَلِمَةِ العَوْرَاءِ ...... وَقَدْ قِيْلَ أَيُّ صَارِمٍ لَا يَنْبُوْ وَأَيُّ جَوَادٍ لَا يَكْبُوْ۔"

"علم ادب کے ایک ممتاز ماہر سے شعر و شاعری اور اچھے قادر الکلام شعراء پر میری گفتگو ہوئی۔ اُس نے مجھ سے متنبی کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا کہ وہ بڑا دور رس صحیح الفکر اور بلند رتبہ شاعر ہے۔ البتہ بعض جگہ وہ شاندار فقروں کے ساتھ ایسے نامانوس الفاظ استعمال کرجاتا ہے جو کلام کو بلاغت کے درجہ سے گرا دیتا ہے...... سچ کہا گیا ہے "کونسا عالم ایسا ہو جو کبھی کبھی فضول گوئی نہ کرتا ہو اور کونسی تلوار ایسی ہے جو کبھی نشانہ سے اُچٹتی نہ ہو اور کونسا تیز رو گھوڑا ایسا ہو جو کبھی منہ کے بل نہ گرتا ہو"۔

سلہ الخزانۃ جلد اول صہ ۳۸۹ ۱۲ منہ

الصاحب بن عباد نے فخر الدولہ ابن بویہ کی فرمایش پر جس کا وہ وزیر اور کاتب تھا ایک اور بھی رسالہ لکھا ہے جس میں اُس نے متنبی کے کلام سے اُمثال (Provarbs) جمع کئے ہیں، اُس میں ۳۷۰ اشعار ہیں۔ اِس رسالہ کے مقدمہ میں اِبن عبّاد لکھتا ہے :-

وَهٰذَا الشَّاعِرُ عَلٰی تَمِیْزِهٖ وَبَرَاعَتِهٖ وَتَبْرِیْزِهٖ فِیْ صَنْعَتِهٖ لَهٗ فِی الْأَمْثَالِ خُصُوْصًا مَذْهَبٌ يَسْبَقُ بِهٖ أَمْثَالَهٗ۔"

یہ شاعر اپنے انداز فکر اور طرز ادا میں دوسرے شعراء پر فوقیت اور امتیازی فضیلت رکھنے کے علاوہ اُمثال و کہاوت میں خصوصیت کے ساتھ ایسا مرتبہ رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ تمام شعراء پر سبقت لے گیا ہے۔"

۵۔ اِبن عباد کے بعد متنبی کی مخالفت میں ایک اور کتاب اَبُو سعید بن اُحمد العمیدی نے "اَلإِبَانَۃُ عَنْ سَرِقَاتِ المتنبّی لفظًا وَمَعْنًی" لکھی، جس میں اُس نے متنبی پر بڑی کڑی نکتہ چینی کی ہے اور اُس کے سرقات اور لغزشات گنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ درحقیقت نقادوں کے زمرہ میں تنہا یہ ایک شخص ہے جس نے اُس کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے اور تصویر کے صرف ایک ہی رُخ پر اپنا سارا زورِ قلم صرف کر دیا ہے۔

۶۔ ردّو قدح کے اس دَور میں قاضی اَبُوالحسن علی بن عبدالعزیز الجُرجانی (المتوفی ۳۹۲ھ) نے منصِف عادِل کی طرح متنبی اور اُس کے مخالفین کے درمیان صحیح فیصلہ پر گامزن ہوتے ہوئے ایک کتاب لکھی "الوَساطَۃُ بَیْنَ المتنبی وخُصُومہ"۔ یہ کتاب بقول یاقوت الرومی کے "سَارَ مَسِیْرَ الرِّیَاحِ وَطَارَ فِی البِلَادِ بِغَیرِ جَنَاحٍ" دنیا میں بہت تیزی سے پھیل گئی۔ قاضی جُرجانی، متنبی کے مُوافقین اور مخالفین کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے :-

"ابوالطیب متنبی کے بارے میں اہل ادب کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ دوستوں میں کچھ اُس کی مداحی میں حد سے زیادہ غُلو کئے ہوئے ہیں، اُس کی محبت میں اُن کی زبان و قلم ڈوبے ہوئے ہیں، وہ اُس کے محاسن بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور اُن لوگوں پر جو متنبی کے کلام میں [illegible] نکالتے ہیں، الزام لگاتے ہیں اور اُن کو جاہل سمجھتے ہیں۔

مخالفین میں کچھ ایسے عیب جو ہیں جو ہمیشہ متنبی کو اُس کے مرتبہ سے گرانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، وہ اُس کی شاعری میں کوئی خوبی نہیں پاتے، وہ اس کے فضائل پر پردہ ڈالتے ہیں اور اُس کے معائب اُجاگر کرکے دکھاتے ہیں، اِن میں سے ہر ایک فریق یا تو متنبی پر ظلم کرتا ہے یا اُس ادب پر جس کا وہ سرچشمہ ہے۔

Marfat.com

پھر قاضی جُرجانی نے متنبی کی لغزشات اور کمزوریاں بالکل اُسی طرح تفصیل سے گنائی ہیں جس طرح اُس نے اُس کے بدائع و فرائد مفصل بیان کیے ہیں۔ آخر میں وہ کہتا ہے:-

وَأَعْلَمْنَاكَ أَنَّهُ لَيْسَ بُغْيَتُنَا الشَّهَادَةَ لِأَبِي الطَّيِّبِ ،العِصْمَةُ وَلَا مُرَادُنَا أَنْ نُبَرِّئَهُ مِنْ مُقَارَفَةِ زَلَّةٍ وَأَنَّ غَايَتَنَا فِيمَا قَصَدْنَاهُ أَنْ نُلْحِقَهُ بِأَهْلِ طَبَقَتِهِ وَلَا نُقَصِّرَ بِهِ عَنْ رُتْبَتِهِ وَأَنْ نَجْعَلَهُ مِنْ فُحُولِ الشُّعَرَاءِ وَنَمْنَعَكَ مِنْ إِحْبَاطِ حَسَنَاتِهِ بِسَيِّئَاتِهِ وَلَا نُسَوِّغُ لَكَ التَّحَامُلَ عَلَى تَقَدُّمِهِ فِي الْأَكْثَرِ بِتَقْصِيرِهِ فِي الْأَقَلِّ وَالْغَضَّ مِنْ عَامِّ تَبْرِيزِهِ بِخَاصِّ تَعْذِيرِهِ۔

"ہم نے تمہیں بتایا ہے کہ ہمارا مقصد نہ متنبی کو عیوب سے پاک ظاہر کرنا ہے نہ اس کو لغزشات کے مرتکب ہونے سے بَری کرنا ہے، ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اس کو اُس کے ہم رُتبہ شعراء میں شامل کریں اور اس کو اُس کے مرتبہ سے نہ گرائیں اور اسکو قادر الکلام جید شعراء کے زمرہ میں شمار کریں اور تم کو اس بات سے روکیں کہ تم اُس کی بعض لغزشات کی وجہ سے اُس کی خوبیوں کو محو کردو۔ تمہارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اُس کی تھوڑی سی کوتاہیوں کی وجہ سے اُس کے اُن محاسن و بدائع میں ناانصافی کرو جن میں وہ دوسروں پر سبقت لے گیا ہے۔ نہ یہ مناسب ہے کہ اُس کی چند مخصوص کمزوریوں کی وجہ سے تم اس کے عام فضائل و امتیازات سے چشم پوشی اختیار کرو۔"

۷۔ پھر ابو منصور محمد بن الملک الثعالبی النیسابوری (المتوفی ۴۲۹ھ) نے (جو متنبی کی وفات سے صرف چار سال پہلے پیدا ہوا تھا) اپنی کتاب "یتیمۃ الدہر فی شعراء اہل العصر" میں متنبی پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے، اُس کے کلام پر تنقید کے لئے ثعالبی نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے، جس کے شروع میں وہ کہتا ہے:-

وَيَتَمَيَّزُ[۱] هٰذَا الْبَابُ بِهِ عَنْ سَائِرِ أَبْوَابِ الْكِتَابِ كَتَمَيُّزِهِ عَنْ أَصْحَابِهَا بِعُلُوِّ الشَّأْنِ فِي شِعْرِ الزَّمَانِ وَالْقَبُولِ التَّامِّ بَيْنَ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ۔

"متنبی کی وجہ سے یہ باب دوسرے تمام ابواب سے ایسا ہی ممتاز ہے جیسے وہ خود شعر و شاعری کی دنیا میں بلندی رتبہ اور ہر خاص و عام میں مقبول ہونے کے اعتبار سے ممتاز ہے۔"

امام ثعالبی آگے چل کر متنبی کے کلام کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

فَلَيْسَ الْيَوْمَ مَجَالِسُ الدَّرْسِ أَعْمَرَ | "آج کوئی بھی مجلس درس متنبی کے اشعار سے زیادہ کسی

[۱] یتیمۃ الدہر جلد اول ص۹۱ - ۱۲ منہ

Marfat.com

بِشِعْرِ أَبِي الطَّيِّبِ مِنْ مَجَالِسِ الإِنْسِ وَلَا أَقْدَمَ كِتَابُ الرَّسَائِلِ وَلَا أَجْرَىٰ بِهِ مِنْ أَلْسُنِ الخُطَبَاءِ فِي المَحَافِلِ وَلَا لُحُونَ المُغَنِّيِّينَ وَالقَوَّالِيْنَ أَشْغَلُ بِهِ مِنْ كُتُبِ المُؤَلِّفِيْنَ وَالمُصَنِّفِيْنَ وَقَدْ أُلِّفَتِ الكُتُبُ فِي تَفْسِيْرِهِ وَحَلِّ مُشْكِلِهِ وَعَوِيْصِهِ وَكَثُرَتِ الدَّفَاتِرُ عَلَىٰ ذِكْرِ جَيِّدِهِ وَرَدِيِّهِ وَتَكَلَّمَ الأَفَاضِلُ فِي الوَسَاطَةِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ خُصُوْمِهِ وَالإِفْصَاحِ عَنْ أَبْكَارِ كَلَامِهِ وَعُوْنِهِ وَتَفَرَّقُوْا فِرَقًا فِي مَدْحِهِ وَالقَدْحِ فِيْهِ وَالتَّعَصُّبِ لَهُ وَعَلَيْهِ وَذٰلِكَ أَدَلُّ دَلِيْلٍ عَلَىٰ وُفُوْرِ فَضْلِهِ وَتَقَدُّمِ قَدَمِهِ وَتَفَرُّدِهِ عَنْ أَهْلِ زَمَانِهِ بِمُلْكِ رِقَابِ القَوَافِي فَالكَامِلُ مَنْ عُدَّتْ سَقَطَاتُهُ وَالسَّعِيْدُ مَنْ أُحْصِيَتْ هَفَوَاتُهُ، وَمَا زَالَتِ الأَمْلَاكُ تُهْجَىٰ وَتُمْدَحُ"

کے کلام سے معمور نہیں، نہ خطوط و رسائل میں اُس کے کلام سے زیادہ کسی کے اشعار پیش پیش ہیں، نہ محفلوں میں خطباء کے زبانوں پر اُس کے اشعار سے زیادہ کسی کے اشعار چڑھے ہیں، نہ مؤلفین اور مصنفین کی کتابوں میں کسی کے ایسے اشعار ہیں جو اُس سے زیادہ گویّوں اور قوّالوں کی زبانوں پر جاری ہوں' اُسکے اشعار کی تفسیر اور مشکل الفاظ و معانی کی تشریح میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں' اُسکے کلام میں سے جیّد اور ردی کی بحث پر بہت سی جلدیں مرتب کی گئیں' بہت سے علما و فضلاء نے متنبی اور اُس کے دشمنوں کے درمیان مُحاکمہ کیا ہے اور اُس کے کلام کی خوبیاں واضح کی ہیں' اُسکے مدّاحین اور معترضین بہت سی جماعتوں میں بٹ گئے ہیں جنمیں سے کچھ اس سے ہمدردی رکھتے ہیں' کچھ عداوت، شعر و شاعری کی دنیا میں متنبی کی برتری' اُسکے کلام کی فضیلت اور اپنے معصروں میں یکتا، اور یگانہ ہونے کا یہ پہلا ثبوت ہو' کامل انسان وہی ہے جسکی لغزشات شمار کیجا سکیں اور غلطیوں کا احصار کیا جا سکے' بادشاہوں کی تعریفیں بھی کی جاتی ہیں اور توہین بھی ہوتی رہتی ہیں "۔

۸- یہ چوتھی صدی ہجری کے اُدباء تھے جو یا تو متنبی کے معاصر تھے یا اس سے قریب تر دور کے تھے پانچویں صدی ہجری میں اَبُو العلاء المعری (المتوفی ۴۴۹ھ) نے "دیوان متنبی" کی دو شرحیں لکھیں' "اللّامعُ العزیزی" اور "مُعْجِزُ أَحْمَدَ" یہ دونوں کتابیں دستیاب نہیں ہو سکیں۔

اَبُو العلاء جو خود ایک آزاد خیال اور زبردست فلسفی، شاعر تھا. متنبی کا پرستار اور شیدائی تھا، وہ مولدین میں اس کو سب سے بڑا شاعر سمجھتا تھا - یاقوت نے مُعْجَمُ الْاُدباء میں متنبی کا ذکر کرتے ہوئے اس مناظرہ کا حال لکھا ہے جو اَبُو العلاء اور شریف مرتضیٰ کے درمیان بغداد میں ہوا تھا'

ﮯ معجم الاُدباء جلد اول صـ۱۰۰ - ۱۲ منہ

اثنائے بحث میں ابُوالعلاء نے کہا کہ متنبی نے اگر صرف یہی قصیدہ کہا ہوتا۔

لَكِ يَا مَنَازِلُ فِي الْقُلُوبِ مَنَازِلُ[۵۱]
أَقْفَرْتِ أَنْتِ وَهُنَّ مِنْكِ أَوَاهِلُ

جب بھی دوسرے شعراء پر اُس کی فضیلت واضح ہوتی۔ شریف مرتضیٰ یہ سُن کر آگ بگولہ ہوگیا۔ اور اُس نے معرّی کو اپنی مجلس سے نکال دیا، بعد میں اُس نے لوگوں سے پوچھا "تم سمجھے بھی یہ اندھا کیا کہہ گیا؟" اُنھوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی، شریف مرتضیٰ نے کہا، ابُوالعلاء کی مراد اس قصیدہ کا یہ شعر تھا:۔

وَإِذَا أَتَتْكَ مَذَمَّتِي مِنْ نَاقِصٍ[۵۲]
فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلُ

یاقوت اس سلسلہ میں لکھتا ہے:۔

"وَكَانَ أَبُوالعلاء يَتَعَصَّبُ لِلْمُتَنَبِّي وَيَزْعَمُ أَنَّهُ أَشْعَرُ الْمُحْدَثِيْنَ وَيُفَضِّلُهُ عَلَى بَشَّارٍ وَمَنْ بَعْدَهُ مِثْلَ أَبِي نُوَاس وَأَبِي التَّمَّامِ وَكَانَ الْمُرْتَضَى يُبْغِضُ الْمُتَنَبِّي وَيَتَعَصَّبُ عَلَيْهِ۔

"ابوالعلاء، متنبی سے والہانہ محبت رکھتا تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ مُولدین شعراء میں سے بڑا شاعر ہے، وہ متنبی کو بشار اور اس کے بعد میں آنیوالے ابُونُواس اور ابُوتمام وغیرہ تمام شعراء پر فضیلت دیتا تھا لیکن سید مرتضیٰ کو متنبی سے بغض تھا اور وہ اُس سے عداوت رکھتا تھا۔"

۹۔ ۴۶۲ھ میں امام ابوالحسن بن احمد الواحدی (المتوفی ۴۶۷ھ) نے دیوان متنبیؔ کی ایک اور جامع شرح لکھی جس کے مقدمہ میں وہ اپنی کتاب کی وجہ تالیف بتاتے ہوئے لکھتا ہے:۔

وَإِنَّ النَّاسَ مُنْذُ عَصْرٍ قَدِيمٍ قَدْ وَلَّوْا جَمِيعَ الْأَشْعَارِ صَفْحَةَ الْإِعْرَاضِ، مُقْتَصِرِيْنَ مِنْهَا عَلَى شِعْرِ أَبِي الطَّيِّبِ الْمُتَنَبِّي مُعْرِضِيْنَ عَمَّا يُرْوَى لِسِوَاهُ وَإِنْ فَاقَهُ وَحَازَ فِي الْإِحْسَانِ مَدَاهُ وَلَيْسَ ذٰلِكَ إِلَّا لِبَخْتٍ

لوگ عرصہ دراز سے متنبی کے اشعار کی وجہ سے تمام شعراء کے کلام سے بے نیاز ہوگئے ہیں، وہ صرف متنبی کے کلام سے دلچسپی لینے کی وجہ سے دوسروں کے اشعار سے اعراض کرنے لگے ہیں، خواہ اس کے اشعار کے مقابلہ میں دوسروں کے اشعار بہتر ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ محض ایک خوش قسمتی ہے جس کی

---

۵۱ اے دیارِ حبیب! دلوں میں تمہارے گھر ہیں، گو محبوبائیں تم سے چلی گئی ہیں لیکن عشاق کے دل اب بھی تم سے آباد ہیں۔ (اعظمی)

۵۲ جب کوئی ناقص آدمی میری مذمت کرے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں ایک باکمال شاعر ہوں۔ (اعظمی)

Marfat.com

إِتَّفَقَ لَهُ فَعلاً وَبَلَغَ المَدَى ، كَمَا قَالَ:
هُوَالجدُّ حَتّىٰ تَفضَلَ العَينَ أُختُهَا
وَحَتّىٰ يَكُونَ اليَومُ لِليَومِ سَيِّدَا
عَلىٰ أَنَّهُ كَانَ صَاحِبُ مَعانٍ مُختَرِعَةٍ بَدِيعَةٍ
وَلَطَائِفَ أَبْكَارٍ دَقِيقَةٍ لَم يُسبَقْ إِليهَا ۔

وجہ سے وہ بلند مرتبہ پر فائز ہوا اور درجہ کمال پر پہنچ گیا۔ جیسا کہ خود متنبی نے کہا ہے "یہ خوش قسمتی ہے کہ بعض مرتبہ ایک آنکھ دوسری (ہمسایہ) آنکھ سے زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی ہے اور ایک دن (روزِ عید) دوسرے دنوں کا سردار اور فضیلت والا ہوتا ہے" پھر یہ حقیقت ہے کہ متنبی اختراع معانی بدیعہ اور لطیف جدت طرازی میں ایسا ماہر ہے جس پر کوئی دوسرا کچھ بھی سبقت نہ لے جاسکا۔"

۱۰۔ پھر چھٹی صدی ہجری میں ابوالبقا عبداللہ بن الحسین العکبری نے جس کی ولادت ۵۳۸ھ اور وفات ۶۱۶ھ میں ہوئی ایک مبسوط اور جامع شرح لکھی جو بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ متنبی کے مندرجۂ ذیل شعر:-

أَزُورُهُم وَسَوادُ اللَّيلِ يَشفَعُ لِي
وَأَنثَنِي وَبَيَاضُ الصُّبحِ يُغرِي بِي

کی شرح کے سلسلہ میں علامہ عکبری نے روائع متنبی میں سے سو سے زیادہ اشعار نقل کر کے لکھا ہے:-

فَهٰذَا الَّذِي لَم يَاتِ شَاعِرٌ بِمِثلِهِ وَ ۔ یہ ایسے بے مثل اشعار ہیں جیسے آج تک کوئی شاعر پیش نہیں کر سکا
إِنَّمَا ذَكَرنَاهُ مُجمَلاً لِيَسهُلَ أَخذُهُ وَحِفظُهُ ۔ ہم نے مختصراً انھیں نقل کیا ہے تاکہ تم آسانی سے اس سے استفادہ
وَلَو تَصَفَّحتَ دَوَاوِينَ المُجِيدِينَ المُوَلَّدِينَ کرسکو۔ اگر شعراء مولدین اور محدثین میں سے اچھے اور قادر الکلام
وَالمُحدَثِينَ لَم تَجِد لِأَحَدٍ مِنهُم بَعضَ
هٰذَا إِلَّا نَادِرًا وَلٰكِنَّ الفَضلَ بِيَدِ اللّٰهِ
يُؤتِيهِ مَن يَّشَاءُ ، يُؤتِي الحِكمَةَ مَن يَّشَاءُ ۔

شعراء کے دیوانوں کو تم چھان مارو تو بڑی مشکل سے تم چند شعر اس کے جیسے پا سکو گے۔ فضیلت اور برتری خدا کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے، حکمت اور دانائی، وہی جس کو چاہے عطا فرمائے۔"

متنبی کی شاعری کا شہرہ مشرقی ممالک کی طرح مغربی ممالک میں بھی بہت تیزی سے پھیلا۔ سب سے پہلے ابوحسین محمد بن احمد المغربی نے "الإنتصار المُنبئ عن فضائل المتنبي" کے نام سے ایک کتاب لکھی، پھر ابوجعفر القزاز (المتوفی ۴۱۲ھ) نے متنبی پر دو کتابیں لکھیں "ابیات معانٍ فی شعر المتنبی" اور "ما أخذ عن المتنبي من اللحن والغلط"۔ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن زکریا المعروف

لہ میں اس وقت اُن کی زیارت کرتا ہوں جب رات کی تاریکی میری سفارش کرتی ہوتی ہے اور میں محبوبہ کے پاس سے اس وقت لوٹتا ہوں جب صبح کی سفیدی میرے خلاف تبلیغ والوں کو میری گرفتاری پر اکساتی ہوتی ہے۔" (اعظمی)

۔ ابن الافلیلی (المتوفی ۴۴۱ھ) کی شرح بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ افسوس ہے یہ کتابیں مجھے دستیاب نہیں ہو سکیں۔

۱۱۔ علامہ ابن رشیق القیروانی (المتوفی ۴۶۳ھ) نے کتاب العمدہ میں متعدد مقامات پر متنبی کا بڑے احترام سے ذکر کیا ہے، دیکھیے وہ طبّاع اور صنّاع شعراء کے تذکرہ میں کہتا ہے[1]

"ابو تمام ایک قاضی عادل کی طرح ہے جو کافی غور و فکر کے بعد لفظ کو لفظ کا اور معنے کو معنے کا حق دیتا ہے، یا ایک پرہیزگار عالمِ دین کی طرح ہے جو مذہبی خوف کی وجہ سے بہت بچ بچ کر گفتگو کرتا ہے اور ابو الطیب متنبی ایک خودسر جابر بادشاہ کی طرح ہے جو اپنے گرد و پیش سے جو چاہتا ہے زبردستی چھین لیتا ہے، یا ایک دلیر بہادر کی طرح ہے جو ہر اس چیز پر ٹوٹ پڑتا ہے جس کا ارادہ کر لیتا ہے بغیر یہ سوچے ہوئے کہ نتیجہ کیا ہوگا۔"

ایک اور جگہ مشاہیر شعراء مولدین کا ذکر کرتے ہوئے ابن رشیق لکھتا ہے[2]:-

وَلَيْسَ فِي الْمُوَلَّدِينَ أَشْهَرُ إِسْمًا مِنَ الْحَسَنِ أَبِي نُوَاسٍ ثُمَّ حَبِيبٍ وَالْبُحْتُرِيِّ وَيُقَالُ إِنَّهُمَا أَخْمَلَا فِي زَمَانِهِمَا خَمْسَمِائَةِ شَاعِرٍ كُلُّهُمْ مُجِيدٌ ثُمَّ يَتْبَعُهُمَا فِي الْاِشْتِهَارِ إِبْنُ الرُّومِيِّ وَابْنُ الْمُعْتَزِّ فَطَارَ إِسْمُ ابْنِ الْمُعْتَزِّ حَتَّى صَارَ كَالْحَسَنِ فِي الْمُوَلَّدِينَ وَأَمْرِئِ الْقَيْسِ فِي الْقُدَمَاءِ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ لَا يَكَادُ أَنْ يَجْهَلَهُمْ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ، ثُمَّ جَاءَ الْمُتَنَبِّي فَمَلَأَ الدُّنْيَا وَشَغَلَ النَّاسَ۔"

مولدین شعراء میں ابو نواس پھر ابو تمام اور بحتری سے زیادہ کوئی مشہور نہیں کہا جاتا ہے کہ ابو تمام اور بحتری کی وجہ سے اس کے زمانہ کے پانچ سو جیّد شعراء کی شاعری سرد ہو کر رہ گئی تھی، ان دونوں کے بعد ابن رومی اور ابن المعتز نے شہرت میں ان کا ساتھ دیا ہے۔ وصاف ابن المعتز نے تو وہ نام آوری حاصل کی جو مولدین میں ابو نواس کو اور قدماء میں امرؤ القیس کو حاصل تھی، ان تینوں میں کوئی بھی اس قابل نہیں کہ دنیا میں کوئی شخص ان سے ناواقف رہے۔ ان سب کے بعد متنبی کا دور آیا، اس نے دنیا کو اپنے نغمات سے اس طرح بھر دیا کہ لوگ اوروں سے بے نیاز ہو گئے اور اسی کے اشعار سے دلچسپی لینے لگے۔"

۱۲۔ ابن الاثیر الجزری (المتوفی ۶۳۷ھ) نے اپنی کتاب "المثل السائر" میں، ابو تمام، ابو عبادہ

[1] کتاب العمدہ جلد اول ص ۱۱۲، ۱۲ منہ

[2] کتاب العمدہ جلد اول ص ۶۲، ۱۲ منہ

Marfat.com

بحتری اور ابو الطیّب متبنی کو دنیائے شاعری کا "لات" عزّیٰ اور منات" سے تعبیر کیا ہے ، وہ متبنی کے بارے میں لکھتا ہے :-[۵۹]

"وَأَمَّا أَبُو الطَّيِّبِ الْمُتَنَبِّي فَإِنَّهُ أَرَادَ أَن يَسْلُكَ مَسْلَكَ أَبِي التَّمَّامِ نَقَصُرَت عَنْهُ خُطَاهُ وَلَمْ يُعْطِهِ الشِّعْرُ مِنْ قِيَادِهِ مَا أَعْطَاهُ لٰكِنَّهُ حَظِيَ فِي شِعْرِهِ بِالْحِكَمِ وَالْأَمْثَالِ وَاخْتَصَّ بِالْإِبْدَاعِ فِي وَصْفِ مَوَاقِفِ الْقِتَالِ وَأَنَا أَقُولُ قَوْلًا لَسْتُ فِيهِ مُتَأَثِّمًا وَلَا مِنْهُ مُتَلَثِّمًا وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا خَاضَ فِي وَصْفِ مَعْرَكَةٍ كَانَ لِسَانُهُ أَمْضَى مِنْ نِصَالِهَا وَأَشْجَعُ مِنْ أَبْطَالِهَا وَقَامَتْ أَقْوَالُهُ لِلسَّامِعِ مَقَامَ أَفْعَالِهَا حَتَّى تَظُنَّ الْفَرِيقَيْنِ قَدْ تَقَاتَلَا وَالسِّلَاحَيْنِ قَدْ تَوَاصَلَا وَلَا شَكَّ أَنَّهُ كَانَ يَشْهَدُ الْحُرُوبَ مَعَ سَيْفِ الدَّوْلَةِ بْنِ حَمْدَانَ فَيَصِفُ لِسَانُهُ مَا أَدَّى إِلَيْهِ عِيَانُهُ"

ابو الطیّب متبنی نے ابو التمام کے نقشِ قدم پر چلنا چاہا مگر اُس کے قدم اس سے قاصر رہے اور وہ شعر میں وہ بات پیدا نہ کر سکا جو ابو التمام کے کلام میں پائی جاتی ہے لیکن وہ اپنے اُن اشعار میں جو حِکَم اور اَمثال پر مشتمل ہیں ایک امتیازی مرتبہ پر پہنچ گیا اور جنگ و جدال کا حال بیان کرنے میں ایک اچھوتے اُسلوب کا مالک بن گیا ۔ میں ایک ایسی بات کہہ رہا ہوں جس میں نہ میں گنہگار ہوں اور نہ قابلِ الزام ، وہ یہ کہ متبنی جب معرکہ آرائی کا حال بیان کرتا ہے تو اُس کی زبان تیر و پیکان سے زیادہ دل کے پار گزر جاتی ہے اور بڑے بڑے سورماؤں سے زیادہ وہ بہادر اور دلیر بن جاتی ہے اُسکے اشعار اپنے سُننے والوں کے سامنے جنگ کا ایسا نقشہ پیش کرتے ہیں جیسے کہ تیغ و سنان چل رہے ہوں ، تم اسکا کلام سُنتے سُنتے سمجھنے لگو کہ گویا دو فریق ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں اور ہتھیار چل رہے ہیں بیشک سیف الدولہ کے ساتھ جنگوں میں شریک رہا تھا اسلئے اُسکی زبان وہی سب کچھ بیان کرتی تھی جو کچھ اُسکے سامنے پیش آتا تھا "

دراصل متبنی کی شاعری کا غلغلہ مشرق و مغرب میں اس طرح پھیلا کہ دُنیا اُس ... گونج اُٹھی ۔ اُس کے کلام پر نقد و نظر کے وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں جو اب تک ایک لڑی میں پروئے نہیں گئے ، اور صحنِ باغ کی وہ منتشر کلیاں ہیں جو ایک گلدستہ میں سجائی نہیں گئیں ۔ متقدمین کی تنقید و تبصرہ کے یہی وہ ادب پارے ہیں جن سے متاخرین نے کثرت سے خوشہ چینی کی ہے ، اور عموماً اُنھیں کو نقل کیا ہے مگر اسناد کا حوالہ نہیں دیا ہے[۶۰] ۔

۵۹ المثل السائر صدا ... ۱۲ منہ ۶۰ میں نے کتاب کے آخر میں مراجع ترجمۃ المتنبی کی فہرست دے دی ہے ۱۲ (اعظمی)

علماء متاخرین میں علامہ یوسف البدیعی کی کتاب "الصبح المنبئ عن حیثیۃ المتنبی" بہترین کتاب ہے موجودہ دور میں مصر کے مشہور ادیب ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی "مع المتنبی" اور ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کی "ذکری أبی الطیب بعد ألف عام" نقد و نظر کی قابلِ ستائش کتابیں ہیں۔

متنبی کے کلام پر تنقید کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں :-

۱۔ کچھ تو وہ ہیں جو اُس کے عیوب گنانے میں حد سے زیادہ تجاوز کر گئے ہیں۔ ان میں الصاحب بن عبّاد، أبو علی الحاتمی، أبوسعید العمیدی، أبو الفرج الأصفہانی اور أبو ہلال العسکری ہیں۔

۲۔ کچھ وہ ہیں جو اس کے محاسن و محامد بیان کرنے میں ضرورت سے زیادہ غلو کرتے ہیں ان میں أبو الفتح عثمان بن جنّی، أبو العلاء المعرّی، ألواحدی، ابن رشیق القیروانی، ابن سِنکان أبو البقاء العکبری، علامہ بدیعی اور شیخ ناصیف الیازجی وغیرہ ہیں۔

۳۔ کچھ وہ ہیں جو متنبی کی ضرورت سے زیادہ تعریف کرتے ہیں نہ حد سے زیادہ بُرائی۔ اُن میں قاضی عبدالعزیز جرجانی، امام ثعالبی اور علامہ ابن الأثیر الجزری وغیرہ ہیں۔

لیکن درحقیقت اربابِ ادب کے زمرہ سے اگر عمیدی اور عسکری کو خارج کر دیا جائے جن کو تعصب کی وجہ سے متنبی کے سارے دیوان میں کوئی خوبی ہی نظر نہیں آئی تو ان تمام علماء متقدمین اور متاخرین کی تنقیدوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب مختلف رائے رکھنے کے باوجود کم از کم اس بات پر متفق ہیں کہ متنبی شعراء مولدین میں ایک بلند پایہ شاعر تھا، اور امثال و حِکَم، زمانہ اور اہلِ زمانہ کی مذمت، اور معرکۂ جدال و قتال کا نقشہ کھینچنے میں تمام شعراءِ عرب پر فوقیت رکھتا تھا وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

مناظرۂ حاتمی

علامۂ بدیعی نے بروایت شیخ ابوعلی حاتمی ایک دلچسپ مناظرہ کا حال لکھا ہے، حاتمی کا بیان ہے۔ کہ مصر سے واپسی کے بعد متنبی جب بغداد آیا تو بڑی شان و شوکت سے وہاں رہنے لگا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اقلیم شاعری کا وہ تنہا مطلق العنان بادشاہ ہے، اور دوسرے شعراء و ادباء اُس کے سامنے طفلِ مکتب ہیں۔ نہ کسی کو جرأتِ لب کشائی ہے نہ مجالِ دم زدن۔ یہ بات اہلِ علم پر بڑی شاق تھی۔ خود معزالدولہ اور اُس کے وزیر ابو محمد مہلبی کو یہ بات سخت ناگوار تھی کہ اُس کے حدودِ سلطنت میں کوئی شخص بھی متنبی کا مقابلہ کرنے والا نہیں۔

آخر ایک دن میں اُس کے مکان پر پہونچا اور اجازت لے کر ایک طرف جاکر بیٹھ گیا، وہ اُن لوگوں سے مخاطب تھا جو اُس کے سامنے شعر و شاعری پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہ میری طرف قطعی مخاطب نہیں ہوا نہ مجھ سے اس نے کوئی گفتگو کی حالانکہ لوگوں نے بار بار میرے علمی مرتبہ کی طرف اشارہ کیا مگر اُس نے قطعی بے اعتنائی برتی۔ مجھے اپنے یہاں آنے پر بڑی ندامت ہوئی، اور اِس توہین آمیز سلوک پہ بڑا غصہ آیا۔

بڑی دیر کے بعد اُس نے میری طرف مُنہ پھیرا اور کہنے لگا "کیسے آنا ہوا؟" میں نے جل کر جواب دیا۔ شومیٔ قسمت نے مجھے تم جیسے شخص کے پاس آنے پر مجبور کیا، خدا تمھیں معاف کرے۔ یہ تو بتاؤ کیا کوئی نسبی شرف تمھیں حاصل ہے۔ جس نے اس تکبّر اور غرور پر تم کو مجبور کیا ہے۔ یا کوئی علمی ایسا منصب تم کو نصیب ہے جو تمھیں اس نخوت و تکبّر کی طرف مائل کرتا ہے۔ یہ سن کر اس کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا اور اظہارِ معذرت کرنے لگا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے اُنھوں نے بھی اس کی معذرت قبول کر لینے کی مجھ سے سفارش کی پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے۔

میں نے متنبی سے کہا، مجھے تمھارے کچھ اشعار میں شکایت ہیں۔ میں اُن کے بارے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ متنبی نے کہا وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا تم نے یہ کیا کہا ہے، کیا بادشاہوں

Marfat.com

کی اسی طرح تعریف کرتے ہیں ؟

إِذَا كَانَ بَعْضُ النَّاسِ سَيْفًا لِدَوْلَةٍ
فَفِي النَّاسِ بُوقَاتٌ لَهَا وَطُبُولُ

پھر میں نے کہا، تم نے یہ کیسا لغو شعر کہا ہے۔ کیا کسی محبوب سے اسی طرح اظہارِ محبت کی جاتی ہے۔

خَفِ اللهَ وَاسْتُرْ ذَا الْجَمَالَ بِبُرْقُعٍ
فَإِنْ لُحْتَ حَاضَتْ فِي الْخُدُورِ الْعَوَاتِقُ

اسی طرح سوچو تم نے سیف الدولہ کی ماں کا مرثیہ کیسے بھونڈے انداز میں کہا ہے۔ خدا کی قسم اگر اس کی کسی لونڈی، باندی کا مرثیہ بھی اس طرح کہا جاتا تو برا ہوتا، شعر یہ ہے :-

وَلَا مَنْ فِي جَنَازَتِهَا تِجَارٌ
يَكُونُ وَدَاعُهَا نَفْضَ النِّعَالِ

پھر کیا تم کو یہ کہتے ہوئے سیف الدولہ سے شرم نہیں آئی ؟

صَلَاةُ اللهِ خَالِقِنَا حَنُوطٌ
عَلَى الْوَجْهِ الْمُكَفَّنِ بِالْجَمَالِ

علیٰ ہذا القیاس تم نے ابن کیغلغ کی کیسی مکروہ انداز میں ہجو کہی ہے۔ جسے سن کر کانوں کو نفرت اور طبائع کو کراہیت ہوتی ہے۔

لہ اگر بعض لوگ یعنی تو بذاتِ خود دولت اور خلافت کے لئے تلوار ہے تو اور لوگوں کی حیثیت بمنزلہ بگل اور نقارے کی ہے۔ (اعظمی)

ٹہ اے ممدوح تو خدا سے ڈر اور اپنے اس حسن و جمال کو برقع میں پوشیدہ رکھ، اگر تو ظاہر ہوگیا تو حسین نوجوان عورتیں پردوں میں حائضہ ہو جائیں گی۔ (اعظمی)

سے وہ ایسی عورت نہ تھی کہ اس کے جنازہ کے ہمراہ تاجر پیشہ بازاری لوگ ہوں کہ جب وہ واپس ہوں تو جوتیاں جھاڑتے ہوئے جاویں۔ (اعظمی)

ٹہ مرحومہ کے چہرہ پر بجائے خوشبو کے خدائے خالق کی رحمت لگی ہوئی ہے، جو حسن و جمال کے کفن میں لپٹا ہوا ہے۔ (اعظمی)

وَإِذَا أَشَارَ مُحَدِّثًا فَكَأَنَّهُ[۵۱]
قِرْدٌ يُقَهْقِهُ أَوْ عَجُوزٌ تَلْطِمُ

پھر کیا قصائد کا افتتاح اسی طرح کیا جاتا ہے، جس طرح اس شعر سے تم نے کیا ہے:۔

أَرَقٌ عَلَى أَرَقٍ وَمِثْلِيَ يَأْرَقُ[۵۲]
وَجَوًى يَزِيدُ وَعَبْرَةٌ تَتَرَقْرَقُ

اسی طرح تمہارا یہ شعر بھی کس قدر لغو ہے:۔

فَقَلْقَلْتُ بِالْهَمِّ الَّذِي قَلْقَلَ الْحَشَى[۵۳]
قَلَاقِلَ عِيسٍ كُلُّهُنَّ قَلَاقِلُ

علامہ حاتمی کا بیان ہے کہ یہ اعتراضات سُن کر متنبی کو ذرا جوش آگیا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا کہ آپ کا میرے اس شعر کے بارے میں کیا خیال ہے:۔

كَأَنَّ الْهَامَ فِي الْهَيْجَا عُيُونٌ[۵۴]
وَقَدْ طُبِعَتْ سُيُوفُكَ مِنْ رُقَادِ
وَقَدْ صُغْتَ الْأَسِنَّةَ مِنْ هُمُومٍ
فَمَا يَخْطُرْنَ إِلَّا فِي الْفُؤَادِ

---

۵۱ جب وہ باتیں کرتے ہوئے اشارہ کرتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک بندر ہنس رہا ہے یا ایک بڑھیا ہے جو مُنہ پیٹ رہی ہے۔ (اعظمی)

۵۲ بیداری ہی بیداری ہے اور مجھ جیسا عشق کا مارا بیدار ہی رہتا ہے۔ اور میری سوزشِ محبت بڑھتی رہتی ہے اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے رہتے ہیں۔ (اعظمی)

۵۳ میں نے ایسے غم کی وجہ سے جس نے میرے اعضاء باطنی کو ہلا دیا ان تیز رفتار اُونٹنیوں کو حرکت دی جو سراپا حرکت تھیں۔ (اعظمی)

۵۴ گویا دشمنوں کے سر لڑائی میں آنکھیں ہیں اور تیری تلواریں خواب سے ڈھالی گئی ہیں، یعنی جس طرح نیند آنکھوں میں سما جاتی ہے اسی طرح تیری تلواریں دشمنوں کے سروں میں پیوست ہو جاتی ہیں (۲) بیشک تو نے اپنے نیزے غم اور رنج سے بنائے ہیں اس لئے وہ صرف دشمنوں کے دلوں ہی میں گڑتے ہیں یعنی جس طرح غم دل کے سوا کہیں نہیں پایا جاتا اسی طرح تیرے نیزے دشمنوں کے دلوں ہی میں لگتے ہیں اور اُسی میں پیوست ہو جاتے ہیں۔" (اعظمی)

اسی طرح لشکر کی تعریف میں یہ شعر آپ کیسا خیال کرتے ہیں؟

فِی فَیْلَقٍ مِنْ حَدِیْدٍ لَوْ قُرِفْتَ بِهِ[1]
صَرْفَ الزَّمَانِ لَمَا دَارَتْ دَوَائِرُهُ

نیز آپ کا میرے اس شعر کے متعلق کیا خیال ہے؟

لَوْ تَعْقِلُ الشَّجَرُ الَّتِیْ قَابَلْتَهَا[2]
مَدَّتْ مُحَیِّیَةً إِلَیْكَ الْأَغْصُنَا

اور میرے اس قول کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

أَیَنْفَعُ فِی الْخَیْمَةِ الْعُذَّلُ[3] وَتَشْمَلُ مَنْ دَهْرَهَا یَشْمَلُ
فَمَا اعْتَمَدَ اللّٰهُ تَقْوِیْضَهَا وَلٰكِنْ أَشَارَ بِمَا تَفْعَلُ

اسی طرح میرے اس شعر کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے:

وَمَلْمُوْمَةٌ[4] زَرَدٌ ثَوْبُهَا
وَلٰكِنَّهُ بِالْقَنَا مُخْمَلُ

دیکھئے میرا یہ شعر کیسا آپ خیال کرتے ہیں؟

اَلنَّاسُ[5] مَا لَمْ یَرَوْكَ أَشْبَاهٌ
وَالدَّهْرُ لَفْظٌ وَأَنْتَ مَعْنَاهُ

---

[1] تو ایک ایسے آہن پوش لشکر کے ساتھ آیا کہ اگر تو اسکو زمانہ کی گردش پر پھینک مارتا تو پھر اس میں گردشیں نہ ہوتیں۔ یعنی زمانہ کے مصائب ختم ہو جاتے۔ (اعظمی)

[2] اگر وہ درخت جن کے پاس سے تو گذرا سمجھدار ہوتے تو تجھے سلام کرنے کے لئے اپنی شاخیں تیری طرف بڑھا دیتے۔ مگر چونکہ وہ بے عقل ہیں اس لئے وہ ایسا نہ کر سکے۔ (اعظمی)

[3] کیا خیمہ کے گر جانے پر ملامت کرنے والوں کی ملامت سے کچھ فائدہ ہوگا، حالانکہ خیمہ اس شخص پر لگا ہوا تھا جو زمانہ پر چھایا ہوا ہے۔ یعنی خیمہ میں ایسا شخص موجود تھا جو خود خیمہ اور زمانہ پر غالب اور چھایا ہوا ہے[2]۔ خدا نے اس کو ڈھانے کا ارادہ نہیں کیا مگر درحقیقت اُس نے ایک ایسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے جو تجھے کرنا چاہئے یعنی کوچ جانا۔ (اعظمی)

[4] ممدوح تک پہنچنے سے پہلے ایک زبردست لشکر کا سامنا ہے جن کا لباس زرہ بکتر ہے مگر ایسی زرہ جو نیزوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔

[5] لوگ جبتک تجھکو نہ دیکھیں ایک دوسرے جیسے ہیں، مگر تجھکو دیکھتے ہی انکو یقین ہو جائیگا کہ انمیں تجھ جیسا ایک بھی نہیں۔ حقیقۃً زمانہ ایک لفظ ہے اور تو اسکے معنی۔ یعنی جسطرح بے معنی لفظ بیکار ہوتا ہے اسیطرح بغیر تیرے زمانہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

نیز میرے اس قول کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں ؟

وَمَا شَرَقِی بِالْمَاءِ اِلَّا تَذَکُّرًا　　لِمَاءٍ بِہٖ اَھْلُ الْحَبِیْبِ نُزُوْلُ

یُحَرِّمُہٗ لَمْعُ الْاَسِنَّۃِ فَوْقَہٗ　　فَلَیْسَ لِظَمْاٰنٍ اِلَیْہِ وُصُوْلُ[51]

متنبی مذکورۂ بالا اشعار سُنا کر کہنے لگا، کیا اِن اشعار کی بلاغت اور خوبی تم کو میرے شاعرانہ کمال کی طرف سے مطمئن کرنے کے لئے کافی نہیں ہے ؟ اور کیا یہ اُس فروگذاشت کو جو بعض اشعار میں بلاارادہ ہوگئی ہے، درگذر کرنے کی سفارش نہیں کرتی ؟

شیخ ابو علی حاتمی نے کہا، میں اِن تمام اشعار میں کوئی خوبی نہیں پاتا، اس لئے کہ ان کو تم نے فلاں فلاں شعراء کے کلام سے سرقہ کیا ہے۔ پھر ایسی زبردست تنقید[52] کی کہ متنبی کے حواس جاتے رہے اور زبان گُنگ ہوگئی۔ بالآخر اُس نے حاتمی کی فضیلت کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔

متنبی اور حاتمی کا یہ مناظرہ ہوا بھی تھا یا نہیں اور ہوا تھا تو کیا صورت پیش آئی تھی، اس کا صحیح علم تو خدا کو ہے۔ بہرکیف اگر واقعہ صحیح ہے تو اس سے جہاں اُبُو علی حاتمی کے تبحرِ علمی کا پتہ چلتا ہے وہاں اِس قسم کی لاتعداد تنقیدوں سے متنبی کے کلام کی مقبولیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے جس کے مداح اور عیب جو دُنیا بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ سرقہ اور توارد میں بہت کم فرق ہے۔ بعض مرتبہ ایک شاعر بالکل اُسی مفہوم کو اپنے انداز میں نظم کر دیتا ہے جسے دوسرا شاعر اُس سے پہلے نظم کر چکا تھا مگر اُسے پتہ بھی نہیں ہوتا۔ یہاں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ سرقہ کی بہت سی قسمیں ہیں۔ سرقہ مذموم بھی ہوتا ہے اور مستحسن بھی۔ کسی شخص پر محض سرقہ کا الزام اُس کے کلام کے مذموم ہونے کی دلیل نہیں۔ ایک مرتبہ امام حلبی نے ایک شعر کے متعلق متنبی سے کہا کہ "یہ تم نے اُبُو تمام کے فلاں شعر سے سرقہ کیا ہے" متنبی نے کہا "اَلشِّعْرُ[53] جَادَّۃٌ وَرُبَّمَا وَقَعَ [illegible] عَلٰی حَافِرٍ"

---

۵۱ میرے گلے میں پانی اُس پانی کی یاد کی وجہ سے اٹکتا ہے جس پر محبوبہ کے اعزاء فروکش ہیں، نیزوں کی چمک دمک لوگوں کو اُس پر جانے سے روکتی ہے، کوئی پیاسا اُس تک نہیں پہونچ سکتا۔ یعنی محبوبہ کے قبیلے والے بڑے [illegible] ہیں، کسی کی رسائی اُس تک ممکن نہیں۔ (اعظمی)

۵۲ انظر تفصیلہ فی الصُبح المُنبی ص۵۰، ۱۲ منہ

۵۳ "شعر ایک الیسا راستہ ہے جس میں ایک قدم دوسرے قدم پر پڑتا رہتا ہے یعنی توارد ہوتا رہتا ہے" خزانۃ الادب جلد دوم ص۱۶۹ - ۱۲ منہ

Marfat.com

علامہ بدیعی نے اپنی کتاب "الصبح المنبی" میں "السَّرِقَاتُ الشِّعْرِيَّةُ وَأَنْوَاعُهَا" کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس میں موصوف نے سرقات کی پندرہ قسمیں بتائی ہیں، جن میں سے چند کے علاوہ سب ہی معیوب نہیں بلکہ بعض مستحسن بھی ہیں۔ پھر بدیعی نے اسی کتاب میں اور علامہ ثعالبی نے " یتیمۃ الدہر" میں ایک اور عنوان "أُنْمُوذَجُ لِسَرِقَاتِ الشُّعَرَاءِ مِنْهُ" کے تحت اُن شعراء کا کلام پیش کیا ہے جنھوں نے خود متنبی کے اشعار سے سرقہ کیا ہے، اور تفصیل سے بتایا ہے کہ شعراء و اُدباء نے اپنے خطوط و رسائل، خطبات اور مکاتیب میں کہاں کہاں اور کیسے کیسے متنبی کے کلام سے استفادہ کیا ہے۔

سرقات کی یہ مثالیں دیکھنے سے اُن لوگوں کا مُنہ بند ہو جاتا ہے جو علامہ حاتمی کی طرح متنبی پر دوسرے شعراء کے کلام سے سرقہ کرنے کا بڑے شدّ و مد سے الزام لگاتے ہیں۔ نمونۃً چند مثالیں درج ذیل ہیں:-

متنبی کے کلام سے سرقات | ذیل میں ہم اُن سرقات کے چند مختصر اقتباسات پیش کرتے ہیں جو اُدباء و شعراء نے متنبی کے کلام سے کئے ہیں۔

۱۔ متنبی کافور کی مدح سرائی کرتے ہوئے ایک جگہ کہتا ہے: "تیرے مرتبہ کی بلندی میں خدا کا ایک سربستہ راز ہے، جس کو کوئی نہیں سمجھتا، اس لئے تیرے بارے میں دشمنوں کی باتیں محض بکواس ہیں۔ وہ کہتا ہے:

وَلِلّٰهِ سِرٌّ فِي عُلَاكَ وَإِنَّمَا
كَلَامُ الْعِدَى ضَرْبٌ مِنَ الْهَذَيَانِ

یہ مفہوم مشہور ادیب، الصاحب ابوالقاسم اسمٰعیل بن عبّاد کو جو متنبی کے معاصرین اور ناقدین میں سے تھا، پسند آگیا، وہ اُسے لے اُڑا، وہ اپنے ایک خط میں فخرالدولہ کو اُس کی فتوحات پر مبارکباد دیتے ہوئے لکھتا ہے: "لَئِنْ كَانَ الْفَتْحُ جَلِيلَ الْخَطَرِ، عَظِيمَ الْأَثَرِ، ...... يَعْلَمُ أَنَّ لِلّٰهِ أَسْرَارًا فِي عُلَاهُ، لَا يَزَالُ يُبْدِيهَا وَيَصِلُ أَوَائِلَهَا بِتَوَالِيهَا"

دیکھئے خط کشیدہ الفاظ کو ابن عبّاد نے کس خوبی سے مذکورہ بالا عبارت میں کھپایا ہے۔ مطلب

لہ أنظر یتیمۃ الدہر باب أنموذج لسرقات الشعراء منہ، ۱۲ منہ

Marfat.com

یہ ہے کہ "بیشک یہ فتح جلیل القدر اور عظیم المرتبہ ہے...... امیر تو جانتا ہے کہ اُس کی سربلندی میں خدا کے کچھ راز ہیں، جن کو وہ ہمیشہ ظاہر کرتا رہتا ہے اور گزشتہ فتوحات کو بعد میں آنے والے شاندار کارناموں سے ملاتا رہتا ہے۔"

۲۔ متنبی، عضد الدّولہ کی ہمہ دانی اور عدل گستری کی تعریف کرتا ہے کہ "جب ہر طرف ظلم و جہالت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی، اُس وقت دُنیا میں ایک ایسا شخص (عضد الدولہ) پیدا ہوا جو اُس کے حالات سے بخوبی واقف تھا، اس لئے اُس سے دشت وجبل یعنی ساری دنیا نے شکایت کی۔" وہ کہتا ہے۔

حَتّٰى أَتَى الدُّنْيَا ابْنُ بَجْدَتِهَا
فَشَكَا إِلَيْهِ السَّهْلُ وَالْجَبَلُ

متنبیؔ کا ایک اور شعر ہے جس میں وہ نیزہ بازی اور شہسواری سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے: "میں نے مقام عُذیب اور بارق کے درمیان جنگ میں اپنے نیزہ چلانے اور تیز رو گھوڑے دوڑانے کو یاد کیا، کہ وہ کیسا دلچسپ منظر تھا۔" وہ کہتا ہے۔

تَذَكَّرْتُ مَا بَيْنَ الْعُذَيْبِ وَبَارِقِ
مَجَرَّ عَوَالِيْنَا وَمَجْرَى السَّوَابِقِ

ابن عبّاد اِن دونوں شعروں کے خط کشیدہ الفاظ اپنے ایک اور مکتوب میں اس طرح سرقہ کرتا ہے وہ کہتا ہے:۔

فَلَمَّا أَتَاحَ اللّٰهُ ابْنَ بَجْدَتِهَا........ فَمَا لَبِثُوْا أَنْ رَأَوْا مَعْقَلَهُمُ الْحَصِيْنَ وَ مَثْوَاهُمُ الْقَدِيْمَ هُزْءَةَ الْحَوَادِثِ وَفُرْصَةَ الْبَوَائِقِ وَمَجَرَّ الْعَوَالِي وَمَجْرَى السَّوَابِقِ۔

دیکھیے ابن عبّاد نے بھی اپنے ممدوح فخر الدولہ کو "ابْنُ بَجْدَة" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی وہ شخص جو حقیقتِ حال سے آگاہ ہو۔ پھر وہ اپنے ممدوح کا کارنامہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "دشمنوں نے ذرا دیر میں دیکھا کہ اُن کا مضبوط قلعہ اور پُرانا ٹھکانا، حوادث اور مصائب کی آماجگاہ بن گیا ہے اور نیزے چلانے اور گھوڑے دوڑانے کا میدان کارزار ہوگیا ہے۔

۳۔ متنبی درج ذیل شعر میں اپنی لاغری اور ناتوانی کی ایسی تصویر کشی کرتا ہے جیسی اُس سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ وہ کہتا ہے کہ "زمانہ کے ہاتھوں میں ایسا لاغر و نحیف ہو گیا ہوں کہ اگر میں کسی قلم کے شگاف میں ڈال دیا جاؤں تو انتہائی لاغری کی وجہ سے میں لکھنے والے کی تحریر میں کچھ تغیر نہ کر سکوں گا۔" جدت طرازی ملاحظہ ہو، وہ کہتا ہے:-

وَلَوْ قَلَمٌ اُلْقِيْتُ فِيْ شَقِّ رَاسِهِ
مِنَ السُّقْمِ مَا غَيَّرْتُ مِنْ خَطِّ كَاتِبِ

ابن عباد نے اس نئے خیال کو بھی سرقہ کر لیا، وہ اپنے ایک خط میں اس مفہوم کو اس طرح ادا کرتا ہے

وَلَوْ كَانَ مَا أَحْسَنَهُ شَظِيَّةً فِيْ قَلَمِ الْكَاتِبِ لَمَا غُيِّرَتْ خَطُّهُ، أَوْ قَذَى فِيْ عَيْنِ نَائِمٍ لَمَا انْتَبَهَ جَفْنُهُ۔"

"اگر کاتب کے قلم کا شگاف، خط کے حسن کا باعث نہ ہوتا تو اُس کا خط دوسروں سے مختلف نہ ہوتا اور اگر سونیوالے کی آنکھ میں تنکا نہ پڑتا تو اُس کی پلکیں بیدار نہ ہوتیں۔"

۴۔ متنبی، سیف الدولہ کی چھوٹی بہن کے مرثیہ میں کہتا ہے کہ "اے سیف الدولہ تو تعزیت احباب سے بالاتر ہے، اس لئے کہ تو اُس شخص سے عقل میں بہرحال بڑا ہے، جو تیری تعزیت کرنا چاہے۔" تیرے ہی الفاظ سے اُس نے تعزیت کرنا سیکھا ہے۔ جب وہ تیری تعزیت کرتا ہے تو وہ وہی کہتا ہے جو اس سے قبل تو اُس سے کہہ چکا ہے۔" وہ کہتا ہے:-

أَنْتَ يَا فَوْقَ أَنْ تُعَزّٰى عَنِ الْأَحْـ ... ـبَابِ فَوْقَ الَّذِيْ يُعَزِّيْكَ عَقْلَا
وَبِأَلْفَاظِكَ اهْتَدٰى فَإِذَا عَزَّا ... كَ قَالَ الَّذِيْ لَهُ قُلْتَ قَبْلَا

دیکھیے ابن عباد بعینہ یہی بات اپنے ایک تعزیت نامہ میں دُہراتا ہے۔ سارا مضمون متنبی کے مذکورہ بالا شعروں سے ماخوذ ہے۔ وہ کہتا ہے:-

إِذَا كَانَ الشَّيْخُ الْقُدْوَةُ فِي الْعِلْمِ وَمَا يَقْتَضِيْهِ وَالْأُسْوَةُ فِي الدِّيْنِ وَمَا يَجِبُ فِيْهِ، لَزِمَ أَنْ يَتَأَدَّبَ فِيْ حَالَاتِ الصَّبْرِ وَالشُّكْرِ بِأَدَبِهِ وَيُؤْخَذَ فِيْ تَارَاتِ الْأَسٰى بِمَذْهَبِهِ فَكَيْفَ لَنَا

علم اور اُس کے مقتضیات میں، دین اور اُس کے واجبات میں چونکہ شیخ کا مرتبہ امام اور مقتدا کا ہے اس لئے ضروری ہے کہ حالات صبر و شکر اور رنج و غم میں اسی کے طریقہ اور مسلک کو اختیار کیا جاوے۔ اگر کسی حادثہ پر شیخ کی تعزیت کرنا ہو تو بجز اس کے اور کچھ کیونکر ممکن ہے کہ ہم تعزیت کا

Marfat.com

بِتَعْزِيَتِهِ عِنْدَ حَادِثِ رَزِيَّتِهِ، إِلَّا إِذَا رُدِيْنَا لَهُ بَعْضَ مَا أَخَذْنَاهُ عَنْهُ وَأَعَدْنَا إِلَيْهِ طَائِفَةً مِمَّا إِسْتَفَدْنَاهُ مِنْهُ":	وہی طریقہ اختیار کریں جو موصوف سے مروی ہے اور اُسی کا اعادہ کریں جس کا ہم نے اُس سے استفادہ کیا ہے۔"

۵۔ فکر کی خلاقی اور جدتِ ادا کی صناعی ملاحظہ ہو۔ متبنی ایک شعر میں باغوں کی تیز خوشبو کو اُن کے کلام سے تعبیر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ باغ جب بارش کی تعریف کرنا چاہتے ہیں تو مہک اُٹھتے ہیں، دیکھیے وہ کہتا ہے:۔

وَذَكِيُّ رَائِحَةِ الرِّيَاضِ كَلَامُهَا
تَبْغِي الثَّنَاءَ عَلَى الْحَيَا[1] فَتَفُوحُ

ابن عباد اِس انوکھی بات کو بھی لے اُڑا، وہ اپنے ایک خط میں لکھتا ہے:۔

"وَقَدْ أَثْنَى عَلَيْهِ ثَنَاءً لِسَانَ الزَّهْرِ عَلَى رَائِحَةِ الْمَطَرِ"	"اُس نے ممدوح کی ایسی مدح و ثنا کی جیسی پھول مہک کر بارش کی مہربانی کی تعریف کرتا ہے"

۶۔ متبنی ایک شعر میں خود ستائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "میں نے بہت سے پہاڑوں کو قطع کیا ہے جو گواہ ہیں کہ میں عظمت اور شکوہ میں پہاڑ کی طرح ہوں، میں نے بہت سے دریاؤں کو بھی عبور کیا ہے جو اس بات کے شاہد ہیں کہ میں سخاوت و کرم میں بحرِ بے پایاں ہوں":

وَكَمْ مِنْ جِبَالٍ جُبْتُ تَشْهَدُ أَنَّنِي الْـ
جِبَالُ وَبَحْرٍ شَاهِدٍ أَنَّنِي الْبَحْرُ

ابن عباد نے اِس مفہوم کو بھی سرقہ کرلیا ہے، وہ اس خط کے جواب میں جو ابن العمید نے اُس کو ساحلِ سمندر سے بھیجا تھا، لکھتا ہے:۔

وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ سَيِّدَنَا كَتَبَ وَمَا أَخْطَرَ بِفِكْرِهِ سِعَةَ صَدْرِهِ، لَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَرَأَى الْبَحْرَ وَشَلًا[2] لَا يَفْضُلُ	مجھے معلوم ہے کہ جناب والا نے (یہ خط ساحلِ سمندر سے) لکھا ہے، حالانکہ موصوف کے وسیع قلب میں جو کچھ ہے اگر وہ لکھ دیتے تو وہ دیکھتے کہ سمندر میں پانی بہت تھوڑا سا

[1] الحیاء المطر۔ ۱۲ منہ۔ [2] الوَشَلُ بفتح الواوُ والشین، القلیل مِنَ الماء = والتبرّض، الاکتفاء بالقلیل = ولا یفضل عنہ ای لا یزید علی قدرہ = الثمد بفتحتین، الماء القلیل۔ والترشف، اخذ الماء جُرعۃ بعد جُرعۃ ۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

عَنِ التَّبَرُّضِ وَتَمَدَّ الاَيَكْثُرُ عَنِ التَّرَشُّفِ؟	رہ جاتا بلکہ اتنا کم رہ جاتا کہ بجز جرعہ اندوزی اُس سے پانی لینا ممکن نہ ہوتا؛۔

مطلب یہ ہے کہ موصوف کے وسعتِ معلومات کے مقابلہ میں بحرِ مواج کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔

۷۔ ابن عباد اپنے ایک مکتوب میں ایک بچی کی پیدائش پر مبارکباد دیتے ہوئے لکھتا ہے "أَهْلاً بِعَقِيلَةِ النِّسَاءِ وَكَرِيمَةِ الْآبَاءِ وَأُمِّ الْأَبْنَاءِ وَجَالِبَةِ الْأَصْهَارِ وَالْأَوْلَادِ الْأَطْهَارِ"

پھر آگے چل کر وہ مندرجہ ذیل شعر لکھتا ہے :۔

وَلَوْكَانَ النِّسَاءُ كَمِثْلِ هٰذِي — لَفُضِّلَتِ النِّسَاءُ عَلَى الرِّجَالِ
وَمَا التَّانِيثُ لِاِسْمِ الشَّمْسِ عَيْبٌ — وَلَا التَّذْكِيرُ فَخْرٌ لِلْهِلَالِ

یہ دونوں شعر بجنسہ متنبی کے ہیں، صرف مصرعِ اول میں بجائے "كَمَنْ فَقَدْنَا" کے "كَمِثْلِ هٰذِي" بدلا ہوا ہے

۸۔ ابن عباد کا شعر ہے :۔

تَجَشَّمْتُهَا وَاللَّيْلُ حَفَّ جَنَاحَه
كَأَنِّي سِرٌّ وَالظَّلَامُ ضَمِيرٌ

یہ شعر دراصل متنبی کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے، وہ اپنی صحرا نوردی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے

وَكُنْتُ إِذَا يَمَّمْتُ أَرْضًا بَعِيدَةً
سَرَيْتُ فَكُنْتُ السِّرَّ وَاللَّيْلُ كَاتِمُهُ

اِسی مفہوم کو ابن عباد نے اِس طرح ادا کیا ہے "میں رات کی پشت پر سوار ہو گیا جبکہ اُس نے اپنے بازوؤں کو پھیلا رکھا تھا، گویا میں ایک پوشیدہ راز تھا اور تاریکی مجھے چھپائے ہوئے تھی"

۹۔ ابن عباد کا شعر ہے :۔

لَبِسْنَ بُرُودَ الْوَشْيِ لَا لِتَجَمُّلٍ
وَلٰكِنْ لِصَوْنِ الْحُسْنِ بَيْنَ بُرُودِ

سلہ میں دور دراز مقامات سے ممدوح کے پاس جب آنے کا ارادہ کرتا تھا تو رات کو چل پڑتا تھا، گو یا میں ایک سربستہ راز تھا جس کو رات چھپائے ہوئے تھی۔ (اعظمی)

Marfat.com

یہ بھی متنبی کے شعر سے ماخوذ ہے اور سرقہ کی وہ مذموم صورت ہے جس کو شعراء کی اصطلاح میں مُصَالتَت کہتے ہیں جس میں لفظاً اور معنےً دونوں طرح کا سرقہ پایا جاتا ہو۔ جو سرقہ کے اقسام میں سب سے زیادہ معیوب ہے۔ ذیل کا شعر متنبی کے بہترین اشعار میں سے ہے جسے ابن عبّاد لے اُڑا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

لَبِسْنَ الْوَشْیَ لَا مُتَجَمِّلَاتٍ
وَلٰکِنْ کَےْ یَصُنَّ بِہِ الْجَمَالَا

مطلب یہ ہے" اُن مہوشوں نے پھولدار منقش اور ریشمی کپڑے اپنا حُسن بڑھانے کے لئے نہیں پہن رکھے تھے بلکہ اس لئے پہنے تھے تاکہ وہ اپنی خوبروئی کو چھپا سکیں"

دیکھیے ابن عبّاد نے مذکورہ بالا شعر میں صرف مفہوم ہی نہیں، بلکہ متنبی کے الفاظ بھی سرقہ کر لئے ہیں۔ گویا اس انوکھے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ابن عبّاد کو الفاظ بھی نہیں مل سکے۔ اُس کی یہ بے بسی قابلِ رحم ہے۔

۱۰۔ الصّاحب ابن عبّاد کے علاوہ دوسرے بہت سے اُدبا اور شعراء نے متنبی کے کلام سے استفادہ اور سرقہ کیا ہے جن میں سے بعض متنبی کے ہمعصر جلیل القدر اساتذہ بھی ہیں:۔ دیکھیے اُبو اسحٰق الصّابی جو متنبّی کا ہمعصر اور سیف الدولہ کے درباری شاعر ہونے کی حیثیت سے اُس کا رقیب بھی تھا، اپنے ایک خط میں لکھتا ہے:۔

وَعَادَ مَوْلَانَا اِلٰی مُسْتَقَرِّ عِزِّہٖ — آقا نے اپنی جائے قیام پر واپس ہو کر اسکو اسطرح عزت بخشی
عَوْدُ الْحُلِیِّ اِلَی الْعَاطِلِ۔ — جیسے عریاں جسم کو دوبارہ زیورات سے آراستہ کر دیا جائے۔

دیکھیے خط کشیدہ محاورہ متنبی کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔ جو ابو اسحٰاق [illegible] اڑا ہے متنبی سیف الدولہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

وَعُدْتَ اِلٰی حَلَبٍ ظَافِرًا
کَعَوْدِ الْحُلِیِّ اِلَی الْعَاطِلِ

یعنی "تو کامیاب و کامران اپنے دارالسلطنت حلب اِس طرح واپس آیا جیسے زیورات سے عریاں کیے ہوئے جسم کو دوبارہ اُن سے آراستہ کر دیا جائے" یعنی تیرا دارالسلطنت حلب تیرے جانے

Marfat.com

سے بے رونق ہو گیا تھا۔ اب تیرے پھر واپس آنے سے وہ بارونق و شادماں ہو گیا۔

۱۱۔ متنبی کا شعر ہے جس میں وہ کافور اخشیدی کی تعریف کرتا ہے۔ کہ "ہر سائل کا سوال اُس کے کانوں میں ایسا اچھا اور بھلا معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت یوسفؑ کا کرتا حضرت یعقوب کی آنکھوں کے لئے باعثِ خوشی اور باعثِ راحت تھا۔" وہ کہتا ہے:۔

كَأَنَّ كُلَّ سَوَالٍ فِيْ مَسَامِعِهِ
قَمِيْصُ يُوْسُفَ فِيْ أَجْفَانِ يَعْقُوْبَ

خط کشیدہ مصرعۂ ثانی کو سرقہ کر کے اُستاد اُبو العباس احمد بن الضبّی اپنے ایک مکتوب میں شیخ اُبوسعید الشیبی کو لکھتے ہیں:۔

"وَقَدْ أَتَانِيْ كِتَابُ شَيْخِ الدَّوْلَتَيْنِ فَكَانَ فِي الْحُسْنِ رَوْضَةَ حَزْنٍ بَلْ جَنَّةَ عَدَنَ، وَفِيْ شَرْحِ النَّفْسِ وَبَسْطِ الْأُنْسِ بَرْدَ الْأَكْبَادِ وَالْقُلُوْبِ وَقَمِيْصَ يُوْسُفَ فِيْ أَجْفَانِ يَعْقُوْبَ"	"مجھے شیخ الدولتین کا خط ملا، جو حُسن و خوبی میں مقام "حَزن"[1] کے باغ جیسا ہے بلکہ جنت "عدن" جیسا، اور نفس کے انبساط و سرور میں دل و جگر کی ٹھنڈک اور ایسا باعثِ راحت ہے، جیسے یعقوب کی آنکھوں کے لئے حضرت یوسفؑ کا کرتا"

۱۲۔ متنبی، اُبو العشائر کی بخششوں کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "ممدوح کی بخشی ہوئی خلعتیں اُن زبانوں سے جو مُنہ میں نہیں ہوتیں یعنی زبانِ حال سے ممدوح کی تعریف کے گیت گاتی ہیں (۲) اُن خلعتوں کو پہن کر جب ہم کسی بہرے کے پاس سے گذرتے ہیں تو اُس کی آنکھیں اُسے کانوں سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ یعنی بہرا اگر نہیں سُنتا تو کچھ مضائقہ نہیں، وہ دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ یہ ممدوح کی بخشی ہوئی ہیں۔" حُسنِ زبان و بیان دیکھئے، وہ کہتا ہے:۔

تُثْنِيْ عَلَيْكَ أَثْوَابُنَا مَدَائِحَهُ ... بِأَلْسُنٍ مَا لَهُنَّ أَفْوَاهُ
إِذَا مَرَرْنَا عَلَى الْأَصَمِّ بِهَا ... أَغْنَتْهُ عَنْ مِسْمَعَيْهِ عَيْنَاهُ

یہ اندازِ بیان اُبو بکر خوارزمی کو جو متنبی کے ناقدین میں سے تھا، پسند آگیا، وہ اسے لے اُڑا۔ اِس مفہوم کو وہ ایک مکتوب میں اِس طرح ادا کرتا ہے:۔

[1] الحزن بفتح فسکون، موضع فی دیار بنی یربوع، یشتمل علی قیعان و ریاض و منارة۔ ۱۲ منہ

وَكَيْفَ أَمْدَحُ الْأَمِيرَ بِخُلُقٍ ضَاقَ بِهِ الْهَوَاءُ وَامْتَلَأَتْ مِنْ ذِكْرِهِ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ وَأَبْصَرَهُ الْأَعْمٰى بِلَا عَيْنٍ، وَسَمِعَهُ الْأَصَمُّ بِلَا أُذُنٍ۔

میں امیر کے بے نظیر اخلاق کی کیسے تعریف کروں، جس پر فضا (دنیا) بخل کرتی ہے اور جس کے ذکر سے زمین و آسمان مملو ہے، جس کو اندھے نے بغیر آنکھ کے دیکھ لیا اور بہرے نے بغیر کان کے سن لیا۔

۱۳۔ ایک اور خط میں ابوبکر خوارزمی لکھتا ہے:۔

وَلَقَدْ تَسَاوَتِ الْأَلْسُنُ حَتّٰى حُسِدَ الْأَبْكَمُ وَأُفْسِدَ الشِّعْرُ حَتّٰى أُحْمِدَ الصَّمَمُ۔

خط کشیدہ جملہ متنبی کے درج ذیل شعر سے ماخوذ ہے، وہ اپنے شاعرانہ کمال پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے بعد کسی شاعر کے شعر کی پرواہ مت کرو۔ اس لئے کہ میرے مقابلہ میں دوسروں کے اشعار ایسے خراب معلوم ہونگے کہ ان کے سننے سے بہرا ہونا اچھا ہے۔

وَلَا تُبَالِ بِشِعْرٍ بَعْدَ شَاعِرِهِ
قَدْ أُفْسِدَ الْقَوْلُ حَتّٰى أُحْمِدَ الصَّمَمُ

دیکھئے خوارزمی نے خط کشیدہ جملہ سرقہ کر لیا ہے، وہ اپنے مکتوب میں کہتا ہے کہ "لوگوں کی زبانیں بدگوئی میں ایسی یکساں ہوگئی ہیں کہ اب گونگے ہونے پر حسد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح شعر گوئی کی ایسی مٹی پلید ہوئی کہ ایسے مہمل شعر سننے سے تو بہرا ہونا زیادہ بہتر سمجھا جائے گا۔"

متنبی نے اس مفہوم کو کہ "اصل کو فرع پر اور کل کو جز پر اگرچہ ترجیح اور برتری حاصل ہے لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جہاں جز کو کل پر فوقیت اور فضیلت ہوتی ہے۔" مختلف طریقوں سے بڑے معجزانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ (۱) کہیں وہ کہتا ہے کہ "شراب میں وہ خوبی ہے جو انگور میں نہیں ہوتی" کہیں وہ کہتا ہے۔ (۲) "ممدوح بھی دوسروں کی طرح اگرچہ ایک انسان ہے لیکن اوروں سے افضل اور برتر ہے، جس طرح نافۂ مشک اگرچہ غزال ہی کا ایک حصہ ہے مگر اس سے کہیں زیادہ قیمتی اور اعلیٰ اور اشرف ہے۔" کہیں کہتا ہے۔ (۳) "گو میں انھیں لوگوں میں رہتا سہتا ہوں لیکن میں ان میں سے نہیں ہوں بلکہ ان سے کہیں زیادہ افضل اور اعلیٰ ہوں، جس طرح سونا اگرچہ مٹی ہی میں ہوتا ہے مگر مٹی نہیں ہوتا۔" کہیں وہ کہتا ہے۔ (۴) "گو سیار بن مکرم مر گیا مگر اس کا بیٹا محمد بن سیار جو اس کا جوہر ہے اب بھی زندہ ہے گویا گلاب کا پھول مرجھا گیا لیکن اس کا عطر اب بھی اپنی خوشبو سے ہمارے دل و

Marfat.com

دماغ کو معطر کئے ہوئے ہے" دیکھئے متنبی اس مفہوم کو فکر کی صنّاعی سے کیسے کیسے نت نئے پیکر خیالی میں پیش کرتا ہے، وہ کہتا ہے:-

(۱) وَإِنْ تَكُنْ تَغْلِبُ الْغَلْبَاءُ عُنْصُرَهَا
فَإِنَّ فِي الْخَمْرِ مَعْنًى لَيْسَ فِي الْعِنَبِ

(۲) فَإِنْ تَفُقِ الْأَنَامَ وَأَنْتَ مِنْهُمْ
فَإِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

(۳) وَمَا أَنَا مِنْهُمْ بِالْعَيْشِ فِيهِمْ
وَلٰكِنْ مَعْدِنُ الذَّهَبِ الرَّغَامُ

(۴) فَإِنْ يَكُ سَيَّارُ بْنُ مُكْرَمٍ انْقَضَى
فَإِنَّكَ مَاءُ الْوَرْدِ إِنْ ذَهَبَ الْوَرْدُ

۱۴- اس مفہوم کو بہت سے شعراء نے متنبی کے اشعار سے اخذ کیا ہے، دیکھئے ابوبکر خوارزمی اس مفہوم کو اس طرح ادا کرتا ہے:-

وَأَنَّكَ مِنْهُمْ وَكَذَاكَ أَيْضًا ... مِنَ الْمَاءِ الْفَرَائِدُ وَاللَّآلِي
وَتَسْكُنُ دَارَهُمْ وَكَذَاكَ تَسْكُنُ ... حِجَارَةُ وَالزُّمُرُّدِ فِي الْجِبَالِ

یعنی اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ تو اُن ہی سے ہے دُرِ بے بہا اور موتی بھی پانی ہی میں سے ہوتا ہے لیکن پانی کی طرح بے قیمت نہیں ہوتا۔ (۲) اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ تو انھیں کے گھر میں رہتا ہے۔ پتھر اور زُمرّد دونوں پہاڑ میں پائے جاتے ہیں لیکن دونوں کی قیمت میں بڑا فرق ہے"

۱۵- ابُو الفتح علی بن محمد البستی اسی مضمون کو یوں بیان کرتا ہے:-

أَبُوكَ حَوَى الْعَلْيَاءَ وَأَنْتَ مُبَرِّزٌ ... عَلَيْهِ إِذَا نَازَعْتَهُ قَصَبُ الْمَجْدِ
وَلِلْخَمْرِ مَعْنًى لَيْسَ فِي الْكَرْمِ مِثْلُهُ ... وَفِي النَّارِ نُورٌ لَيْسَ يُوجَدُ فِي الزَّنْدِ

مطلب یہ ہے کہ "تمہارا باپ بلند مراتب کا مالک ہے مگر جب شرف و مجد کا مقابلہ ہو تو اُس سے تو فوقیت لے جائے گا، بالکل اسی طرح جیسے شراب میں ایک خوبی ہے جو انگور میں نہیں ہوتی یا آگ کے شعلہ میں ایک روشنی ہوتی ہے جو آگ میں نہیں ہوتی"

Marfat.com

اِسی مفہوم کو اُبو الفتح البستی ایک دوسری جگہ اس طرح ادا کرتا ہے :-

أَبُوكَ كَرِيمٌ غَيْرَ أَنَّكَ سَابِقٌ ۔۔۔ مَدَاهُ بِلَا ضَيْمٍ عَلَيْهِ وَلَا ذَمِّ

فَلَا يَعْجَبَنَّ النَّاسُ مِمَّا أَقُولُهُ ۔۔۔ وَأَقْضِي بِهِ فَالْغَيْثُ أَنْدَى مِنَ الْغَيْمِ

یعنی "تمہارا باپ بیشک سخی ہے، لیکن تو اُس سے بھی سبقت لے گیا ہے۔ اس میں نہ کوئی نقصان ہے نہ حرج۔ (۲) لوگوں کو اس بات پر جو میں کہہ رہا ہوں اور جس کا میں فیصلہ سُنا رہا ہوں، کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیئے، اس لئے کہ بارش بہرحال ابر سے زیادہ سخی اور نفع بخش ہوتی ہے۔"

۱۶ متنبی کا ایک شعر ہے جس میں وہ مصر سے اپنی روانگی کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: "اگلے زمانہ والے اُس وقت آئے جب زمانہ جوان تھا، اس لئے زمانہ نے اُن کو خوش رکھا، ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اُس وقت آئے جب وہ بوڑھا ہو چکا تھا، اس لئے وہ ہمیں خوش نہ کرسکا۔" وہ کہتا ہے :-

أَتَى الزَّمَانَ بَنُوهُ فِي شَبِيبَتِهِ
فَسَرَّهُمْ وَأَتَيْنَاهُ عَلَى الْهَرَمِ

اِس مفہوم کو اُبو الفتح بستی سرقہ کرکے اِس طرح ادا کرتا ہے :-

لَا غَرْوَ إِنْ لَمْ تَجِدْ فِي الدَّهْرِ مُخْتَرَقًا
فَقَدْ أَتَيْنَاهُ بَعْدَ الشَّيْبِ وَالْخَرَفِ

دیکھیئے سارا مضمون متنبی کے شعر سے ماخوذ ہے بستی کہتا ہے کہ "اگر زمانہ میں تم کوئی ایسا شخص نہیں پاتے جس سے لطف اندوز ہوسکو تو کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ ہم اُس کے پاس ایسے وقت میں آئے ہیں جب وہ بوڑھا اور سٹھیا چکا ہے۔

۱۷ متنبی، احباب کی بے مہریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: "اب میں جس کو اپنا دوست [illegible] ہوں، اُس کے بارے میں شک کرنے لگتا ہوں، اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ بھی اِسی دُنیا کا انسان ہے جہاں مکر و فریب پھیلا ہوا ہے۔"

صِرْتُ أَشُكُّ فِيمَنْ أَصْطَفِيهِ
لِعِلْمِي أَنَّهُ بَعْضُ الْأَنَامِ

اُبو بکر خوارزمی یہ مفہوم بھی لے اُڑا، وہ بھی اپنے ایک شعر میں یہی بات کہتا ہے، اُس کا شعر ہے :-

قَدْ ظَلَمْنَاكَ بِحُسْنِ الـ
ظَنِّ يَا بَعْضَ الأَنَامِ

پورا مضمون متنبی کے مذکورہ بالا شعر سے ماخوذ ہے۔ وہ کہتا ہے" ہم نے تیرے متعلق حسنِ ظن رکھکر تجھ پر زیادتی کی ہے، اس لئے کہ تو اسی مخلوق کا ایک فرد ہے جو رات دن عیا[ری] میں پھنسی ہوئی ہے۔"

۱۸۔ متنبی، حسین ابن اسحاق التنوخی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ" وہ (تیرا شہر لاذقیہ) میری آخری منزلِ مقصود ہے اور تیرا دیدار ہی میری آرزوئیں پوری ہونے کا ذریعہ ہے، اس نے تیرا گھر میری دنیا ہے اور تو میرے لئے بمنزلہ ساری مخلوق کے ہے۔" وہ کہتا ہے:-

هِيَ الغَرَضُ الأَقْصَى وَرُؤْيَتُكَ المُنَى
وَمَنْزِلُكَ الدُّنْيَا وَأَنْتَ الخَلَائِقُ

ابو الحسن السُّلامی، اس مفہوم کو سرقہ کرکے اس طرح ادا کرتا ہے:-

وَبَشَّرْتُ آمَالِي بِمَلِكٍ هُوَ الوَرَى
وَدَارٍ هِيَ الدُّنْيَا وَيَوْمٍ هُوَ الدَّهْرُ

مطلب یہ ہے" میں نے اپنی آرزوؤں کو ایک ایسے بادشاہ کے پانے کی خوشخبری سنائی جو میر[ے] لئے بمنزلہ ساری مخلوق کے ہے، اور ایسے گھر میں پہنچنے کا مژدہ سنایا جو میرے لئے دنیا کے برا[بر ہے] اور ایسے مبارک دن کا نوید مسرت پہنچایا جو بمنزلہ سارے زمانہ کے ہے۔"

۱۹۔ متنبی اپنے ہمعصر شعراء پر طنز کرتے ہوئے کہتا ہے:" اے ممدوح! تو اپنی تعریف دوسر[ے] شعراء سے سنتا رہتا ہے لیکن گھوڑے اور گدھے کی آواز میں بڑا فرق ہے۔" یعنی میرے اور دو[سرے] شعراء میں وہی فرق ہے جو گھوڑے اور گدھے کی آواز میں ہے، وہ کہتا ہے:

لَمْ تَزَلْ تَسْمَعُ المَدِيحَ وَلَكِنْ
صَهِيلُ الجِيَادِ غَيْرُ النُّهَاقِ

اس مفہوم کو ابو القاسم الزَّعفرانی نے اڑا لیا، دیکھئے وہ کہتا ہے:-

وَتُغَنِّيكَ فِي النِّدَاءِ طُيُورٌ   أَنَا وَحْدِي مَا بَيْنَهُنَّ الهَزَارُ

یعنی تجھ کو مختلف پرندے اپنے اپنے سُریلے نغمات سُناتے رہتے ہیں، لیکن اُن میں بلبل ہزار داستان تنہا میں ہی ہوں۔" یعنی مجھے اُن پر وہی فضیلت حاصل ہے جو بُلبُل کے سرود کو دوسرے پرندوں کے نغمات پر ہے۔"

۲۰۔ متنبی کا شعر ہے[۱]:-

وَقَدْ أَخَذَ التَّمَامَ الْبَدْرُ فِيهِم
وَأَعْطَانِي مِنَ السَّقَمِ الْمُحَاقَا

ابُوالفرج البغاء جو متنبی کا ہمعصر اور سیف الدولہ کا درباری شاعر ہونے کی وجہ سے اُس کا رقیب بھی تھا، اس مفہوم کو لے اُڑا، وہ کہتا ہے:۔

أَوَلَيْسَ مِنْ إِحْدَى الْعَجَائِبِ أَنَّنِي ... فَارَقْتُهُ وَحُيِّيتُ بَعْدَ فِرَاقِهِ
يَا مَنْ يُحَاكِي الْبَدْرَ عِنْدَ تَمَامِهِ ... إِرْحَمْ فَتًى يُحْكِيهِ عِنْدَ مُحَاقِهِ

دیکھئے بالکل وہی مفہوم جو متنبی کے شعر کا ہے، ببغاء نے سرقہ کر لیا ہے، وہ کہتا ہے، "کیا یہ عجیب بات نہیں کہ میں اپنے محبوب سے جدا ہونے کے بعد بھی زندہ ہوں۔(۲) اے محبوب تو چودھویں رات کے ماہِ کامل کے مشابہ ہے، ایسے نوجوان پر رحم کر جو آخر ماہ کے چاند کی طرح نحیف و لاغر ہے۔"

۲۱۔ متنبی کا شعر ہے[۲]:-

قَدْ عَلَّمَ الْبَيْنُ مِنَّا الْبَيْنَ أَجْفَانَا
تَدْمَى وَأَلَّفَ فِي ذَا الْقَلْبِ أَحْزَانَا

ابُومحمد المہلبی الوزیر (جو محض اس وجہ سے متنبی سے ناراض تھا کہ متنبی نے اس کی خواہش کے باوجود اُس کی مدح میں قصیدہ کہنے سے انکار کر دیا تھا، جس کا انتقام اُس نے ایک ... کے شعراء کو جمع کر کے اُس نے متنبی کی خوب ہجو کہلوائی، پھر ابوعلی الحاتمی کو متنبی کے پاس بھیج کر وہ علمی

---

[۱] قبیلہ والوں نے جب کوچ کیا تو محبوبہ ان میں چودھویں رات کا چاند معلوم ہوتی تھی اور میں اُس کی بیاری یا محبت میں گھُل گھُل کر کانٹا ہو گیا۔ (اعظمی)

[۲] محبوبہ کی جُدائی نے ہماری خون بہانے والی پلکوں کو ایک دوسرے سے جدا رہنا سکھا دیا ہے اور ہمارے اس دل کو غم و اندوہ سے جوڑ دیا ہے اور اُس کا خوگر بنا دیا ہے۔

Marfat.com

مناظرہ اور مجادلہ کروایا جس کا اُوپر ذکر آچکا ہے) اس مفہوم کو سرقہ کرکے یوں کہتا ہے :-

تَصَارَمَتِ الْاَجْفَانُ مُنْذُ صَرَمْتَنِیْ
فَمَا تَلْتَقِیْ اِلَّا عَلٰی عَبْرَةٍ تَجْرِیْ

دیکھیے مہلبی وزیر نے اُسی مفہوم کو جو متنبی کے شعر کا ہے اِس طرح ادا کیا ہے: "جب سے تو جُدا ہوگئی میری پلکیں بھی ایک دوسرے سے جُدا ہوگئیں، اب اگر وہ ملتی ہیں تو صرف اس آنسو کے ٹپکنے کے وقت جو تیری یاد میں بہتا رہتا ہے۔"

۲۲- اَلسّری بن احمد نے جو متنبی کے معصروں میں تھا متنبی کے اشعار سے کثرت سے سرقہ کیا ہے دیکھیے وہ ابو الفوارس سُلامہ بن فہد کی تعریف میں کہتا ہے :-

حَیَّا بِهِ اللّٰهُ عَاشِقِیْهِ فَقَدْ
اَصْبَحَ رَیْحَانَةً لِمَنْ عَشِقَا

یہ دراصل متنبی کے اُس شعر سے ماخوذ ہے جس میں وہ اپنی محبوبہ کو نازک اور خوشبو میں بسی ہوئی کی وجہ سے ایک کلی سے تشبیہ دیتا ہے اور ہودج کے پردوں کو اُس کی پنکھڑیوں سے، وہ کہتا ہے

سَقَاكِ وَحَيَّانَا بِكِ اللّٰهُ، اِنَّمَا
عَلَى الْعِيْسِ نَوْرٌ وَالْخُدُوْرُ كَمَائِمُهْ

مطلب یہ ہے" خدا تجھ کو تر و تازہ اور شاداب رکھے اور تیرے سایۂ عاطفت میں ہم کو زندہ رکھے بیشک تو سفید اونٹنی پر ایک کلی معلوم ہوتی ہے، اور پردے غلافہائے شگوفہ۔"

دیکھیے مذکورہ بالا مثال میں سری بن احمد نے سرقہ کرکے اُسی مفہوم کو دُہرایا ہے جو متنبی کے شعر کا تھا۔ محبوبہ ایک نو شگفتہ پھول ہے جس کی خوشبوئے جاں فزا سے اُس کے چاہنے والے جی رہے ہیں۔

۲۳- السّری بن احمد کا ایک دوسرا شعر ہے :-

لہ ابو الفتح ابن جنی کہتا ہے گو یہ شعر السّری بن احمد کے دیوان میں نہیں ہے لیکن اُس نے بذات خود یہ شعر مجھے سنایا تھا، مطلب یہ ہے۔ " خدا محبوب کے زیر سایہ اُس کے عاشقوں کو زندہ رکھے بے شک اُن لوگوں کے لئے جنھیں اُس سے محبت ہے۔ وہ ایک مہکتا ہوا پھول ہے"۔ یتیمۃ ا... باب اُنموذج لسرقات الشعراء منہ۔ (اعظمی)

Marfat.com

حَزْقٌ طَالَ فِيهِ السَّيْرُ حَتّٰى
حَسِبْنَاهُ يَسِيْرُ مَعَ الرِّكَابِ

دیکھیے یہ بھی متنبی کے مندرجۂ ذیل شعر سے ماخوذ ہے، وہ اپنی تیز گامی اور طولِ سفر کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:-

يَخِدْنَ بِنَا فِي جَوْزِهٖ وَكَأَنَّنَا
عَلٰى كُرَةٍ أَوْ أَرْضُهٗ مَعَنَا سَفْرٌ

مطلب یہ ہے "وہ اونٹنیاں میدان کے وسط میں ہم کو اس تیزی سے لے جا رہی تھیں کہ گویا ہم کُرہ پر سوار تھے یا زمین ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھی" یعنی کرۂ ارض کی طرح ہم بہت تیزی سے چل رہے تھے۔ اتنی تیزی سے کہ گویا زمین ہمارے ساتھ چل رہی تھی۔

۲۴- السّری کا ایک اور شعر ہے:-

وَأَحَلَّهَا مِنْ قَلْبِ عَاشِقِهَا الْهَوٰى
بَيْتًا بِلَا عَمَدٍ وَلَا أَطْنَابِ

دیکھیے یہ بھی متنبی کے اُس شعر سے ماخوذ ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ "میرا دل ایک ایسی أعرابیہ پر فریفتہ ہوگیا ہے جو میرے خانۂ قلب میں جاگزیں ہے، جس کے لئے اُس نے طنابیں نہیں کھینچی ہیں" جادو بیانی دیکھیے، کیسا پیارا شعر ہے:-

هَامَ الْفُؤَادُ بِأَعْرَابِيَّةٍ سَكَنَتْ
بَيْتًا مِنَ الْقَلْبِ لَمْ تَضْرِبْ بِهٖ طُنُبَا

یہی بات سری نے اپنے شعر میں دُہرائی ہے کہ "محبوبہ کی محبّت، عاشق کے خانۂ قلب میں اس طرح جاگزیں ہوگئی ہے کہ اُس کے نہ ستون ہیں نہ طنابیں"

۲۵- السّری بن احمد کا ایک شعر اور ملاحظہ ہو، وہ کہتا ہے:-

---

[1] ایک وسیع لق و دق میدان ہے جس میں ہمارا سفر دیر سے جاری ہے، حتیٰ کہ ہم نے سمجھا کہ وہ وسیع میدان ہماری سواریوں کے ساتھ چل رہا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

وَأَنَا الفِدَاءُ[۱] لِمَنْ مَخِيلَةُ بَرقِهِ
عِنْدِي وَعِنْدَ سِوَايَ مِنْ أَنوَائِهِ

درحقیقت یہ مفہوم بھی متنبی کے مندرجۂ ذیل شعر سے ماخوذ ہے، وہ سیف الدولہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے :-

لَيتَ الغَمَامَ الَّذِي عِندِي صَوَاعِقُهُ
يُزِيلُهُنَّ إِلَى مَن عِندَهُ الدِّيَمُ

مطلب یہ ہے "کاش وہ ابر جس کی بجلیاں مجھ پر گرتی رہتی ہیں، اُن کو وہ اُس شخص پر گرادے جس پہ بارانِ کرم برابر برستے رہتے ہیں۔" یعنی وہ عتاب جو مجھ پر ہو رہا ہے اُن لوگوں پر ہو جو ممدوح کی سخاوت سے برابر مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

متنبی کے کلام سے دوسرے شعرا و اُدبا کے سرقات کی یہ چند مثالیں بطور مشتے از خروارے پیش کی گئیں۔ اس سے مقصد حاتمی کے الزام کی تردید نہیں۔ متنبی نے بھی کچھ نہ کچھ اپنے پیش رَو شعرار کے کلام سے اخذ و استنباط یقیناً کیا ہوگا۔ متنبی کے قتل کے بعد جو دفاتر اس کے پاس سے ملے تھے۔ اُن میں ابو تمام اور بُحتری کے دواوین بھی تھے۔ جن میں مختلف مقامات پر نشانات بھی پائے جاتے تھے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے ضرور ان مقامات سے کچھ نہ کچھ استفادہ کیا تھا۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں، ہر دَور اور ہر زمانہ میں شعراء ہمیشہ متقدمین کا کلام پیشِ نظر رکھتے ہیں اور اُن سے کچھ نہ کچھ استنباط بھی کرتے ہیں، کبھی کبھی توارد بھی ہوتا ہے، اُس کو سرقہ کہنا قطعاً صحیح نہیں۔ پھر جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ سرقہ کی پندرہ قسمیں ہیں، اُن میں سے چند کے علاوہ سب ہی معیوب نہیں بلکہ بعض مستحسن بھی ہیں۔

دیکھنا صرف یہ ہے کہ ایسا شاذ و نادر ہوا ہے یا اکثر و بیشتر؟ اگر سیکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں اشعار میں صرف چند ایسے ہوں جن پر توارد نہیں بلکہ حاتمی کے خیال کے مطابق سرقہ کا الزام بھی لگایا جا سکتا ہو، جب بھی متنبی جیسے قادر الکلام شاعر کے فضل و کمال میں شبہ نہیں کیا جا سکتا، اور نہ اس کی معجزانہ شاعری پر حرف گیری کی جا سکتی ہے۔

---

[۱] میں اُس پر قربان ہو جاؤں جس کے خیال کی بجلیاں مجھ پر اور میرے علاوہ دوسرے جاں نثاروں پر برستی ہیں، گویا یہ اُس کی موسمی بارشیں ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

متنبی کے سرقات علامہ ثعالبی نے اپنی کتاب "یتیمۃ الدہر" میں تفصیل سے گنائے ہیں۔ قاضی ابوالحسن علی بن عبدالعزیز جرجانی نے بھی اپنی کتاب "الوَساطۃ بین المتنبی وخصومہ" میں کافی تشریح سے ذکر کئے ہیں۔ نیز علامہ یوسف البدیعی نے بھی اپنی کتاب "الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی" میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ لیکن ان بزرگوں نے کسی ذاتی بغض وعناد کی وجہ سے تصویر کے صرف ایک ہی رُخ پر سارا زورِ قلم صرف نہیں کیا ہے، بلکہ متنبی کے محاسنِ شاعری، اس کے روائع وفرائد بھی بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ لیکن افسوس ہے شیخ ابوعلی الحاتمی نے اپنے رسالہ "الموضحۃ" میں اور ابوسعد محمد بن احمد العمیدی نے اپنی کتاب "الابانۃ عن سرقاتِ المتنبی لفظاً ومعنیً" میں اور الصاحب ابوالقاسم اسماعیل ابن عبّاد نے اپنی کتاب "الکشفُ عن مَساوِی شِعرِ المتنبی" میں بڑی زیادتی کی ہے، اُنھوں نے متنبی کے صرف معائب ہی گنائے ہیں، فضائل پر اُن کی نظر نہیں پڑی۔

یہ بحث طویل بھی ہے اور غیر دلچسپ بھی اس لئے میں نے قصداً اس سے گریز کیا ہے۔ مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ متنبی کے مخالفین کا جو خود اُس کے حدائق معانی سے گل چینی کرتے رہے ہیں، اُس کے سرقات پر اتنا شور مچانا ایسا ہی ہے، جیسا کسی نے کہا ہے:۔

وَذَمُّوا لَنَا الدُّنْیَا وَهُمْ یَرْضَعُوْنَهَا
وَلَمْ أَرَ کَالدُّنْیَا تُذَمُّ وَتُحْلَبُ [ع۱]

میری نظر سے ضربُ الامثال کی وہ کتاب بھی گذری ہے جو ابنِ عبّاد نے فخرالدولہ کے حکم سے لکھی تھی، جس میں اُس نے متنبی کے اَمثال (Proverbs) ایک کتاب کی صورت میں جمع کئے ہیں، اُس میں تقریباً ۳۷۰ اشعار ہیں۔

متنبی کے ہمعصروں میں غالباً الصاحب ابن عباد سے زیادہ کسی نے بھی اُس کے کلام کا مطالعہ نہیں کیا، لیکن بایں ہمہ کچھ ذاتی پرخاشت، کچھ ہمعصرانہ رقابت کی وجہ سے سب سے زیادہ اُسی نے متنبی کے کلام پر عیب جوئی اور تنقیص کی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مصر سے واپسی پر ابن عبّاد اصفہان میں متنبی سے ملنا چاہتا تھا، اُس نے اسکی

ع۱ لوگ دنیا کی مذمت بھی کرتے ہیں اور اُس سے فائدہ بھی اُٹھاتے رہتے ہیں، میں نے دنیا جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس کی مذمت بھی کی جاتی ہے اور اُس سے فائدہ بھی اُٹھایا جاتا ہے۔ (اعظمی) ع۲ یتیمۃ الدہر جلد اول ص۹۶ ۱۲ منہ

ع۳ الأمثال السائرۃ من شعر أبی الطیب المتنبی۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

استدعا بھی کی تھی، اور اپنے شوقِ ملاقات کو بڑی منت وسماجت سے اس کو لکھ بھیجا تھا۔ لیکن متنبی نے اس کو کچھ اہمیت نہ دی نہ اُس کے خط کا جواب دیا۔ بلکہ وہ ابوالفضل ابن العمید کے پاس سے سیدھا عضدالدولہ کے پاس چلا گیا۔ ابن عباد کو اس کا بڑا صدمہ ہوا، اس لئے اُس نے متنبی کی لغزشات پر کڑی نکتہ چینی کی اور اُس کے معائب ومقابح چن چن کر بڑی لے دے کر ڈالی۔ حالانکہ وہ متنبی کے محاسنِ شاعری سے بخوبی واقف تھا۔

علیٰ ہذا القیاس علامۂ حاتمی اور متنبی کے درمیان مذکورہ[۵۲] بالا مناظرہ میں جو کچھ پیش آیا اُس کی بنیاد بھی ایک ذاتی عناد پر ہے۔

اصل قصّہ یہ ہے کہ متنبی جب مصر سے فرار ہو کر کوفہ آیا اور ۳۵۲ھ میں کوفہ سے دارالسلام بغداد گیا تو وہاں وہ علی بن حمزۃ البصری (جو اُس کے دیوان کا راوی بھی ہے) کے مکان[۵۳] پر ٹھیرا اور اُسی کا مہمان رہا اُسی کے توسّط سے وہ معزالدولہ کے وزیر حسن بن محمد المہلبی سے ملا، جو ایک ذی علم، ادیب، شاعر اور سخی آدمی تھا۔ بہت سے علماء، اُدباء اور شعراء اُس کے پاس جمع رہتے تھے، جن میں قاضی تنوخی، اُبوالفرج الأصفہانی، السّری الرّفاء قابلِ ذکر ہیں۔

وزیر موصوف نے متنبی سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اُس کی مدح میں قصیدہ کہے، لیکن متنبی کے حالات اب بدل چکے تھے، وہ خودمختار بادشاہوں کے علاوہ کسی امیر و وزیر کی مدح سرائی سے پرہیز کرتا تھا اس لئے اُس نے صاف انکار کر[۵۴] دیا۔ مہلبی وزیر کو یہ بات سخت ناگوار گذری، اُس نے اوّل تو شعراء بغداد کو جمع کر کے متنبی کی ہجو کرنے پر اُن کو اُکسایا، چنانچہ اُنھوں نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اُس کی ہجویں کہیں اور متنبی کو سُنا سُنا کر اُس کو خوب شرمندہ کیا۔ ان میں ابن الحجاج، ابن سکرہ، محمد بن عبداللہ الزاہد، الہاشمی اور اُبوعلی الحاتمی وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

متنبی نے "جوابِ[۵۵] جاہلاں باشد خموشی" پر عمل کیا اور ان میں سے کسی کی بکواس کا بھی جواب

---

[۵۱] وفیات الاعیان جلد ۳ صـ ۲۸۲ والصبح المنبی صـ ۱۷ - ۸۰ - ۱۲ منہ

[۵۲] نزہۃ الألباء صـ ۳۶۶ - ۱۲ منہ

[۵۳] یتیمۃ الدہر جلد اول صـ ۸۵ وخزانۃ الادب جلد اول صـ ۳۸۹ - ۱۲ منہ

[۵۴] یتیمۃ الدہر صـ ۱۲۰ وکتاب العمدہ جلد اول صـ ۱۸

Marfat.com

نہیں دیا، بلکہ اُس نے کہا کہ میں ان خود ساختہ شعراء کا جواب پہلے ہی دے چکا ہوں جو درج ذیل ہیں:۔

(۱) أَرَى الْمُتَشَاعِرِينَ غَرُوا بِذَمِّي   وَمَنْ ذَا يَحْمِلُ الدَّاءَ الْعُضَالَا
وَمَنْ يَكُ ذَا فَمٍ مُرٍّ مَرِيضٍ   يَجِدْ مُرًّا بِهِ الْمَاءَ الزُّلَالَا

یعنی "میں خود ساختہ شاعروں کو دیکھتا ہوں کہ وہ میری مذمت کرنے پر تُلے رہتے ہیں۔ اور کون شخص لاعلاج مرض کی تعریف کرتا ہے، یعنی میں اُن کے لئے بلائے بے درماں ہوں، میری وجہ سے اُن کی شاعری ماند پڑ گئی ہے۔ (۲) جس مریض کا منہ کا مزہ کڑوا ہو، وہ آبِ شیریں کو بھی تلخ ہی سمجھتا ہے پھر جھنجھلاہٹ میں وہ میرے اچھے اشعار کو بُرا سمجھتے ہیں" تو اُن کا کیا قصور ہے۔

(۲) أَفِي كُلِّ يَوْمٍ تَحْتَ ضِبْنِي شُوَيْعِرٌ   ضَعِيفٌ يُقَاوِينِي قَصِيرٌ يُطَاوِلُ
لِسَانِي بِنُطْقِي صَامِتٌ عَنْهُ عَادِلٌ   وَقَلْبِي بِصَمْتِي ضَاحِكٌ مِنْهُ هَازِلُ
وَمَا التِّيهُ طِبِّي فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّنِي
بَغِيضٌ إِلَيَّ الْجَاهِلُ الْمُتَعَاقِلُ

یعنی کیا روزانہ میری بغل میں ایک حقیر اور ضعیف شاعر میرا مقابلہ کرتا رہے گا، اور چھوٹا ہونے کے باوجود مجھ سے بڑا ہونے کی کوشش کرتا رہے گا۔ (۲) میری زبان باوجود قدرتِ گویائی کے خاموش ہے اور ہجو کرنے سے اعراض کرتی ہے، میرا دل باوجود میرے خاموش رہنے کے اُس پر ہنستا ہے اور اُس کا مذاق اڑاتا ہے۔ اُن سے غرور کرنا میری خود عادت نہیں لیکن بیشک جاہل آدمی جو عقلمند بننے کی کوشش کرے میرے نزدیک قابلِ نفرت ہے۔"

(۳) وَإِذَا أَتَتْكَ مَذَمَّتِي مِنْ نَاقِصٍ
فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي فَاضِلُ

یعنی "جب کوئی گھٹیا قسم کا شاعر تیرے سامنے میری مذمت کرے تو یہی اِس بات کا ثبوت ہے کہ میں اس معاملہ میں صاحبِ فضیلت اور بلند رتبہ ہوں۔"

پھر ابو محمد المہلبی وزیر ہی کے اشارہ سے ابوعلی الحاتمی، متنبی کے گھر پہنچے اور وہ مناظرہ ہوا جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ شیخ ابو علی الحاتمی کے تبحرِ علمی میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن ایسی تنقید جس کا مقصد محض کسی کی پگڑی اُچھالنا ہو، تنقید نہیں کہی جا سکتی، یہ تو دلی بغض اور ناکامی کی جھنجھلاہٹ کا پتہ دیتی ہے

Marfat.com

مَعَائِب و مقابح

مَنْ ذَا الَّذِیْ تُرْضٰی سَجَایَاہُ کُلُّھَا
کَفَی الْمَرْأُ نُبْلًا اَنْ تُعَدَّ مَعَائِبُہ

متنبی کے محاسنِ شاعری بے شمار ہیں، اس لئے وہ بعد میں تفصیل سے بیان کئے جائیں گے پہلے میں اُس کے معائب پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا چاہتا ہوں جو اُس کے روائع اور بدائع کے مقابلہ میں بہت ہی کم اور معدودے چند ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے "ایسا کون ہے؟ جس کی تمام باتیں پسندیدہ ہوں' انسان کی فضیلت و برتری کے لئے یہی کافی ہے کہ اُس کے عیوب شمار کئے جاسکیں" تفصیل درج ذیل ہے:۔

قبیح المطالع [قصیدہ ہو یا مرثیہ، غزل ہو یا ہزل، مطلع ہر نظم (Poem.) کا اہم حصّہ ہوتا ہے، حُسنِ مطلع سامعین کے دل و دماغ، ذہن و سماعت پر سب سے پہلے اثر انداز ہوتا ہے، اگر مطلع میں حُسن و شیرینی، براعت و جودت نہ ہو تو نہ اُس کے سُننے کے لئے کان کے پردے کھڑے ہوتے ہیں نہ اُس کو قبول کرنے کے لئے دل کے دروازے کھلتے ہیں۔ متنبی کے دیوان میں کچھ مطلع ایسے ضرور ہیں جو سُننے والوں پر گراں گذرتے ہیں اور طبیعت کو کراہیت محسوس ہوتی ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔ دیکھئے وہ کہتا ہے:۔

۱۔ [1] ھٰذِیْ بَرَزْتِ لَنَا فَھِجْتِ رَسِیْسًا
ثُمَّ انْصَرَفْتِ وَمَا شَفَیْتِ نَسِیْسًا

[1] پیاری محبوبہ! تو نے ہمارے سامنے ظاہر ہو کر محبت کی آگ کو اور تیز کر دیا پھر تو لوٹی تو اُس سے کچھ شفا نہ ہوئی بلکہ رہی سہی جان اور نکل گئی۔ اعظمی

Marfat.com

اِس مطلع میں اول تو "ھٰذِی" سے علامتِ ندا حذف نہیں کی گئی جو علماءِ نحویین کے نزدیک جائز نہیں پھر سیس اور نسیس جیسے ثقیل الفاظ لاکر متنبی نے شعر کو اور بھی مجروح کر دیا۔

۲۔ شعر کے لئے شیریں، پر شکوہ الفاظ اور حسنِ بندش بنیادی چیزیں ہیں، تعقید اور غرابت فصاحت کے خلاف ہے، خصوصاً ایسی صورت میں کہ اُس سے معنی میں کوئی خوبی پیدا نہ ہوتی ہو۔ دیکھئے ذیل کے مطلع میں اِسی قسم کی تعقید پائی جاتی ہے:-

وَفَاؤُكُمَا كَالرَّبْعِ أَشْجَاهُ طَاسِمُه
بِأَنْ تُسْعِدَا وَالدَّمْعُ أَشْفَاهُ سَاجِمُه

۳۔ تعقیدِ لفظی کی طرح تعقیدِ معنوی سے بھی شعر کا خالی ہونا ضروری ہے۔ تاکہ اُس کے سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔ دیکھئے مندرجہ ذیل مطلع میں اسی قسم کی تعویق پائی جاتی ہے:-

أَقَلُّ فَعَالِي بَلْهَ أَكْثَرَهُ مَجْدُ
وَذَا الْجِدُّ فِيهِ نِلْتُ أَوْ لَمْ أَنَلْ جَدُّ

کچھ قصائد کے مطلع ایسے بھی ہیں جنھیں سُن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے فہم نو دو گیارہ کے چکر میں پڑ جاتا ہے اور طبیعت کو کراہیت محسوس ہونے لگتی ہے، جو درج ذیل ہیں:-

۴۔ أُحَادٌ أَمْ سُدَاسٌ فِي أُحَادِ
لُيَيْلَتُنَا الْمَنُوطَةُ بِالتَّنَادِ

دیکھئے مصرع اول کے الفاظ سُنتے ہی کانوں کو ایسی نفرت معلوم ہوتی ہے کہ شعر کا مفہوم سمجھنے میں کوئی خوشی باقی نہیں رہتی۔ اول تو شعر کا یہ وزن شاذ و نادر ہی مستعمل ہوتا ہے۔ دوسرے "أُحَادٌ" واحد کی جگہ اسی طرح "سُدَاسٌ" سادس کی جگہ عام طور پر مستعمل نہیں ہوتے [illegible] اتنا مغلق ہے کہ لوگوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اُس کے معنے بیان کئے ہیں۔ بعض علماء نے أُحَادٌ سے

---

۵۱ اے دوستو! تم دونوں کی وفاداری محبوبہ کے اُس ویران کھنڈر کی طرح ہے جس نے اپنی ویرانی کی وجہ سے مجھے خوب رُلایا ہو۔ اسی طرح تم دونوں کی گریہ و زاری نے مجھے اس غم سے شفا دی ہے۔ اس لئے کہ آنسو جس قدر زیادہ بہتے ہیں اُسی قدر غم کو زیادہ دور کرتے ہیں۔ (اعظمی)

۵۲ میرے چھوٹے چھوٹے کام بھی شرف و بزرگی کے ہیں، بڑے کارناموں کے بلند رتبہ ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، انکا ذکر چھوڑو، طلبِ مجد کی میری یہ کوشش خواہ وہ مجھے حاصل ہو یا نہ ہو، بجائے خود ایک بڑی خوش بختی ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

پہلے ہمزۂ استفہام محذوف مانا ہے، مگر معنے جب بھی واضح نہیں ہوتے۔ بہ ظاہر مطلب یہ ہے" فراق کی یہ رات قیامت کی رات ہے۔ اگر اُس میں پورے ہفتہ کی تمام راتیں جمع کردی جائیں پھر یہ سلسلہ قیامت تک دراز ہوجائے، تب بھی اس رات کی طوالت ختم نہ ہو" بتائیے، ممدوح جب اپنے مدح خواں سے شروع ہی میں ایسا تعلق شعر سُنے تو قصیدہ کے باقی اشعار سُننے میں کیا خاک اُسے خوشی ہوگی۔

۵ محبوبہ کے کھنڈرات چونکہ محبوبہ کا کچھ حال نہیں بتاتے، نہ آہ وزاری میں اُس کا ساتھ دیتے ہیں، اس لئے متنبی اُن پر غصہ کرتے ہوئے کہتا ہے" اے جم کر برسنے والے اَبر تو محبوبہ کے کھنڈرات کو پیاسا رکھ، اور اگر تجھے انھیں سیراب ہی کرنا ہے تو زہر ہلاہل سے اُن کو سیراب کردے۔"
دیکھئے کیا عجیب سا مطلع ہے:-

مُلِثَّ الْقَطْرِ أَعْطِشْهَا رُبُوْعَا
وَإِلَّا فَاسْقِهَا السَّمَّ النَّقِيْعَا

۶ متنبی اسی مفہوم کو ایک اور قصیدہ کے مطلع میں اور زیادہ مُہمل طریقہ سے بیان کرتا ہے، وہ کہتا ہے،

إِثْلِثْ فَإِنَّا أَيُّهَا الطَّلَلُ
نَبْكِي وَتُرْزِمُ تَحْتَنَا الْإِبِلُ

۷۔ ایک اور مطلع میں متنبی نے ایک بڑے عمدہ مضمون کو الفاظ کے ردو بدل، بندش وترکیب کی خرابی کی وجہ سے بڑے بھونڈے انداز میں ادا کیا ہے، کہنا صرف یہ ہے کہ "محبوبہ کے کوچ کرجانے سے میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اُس کے اونٹ نکیل لگا کر کیا روانہ ہوئے میرا صبر "بے مہار" ہوگیا" مطلب یہ ہے کہ محبوبہ اور اُس کے قبیلہ والوں کے کوچ کرجانے سے میں گویا زندہ درگور ہوگیا ہوں۔ وہ کہتا ہے:-

بَقَائِي شَاءَ لَيْسَ هُمُ ارْتِحَالَا
وَحُسْنَ الصَّبْرِ زَمُّوا لَا الْجِمَالَا

۸۔ اسی طرح کافور اخشیدی کی تعریف میں پہلا قصیدہ جو متنبی نے پیش کیا تھا، اُس کا افتتاح اُس نے بڑے لغو طریقہ سے کیا ہے۔ پہلی ہی مُلاقات میں دار، موت اور "تمنّا یا" کا ذکر بڑی بدشگونی ہے

سلہ اے دیار حبیب کے کھنڈر، ہم اور ہماری سواری کے اونٹ محبوبہ کی یاد میں روتے ہیں، تو بھی ہمارا شریک وثالث بن جا۔" (اعظمی)

Marfat.com

جس کو ایک معمولی انسان بھی پسند نہیں کرتا، نہ کہ حکمران اور فرمانروا۔ دیکھئے ذیل کے شعر میں یہ بہت بڑا قبح ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

كَفَى بِكَ دَاءً أَنْ تَرَى الْمَوْتَ شَافِيًا
وَحَسْبُ الْمَنَايَا أَنْ يَكُنَّ أَمَانِيًا

یعنی مرض کی شدت اس بات سے ظاہر ہے کہ تم موت کو اپنے لئے شفا سمجھنے لگو اور موت کی اِس سے بڑی کامیابی کیا ہوگی کہ وہ لوگوں کی آرزو بن جائے۔

قبح المقاطع | جس طرح حسنِ مطلع سامعین اور قارئین کے دل ودماغ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اُسی طرح قصیدہ ہو یا مرثیہ، غزل ہو یا ہزل ہر ایک کا آخری شعر (مقطع) (Tuching Point) کی حیثیت سے ذہن وسماعت پر دیرپا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ جس سے آدمی گھنٹوں، ہفتوں بلکہ بعض مرتبہ مدت دراز تک لطف اندوز ہوتا رہتا ہے، اور مزے لے لے کر اُس کو گنگنایا کرتا ہے۔ مقطع اگر اچھا نہ ہو تو اچھی سے اچھی نظم (Poem) بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور لوگ بے مزہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ متنبی کے بعض مقاطع بھی ایسے ہیں۔ دیکھئے وہ قصیدہ جس میں متنبی "شبیب عقیلی" کی بغاوت اور اُس کی ناگہانی موت پر کافور اخشیدی کی بلند اقبالی کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ سِرٌّ فِي عُلَاكَ وَإِنَّمَا كَلَامُ الْعِدَى ضَرْبٌ مِنَ الْهَذَيَانِ
أَتَلْتَمِسُ الْأَعْدَاءُ بَعْدَ الَّذِي رَأَتْ قِيَامَ دَلِيلٍ أَوْ وُضُوحَ بَيَانِ

رَأَتْ كُلَّ مَنْ يَنْوِي لَكَ الْغَدْرَ يُبْتَلَى
بِغَدْرِ حَيَاةٍ أَوْ بِغَدْرِ زَمَانِ

اِس قصیدہ کا ہر شعر "جانِ بلاغت" کہے جانے کا مستحق ہے۔ متنبی اور آگے چل کر کافور[illegible] کی کامیابی کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑے بلیغ انداز میں کہتا ہے:۔

؎ تیرے مرتبہ کی بلندی میں خدا کا ایک سربستہ راز ہے، جس کو کوئی نہیں سمجھتا۔ دشمنوں کی باتیں محض بکواس ہیں۔ (۲) کیا دشمن تیری اس ظفرمندی کو دیکھنے کے بعد اب بھی کوئی دلیل اور واضح ثبوت تجھ سے طلب کریں گے۔ (۳) دشمنوں نے دیکھا کہ جو شخص تجھ سے غداری کرنا چاہتا ہے، اُس کی زندگی اُس سے غداری کرتی ہے یا وہ زمانہ کی بے وفائی کا شکار ہوتا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

قَضَى اللّٰهُ يَا كَافُورُ أَنَّكَ أَوَّلٌ ۔۔۔ وَلَيْسَ بِقَاضٍ أَنْ يُرَى لَكَ ثَانِ

فَمَالَكَ تَخْتَارُ الْقِسِيَّ وَإِنَّمَا ۔۔۔ عَنِ السَّعْدِ يُرْمَى دُونَكَ الثَّقَلَانِ

وَمَالَكَ تُعْنَى بِالْأَسِنَّةِ وَالْقَنَا ۔۔۔ وَجَدُّكَ طَعَّانٌ بِغَيْرِ سِنَانِ

وَلِمْ تَحْمِلُ السَّيْفَ الطَّوِيلَ نِجَادُهُ ۔۔۔ وَأَنْتَ غَنِيٌّ عَنْهُ بِالْحَدَثَانِ

أَرِدْ لِي جَمِيلًا جُدْتَ أَوْ لَمْ تَجُدْ بِهِ
فَإِنَّكَ مَا أَحْبَبْتَ فِيَّ أَتَانِي

سارا قصیدہ اسی قسم کی سحر بیانی سے لبریز ہے جو مذکورۂ بالا اشعار میں پائی جاتی ہے لیکن آخر میں ایسا مہمل شعر اس نے کہدیا ہے جس سے سارا لطف جاتا رہا۔ دیکھیے کیا لغو سی بات ہے:-

لَوِ الْفَلَكَ الدَّوَّارَ أَبْغَضْتَ سَعْيَهُ
لَعَوَّقَهُ شَيْءٌ عَنِ الدَّوَرَانِ

۲۔ اسی طرح وہ قصیدہ جس کا پہلا شعر یہ ہے:-

أَمِنَ ازْدِيَارَكِ فِي الدُّجَى الرُّقَبَاءُ
إِذْ حَيْثُ كُنْتِ مِنَ الظَّلَامِ ضِيَاءُ

آگے چل کر متنبی، ابو علی ہرون بن عبدالعزیز الاوراجی کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے:-

---

۵۱ اے کافور! خدا نے فیصلہ کر دیا ہے کہ فضائل و محامد میں تو سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ یہ فیصلہ کرنے والا نہیں ہے کہ تیرا کوئی ثانی بھی ہو سکتا ہے؟ (۲) تجھے دشمنوں کو قتل کرنے کے لئے تیر و کمان کی ضرورت نہیں۔ تیری خوش بختی ہی جن و انس کو مارتی رہتی ہے۔ (۳) تجھے کیا ضرورت ہے کہ تو نیزوں اور بھالوں کا اہتمام کرے جبکہ تیرا نصیبہ خود ہی بغیر نیزے کے دشمنوں کو قتل کرتا رہتا ہے (۴) تو کیوں لمبے پرتلے والی تلوار باندھتا ہے حالانکہ تو حوادثِ زمانہ کی وجہ سے تلوار سے بے نیاز ہے، یعنی تیرے دشمن حوادث کے خود ہی شکار ہوتے رہتے ہیں۔ تجھے تیغ و تبر کی کیا ضرورت ہے۔ (۵) تو میرے لئے حسنِ سلوک کا ارادہ کر لے پھر چاہے تو بخشے یا نہ بخشے، تو میرے لئے جس چیز کو پسند کرے گا وہ خود ہی مجھے مل جاوے گی۔ (اعظمی)

۵۲ اگر تو فلکِ دوار کی حرکت کو ناپسند کرے تو کوئی نہ کوئی چیز اس کو ضرور حرکت سے روک دے گی۔ (اعظمی)

۵۳ میرے رقیب اس بات سے بے خوف ہیں کہ میں تاریک راتوں میں تجھ سے مل سکوں گا اس لئے کہ تو جہاں بھی ہوگی وہاں تاریکی کے بجائے روشنی ہوگی۔ (اعظمی)

فِی خَطِّهِ مِنْ کُلِّ قَلْبٍ شَهْوَةٌ   حَتّٰی کَأَنَّ مِدَادَهُ الْأَهْوَاءُ
وَلِکُلِّ عَیْنٍ قُرَّةٌ فِی قُرْبِهِ   حَتّٰی کَأَنَّ مَغِیبَهُ الْأَقْذَاءُ

پورا قصیدہ مرصع ہے، ہر ہر شعر پر جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔ لیکن مقطع نے اس کو دم بریدہ بنا دیا ہے، دیکھئے کتنا عجیب پیچیدہ اور مہمل سا شعر ہے :-

لَوْلَمْ تَکُنْ مِنْ ذَا الْوَرٰی اللَّذْ مِنْکَ هُوَ
عَقِمَتْ بِمَوْلِدِ نَسْلِهَا حَوَّاءُ

۳۔ علیٰ ہذا القیاس وہ قصیدہ جس کا مقطع درج ذیل ہے "بدر بن عمار" کے مدائح میں بہترین خیال کیا جاتا ہے، لیکن آخری شعر ایک معمولی گرامر کی غلطی کی وجہ سے بلاغت کے مرتبہ سے یقیناً گر گیا ہے:-

خَلَتِ الْبِلَادُ مِنَ الْغَزَالَةِ لَیْلَهَا
فَأَعَاضَهَاکَ اللّٰهُ کَیْ لَا تَحْزَنَا

گرامر کے قواعد کے مطابق "أَعَاضَهَاكَ" کے بجائے "أَعَاضَهَا إِيَّاكَ" ہونا چاہیئے تھا ضمیر مخاطب سے پہلے چونکہ غائب کی ضمیر آگئی ہے اس لئے ضمیر متصل کے بجائے ضمیر منفصل آنا چاہیئے مگر اس طرح شعر کا وزن درہم برہم ہو جاتا ہے۔ بہرکیف بہترین قصیدہ مقطع میں گرامر کی اِس غلطی کی وجہ سے عیب دار ہو کر رہ گیا ہے۔

یہ متنبی نے اُس وقت کہا تھا جب بدر بن عمار ساحلی علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد طبریہ واپس پہنچا تھا۔ وہ دراصل اس بات پر ناراض تھا کہ متنبی اُس کے ساتھ کیوں نہیں گیا۔ متنبی نے ایک طویل قصیدہ کہہ کر اس کی خدمت میں پیش کیا جس میں اکتالیس شعر ہیں۔ وہ بدر کی شرف ہمرکابی

سلہ (۱) اُس کی تحریر کی ہر دل میں خواہش اور عزت ہے یہاں تک کہ گویا اُس کی روشنائی لوگوں کی خواہشیں ہیں یعنی اُس کی تمام تحریریں سخاوت اور بخشش کے متعلق ہوتی ہیں اس لئے وہ سب کو پسند ہیں۔ (۲) اُس کے قرب و دیدار میں ہر آنکھ کو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے یہاں تک کہ اُس کا آنکھوں سے اوجھل ہونا آنکھوں میں کانٹوں کی طرح کھٹکتا ہے۔ (اعظمی)

۵۲ اگر تو اُس مخلوق میں سے نہ ہوتا جس کے لئے تو باعث شرف ہے تو حوا نسل انسانی کی پیدائش سے بانجھ ہو جاتیں (اعظمی)

۵۳ ملک راتوں کو آفتاب سے خالی تھے۔ خدا نے اُن شہروں کو بجائے آفتاب کے تجھ کو دے دیا، تاکہ وہ غمگین نہ ہوں۔ (اعظمی)

Marfat.com

نہ حاصل ہونے پر عذر خواہی کرتا ہے اور اس ساحرانہ انداز میں کہ بالآخر بدر پانی پانی ہو گیا۔ پورا قصیدہ حُسنِ ادا اور جادو بیانی کی ایک نادر مثال ہے۔ اِس قصیدہ کا مطلع یہ ہے:۔

اَلْحُبُّ[لہ] مَا مَنَعَ الْکَلَامَ الْاَلْسُنَا
وَاَلَذُّ شَکْوَیٰ عَاشِقٍ مَا اَعْلَنَا

غرابتِ الفاظ فصاحت کے لئے کلام کا غرابتِ الفاظ اور تنافرِ کلمات سے خالی ہونا پہلی ضروری شرط ہے۔ ظاہر ہے جو کلام فصاحت کے درجہ سے گر جائے گا وہ بلیغ بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر متنبی کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ کبھی کبھی شاندار اور پُرشوکت الفاظ کے بعد ایسے عجیب وغریب الفاظ استعمال کرتا ہے، جو کبھی سُنے نہیں گئے۔ بلیغ اور پُرشکوہ الفاظ کی حُسنِ بندش میں ساقط اور غیر فصیح کلمات کا پیوند لگا کر شعر کے حُسن وجمال کو خاک میں ملا دینا اور آبِ زُلال کے موجیں مارنے والے شیریں چشمہ میں نجاست کے چند قطرات ڈال دینا متنبی کی لاپرواہی اور خودسری کی دلیل ہے، اس کی مثال تو اُس زبان آور خطیب جیسی ہے، جو لوگوں کے سامنے حکمت وموعظت کے بیش بہا موتی بکھیر رہا ہو پھر یکایک جنون کا شکار ہو جائے، اور اول فول بکنے لگے۔ کسی کا شعر ہے اور بہت خوب ہے:۔

اَنْتِ[ٹہ] الْعَرُوْسُ لَهَا جَمَالٌ رَائِقٌ
لٰكِنَّهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ تُصْرَعُ

متنبی کی یہ عادت قابلِ تعریف نہ تھی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ اُن نوابغ میں سے تھا جو اپنے الہاماتِ شعری میں کسی قسم کا تغیر و تبدل پسند نہیں کرتے، ورنہ یہ معمولی غلطیاں اگر وہ چاہتا تو درست کر سکتا تھا۔ بہرحال اُس کی بھی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔ متنبی کا وہ مشہور قصیدہ جس میں سیف الدولہ کی شاہ روم دُمستق پر فتوحات اور اُس کے بیٹے قُسطنطین[سہ] کی گرفتاری کا ذکر ہے، متنبی کے بہترین قصائد میں شمار کیا جاتا ہے، اُس میں کُل چھیاسٹھ

لہ سچا عشق وہ ہے جو لوگوں کی زبانوں کو چہ میگوئیاں کرنے سے روک دے۔ حالانکہ اعلانِ عشق، عاشق کا سب سے محبوب مشغلہ ہے۔ (اعظمی)

ٹہ تو ایسی دُلہن ہے جس میں حُسنِ جہاں افروز پایا جاتا ہے، لیکن بدقسمتی ہے کہ روزانہ اُس پر مرگی کا دورہ پڑتا رہتا ہے۔" (اعظمی)

Marfat.com

شعر ہیں اور سوائے تین چار شعر کے سب کے سب جادو بیانی کا مرقع ہیں، تشبیب کے ابتدائی چند شعر درج ذیل ہیں۔ دیکھئے وہ کیسے محبت بھرے انداز میں کہتا ہے:-

لَیَالِیَّ بَعْدَ الظَّاعِنِیْنَ شُکُوْلُ — طِوَالٌ وَلَیْلُ الْعَاشِقِیْنَ طَوِیْلُ

یُبِنَّ لِیَ الْبَدْرَ الَّذِیْ لَا اُرِیْدُہٗ — وَیُخْفِیْنَ بَدْرًا مَا اِلَیْہِ سَبِیْلُ

وَمَا عِشْتُ مِنْ بَعْدِ الْاَحِبَّۃِ سَلْوَۃً — وَلٰکِنَّنِیْ لِلنَّائِبَاتِ حَمُوْلُ

وَمَا شَرَقِیْ بِالْمَاءِ اِلَّا تَذَکُّرًا — لِمَاءٍ بِہٖ اَھْلُ الْحَبِیْبِ نُزُوْلُ

یُحَرِّمُہٗ لَمْعُ الْاَسِنَّۃِ فَوْقَہٗ
فَلَیْسَ لِظَمْاٰنٍ اِلَیْہِ وُصُوْلُ

پھر اسی قصیدہ میں آگے چل کر متنبی "درب قلہ" پر سیف الدولہ کی فتوحات کا حال تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ "سیف الدولہ جب مقام دلوک اور صنجہ سے نمودار ہو کر وہاں پہنچا تو اُس نے دشمن کو گھیر لیا، اُن کو خوب لوٹا مارا، اُن کی عورتوں کو گرفتار کر لیا، جنھوں نے شام کو مقام "عرقہ" پہنچ کر اپنے باپ، بھائی، بیٹے اور شوہروں پر چاک گریباں ہو کر آنسو بہائے، ہر طرف راستہ میں اُن کی قوم بکھری ہوئی تھی اور گھر کھنڈر ہو گئے تھے، پھر سیف الدولہ نے "ملطیہ" پر حملہ کیا، یہ اُن کی مادرِ وطن ایسی تباہ و برباد تھی جس کے بچے مارے جا چکے تھے، پھر وہ مقام "ہنزیط" پر حملہ آور ہوا، وہاں کے لوگوں کو تہِ تیغ کیا اور سر بفلک قلعوں کو مسمار کر کے ڈھا دیا۔ پھر یہ سُن کر کہ "مرعش" میں مسلمانوں پر رومیوں نے حملہ کر دیا ہے، سیف الدولہ پلٹ پڑا، فوراً وہاں پہنچا اور پہلے ہی وار میں بادشاہِ روم "دُمُستق" کو زخمی

لہ (۱) دوستوں کے رخصت ہونے کے بعد میری راتیں طویل اور دراز ہونے میں ایک جیسی ہیں، بیشک ... کے ماروں کی راتیں غمِ فراق ایسی ہی طویل ہوتی ہیں۔ (۲) یہ جُدائی کی راتیں میری آنکھوں کے سامنے اُس چاند کو ظاہر کرتی ہیں جس کو میں دیکھنا نہیں چاہتا، اور میری چودھویں کی رات جیسی محبوبہ کو مجھ سے چھپاتی ہیں جس تک میری رسائی کا کوئی امکان نہیں۔ (۳) میں احباب کی جدائی کے بعد چین سے زندگی نہیں گذار رہا ہوں بلکہ صرف شدائدِ فراق اُٹھانے کے لئے جی رہا ہوں (۴) گلے میں پانی کا پھندا لگنا صرف اُس پانی کی یاد کی وجہ سے ہے جس پر محبوبہ کے اعزا فروکش تھے۔ (۵) اُس پانی پر نیزوں کی چمک لوگوں کو اُس تک پہنچنے سے روکتی ہے۔ کسی بھی پیاسے کے لئے وہاں تک رسائی ممکن نہیں ظاہر ہے پھر محبوبہ تک رسائی کیونکر ممکن ہو سکتی ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

کرڈالا اور اُس کے بیٹے "قسطنطین" کو گرفتار کرلیا۔ دمستق زخموں کی تاب نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا، اور سیف الدولہ ظفر مندی کا پرچم لہراتا ہوا لوٹ آیا۔"

یہ سارے حالات بڑے شرح وبسط سے ایسے بلیغ انداز میں بیان کئے گئے ہیں کہ یہ قصیدہ متنبی کے "روائع" میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن اور آگے چل کر تین چار شعروں میں اُس نے کچھ ایسے عجیب وغریب الفاظ استعمال کئے ہیں اور ایسی انوکھی بات کہی ہے جو کہیں نہیں سُنی گئی۔ دیکھیے وہ رومیوں کو مخاطب کرکے کہتا ہے:-

أَغَرَّكُمْ طُولُ الْجُيُوشِ وَعَرْضُهَا ¹ عَلِيٌّ شَرُوبٌ لِلْجُيُوشِ أَكُولُ

إِذَا لَمْ تَكُنْ لِلَّيْثِ إِلَّا فَرِيسَةً غَذَاهُ وَلَمْ يَنْفَعْكَ أَنَّكَ فِيلُ

إِذَا كَانَ بَعْضُ النَّاسِ سَيْفًا لِدَوْلَةٍ فَفِي النَّاسِ بُوقَاتٌ لَهَا وَطُبُولُ

فَإِنْ تَكُنِ الدَّوْلَاتُ قِسْمًا فَإِنَّهَا

لِمَنْ وَرَدَ الْمَوْتَ الزُّؤَامَ تَدُولُ

مذکورہ بالا اشعار میں "بُوقات، دَولَات، تَدُوْلُ، فِيلُ اور أَكُوْلُ" وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جو نہ ہوتے تو بہتر ہوتا۔ کسی بادشاہ کی تعریف میں ایسے قبیح کلمات استعمال کرنا صحیح نہیں۔ ان چند غیر مانوس اور غیر فصیح الفاظ کی وجہ سے پُورا قصیدہ جو متنبی کے معجزانہ کلام کا نمونہ ہے، مضحکہ خیز سا ہو گیا ہے۔

۲۔ متنبی کا یہ مذموم طریقہ کچھ اور اشعار میں بھی پایا جاتا ہے۔ ایک جگہ وہ قاضی احمد بن عبداللہ انطاکی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:-

---

¹ کیا تم کو لمبے چوڑے لشکر نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ علی یعنی سیف الدولہ بڑے بڑے لشکروں کو نگل جانے والا اور چٹ کرجانے والا ہے۔ (۲) جب شیر کے لئے تیرے علاوہ کوئی شکار نہ ہو تو وہ تجھے کھا جاوے گا، اور تیرا ضخیم الجثہ ہاتھی ہونا بھی تجھ کو کچھ فائدہ نہ دیوے گا۔ (۳) جب تو دولت و حکومت کی تلوار ہو تو اس اعتبار سے دوسرے لوگ گویا حکومت کے لئے بگل اور نقارے ہوں گے۔ (۴) اگر دولت کامیابی کی کوئی قسم ہے تو اس دولت کا یقیناً وہ شخص مستحق ہے جو میدانِ کارزار میں لاپرواہی سے مرنے کے لئے تیار ہو۔ (اعظمی)

جَفَخَتْ وَهُمْ لَا يَجْفَخُوْنَ بِهَا بِهِمْ
شِيَمٌ عَلَى الْحَسَبِ الْأَغَرِّ دَلَائِلُ

دیکھیے اس شعر میں "جَفَخَ" کتنا تلخ اور قبیح لفظ ہے، اِسی کے ہم معنی "فَخَرَ" ہے، اگر شعر میں بجائے جَفَخَتْ کے فَخَرَتْ اور بجائے لَا يَجْفَخُوْنَ لَا يَفْخَرُوْنَ ہوتا تو وزن میں کوئی فرق نہ ہوتا اور شعر بھی بلند ہو جاتا۔

۳۔ متنبی نے ابو سہل سعید بن عبید اللہ الانطاکی کی مدح میں جو قصیدہ کہا ہے وہ بھی اس کی معجز بیانی کی ایک نادر مثال ہے، قصیدہ کے شروع میں وہ کہتا ہے کہ" (۱) فراقِ یار نے ہماری مژہ ہائے خوں بار کو ایک دوسرے سے جدا رہنا سکھا دیا ہے اور ہمارے قلبِ حزیں کو رنج وغم سے مانوس کردیا ہے۔(۲) جب قافلہ جانے لگا تو میں نے آرزو کی کہ کاش محبوبہ اونٹ پر سوار ہوتے وقت اپنی کالائی کھول دے تاکہ قافلہ والے اُس کی خوبصورتی سے حیرت زدہ ہو کر ذرا دیر تک ٹھہر جائیں اور میں ایک لمحہ اس کو پھر دیکھ سکوں" دیکھیے وہ کہتا ہے:۔

قَدْ عَلَّمَ الْبَيْنُ مِنَّا الْبَيْنَ أَجْفَانَا تَدْمَى وَأَلَّفَ فِي ذَا الْقَلْبِ أَحْزَانَا
أَمَّلْتُ سَاعَةَ سَارُوا كَشْفَ مِعْصَمِهَا لِيَلْبَثَ الْحَيُّ دُوْنَ السَّيْرِ حَيْرَانَا

اِس کے بعد متنبی نے ایک ایسا شعر کہہ دیا جو غرابتِ لفظ کی وجہ سے فصاحت کے مرتبہ سے گر گیا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔ ۵۲

بِالْوَاخِدَاتِ وَحَادِيْهَا وَبِيْ قَمَرٌ
يَظَلُّ مِنْ وَخْدِهَا فِي الْخِدْرِ حَشْيَانَا

اِس میں "حشیان" (بالحاء المہملہ) غریب اور وحشی ہے۔ نہ کان اُس سے مانوس ہے، نہ دل اس کو قبول کرتا ہے، اِس کی وجہ سے اچھا خاصا شعر مہمل سا ہو گیا۔ بعض لوگوں نے "خشیانا" (بالخاء المعجمہ)

---

۵۱ اُن کی عادتیں اُن پر فخر کرتی ہیں وہ خود اُن پر ناز نہیں کرتے، درحقیقت اُن کی خصلتیں اُن کے روشن حسب ونسب کے دلائل ہیں۔ (اعظمی)

۵۲ اُس ماہ طلعت محبوبہ پر تیز رو اونٹنیاں، اُس کے شتربان اور میں خود قربان ہو جاؤں، جو اونٹوں کے تیز چلنے کی وجہ سے پسِ پردہ ہانپنے لگتی ہے۔ (اعظمی)

روایت کیا ہے، مگر یہ بھی اپنی جگہ پر کچھ جچتا نہیں۔ مطلب یہ ہوگا محبوبہ اُونٹوں کے تیز چلنے کی وجہ سے پسِ پردہ ڈھ جاتی اور سہم اُٹھتی ہے۔ آگے چل کر پھر متنبی نے ایک بڑا پیارا شعر کہدیا ہے وہ کہتا ہے:-

قَدْ كُنْتُ أُشْفِقُ مِنْ دَمْعِي عَلَى بَصَرِي
فَالْيَوْمَ كُلُّ عَزِيزٍ بَعْدَكُمْ هَانَا

یعنی "پہلے تو مجھے اپنی آہ وزاری کی وجہ سے اپنی بینائی کھوجانے کا ڈر تھا، لیکن اب تمھاری جُدائی کے بعد ہر عزیز چیز میرے لئے بے وقعت ہے۔"

اور آگے چل کر اُس نے حسب عادت پھر ایک بیہودہ شعر کہہ دیا۔ دیکھئے اِس سے زیادہ رکیک اور احمقانہ بات کوئی کیا کہہ سکتا ہے:-

لَوِ اسْتَطَعْتُ رَكِبْتُ النَّاسَ كُلَّهُمُ
إِلَى سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بُعْرَانَا

۴۔ لیجئے اور سُنیئے، بہت ہی عجیب بات جو شاید ہی کسی شاعر کے ذہن میں آئی ہو۔ متنبی کہتا ہے:-
(۱) ممدوح کے پاس ایک بڑا لشکر ہے جس کا لباس زرہیں ہیں۔ لیکن وہ زرہیں جو نیزوں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ (۲) ممدوح اپنے لشکر سے کبھی دفعتہً دشمن پہ حملہ کرتا ہے جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے، اور کبھی اپنے لشکر کے غبار سے دشمن کے لشکر کو ڈرا دیتا ہے۔ (۳) میں نے اپنے دل کی ڈھارس کا تجھکو سامان بنا لیا ہے۔ اِس لئے کہ تو دوسری چیزوں کی طرح ہاتھ میں ذخیرہ نہیں بنایا جاسکتا" یہ ایسی مہمل بات ہے جو ایک قادر الکلام شاعر کو زیب نہیں دیتی۔

وَمَلْمُومَةٍ زَرْدٍ ثَوْبُهَا وَلَكِنَّهُ بِالْقَنَا مُخْمَلُ
يُفَاجِئُ جَيْشًا بِهَا حَيْنُهُ وَيُنْذِرُ جَيْشًا بِهَا الْقَسْطَلُ
جَعَلْتُكَ فِي الْقَلْبِ لِي عُدَّةً
لِأَنَّكَ فِي الْيَدِ لَا تُجْعَلُ

ے۵ اگر میرے امکان میں ہوتا تو میں اِن جانور جیسے انسانوں پر سوار ہوکر سعید بن عبداللہ کے پاس چلا جاتا۔ (لفظی)

Marfat.com

۵ متنبی بعض مرتبہ ایسے نامانوس اور وحشی الفاظ استعمال کرتا ہے جو متقدمین اور متاخرین میں سے کسی شاعر نے کبھی استعمال نہیں کئے۔ دیکھئے وہ عضد الدولہ سے رخصت ہوتے ہوئے اس کی سخاوت کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے "میں اُس کی آنکھوں کے لئے ایسا کوئی خواب پسند نہیں کرتا کہ جب وہ بیدار ہو تو اُس کو جھوٹ سمجھے۔

وَمَا أَرْضَىٰ لِمُقْلَتِهِ بِحُلْمٍ
إِذَا انْتَبَهَتْ تَوَهَّمَهُ ابْتِشَاكَا

إِبْتِشَاك کے معنے جھوٹ کے ہیں، یہ ایسا غریب لفظ ہے جس سے کان آشنا نہیں۔

۶۔ ایک شعر میں متنبی "یَلَلٌ" کا لفظ نظم کرتا ہے، جو آج تک کسی شاعر نے استعمال نہیں کیا۔ وہ عضد الدولہ کی مدح میں کہتا ہے: "ممدوح جس سرزمین میں قیام پذیر ہے لوگ اُس کے سنگریزوں کی طرف مائل ہیں اور اُس کی بوسی کے ایسے شائق ہیں کہ بوسہ دیتے دیتے اُن کے دانت چھوٹے ہوگئے ہیں"۔

وَإِلَى حَصَىٰ أَرْضٍ أَقَامَ بِهَا
بِالنَّاسِ مِنْ تَقْبِيلِهَا يَلَلُ

۷ متنبی بعض الفاظ کی جمع ایسی استعمال کرتا ہے جو کبھی سننے میں نہیں آئی، دیکھئے ایک شعر میں وہ أَرْض کی جمع "أُرُوض" نظم کرتا ہے وہ شعب بوّان کی تعریف کرتے ہوئے جو عضد الدولہ کے ملک میں سب سے خوشنما تفریح گاہ ہے، کہتا ہے: "دوسرے بادشاہوں کی زمینیں مٹی اور خوف سے پُر ہیں لیکن اُبُوشجاع عضد الدولہ کی سرزمین "دار الامان" ہے۔ جہاں کبھی جھگڑا فساد نہیں ہوتا۔

أُرُوضُ النَّاسِ مِنْ تُرْبٍ وَخَوْفٍ
وَأَرْضُ أَبِي شُجَاعٍ مِنْ أَمَانٍ

ایک اور شعر میں دنیا کی جمع "دُنَى" نظم کرتا ہے جو لغت میں کہیں نہیں ملتی۔ وہ کہتا ہے "دنیا میں سب سے باعزت جگہ گھوڑے کی زین ہے۔ اس لئے کہ اس پر بیٹھ کر انسان بلند مراتب حاصل کرتا ہے اور زمانہ میں سب سے بہترین ساتھی کتاب ہے جس سے آدمی کو کبھی رنج و ملال نہیں پہنچتا۔" شعر یہ ہے:-

أَعَزُّ مَكَانٍ فِي الدُّنَى سَرْجُ سَابِحٍ
وَخَيْرُ جَلِيسٍ فِي الزَّمَانِ كِتَابُ

Marfat.com

تعقیدِ معنوی | تعقیدِ لفظی کی طرح تعقیدِ معنوی بھی فصاحت کے خلاف ہے پھر اگر اس کے ساتھ استکراہِ الفاظ بھی ہو تو وہ اور زیادہ ذہن پر بار اور کانوں پر گراں گذرتی ہے۔ دیکھیئے متنبّی اپنی اونٹنی کی تیزروی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:-

فَتَبِيتُ تُسْئِدُ مُسْئِدًا فِي نَيِّهَا
إِسْئَادَهَا فِي المَهْمَهِ الإِنْضَاءُ

اِس شعر میں "الإِنضاء" کا تعلق "مُسْئِدًا" سے ہے۔ یعنی تُسْئِدُ مُسْئِدًا الإنضاءِ فِي نَيِّهَا إِسْئَادَهَا فِي المَهْمَهِ۔ لیکن الإنضاء کو آخر میں لاکر متنبی نے سخت پیچیدگی اور تعویق پیدا کردی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ "وہ ناقہ رات اس طرح گذارتی ہے کہ جس قدر وہ میدان قطع کرتی جاتی ہے اُتنی ہی اُس کی چربی پگھلتی جاتی ہے۔"

۲- اسی طرح وہ شعر ملاحظہ ہو، جس میں متنبی، شجاع بن محمد انطاکی کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے "حضرت آدم ابوالبریہ کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ تیرا باپ محمد الطائی ہے اور تو تمام جن والنس کے فضائل کا حامل ہے۔" دیکھیئے اس مفہوم کو وہ کتنے مغلق طریقہ پر ادا کرتا ہے، وہ کہتا ہے:-

أَنَّى يَكُونُ أَبَا البَرَايَا آدَمُ
وَأَبُوكَ وَالثَّقَلَانِ أَنْتَ مُحَمَّدُ

یعنی أَنَّى يَكُونُ آدَمُ أَبَا البَرَايَا وَأَبُوكَ مُحَمَّدٌ وَأَنْتَ الثَّقَلَانِ۔ لیکن الفاظ کو اپنی جگہ سے اَدَلنے بَدَلنے کی وجہ سے شعر میں عجیب قسم کی تعویق اور پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے۔

۳- علیٰ ہذا القیاس مندرجۂ ذیل شعر دیکھیئے جس میں متنبی کہتا ہے کہ "جب لوگ میری محبوبہ کے بارے میں مجھکو ملامت کرتے ہیں تو میں رو کر کہتا ہوں کہ اے میری پیاری، میرے دل و جان کی مالک جُمَل میری مدد کر اور مجھے رنجِ مفارقت سے نجات دلا۔"

إِذَا عَذَلُوا فِيهَا أَجَبْتُ بِأَنَّةٍ
حَبِيبَتَا قَلْبِيْ فُؤَادِيْ هَيَا جُمْلُ

اِس شعر میں "حبیبتا" سے مراد "یا حبیبتی" ہے۔ "ی" کو تخفیفاً الف سے تبدیل کردیا ہے۔ قلبی حبیبتا سے اور فوادی قلبی سے بَدَل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے میری محبوبہ

یعنی میرا دل اور میری جان تو میری مدد کر۔

۴۔ تعقید معنوی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو، تشریح پہلے گذر چکی ہے:۔

لَوْلَمْ تَكُنْ مِنْ ذَا الْوَرَى اللَّذْ مِنْكَ هُوَ
عَقِمَتْ بِمَوْلِدِ نَسْلِهَا حَوَّاءُ

ایسا ہی شعر کس کام کا جس کے نہ الفاظ درست نہ معنے واضح، بغیر غور و فکر کوئی مطلب سمجھنا سخت دشوار و مشکل ہے۔

غلط الفاظ اور اعراب کا استعمال متنبی کی یہ بھی عادت ہے کہ وہ اپنے زورِ بیان میں بعض جگہ غلط الفاظ استعمال کرجاتا ہے اور اعراب کے صحت کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ دیکھئے وہ حسین بن اسحاق التنوخی کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

فِدًى مَنْ عَلَى الْغَبْرَاءِ أَوَّلُهُمْ أَنَا
بِهٰذَا الْأَبِيِّ الْمَاجِدِ الْجَائِدِ الْقَرِمِ

جَائِدٌ بمعنی سخی غلط ہے، اہلِ عرب یہ لفظ کبھی نہیں بولتے، البتہ رَجلٌ جَوادٌ، فَرَسٌ جَوادٌ، مَطَرٌ جَوَادٌ ضرور استعمال ہوتا ہے شعر کا مطلب یہ ہے "تمام روئے زمین پر بسنے والے اس خوددار، شریف اور سخی سردار پر قربان ہو جائیں اور میں خود سب سے پہلے"۔

۲۔ ایک اور شعر میں متنبی بجائے "أُترج" کے "تُرُنج" کا لفظ نظم کرتا ہے جو اہلِ عرب کے نزدیک صحیح نہیں۔ وہ کہتا ہے:۔

شَدِيْدُ الْبُعْدِ مِنْ شُرْبِ الشَّمُوْلِ
تُرُنْجُ الْهِنْدِ أَوْ طَلْعُ النَّخِيْلِ

مطلب یہ ہے "ہندی ترنج یا چھوارے کے شگوفہ کی موجودگی میں شراب نوشی بالکل بعید از عقل اور بے ضرورت ہے"۔

۳۔ ایک جگہ متنبی رَكْبَةٌ کی جمع رَكَبَات کے لئے تثنیہ کا صیغہ لاتا ہے جو اصولِ گرامر کے بالکل خلاف ہے، وہ کہتا ہے:۔

وَتَكَرَّمَتْ رُكُبَاتُهَا عَنْ مَبْرَكٍ تَقَعَانِ فِيْهِ لَيْسَ مِسْكًا أَذْفَرَا

Marfat.com

مطلب یہ ہے: "وہ ناقہ اپنے دونوں زانو ایسی جگہ رکھنے سے بچتی ہے جہاں مُشک مہک نہ رہی ہو" یعنی ممدوح بڑا عیش پسند ہے، اُس کی اُونٹنیاں جہاں رہتی ہیں وہاں بھی مشک وعنبر بکھرا ہوا ہوتا ہے۔"

۴۔ اعراب کے استعمال میں متنبی بہت ہی لاپرواہ واقع ہوا ہے، دیکھیئے وہ ایک شعر میں لَدُنْ کے بجائے لَدُنَّ (بتشدید النون) نظم کرتا ہے، جو اہلِ عرب کے نزدیک غیر معروف ہے وہ کہتا ہے:-

فَأَرْحَامُ شِعْرٍ تَتَّصِلْنَ لَدُنَّهُ

وَأَرْحَامُ مَالٍ لَا تَنِي تَتَقَطَّعُ

مطلب یہ ہے: "ممدوح کے پاس اشعار کا سلسلہ قائم رہتا ہے، لیکن مال کے رشتے ہمیشہ ٹوٹتے رہتے ہیں" یعنی ممدوح ہمیشہ اشعار سنتا رہتا ہے اور اُن پر شعراء کرام کو انعام دیتا رہتا ہے، مگر مال جو کچھ اُسے ملتا ہے وہ خرچ کر ڈالتا ہے، اس کو جمع کر کے اُن کا رشتہ نہیں جوڑتا۔"

۵۔ نواصب فعل کے بعد فعلِ مضارع پر زبر آتا ہے اور جوازم کے بعد جزم اور اگر فعل مضارع سے پہلے حروف نواصب اور جوازم نہ ہوں تو اُس پر ہمیشہ پیش آتا ہے۔ مگر دیکھیئے متنبی ذیل کے شعر میں "تَمِیْسُ" کو بغیر کسی حرفِ ناصب کے منصوب نظم کرتا ہے، اور کہتا ہے:-

بَيْضَاءُ يَمْنَعُهَا تَكَلَّمَ دَلُّهَا

تِيْهًا وَيَمْنَعُهَا الْحَيَاءُ تَمِيْسَا

یہاں دراصل أَنْ تَمِيْسَ ہونا چاہیئے مطلب یہ ہے: "وہ محبوبہ گوری چِٹّی اور خوب صورت ہے۔ غرورِ حُسن اور ناز اُس کو باتیں کرنے سے روکتا ہے اور شرم و حیا اُس کو خراماں خراماں چلنے سے منع کرتی ہے۔"

۶۔ علیٰ ہذا القیاس إِلَّا کے بعد ضمیر منفصل آتی ہے متصل نہیں۔ قرآن کریم میں ہے: ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ إِلَّا إِيَّاهُ"۔ مگر متنبی کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی کہاں پرواہ؟ وہ کہتا ہے:-

لَيْسَ إِلَّاكَ يَا عَلِيُّ هُمَامٌ

سَيْفُهُ دُوْنَ عِرْضِهِ مَسْلُوْلُ

ہونا چاہیئے إِلَّا إِيَّاكَ۔ مطلب یہ ہے: "اے علی تیرے علاوہ کوئی ایسا سردار نہیں جس کی

Marfat.com

برہنہ تلوار اُس کی آبرو کی محافظ ہو"

۷- اور دیکھیے ایک شعر میں متنبی نے "جبریل" کے لام کو نون سے تبدیل کر دیا ہے جو یقیناً صحیح نہیں۔ علاوہ ازیں شعر میں بھی کوئی خوبی نہیں۔ وہ بدر بن عمار کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

عَظُمْتَ حَتّٰی لَوْ تَکُوْنَ أَمَانَۃً
مَا کَانَ مُؤْتَمِنًا بِھَا جِبْرِیْنَ

یہی حال اُس کا علمِ عروض سے بے اعتنائی کا ہے۔ بعض بعض جگہ وہ بحروں کے اوزان میں بھی لاپرواہی سے گڑبڑ کر جاتا ہے۔ دراصل وہ اُن برجستہ گو طبّاع شعراء میں سے تھا جو اپنے زورِ بیان میں اِن چھوٹی چھوٹی باتوں پر دھیان نہیں دیتے، یہ اُن صنّاع شعراء کا طریقہ ہے جو ایک ایک لفظ پر غور و فکر کرنے کے بعد شعر کہتے ہیں۔

رکاکت اور بیہودگی | متنبی کے اشعار میں کچھ رکیک اور بیہودہ بھی ہیں، مثلاً وہ اپنے دشمنوں کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے: "ذلیل لوگ اپنے عیب مجھ پر لگاتے ہیں جو دراصل اُنھیں کے سرین تک پہنچتے ہیں، دوسرے کچھ ایسے دشمن ہیں جن کے ہاتھوں کے پتھر روئی کی طرح کمزور اور بے اثر ہیں، جس سے مجھے کچھ نقصان نہیں۔"

رَمَانِی خِسَاسُ النَّاسِ مِنْ صَائِبِ اِسْتِہٖ
وَآخَرُ قُطْنٌ مِنْ یَدَیْہِ الْجَنَادِلُ

۲- ایک اور بیہودہ شعر دیکھیے۔ متنبی علی بن ابراہیم التنوخی کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے: "اگر تو مجھ سے جھگڑا کرتا ہے اور میری بات نہیں مانتا تو تو گھوڑے پر سوار ہو اور ممدوح کا خیال ذہن میں جمائے تو فوراً پچھاڑ کھا کر گر پڑے گا۔" یعنی ممدوح ایسا بہادر ہے کہ میدانِ کارزار میں اُس کے خیال آتے ہی تو گر کر بیہوش ہو جائے گا۔"

وَإِنْ مَا رَیْتَنِیْ فَارْکَبْ حِصَانًا
وَمَثِّلْہُ تَخِرُّ لَہٗ صَرِیْعًا

سلہ اے بدر تو ایسا عظیم المرتبہ ہے کہ اگر تجھ کو ایک امانت کہا جائے تو جبریلِ امین جیسا جلیل القدر فرشتہ بھی تیرا بارِ امانت اُٹھا نہ سکے گا۔ (اعظمی)

Marfat.com

۳۔ جاہ و ثروت کا بھوکا اپنی آرزوؤں میں ناکام ہوکر دولتمندوں پر طنز کرتا ہے اور کتنے بیہودہ طریقہ پر۔ کسی نے سچ کہا ہے "کھسیانی بلی کھمبا نوچے"۔ دیکھئے متنبی زمانہ کی کساد بازاری پر طنز کرتے ہوئے کہتا ہے "تعجب ہے ایسے سردار پر جس کا لباس خراب قسم کا موٹا اور کھُردرہ ہے، اور مقام مرو کے عمدہ کپڑے بندروں کا لباس ہے"۔

لِسَرِيٍّ لِبَاسُهُ خَشِنُ الْقُطْ

نِ وَمَرْوِيُّ مَرْوَ لِبْسُ الْقُرُودِ

۴۔ بیہودگی اور رکاکت کی حد ملاحظہ ہو، جس کو سُن کر انسان کانوں میں انگلیاں دے لے، متنبی ضبّہ اور اُس کے خاندان کی ہجو کرتے ہوئے، جس کے نتیجہ میں بالآخر وہ مارا گیا، کہتا ہے "قوم نے ضبّہ اور اس کی ڈھیلی پستان والی ماں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ (۲) اُنھوں نے اُس کے باپ کا سر اُڑا دیا اور اُس کی ماں پر زبردستی چڑھ بیٹھے"۔

مَا أَنْصَفَ الْقَوْمُ ضَبَّه　　وَأُمُّهُ الطُّرْطُبَّه

رَمَوا بِرَاسِ أَبِيهِ　　وَبَاكُوا الأُمَّ غُلُبَّه

۵۔ متنبی اپنے ہمعصر دوسرے شعراء پر بھی بڑے رکیک حملے کرتا رہتا تھا۔ دیکھئے ایک جگہ وہ کہتا ہے "بے شک بعض اشعار لغو اور محض بکواس ہوتے ہیں اور بعض حکمت اور دانائی سے پُر۔ (۲) اُن میں سے بعض علم وفضل کے باعث کہے جاتے ہیں اور بعض محض ہذیان اور بکواس کی وجہ سے"۔

إِنَّ بَعْضًا مِنَ الْقَرِيضِ هُرَاءُ　　لَيْسَ شَيْئًا وَبَعْضُهُ أَحْكَامُ

مِنْهُ مَا يَجْلِبُ الْبَرَاعَةَ وَالذِّهْـ　　ـنُ وَمِنْهُ مَا يَجْلِبُ الْبِرْسَامُ

الفاظ کی تکرار: متنبی بعض مرتبہ ایک ہی شعر میں ایک ہی لفظ اور اُس کے مشتقات کا اس طرح بار بار اعادہ کرتا ہے کہ سُن کر کراہیت محسوس ہوتی ہے، چند مثالیں درج ذیل ہیں:-

۱۔ وَمِنْ جَاهِلٍ بِي وَهُوَ يَجْهَلُ جَهْلَهُ

وَيَجْهَلُ عِلْمِي أَنَّهُ بِي جَاهِلُ

دیکھا آپ نے۔ بھلا اس جہالت سے کیا فائدہ؟ مطلب یہ ہے "میرے دشمن کچھ ایسے جاہل ہیں جو اپنی جہالت سے بھی ناواقف ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ میں اُنھیں جاہل سمجھتا ہوں"۔

Marfat.com

۲۔ فَقَلْقَلْتُ بِالْهَمِّ الَّذِیْ قَلْقَلَ الْحَشَا
قَلَاقِلُ عِیْسٍ کُلُّهُنَّ قَلَاقِلُ

شعر کے گوشہ گوشہ سے قلقل کی آواز آتی ہے، ایسا بھی شعر کس کام کا، مطلب یہ ہے:" میں نے ایسے غم کی وجہ سے جس نے میرے باطنی اعضاء کو ہلا ڈالا، اُن تیز رفتار اونٹنیوں کو حرکت دی جو سراپا حرکت تھیں۔"

۳۔ عَظُمْتَ فَلَمَّا لَمْ تُکَلَّمْ مَهَابَةً
تَوَاضَعْتَ وَهُوَ الْعُظْمُ عِظَماً عَنِ الْعُظْمِ

ماشاء اللہ کیا مہمل عظمت ہے، شعر کا مطلب یہ ہے:" تو عظیم المرتبہ ہے، تجھ سے ہیبت اور خوف کی وجہ سے باتیں نہیں کی جاتیں۔ جب تو نے یہ دیکھا، تو بڑائی سے بچنے کے لئے تو نے خاکساری اختیار کی، حالانکہ حقیقی عظمت یہی ہے"، اس لئے کہ بلند رتبہ شخص کی خاکساری اُس کے لئے باعث شرف ہے۔

۴۔ وَلَا الضِّعْفَ حَتّٰی یَتْبَعَ الضِّعْفَ ضِعْفُهُ
وَلَا ضِعْفَ ضِعْفِ الضِّعْفِ بَلْ مِثْلَهُ أَلْفُ

مطلب یہ ہے:" دشمن سے نہ تو دونا ہے یہاں تک کہ یہ دونا دوگنا کیا جاوے، اور چوگنا کا دونا کیا جاوے، پھر اسی طرح ہزار بار دوگنا اور چوگنا کیا جاوے۔" یعنی تو اکیلا ہی تمام مخلوق پر بھاری ہے، دوگنا اور چوگنا ہونے کی ضرورت نہیں۔

۵۔ جَوَابُ مُسَائِلِی أَ لَهُ نَظِیْرٌ
وَلَا لَکَ فِیْ سُؤَالِکَ لَا، أَلَا، لَا

بھلا ان خرافات کے سننے سے کسی کو کیا خوشی ہوگی؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کچھ جدیاں متنبی نے مذاق کے موڈ میں کی ہیں۔ دیوان میں ایسے چند اشعار اور بھی ہیں، میں نے اُن کے بے فائدہ تجنس سے قصداً گریز کیا ہے۔

مبالغہ میں غلو مبالغہ مدحیہ قصائد کی "جان" ہے۔ لیکن اس قسم کا مبالغہ جو حد امکان سے تجاوز

لہ مجھ سے پوچھنے والے کے اس سوال کہ "کیا ممدوح جیسا کوئی ہے؟" کا جواب یہ ہے کہ "نہیں، اور نہ اے سائل حماقت میں تیرا کوئی نظیر ہے۔" اس لئے کہ تو ایسی بات پوچھتا ہے جسے سب ہی جانتے ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

کرجائے صناعتِ شعری میں یقیناً قبیح اور غیر مستحسن ہے متنبی کے کلام میں کہیں کہیں یہ افراط و تفریط ضرور پائی جاتی ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:-

۱۔ متنبی کا شعر ہے:-

وَنَالُوْا مَا اشْتَهُوْا بِالْحَزْمِ هَوْنًا
وَصَادَ الْوَحْشَ نَمْلُهُمْ دَبِيْبًا

مبالغہ کی انتہا ہے کہ چیونٹی نے وحشی جانوروں کا شکار کرلیا۔ شعر کا مطلب یہ ہے: "انھوں نے جو کچھ چاہا ہوشیاری سے حاصل کرلیا اور اُن کی چیونٹی نے وحشیوں کا بہ آسانی شکار کرلیا۔ یعنی انھوں نے بڑی آسانی سے اپنا مطلب حاصل کرلیا"

۲۔ متنبی سعید بن عبداللہ المنبجی کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اُس نے بنو تمیم کی سرکشی اس طرح کچل کر رکھ دی ہے کہ دنیا اُن پر تنگ ہو گئی ہے۔ اب وہ انسان کے سایہ سے بھی ڈرنے لگے ہیں، اُن میں کا بھاگنے والا کسی معمولی چیز کو بھی دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ کوئی مرد قاتل آگیا۔ اُس کے بعد سے اب تک یہ حالت ہے۔ کہ ممدوح اگر اُن کے بچوں کے مُنہ اور تالو میں اپنے گھوڑے گھسیٹر دے جب بھی وہ مارے ڈر اور خوف کے اُف تک نہ کریں، اور نہ اُن کے حلق میں پھنسنے کی وجہ سے انھیں کھانسی آئے۔

وہ کہتا ہے:-

وَضَاقَتِ الْاَرْضُ حَتّٰى صَارَ هَارِبُهُمْ	إِذَا رَأَى غَيْرَ شَيْءٍ ظَنَّهُ رَجُلَا
فَبَعْدَهُ وَإِلٰى ذَا الْيَوْمِ لَوْ رَكَضَتْ	بِالْخَيْلِ فِيْ لَهَوَاتِ الطِّفْلِ مَا سَعَلَا

یہ ایک ناممکن سی بات ہے کہ کسی کے مُنہ میں گھوڑا داخل کر دیا جائے، پھر یہ کہ اُسے کھانسی بھی نہ آئے خصوصاً چھوٹے بچے۔ اِس قسم کے خلاف عقل مبالغہ آرائی میں کیا خوبی ہے، جسے نہ دل قبول کرے نہ کانوں کو بھلا معلوم ہو۔

۳۔ مبالغہ میں اور افراط ملاحظہ ہو، متنبی بدر بن عمار کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "تو گہوارہ ہی میں کامل ہو چکا تھا، تعجب ہے کہ بعد میں پھر تو کیونکر بڑھتا رہا۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ تو اگر کسی چیز کی داہنی جانب ہو سکتا ہے تو تمام دنیا کے لوگ اُس کی بائیں جانب نہیں ہو سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ تو بہترین انسان ہے، تیرا کوئی مدمقابل نہیں ہو سکتا" وہ کہتا ہے:-

Marfat.com

وَأَعْجَبُ مِنْكَ كَيْفَ قَدَرْتَ تَنْشَأُ   وَقَدْ أُعْطِيتَ فِي الْمَهْدِ الْكَمَالَا

وَأُقْسِمُ لَوْ صَلَحْتَ يَمِينَ شَيْءٍ   لَمَا صَلَحَ الْعِبَادُ لَهُ شِمَالَا

۴۔ متنبی عبداللہ بن یحیی البحتری کی مدح میں حد سے زیادہ مبالغہ کرتا ہے اور کہتا ہے "میں کس شخص سے تیری مثال دوں یا کس پر تجھے قیاس کروں جبکہ اہل زمانہ اور خود زمانہ بھی تجھ سے کم رتبہ ہیں" وہ کہتا ہے:۔

بِمَنْ أَضْرِبُ الْأَمْثَالَ أَمْ مَنْ أَقِيسُهُ
إِلَيْكَ وَأَهْلُ الدَّهْرِ دُونَكَ وَالدَّهْرُ

۵۔ متنبی اپنی لاغری اور کمزوری حد سے زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اور کہتا ہے "اگر میں قلم کے شگاف میں ڈال دیا جاؤں تو لاغری کی وجہ سے میں لکھنے والے کے خط میں کچھ تغیر نہ ڈال سکوں گا حالانکہ قلم کے شگاف میں ایک بال بھی پڑ جائے تو حروف ٹھیک نہیں لکھے جا سکتے گویا یہ حضرت بال سے بھی زیادہ نحیف و لاغر ہو گئے ہیں۔ دیکھئے وہ کہتا ہے:۔

وَلَوْ قَلَمٌ أُلْقِيتُ فِي شَقِّ رَأْسِهِ
مِنَ السُّقْمِ مَا غَيَّرْتُ مِنْ خَطِّ كَاتِبِ

ایک اور قیامت کا مبالغہ ملاحظہ ہو، متنبی کہتا ہے "یہ خوشی ایسی مصیبت کے بعد نصیب ہوئی ہے جبکہ میرے غم و اندوہ کی راتوں کی کوئی صبح ہی نہیں ہونے والی تھی اور شدت غم کی وجہ سے ایسی دراز ہو گئی تھی کہ اس رات کی انتہا روز حشر کے آغاز سے ملی ہوئی تھی" وہ کہتا ہے:۔

مِنْ بَعْدِ مَا كَانَ لَيْلِي لَا صَبَاحَ لَهُ
كَأَنَّ أَوَّلَ يَوْمِ الْحَشْرِ آخِرُهُ

بعید المعانی استعارات استعارہ کا دارومدار تشبیہ پر ہے، اس لئے مستعار لہ اور مستعار منہ میں مشابہت اور مناسبت پایا جانا ضروری ہے، اس قسم کے بعید المعانی استعارات جن میں دور کی مشابہت نہ پائی جاتی ہو قبیح اور غیر فصیح ہیں متنبی کے کلام میں کہیں کہیں اس قسم کے بھی استعارات پائے جاتے ہیں چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔ متنبی سیف الدولہ کی بہن کے مرثیہ میں کہتا ہے کہ "مرحومہ خوشبو لگایا کرتی تھی اس لئے اس کے

سر کی مانگ، خوشبو کے دلوں کے لئے عین مسرت ہے اور خود وزرہ کے قلوب کے لئے باعثِ حسرت ہے اس لئے کہ مرحومہ اُن کو استعمال نہیں کرتی تھی۔" دیکھئیے کیسی دُور کی کوڑی لایا ہے:۔

مَسَرَّةٌ فِي قُلُوبِ الطِّيبِ مَفْرِقُهَا
وَحَسْرَةٌ فِي قُلُوبِ الْبِيضِ وَالْيَلَبِ

۲۔ اسی طرح وہ عضد الدولہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:" ممدوح کے دل میں ایسی ہمتیں جمع ہیں کہ اُن میں سے ایک ہی ہمت قلبِ زمانہ کو پُر کرنے کے لئے کافی ہے۔" مطلب یہ ہے کہ ممدوح کی ہمت زمانہ کی طرح وسیع اور عظیم ہے جو تمام اشیاءِ عالم کو محیط ہے۔ وہ کہتا ہے۔

تَجَمَّعَتْ فِي فُؤَادِهِ هِمَمٌ
مِلْءُ فُؤَادِ الزَّمَانِ إِحْدَاهَا

۳۔ علیٰ ہذا القیاس وہ ابُوعلی ہارون بن عبدالعزیز الاوراجی کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے:۔ " سحاب تیری بخشش کی نقل نہیں اُتار سکا بلکہ وہ تیری جود وسخا کو دیکھکر شرم وحسد سے بتلائے بخار ہو گیا بارش دراصل اُسی کا بہتا ہوا پسینہ ہے۔" سنئیے وہ کہتا ہے۔

لَمْ يَحْكِ نَائِلَكَ السَّحَابُ وَإِنَّمَا
حُمَّتْ بِهِ فَصَبِيبُهَا الرُّحَضَاءُ

۴۔ متنبی سعید بن عبداللہ المنبجی کی مدح میں کہتا ہے:" وہ عاشقِ زار اگر بڈھا نہیں ہوا تو اُس کا جگر ضرور بوڑھا ہو گیا ہے اور ایسا کہ اگر اُس پر صبر وتسلی کا خضاب لگا دیا جائے تو وہ قائم نہیں رہتا اور عشق ومحبت کی بے چینی پھر آموجود ہوتی ہے۔" وہ کہتا ہے:۔

إِلَّا يَشِبْ فَلَقَدْ شَابَتْ لَهُ كَبِدٌ
شَيْبًا إِذَا خَضَبَتْهُ سَلْوَةٌ نَصَلَا

۵۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو، متنبی ابوالہیجاء عبداللہ بن سیف الدولہ کے مرثیہ میں کہتا ہے:" میں نے اولاد کی شیرینی عنفوانِ شباب میں چکھی ہے۔ اِس لئے یہ خیال مت کرو کہ جو کچھ میں نے کہا وہ ناواقفیت کی بناء پر کہا ہے۔" دیکھئے وہ کہتا ہے:۔

وَقَدْ ذُقْتُ حَلْوَاءَ الْبَنِينَ عَلَى الصِّبَا ۔۔۔ فَلَا تَحْسَبَنِّي قُلْتُ مَا قُلْتُ عَنْ جَهْلِ

Marfat.com

مذکورۂ بالا اشعار میں متنبی نے "طبیب، بیض" اور "ریب" کے لئے قلوب مانے ہیں بطور سحاب" کے لئے "حُمّیٰ" "زمان" کے لئے "فُؤاد" اور "کَبِد" کے لئے بڑھاپا فرض کرلیا ہے۔ یہ ایسے استعارات ہیں جس میں نہ مشابہت قریب پائی جاتی ہے نہ بعید، حالانکہ استعارہ وہی مُستحسن سمجھا جاتا ہے جس میں مستعارلہ اور مستعارمنہ میں کسی نہ کسی قسم کی مشابہت اور مناسبت پائی جاتی ہو۔ الصاحب بن عباد کہا کرتا تھا کہ متنبی کا "حلواء البنین" تو ابوتمام کے اُس شعر سے بھی بڑھ گیا جس پر ہم کو تعجب تھا۔ وہو ہذا۔[1]

لَا تَسْقِنِي مَاءَ الْمَلَامِ فَإِنَّنِي

صَبٌّ قَدِ اسْتَعْذَبْتُ مَاءَ بُكَائِي

کلام کا بے محل استعمال کلام کو مقتضائے حال کے مطابق استعمال کرنا "بلاغت" ہے۔ کوئی بات کتنی ہی اچھی ہو اگر بے محل کہی جائے تو وہ اپنی خوبی کھو بیٹھتی ہے، کسی ممدوح کی تعریف کرتے کرتے اُس کے لئے ایسی باتیں بیان کرنا جو اس کو نہیں بلکہ کسی محبوبہ یا معشوقہ کو زیب دیتی ہوں، کوئی خوبی کی بات نہیں، متنبی اپنے زورِ بیان میں کہیں کہیں ایسی بے موقع بات بھی کہہ جاتا ہے۔ دیکھئے وہ علی بن ابراہیم التنوخی کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے: "مجھے اس شیشۂ شراب پر رشک آتا ہے جو امیر ابوالحسین علی بن ابراہیم التنوخی کے لبوں سے ملتا رہتا ہے۔" وہ کہتا ہے:۔

أَغَارُ مِنَ الزُّجَاجَةِ وَهِيَ تَجْرِي

عَلَى شَفَةِ الْأَمِيرِ أَبِي الْحُسَيْنِ

عاشق معشوقہ کے لبوں سے جام کو ملتا ہوا دیکھ کر اُس پر رشک ضرور کرتا ہے مگر ممدوح کے لبوں پر رشک کرنا کچھ زیب نہیں دیتا۔ دیکھئے ابوالفتح کشاجم اسی مفہوم کو بالکل صحیح موقع پر استعمال کرتا ہے، وہ کہتا ہے:۔[2]

أَغَارُ إِذَا دَنَتْ مِنْ فِيهِ كَأْسٌ

عَلَى دُرٍّ يُقَبِّلُهُ الزُّجَاجُ

---

[1] مجھے ملامت کا جام مت پلا، میں تو عاشق و شیدا ہوں مجھے اپنے آنسوؤں کی شراب بہت میٹھی معلوم ہوتی ہے۔ (اعظمی)

[2] جب جام شراب، محبوب کے لبوں سے قریب ہوتا ہے تو مجھے اُن موتی جیسے دانتوں پر رشک آتا ہے جن کو شیشۂ شراب بوسہ دیتا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

۲۔متنبی مصر میں شدید بخار میں مبتلا ہوگیا تھا، بخار اُترنے کے بعد اُسے کثرت سے پسینہ آیا، جسے وہ اپنے مخصوص انداز میں اس طرح بیان کرتا ہے۔ "بخار جب اُتر گیا تو اُس نے بصورت پسینہ مجھ کو غسل دے دیا، گویا ہم دونوں ناجائز طور پر ایک دوسرے سے ملے تھے"۔ دیکھیئے وہ کہتا ہے:-

إِذَا مَا فَارَقَتْنِي غَسَّلَتْنِي
كَأَنَّا عَاكِفَانِ عَلَىٰ حَرَامِ

اس میں "حرام" کا لفظ اپنی جگہ پر صحیح استعمال نہیں ہوا ہے، اِس لئے کہ ہم بستری کے بعد خواہ وہ حرام ہو یا حلال، دونوں صورتوں میں غسل واجب ہوتا ہے۔ غسل کو حرام کے ساتھ مخصوص کرنا غلط اور بے موقع بات ہے۔

۳۔ ایک شعر اور ملاحظہ ہو۔ مصر سے واپسی پر ۳۵۳ھ میں سیف الدولہ نے از راہِ قدردانی متنبی کو خود اپنے ہاتھ سے لکھا کہ جو کچھ ہوا، ہو چکا، اب تم پھر میرے پاس چلے آؤ، متنبی سیف الدولہ کے خط کا جواب دیتے ہوئے اُس کی تعریف کرتا ہے، اور بعض گذشتہ واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "شاہ روم دُمستق کو چغلخوروں کی اِس بات نے دھوکہ دیا کہ علی بن عبداللہ یعنی سیف الدولہ بیماری کی وجہ سے طبیعت میں گرانی محسوس کرنے لگا ہے اور اب وہ حملہ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ دیکھیئے وہ کہتا ہے:-

وَغَرَّ الدُّمُسْتُقَ قَوْلُ الْوُشَا
ةِ إِنَّ عَلِيًّا ثَقِيلٌ وَصِبٌ

اِس شعر میں "وُشَاۃ" کا لفظ اپنی جگہ پر صحیح استعمال نہیں ہوا ہے۔ ممدوح کا مرتبہ دشمن سے بہر صورت بلند ہونا چاہیئے اور دشمن کا زیادہ سے زیادہ اس کی رعایا کے برابر۔ وشایۃ اور سعایۃ ایسے الفاظ ہیں جو رعایا میں ایک دوسرے کے خلاف مستعمل ہوتے ہیں۔ اُمرا اور سلاطین کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔ اہل عرب اس طرح ہرگز نہیں بولتے: "وَشَىٰ فُلَانٌ بِالسُّلْطَانِ إِلَىٰ بَعْضِ رَعِيَّتِهٖ"۔

ہاں اگر "الوُشَاۃ" کی جگہ "العُدَاۃ" ہو جیسا کہ بعض نسخوں میں پایا جاتا ہے تو شعر بالکل درست ہوگا۔

سوءِ ادبی | شاعر ہو یا ادیب کسی کو بھی تہذیب وشائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ خصوصاً اُمراؤ بادشاہوں کے دربار میں تو اس کا خاص طور سے خیال رکھا جاتا ہے، جہاں ذرا سی لغزش پر گردن زدنی بھی ہوتی رہتی ہے۔ مگر متنبی تو بڑا نڈر، مست الست شاعر تھا۔ اس کو نہ کسی بات کی پرواہ تھی، نہ کسی کا ڈر اور خوف۔ اُس کے دیوان میں ایسے کچھ اشعار ضرور ملتے ہیں جو اخلاق سے گرے ہوئے ہیں اور شاہانہ آداب کے خلاف ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔ فَغَدَا أَسِيْرًا قَدْ بَلَلْتَ ثِيَابَهُ
بِدَمٍ وَبَلَّ بِبَوْلِهِ الْأَفْخَاذَا

یعنی "وہ اِس طرح قید ہوا کہ تو نے اُس کے کپڑوں کو خون سے تر بتر کر دیا تھا اور اُس نے مارے ڈر کے پیشاب سے اپنی رانیں تر کر لی تھیں۔"

۲۔ وَمَا بَيْنَ كَاذَتَيِ الْمُسْتَغِيْرِ
كَمَا بَيْنَ كَاذَتَيِ الْبَائِلِ

یعنی "اُن غارت گر گھوڑوں کی دونوں رانوں کے درمیان اُسی قدر فاصلہ تھا جتنا کہ پیشاب کرنے والے کی دونوں رانوں کے درمیان ہوتا ہے۔" یعنی تیز روی میں وہ ٹانگیں چیر کر دوڑ رہے تھے جس سے وہ بالکل تھک کر چُور ہو گئے تھے۔

۳۔ خَفِ اللهَ وَاسْتُرْ ذَا الْجَمَالَ بِبُرْقُعٍ
فَإِنْ لُحْتَ حَاضَتْ فِي الْخُدُوْرِ الْعَوَاتِقُ

بادشاہ اور اُمراء سے خطاب کرتے وقت حیض اور بول کا ذکر سخت بد تہذیبی اور بے ادبی ہے، مطلب یہ ہے "اے ممدوح تو خدا سے ڈر اور اپنے اس حُسن وجمال کو بُرقع میں پوشیدہ رکھ اس لئے کہ اگر تو ظاہر ہو گیا تو حسین دوشیزائیں پردوں میں حائضہ ہو جائیں گی" بعض نسخوں میں بجائے حَاضَتْ کے ذَابَتْ ہے۔ اگر ایسا ہو تو ٹھیک ہے، معنے ہوں گے کہ اگر تو ظاہر ہو گیا تو خوبصورت دوشیزائیں تیرے عشق میں سوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی۔"

۴۔ صَلَاةُ اللهِ خَالِقِنَا حَنُوْطٌ
عَلَى الْوَجْهِ الْمُكَفَّنِ بِالْجَمَالِ

Marfat.com

کسی بادشاہ کی ماں کے مرثیہ میں اُس کے حُسن وجمال کی تعریف کرنا اور یہ کہنا کہ "مرحومہ کے چہرہ پہ خدائے خالق کی رحمت، بجائے خوشبو کے لگی ہوئی ہے، جو حُسن وجمال کے کفن میں لپٹا ہوا ہے۔" کہاں کی تہذیب ہے؟ پھر اسی مرثیہ میں آگے چل کر متنبی اُس سے اپنی دلی محبت اور شوق کا بھی اظہار کرتا ہے کیا بادشاہ کے سامنے کسی شاعر کو ایسی بات کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے۔ وہ کہتا ہے۔

بِعَيْنَيْكِ هَلْ سَلَوتِ فَإِنَّ قَلْبِي
وَإِنْ جَانَبْتُ أَرْضَكِ غَيْرُ سَالِي

۵۔ اِسی طرح متنبی سیف الدولہ کی بہن کے مرثیہ میں تہذیب و شائستگی کو کھو بیٹھا ہے۔ وہ تو ایک غزل گو شاعر کی طرح حرم ملوک سے سلام وکلام کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ "اے زمین کیا تونے میرا سلام سُنا جو میری طرف سے مرحومہ کو پہنچا ہے، میں نے دُور سے اس کو سلام بہت بھیجے ہیں، قریب سے اس کی نوبت نہیں آئی۔ دیکھیے وہ کہتا ہے:۔

وَهَلْ سَمِعْتِ سَلَامًا لِي أَلَمَّ بِهَا
فَقَدْ أَطَلْتُ وَمَا سَلَّمْتُ مِنْ كَثَبِ

اِسی مرثیہ میں وہ شاہانہ آداب کے خلاف یہ بھی کہتا ہے کہ "مرحومہ کی سہیلیاں جب اس کو سلام کرتی تھیں تو وہ اُنھیں ہنس کر جواب دیتی تھی، اور اِس طرح سہیلیاں اُس کے دانتوں کی خوب صورتی کو معلوم کر لیتی تھیں۔ حالانکہ اُس کے آب دنداں اور اُن کی تراوٹ کو سوائے خدائے برتر کے کوئی نہیں جانتا۔" یہ گستاخانہ اور قطعی بے موقع بات ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

يَعْلَمْنَ حِينَ تُحَيِّي حُسْنَ مَبْسِمِهَا
وَلَيْسَ يَعْلَمُ إِلَّا اللّٰهُ بِالشَّنَبِ

ابوبکر خوارزمی کہتا ہے، اگر کوئی شاعر میرے کسی حریم خانہ کا اس طرح مرثیہ کہتا تو میں ضرور اس کی گردن اُڑا دیتا۔ سیف الدولہ نے نہ جانے کس طرح اِس دریدہ دہنی کو برداشت کیا۔

متنبی، سیف الدولہ کا ایسا مُنہ چڑھا تھا کہ وہ اُس کی والدہ کے مرثیہ میں یہ تک کہنے سے نہ چوکا

لے تجھ کو قسم ہے کیا تو زندگی کی ساری باتیں بھول گئی؛ میں گو تیری سرزمین سے دور ہوں پھر بھی تیرے غم کو بھول نہیں سکا۔ (اعظمی)

کہ یہ پردہ نشین سوگوار عورتوں پر بحالتِ غفلت یہ مصیبت ایسی آپڑی کہ اشکِ غم اُن کے ناز سے رونے کے آنسوؤں میں آملے۔" دیکھئے وہ کیسے گستاخانہ انداز میں کہتا ہے:۔

أَتَتْهُنَّ الْمُصِيْبَةُ غَافِلَاتٍ
فَدَمْعُ الْحُزْنِ فِيْ دَمْعِ الدَّلَالِ

بڑا پیارا شعر ہے مگر خوشی اور غمی کے مواقع کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ بات بے محل ضرور ہے۔ مرثیہ میں جو شاہی دربار میں شاہی خاندان کے متعلق پڑھا گیا ہو، حُسن و جمال، ناز و ادا کا ذکر کسی طرح مناسب نہیں۔

Marfat.com

مَحَاسِنُ و رَوَائع

فَحُسنُ دَرَارِیِّ الکَوَاکِبِ أَنْ تُرٰی[1]
طَوَالِعُ فِی دَاجٍ مِنَ اللَّیلِ غَیہَبِ

متنبی کے معائب شاعری پر تفصیلی بحث کے بعد اب ہم اُس کی شاعری کے وہ روائع وبدائع پیش کرتے ہیں جس میں وہ نہ صرف یکتائے روزگار تھا بلکہ جس کی وجہ سے وہ اپنے تمام پیش رَو شعراء پر فوقیت لے گیا، اور تمام متاخرین پر سبقت لے گیا۔ یہ بحث ذرا تشریح طلب ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اُن پر پوری تفصیل سے حقیقت پسندانہ نظر ڈالی جائے، تاکہ اُس کے "محاسنِ شاعری" ایک ایک آپ کے سامنے آجائیں۔

حُسنُ المطَالِع | مطلع اور مقطع کی اثر اندازی پر اس سے پہلے ہم بحث کر چکے ہیں، اب اُس کے حُسن و براعت کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

١۔ متنبی قلعہ مَرعش کی تعمیر پر سیف الدّولہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے: "اے خانۂ محبوب! ہم تجھ پر قربان ہو جائیں، اگرچہ تو نے محبوب کی یاد تازہ کر کے ہماری بے چینی میں اضافہ کر دیا ہے۔ تو محبوب کے لئے کبھی مشرق تھا جب وہ تجھ سے نکلتا تھا اور کبھی تو اس کے لئے مغرب تھا جب وہ تجھ میں داخل ہو کر چھپ جاتا تھا۔" پھر کہتا ہے: "جب ہم وہاں پہنچے تو ہم کجاووں پر سے اُتر پڑے اور اُس محبوب کی تعظیم کے لئے جو اس قلعہ سے جُدا ہو گیا ہے ہم پیادہ پا چلنے لگے تاکہ ہم اُس کے پاس سواری پر

[1] دُرخشاں ستاروں کا حُسن اُس وقت ہے جب وہ اندھیری رات میں چمکتے ہوئے دیکھے جائیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

بڑھکر جانے کی گستاخی نہ کریں۔ دیکھیئے وہ اس مفہوم کو مطلع میں کیسے والہانہ طریقہ پرادا کرتا ہے:۔

فَدَيْنَاكَ مِنْ رَبْعٍ وَإِنْ زِدتَّنَا كَرْبًا فَإِنَّكَ كُنْتَ الشَّرْقَ لِلشَّمْسِ وَالغَرْبَا

نَزَلْنَا عَنِ الْأَكْوَارِ نَمْشِي كَرَامَةً لِمَنْ بَانَ عَنْهُ أَنْ نُلِمَّ بِهِ رَكْبًا

۲۔متنبی سیف الدولہ کی ملک روم سے کامیاب واپسی پر مطلع میں اُس کے تدبر، فوجی سوجھ بوجھ اور قیادت کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے "عقل اور جنگی تدبیریں، بہادروں کی بہادری سے زیادہ ضروری اور مقدم ہیں۔ رائے اور تدبیر پہلے مرتبہ پر ہے اور بہادری دوسرے نمبر پر۔ اگر حُسنِ اتفاق سے عقل و شجاعت دونوں چیزیں کسی شخص میں جمع ہو جائیں تو وہ شرف و بزرگی کے ہر بلند مرتبہ پر فائز ہو جائے گا":

أَلرَّأْيُ قَبْلَ شَجَاعَةِ الشُّجْعَانِ هُوَ أَوَّلٌ وَهِيَ الْمَحَلُّ الثَّانِي

فَإِذَا هُمَا اجْتَمَعَا لِنَفْسٍ حُرَّةٍ بَلَغَتْ مِنَ الْعَلْيَاءِ كُلَّ مَكَانِ

۳۔ایک اور قصیدہ کا مطلع دیکھیئے، جس میں وہ زمانہ کی بے مہریوں کا گلہ وشکوہ کرتے ہوئے کہتا ہے "میرا دل ایسے بلند عزائم کا مالک ہے کہ اُس کو شراب تسلی نہیں دیتی، اور عمر اتنی کوتاہ ہے جتنی بخیلوں کی بخشش تھوڑی اور حقیر ہوتی ہے، بھلا اس میں دلی آرزوؤں کے پوری ہونے کی کیا اُمید ہو سکتی ہے":

فُؤَادٌ مَا تُسَلِّيهِ الْمُدَامُ
وَعُمْرٌ مِثْلُ مَا تَهَبُ اللِّئَامُ

۴۔متنبی، قاضی اُبو عبداللہ محمد بن عبداللہ انطاکی کی مدح کرتے ہوئے مطلع میں کہتا ہے۔ "اچھے لوگ زمانہ کے ہدف بنے ہوئے ہیں جن پر وہ تیر حوادث لگاتا رہتا ہے، رنج و غم سے وہی خالی ہوتا ہے جو عقل و خرد سے خالی ہو" دیکھیئے اِس بات کو وہ کیسے عمدہ پیرایہ میں کہتا ہے:۔

أَفَاضِلُ النَّاسِ أَغْرَاضٌ لِذَا الزَّمَنِ
يَخْلُو مِنَ الْهَمِّ أَخْلَاهُمْ مِنَ الْفِطَنِ

۵۔متنبی ایک قصیدہ کے مطلع میں دوستوں سے رخصت ہوتے ہوئے جُدائی کا سماں باندھتا ہے اور کہتا ہے "دوستو! آج تمہاری ملاقات کا دن ہے، پھر کہاں ملاقات ہوتی ہے؟ اِس کی کوئی

Marfat.com

اُمید نہیں، افسوس ہے، تمہاری ملاقات کے لئے کل نہ ہو گی۔" پھر کہتا ہے کہ "موت کے پنجے تمہاری جدائی کی بہ نسبت مجھ سے زیادہ قریب ہیں اور زندگی تمہاری جدائی کے بعد مجھ سے زیادہ دور ہے، اس لئے تم مجھ سے جدا نہ ہو۔"

أَلْيَوْمَ عَهْدُكُمْ فَأَيْنَ الْمَوْعِدُ هَيْهَاتَ لَيْسَ لِيَوْمِ عَهْدِكُمْ غَدُ
أَلْمَوْتُ أَقْرَبُ مِخْلَباً مِنْ بَيْنِكُمْ وَالْعَيْشُ أَبْعَدُ مِنْكُمْ لَا تَبْعُدُوا

۶۔ متنبی، سیف الدولہ کو بیماری سے صحت یاب ہونے پر مبارکباد دیتا ہے۔ وہ مطلع میں کہتا ہے "تیری تندرستی سے شرف و مجد و کرم صحت مند ہو گئے۔ چونکہ اب تو پھر دشمنوں کو جنگ و جدال کی مصیبت میں مبتلا کر دے گا اس لئے گویا تیری بیماری تجھ سے زائل ہو کر نصیبِ اعدا ہو گئی، اور اب وہ پھر متفکر اور دردمند ہو گئے ہیں۔"

أَلْمَجْدُ عُوفِيَ إِذْ عُوفِيتَ وَالْكَرَمُ
وَزَالَ عَنْكَ إِلَى أَعْدَائِكَ الْأَلَمُ

۷۔ کافور اور اُس کے آقازادے کے درمیان اختلافات کے بعد جب مصالحت ہو گئی، اور تعلقات پہلے سے زیادہ خوش گوار ہو گئے تو متنبی نے کافور کے تدبر اور علم کی تعریف کرتے ہوئے جو قصیدہ کہا تھا، جس کا پہلے بھی ذکر آچکا ہے، اُس کا وجد آور مطلع دیکھئے جس میں وہ نہایت بلیغ انداز میں کہتا ہے کہ "صلح نے اُس کے شر کو ختم کر دیا جسے دشمنوں نے اُٹھانا چاہا تھا اور جس کو حاسدوں کی زبانوں نے پھیلایا تھا۔" پھر کہتا ہے کہ "تیری تدبیر دشمنوں اور اُن کے مقصد کے درمیان حائل ہو گئی اس لئے مفسدوں نے جس فساد کا ارادہ کیا تھا اُس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔"

حَسَمَ الصُّلْحُ مَا اشْتَهَتْهُ الْأَعَادِي وَأَذَاعَتْهُ أَلْسُنُ الْحُسَّادِ
وَأَرَادَتْهُ أَنْفُسٌ حَالَ تَدْبِيـ ... ـرُكَ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمُرَادِ

۸۔ متنبی نے سیف الدولہ کی مدح میں جو آخری قصیدہ کہا تھا، اُس کا مطلع ایسا ہے جسے سُن کر انسان پر وجد و سرور کی سی کیفیت طاری ہو جائے۔ وہ روم کے اُس سردار کو مخاطب کر کے جس نے سیف الدولہ پر فتح پانے کی قسم کھائی تھی، کہتا ہے۔ "جنگ کے بعد تیری قسم کا انجام ندامت اور پشیمانی ہے۔ تیری بہادری اور اقدام میں تیری قسم کیا اضافہ کر سکتی ہے۔" پھر کہتا ہے کہ "تو اس چیز پر جس کا

تو نے وعدہ کیا ہے قسم کھاتا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تو اپنے وعدہ میں سچا نہیں ہے۔ ورنہ قسم کھانے کی کیا ضرورت تھی"۔

عُقْبَى الْيَمِيْنِ عَلَى عُقْبَى الْوَغَى نَدَمٌ ۔۔۔ مَاذَا يَزِيْدُكَ فِي إِقْدَامِكَ الْقَسَمُ

وَفِي الْيَمِيْنِ عَلَى مَا أَنْتَ وَاعِدُهُ ۔۔۔ مَا دَلَّ أَنَّكَ فِي الْمِيْعَادِ مُتَّهَمُ

۹۔ متنبی، ایک قصیدہ کے مطلع میں ایک طرف تو سیف الدولہ کی جدائی پر اظہار تاسف کرتا ہے دوسری طرف کافور اخشیدی سے باعزت اور بامراد زندگی کے حصول کی درخواست کرتا ہے اور کہتا ہے "یہ جدائی کا عالم ہے" اور جس سے میں نے جدائی اختیار کی ہے، یعنی سیف الدولہ وہ قابل مذمت نہیں ہے اس جدائی کی وجہ دراصل ایک دوسرے امیر کا قصد ہے اور جس کا میں نے ارادہ کیا ہے، یعنی کافور وہ ایک اچھا مقصود ہے۔" پھر وہ کہتا ہے "جس جگہ مجھے زندگی کی تمام لذتیں حاصل ہوں مگر جب میں وہاں باعزت اور بامراد نہ ہوں تو ایسی جگہ میرے خیال میں اس قابل نہیں ہے کہ وہاں قیام کیا جائے۔

فِرَاقٌ وَمَنْ فَارَقْتُ غَيْرُ مُذَمَّمِ ۔۔۔ وَأَمٌّ وَمَنْ يَمَّمْتُ خَيْرُ مُيَمَّمِ

وَمَا مَنْزِلُ اللَّذَّاتِ عِنْدِي بِمَنْزِلٍ ۔۔۔ إِذَا لَمْ أُبَجَّلْ عِنْدَهُ وَأُكَرَّمِ

۱۰۔ متنبی، محبوبہ کو مخاطب کر کے متغزلانہ طور پر کہتا ہے کہ "یہ تیرا آبِ دہن ہے یا آبِ نیساں، یا مئے ناب، جو میرے منہ میں ٹھنڈا معلوم ہوتا ہے لیکن جگر میں آتش شوق کو مشتعل کر رہا ہے۔" پھر کہتا ہے کہ "کیا یہ تیرا قد تر و تازہ درخت کی لچکتی ہوئی شاخ ہے، اور یہ تیرا گداز سرین تودۂ ریگ ہے۔ کیا تو سراپا فتنہ ہے اور یہ تیرے چمکتے ہوئے دانت جن کا میں نے بوسہ لیا ہے کوئی کوندنے والی بجلی ہے؟" دیکھئے کیسا مسرور آور مطلع ہے جسے سن کر آدمی مستانہ وار جھوم اٹھے۔ وہ کہتا ہے:

أَرِيْقُكِ أَمْ مَاءُ الْغَمَامَةِ أَمْ خَمْرُ ۔۔۔ بِفِيَّ بُرُوْدٌ وَهُوَ فِي كَبِدِي جَمْرُ

أَذَا الْغُصْنُ أَمْ ذَا الدِّعْصُ أَمْ أَنْتِ فِتْنَةٌ ۔۔۔ وَذَيَّا الَّذِي قَبَّلْتُهُ الْبَرْقُ أَمْ ثَغْرُ

۱۱۔ متنبی ایک قصیدہ کے مطلع میں اپنی محبوبہ سے یوم وداع پر رخصت ہونے کا سماں بیان کرتا ہے کہ "جس روز احباب رخصت ہوئے اس دن میری رہی سہی جان بھی نکل گئی، اب سمجھ میں نہیں آتا کہ "جان" اور "احباب" میں سے کس کو رخصت کرنے جاؤں" پھر کہتا ہے کہ "دوستوں نے رخصتی سلام کا اشارہ کیا اور ہم نے جانیں دے ڈالیں، جو ہمارے گوشہائے چشم سے بہہ رہی تھیں، نام کو وہ آنسو تھے"

Marfat.com

مگر در حقیقت وہ ہماری جانیں تھیں جو آنسوؤں کی صورت میں نکل رہی تھیں"۔ دیکھئے کیسی سرمستی اور سُرور کے عالم میں وہ کہتا ہے:-

حُشَاشَۃُ نَفْسٍ وَدَّعَتْ یَوْمَ وَدَّعُوا فَلَمْ أَدْرِ أَيَّ الظَّاعِنَیْنِ أُشَیِّعُ
أَشَارُوا بِتَسْلِیمٍ فَجُدْنَا بِأَنْفُسٍ تَسِیلُ مِنَ الْآمَاقِ وَالسَّمُّ أَدْمُعُ

۱۲- ایک اور مطلع ملاحظہ ہو، مُعز الدولہ دیلمی نے جب سیف الدولہ کے بھائی، ناصر الدولہ پر چڑھائی کرنا چاہی اور سیف الدولہ اپنے بھائی کی امداد کے لئے جانے لگا تو متنبی نے اُس کی مدح میں طراز وردار قصیدہ کہا۔ دیکھئے مطلع کتنا پُر جوش اور ولولہ انگیز ہے۔ وہ کہتا ہے:" بلند سلطنتوں کی بنیاد نیزوں پر ہوتی ہے اور اُن سے محبت کرنے والے نیزہ بازی کو محبوبہ کے بوسہ سے زیادہ شیریں سمجھتے ہیں۔ وہ کہتا ہے:-

أَعْلَى الْمَمَالِكِ مَا يُبْنَى عَلَى الْأَسَلِ
وَالطَّعْنُ عِنْدَ مُحِبِّيهِنَّ كَالْقُبَلِ

حُسْنُ الْمَقَاطِع | جس طرح کسی نظم کا پہلا ٹیپ دینے والا شعر انسان کو بقیہ اشعار سُننے اور پڑھنے پر خواہ مخواہ مائل و راغب کرتا ہے اُسی طرح ہر نظم (.Poem) کا آخری شعر ذہن و سماعت پر اپنا دیرپا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ اب اُس کی چند مثالیں بھی درج ذیل ہیں:-

۱- متنبی اُس قصیدہ کے مقطع میں جو اُس نے ابو سُہیل سعید بن عبداللہ الطاکی کی مدح میں کہا تھا، بڑے بلیغ انداز میں کہتا ہے:" اے ممدوح! تیری وجہ سے خدا نے اُس سرزمین کو عزت بخشی ہے جہاں تو رہتا ہے اور تیرے انسان ہونے کی وجہ سے اُس نے دوسرے انسانوں کو تمام مخلوق پر فضیلت بخشی ہے"۔ جادو بیانی دیکھئے، وہ کہتا ہے:-

قَدْ شَرَّفَ اللّٰہُ أَرْضًا أَنْتَ سَاكِنُهَا
وَشَرَّفَ النَّاسَ إِذْ سَوَّاكَ إِنْسَانًا

ابو العلاء المعری اور علامہ ثعالبی وغیرہ نے اس کو بہترین مقطع قرار دیا ہے۔ ابن جنی کا خیال ہے کہ شعر کے آخر میں" أَنْشَأَكَ إِنْسَانًا" ہوتا تو زیادہ بہتر ہوتا، لیکن قرآن حکیم میں ہے" ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا"۔ ظاہر ہے قرآن کی زبان سے زیادہ فصیح کوئی دوسری زبان نہیں ہو سکتی۔ متنبی نے

Marfat.com

وہی زبان استعمال کی ہے۔ اس لئے اُس کی بلاغت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ متنبی، سیف الدولہ کے ایک مدحیہ قصیدہ کے مقطع میں کہتا ہے "تیری بخشش و کرم کی وجہ سے میری ہمت ستاروں سے بھی بلند ہو گئی ہے، اب میں دولت کو دولت نہیں سمجھتا بلکہ اُس سے بالاتر مقاصد کا خواہاں ہوں؛ اور اے علی! جس شاعر کا تو دریادل ممدوح ہے اب وہ بڑے قیمتی موتیوں کے علاوہ معمولی موتیوں کو قبول نہیں کرتا" زبان و بیان کی خوبی و لطافت دیکھئے، وہ کہتا ہے:۔

سَمَا بِكَ هَمِّيْ فَوْقَ النُّجُوْمِ   فَلَسْتُ أَعُدُّ يَسَارًا يَسَارًا

وَمَنْ كُنْتَ بَحْرًا لَهُ يَا عَلِـ…… ـيُّ لَمْ يَقْبَلِ الدُّرَّ إِلَّا كِبَارًا

۳۔ ایک اور مدحیہ قصیدہ کے مقطع میں متنبی، سیف الدولہ کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے۔ "تو نے اپنے خواجہ تاشوں کو وہ بخشا جس کے وہ اُمیدوار تھے، خدا اِس کے بدلہ میں تجھکو وہ بلند رتبہ عطا فرمائے جس کا تو خواہشمند ہے۔" وہ کہتا ہے:۔

أَنَلْتَ عِبَادَكَ مَا أَمَّلُوْا

أَنَالَكَ رَبُّكَ مَا تَأْمَلُ

۴۔ اِسی طرح متنبی، مغیث بن علی العجلی کو دُعا دیتا ہوا ایک قصیدہ کے مقطع میں کہتا ہے۔ "خدا کی طرف سے تجھ کو وہ سب کچھ دیا جائے جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں بخشا گیا اور تجھ پر خدا کی رحمت اور سلامتی ہو" دیکھئے وہ کہتا ہے:۔

وَأُعْطِيْتَ الَّذِيْ لَمْ يُعْطَ خَلْقٌ

عَلَيْكَ صَلَاةُ رَبِّكَ وَالسَّلَامُ

۵۔ ایک اور مدحیہ قصیدہ کے آخری دو شعر ملاحظہ ہوں، متنبی نے سیف الدولہ کی بارگاہ میں اپنے آخری قصیدہ کے آخری دو شعر اتنے عمدہ کہے ہیں کہ شاید اِس سے زیادہ بلیغ اُس نے کبھی نہ کہے ہونگے۔ وہ اپنی اور سیف الدولہ دونوں کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے "سیف الدولہ سے ملنے کے بعد کسی سخی کو تلاش مت کرو۔ سخاوت اُس شخص پر ختم ہو گئی جو سب سے زیادہ سخی ہے؛ اور سیف الدولہ کے شاعر یعنی میرے بعد کسی شاعر کے شعر کو قابلِ اعتناء مت سمجھو، اس لئے کہ اس کے مقابلہ میں دوسروں کے شعر ایسے خراب معلوم ہونگے کہ اُن کے سُننے سے بہرا ہونا زیادہ اچھا سمجھا جائے گا۔"

Marfat.com

حُسنِ ادا اور حُسنِ بیان دیکھیئے وہ کہتا ہے:-

لَا تَطْلُبَنَّ كَرِيمًا بَعْدَ رُؤْيَتِهِ ۔۔۔ إِنَّ الْكِرَامَ بِأَسْخَاهُمْ يَدًا خُتِمُوا
وَلَا تُبَالِ بِشِعْرٍ بَعْدَ شَاعِرِهِ ۔۔۔ وَقَدْ أُفْسِدَ الْقَوْلُ حَتَّى أُحْمِدَ الصَّمَمُ

گُریز شاعری میں گُریز بڑی اہم چیز ہے، ایک باکمال شاعر کسی بات کو بیان کرتے کرتے دوسری بات شروع کردیتا ہے، مگر اس طرح کہ پہلی بات منقطع نہ ہونے پائے، بلکہ وہ دوسری بات کے لئے علت وسبب بن جائے، اور سارا کلام ایک قالب میں ڈھلا ہوا نظر آئے، اس کو شاعری کی اصطلاح میں "گریز" اور "خروج" کہتے ہیں جو مہماتِ بلاغت میں سے سمجھا جاتا ہے۔ متنبی اس میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ حُسنِ خروج کے چند نمونے درج ذیل ہیں:-

ا۔ متنبی اُس قصیدہ میں جس میں وہ مغیث بن علی العجلی کی مدح کرتا ہے، تشبیب کے بعد گریز کرتے ہوئے کہتا ہے: "آفتاب جیسے مکھڑے والی اعرابیہ اپنی دو سہیلیوں کے درمیان ہمارے پاس سے گذری تو میں نے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ غزالِ رعنا، عرب جیسی اِنسان کیسے بن گئی۔ وہ یہ سُن کر ہنسی، پھر اُس نے کہا کہ میں مُغیث کی طرح ہوں جو شریٰ کی جھاڑیوں کا جیسا شیر ہے، باوجودیکہ وہ بنی عجل[1] میں سے ہے۔"

مَرَّتْ بِنَا بَيْنَ تِرْبَيْهَا فَقُلْتُ لَهَا ۔۔۔ مِنْ أَيْنَ جَانَسَ هٰذَا الشَّادِنُ الْعَرَبَا
فَاسْتَضْحَكَتْ ثُمَّ قَالَتْ كَالْمُغِيثِ يُرَى ۔۔۔ لَيْثَ الشَّرَى وَهُوَ مِنْ عِجْلٍ إِذَا انْتَسَبَا

دیکھیئے مذکورۂ بالا اشعار میں متنبی اپنی بدوی محبوبہ کی تعریف کرتے ہوئے مغیث بن علی العجلی کی مدح کی طرف کیسے پیارے اور بلیغ انداز میں گریز کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جس طرح مغیث بن علی باوجودیکہ بنو عجل میں سے ہے، پھر بھی لوگ اس کو مقام "شریٰ" کے شیر جیسا بہادر سمجھتے ہیں۔ اِسی طرح وہ محبوبہ اعرابیہ ہونے کے باوجود جنگل کی غزالِ رعنا جیسی خوب صورت ہے۔

۲۔ متنبی، ایک قصیدہ میں تشبیب کے بعد بدر بن عمار اسدی کی مدح کی طرف گریز کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "جُدائی کے دن حُسنِ بے پروا رکھنے والی مہ وشوں کی جادو بھری نگاہیں میرے عشق اور شورشِ جگر میں ہیجان برپا کرتی ہیں۔ وہ ایسی قاتل نگاہیں ہیں کہ اُن کے علاوہ سب ہی قاتلوں سے

---

[1] عجل بمعنی گوسالہ ۱۲ منہ

بدر بن عمار بن اسماعیل پناہ دیتا ہے، مگر ان حسینانِ ماہ طلعت کے تیر نگاہ پر اس کا بھی کچھ بس نہیں چلتا۔"
دیکھئے، گریز کی بہترین مثال، وہ کہتا ہے:۔

حَدَقٌ الحِسَانِ مِنَ الغَوَانِي هِجْنَ لِي ۔۔۔ يَوْمَ الفِرَاقِ صَبَابَةً وَغَلِيلَا
حَدَقٌ يُذِمُّ مِنَ القَوَاتِلِ غَيْرَهَا ۔۔۔ بَدْرُ بْنُ عَمَّارِ بْنِ إِسْمَاعِيلَا

۳۔ حسن خروج کی ایک اور بے نظیر مثال دیکھئے۔ متنبی قصیدہ میں تمہید وتشبیب کے بعد سیف الدولہ کی تعریف کی طرف گریز کرتا ہے اور کہتا ہے:۔

دَاوَرَدُ نَفْسِي وَالمُهَنَّدُ فِي يَدِي ۔۔۔ مَوَارِدَ لَا يُصْدِرْنَ مَنْ لَا يُجَالِدُ
وَلَكِنْ إِذَا لَمْ يَحْمِلِ القَلْبُ كَفَّهُ ۔۔۔ عَلَى حَالَةٍ لَمْ يَحْمِلِ الكَفَّ سَاعِدُ
خَلِيلَيَّ إِنِّي لَا أَرَى غَيْرَ شَاعِرٍ ۔۔۔ فَلِمْ مِنْهُمُ الدَّعْوَى وَمِنِّي القَصَائِدُ
فَلَا تَعْجَبَا إِنَّ السُّيُوفَ كَثِيرَةٌ
وَلَكِنَّ سَيْفَ الدَّوْلَةِ اليَوْمَ وَاحِدُ

مذکورۂ بالا اشعار سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب کے سب ایک ہی قالب میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ تاہم دیکھئے متنبی نے تمہید وتشبیب کے بعد کس ماہرانہ انداز میں سیف الدولہ کی مدح کی طرف گریز کیا ہے۔

۴۔ مندرجۂ ذیل مثال میں متنبی تشبیب کے بعد نہایت ہی عمدہ پیرایہ میں سیف الدولہ کی مدح کی طرف گریز کرتا ہے۔ وہ اپنی محبوبہ اور اُس کے قبیلہ والوں کو اپنی پرنم آنکھوں سے رخصت کرتے ہوئے کہتا ہے "ہم اُن کو رخصت کر رہے تھے جبکہ جدائی ہمارے دل و جگر کے اِس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی جس طرح سیف الدولہ کے نیزے لشکر اعداء کے قلب کو چیر کر پار کر جاتے ہیں۔" اُنظرھو فال...

۵ (۱) میں اپنی جان کو اس وقت جبکہ میرے ہاتھ میں ہندی قاطع تلوار ہو ایسی ہلاکتوں میں ڈالتا ہوں جہاں سے سوائے بہادر اور دلیر آدمی کے کوئی زندہ واپس نہیں آتا۔ (۲) لیکن جب کسی جنگجو کا دل جرأت کے ساتھ اُس کے ہاتھ کو نہ اُٹھائے تو کلائی بھی ہاتھ کو نہ اُٹھا سکے گی یعنی ہتھیلی کو اگر دل سے تقویت نہ پہنچے گی تو اُسے کلائی سے بھی طاقت نہ پہنچے گی۔ (۳) اے میرے دونوں دوستو! میں سوائے ایک شاعر (متنبی) کے کوئی دوسرا شاعر نہیں دیکھتا۔ پھر وہ کیوں دعوی شاعری کرتے ہیں جبکہ قصیدے میں کہتا ہوں۔ (۴) تم اُن کے اس جھوٹے دعوے پر تعجب نہ کرو اس لئے کہ دنیا میں ناکارہ نااہل بہت ہیں مگر سیف الدولہ زمانہ میں ایک ہی ہے۔ (اعظمی)

مِنْ أَحْسَنِ المخالِص۔

نُوَدِّعُهُمْ وَالْبَيْنُ فِينَا كَأَنَّهُ
قَنَا ابْنِ أَبِي الْهَيْجَاءِ فِي قَلْبِ فَيْلَقِ

۵۔ متنبی اُس قصیدہ میں جو اُس نے علی بن احمد بن عامر انطاکی کی مدح میں کہا ہے، تشبیب کے بعد کہتا ہے: "بہت سی بارشیں ایسی ہیں کہ ہم نے نیچے سے یہ سمجھا کہ عامر" مرا نہیں ہے بلکہ آسمان پر چڑھ گیا ہے یا یہ کہ اُس کی قبر بادلوں میں ہے اور وہ وہاں سے سخاوت کی بارش برسا رہا ہے۔" دیکھیے، گریز کا کیسا بلیغ انداز ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

وَغَيْثٍ ظَنَنَّا تَحْتَهُ أَنَّ عَامِرًا
عَلَا، لَمْ يَمُتْ أَوْ فِي السَّحَابِ لَهُ قَبْرُ

۶۔ اَبُو محمد حَسَن بن عبید اللہ بن طُغج کی تعریف میں تشبیب کے بعد گریز کرتے ہوئے متنبی کہتا ہے: "میں جب حملہ کرتا ہوں تو کسی حملہ آور کے لئے کوئی موقع نہیں چھوڑتا اور جب میں بولتا ہوں تو کسی بولنے والے مقر، عالم کے لئے بولنے کی کچھ گنجائش نہیں رکھتا۔ اگر ایسا نہ ہو تو خدا کرے اشعار و قوافی مجھ سے خیانت کریں اور میرے کمزور ارادے ابن عبید اللہ کے پاس جانے سے مجھے روک دیں۔" وہ کہتا ہے:۔

إِذَا صُلْتُ لَمْ أَتْرُكْ مَصَالًا لِصَائِلٍ   وَإِنْ قُلْتُ لَمْ أَتْرُكْ مَقَالًا لِعَالِمِ
وَإِلَّا فَخَانَتْنِي الْقَوَافِي وَعَاقَنِي   عَنِ ابْنِ عُبَيْدِ اللهِ ضُعْفُ الْعَزَائِمِ

۷۔ اَبُو ایُّوب اُحمد بن عمران کے مدحیہ قصیدہ میں متنبی "گریز" کا ایک انوکھا انداز اختیار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: "دشمن کے بڑے بڑے لشکروں کو میں نے وحشی درندوں کی خوراک بنا دیا، حالانکہ وہ جانور پہلے اُس بہادر لشکر کی خوراک تھے، میں نے اُن کے سامنے عمدہ گھوڑوں کی روشن پیشانیاں کر دیں جن پر گویا بنی عمران کی نعمتیں چمک رہی تھیں۔" دیکھیے کیسا نرالا اندازِ بیان ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

وَمَقَانِبٍ بِمَقَانِبٍ غَادَرْتُهَا   أَقْوَاتَ وَحْشٍ كُنَّ مِنْ أَقْوَاتِهَا
أَقْبَلْتُهَا غُرَرَ الْجِيَادِ كَأَنَّمَا   أَيْدِي بَنِي عِمْرَانَ فِي جَبَهَاتِهَا

۸۔ گریز کی ایک اور بہترین مثال ملاحظہ ہو، تشبیب کے بعد متنبی، اَبُو وائل تغلب بن داؤد کی تعریف کی طرف گریز کرتے ہوئے کہتا ہے: "اگر میں عشق کی زنجیروں میں گرفتار ہونے کے علاوہ کسی

اور کی قید میں ہوتا تو میں بھی اُبُو وائل کی طرح ضمانت دے کر رہا ہو جاتا؛ اُبُو وائل نے اپنے نفس کی ضمانت میں سونا دیا اور دشمن کو چمکدار نیزوں کے بجائے عطا فرمائے۔ یعنی سیف الدولہ کی کمک پہنچنے پر اُس کو قتل کروا دیا" زبان و بیان کا حُسن دیکھئے، وہ کہتا ہے:۔

لَوْ كُنْتُ فِي أَسْرِ غَيْرِ الْهَوٰى ضَمِنْتُ ضَمَانَ أَبِي وَائِلِ
فَدَى نَفْسَهُ بِضَمَانِ النُّضَارِ وَأَعْطَى صُدُوْرَ الْقَنَا الذَّابِلِ

متنبی کے سارے قصائد میں گریز اور حُسن تخلص اسی بلیغ انداز کے پائے جاتے ہیں، پُورا دیوان دیکھ ڈالیے، مشکل سے دو تین جگہیں ایسی ملیں گی جن میں گریز کو غیر مستحسن کہا جا سکتا ہے۔

مثلاً دیکھئے متنبی نے ابوالفرج احمد بن الحسین القاضی کے مدحیہ قصیدہ میں تمہید و تشبیب کے بعد ایک مہمل سی بات کہہ دی ہے جو کانوں کو بھلی نہیں معلوم ہوتی - وہ کہتا ہے:" بیماری محبت نے مجھے فنا کر دیا، مگر میرا دل اس کو فنا نہ کر سکا۔ گویا ابوالفرج القاضی میرے لئے اُس بیماری کی جائے پناہ ہے"۔

فَأَفْنَى وَمَا أَفْنَتْهُ نَفْسِي ، كَأَنَّمَا
أَبُو الْفَرَجِ الْقَاضِي لَهُ دُوْنَهَا كَهْفُ

سارے دیوان میں گریز کی مندرجۂ ذیل صرف دو مثالیں ایسی ہیں جو یقیناً قبیح ہیں:۔

۱- وہ قصیدہ جس میں متنبی سعید بن عبداللہ کی مدح سرائی کرتا ہے اور تشبیب کے بعد کہتا ہے، "اگر میرے امکان میں ہوتا تو میں اِن جانور نما تمام انسانوں پر سوار ہو کر سعید بن عبداللہ کے پاس چلا جاتا":

لَوِ اسْتَطَعْتُ رَكِبْتُ النَّاسَ كُلَّهُمْ
إِلَى سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بُعْرَانَا

دیکھئے اس مثال میں "بعرانا" کے لفظ نے جو یقیناً غریب اور غیر فصیح ہے، شعر کو فصاحت کے درجہ سے گرا دیا ہے۔

۲۔ متنبی، علی ابن ابراہیم التنوخی کی مدح میں تشبیب کے بعد گریز کرتے ہوئے ایک بعید از قیاس بات کہتا ہے کہ "میں تجھ سے محبت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ لوگ کہیں کہ ایک چیونٹی نے پہاڑ گھسیٹ لیا یا یہ کہیں کہ ابن ابراہیم ڈرا دیا گیا"۔ یعنی جس طرح نہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک چیونٹی پہاڑ گھسیٹ لے جائے

نہ یہ ممکن ہے کہ علی ابن ابراہیم التنوخی کسی سے خوف زدہ ہو جائے، اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ میں تیری محبت چھوڑ دوں۔ وہ کہتا ہے :-

أُحِبُّكَ أو يَقُولُوا جَرَّ نَمْلٌ
ثَبِيرَ أوِ ابْنَ إبْرَاهِيمَ رِيعَا

اس مثال میں تعلیق بالمحال کی وجہ سے شعر فصاحت کے درجہ سے گر گیا ہے۔

Marfat.com

تشبیب نگاری

متنبی تشبیب نگاری میں یدطولیٰ رکھتا تھا، گو اُس کا کلام قصائد، اہاجی، مراثی اور امثال وحکم پرمشتمل ہے۔ لیکن عام طور پر وہ "امام التَّشبیب والتشبیب" مانا جاتا ہے، وہ بدوی نازنینوں کی تصویرکشی میں بڑا ماہر تھا۔ وہ جس قدر نیچرل بیوٹی کا دلدادہ تھا۔ اتنا ہی مصنوعی آرائش و زیبائش سے متنفر، وہ ایک پاکدامن انسان تھا۔ اس کو نہ ملاہی اور مجالس زیب سے دلچسپی تھی نہ مئے وساقی سے وابستگی۔ اُس نے حُبّ فاجر کا راگ کبھی نہیں الاپا۔ نہ اُس نے کبھی اپنے اشعار میں کسی ایسی محبوبہ کا تذکرہ کیا جس کا نام بار بار دُہرایا گیا ہو، یا اُس سے والہانہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ کسی غزالِ رعنا کے دامِ محبت میں کبھی گرفتار ہی نہیں ہوا۔ اگر تاریخ سے ہم کو یہ علم نہ ہوتا کہ وہ ایک بیٹے کا باپ بھی تھا تو شاید ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ اُس نے شادی بھی کی تھی یا نہیں۔ اُس کی عُمر کا وہ حصّہ جس میں دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی ہیں، بادیہ نشین قبائل میں چکّر لگاتے گذرا تھا اس لیئے وہ بدوی مہ پاروں کے حُسنِ سادہ پر دل وجان سے شیدا و فریفتہ تھا، اس کو شہری آنکھوں کو خیرہ کرنے والا مصنوعی حُسن وجمال قطعی پسند نہ تھا۔

وہ زیادہ تر بنی عدی میں ٹھیرا کرتا تھا جو حمص کے زیرنگیں ایک بادیہ نشین قبیلہ تھا۔ اس لئے وہ عدویات ہی سے تشبیب کیا کرتا تھا، اور بغیر کسی کا نام لئے اُنھیں کو اُس نے اپنا "عروسِ شعر" [illegible] تھا۔ وہ خود کہتا ہے کہ "اگر بنی عدی کی غزالان پری جمال اور بقر وحش جیسی جادو نگاہ محبوبائیں نہ ہوتیں تو میں بنی عدی سے دلچسپی نہ لیتا ورنہ اُن کے گلّہ میں پڑا رہتا۔"

لَوْ لَا ظِبَاءُ عَدِيٍّ مَا شُغِفْتُ بِهِمْ
وَلَا بِرَبْرَبِهِمْ لَوْ لَا جَآذِرُهُ

عشق ومحبّت انسان کا خمیر ہے۔ سینہ جب تک حضرتِ دل کا کاشانہ ہے اُس وقت تک محبّت

Marfat.com

جنسی کی خواہشات کا اُس میں پایا جانا ایک فطری امر ہے۔ اگرچہ متنبی حُبّ جاہ اور بلند مراتب کی خواہش میں سرگرداں ہونے کی وجہ سے عشق و محبت کی سحر آفرینی سے دُور جا پڑا تھا، تاہم اُس سے بیگانہ نہ تھا۔ گو اُس کو فرصت نہ تھی کہ وہ کسی محبوبہ جاں نواز کی دل دوز اداؤں کا شکار ہوتا، پھر بھی وہ شاعری کے اسلوبِ قدیم کی پیروی کرتے ہوئے اپنی ہر نظم اور ہر قصیدہ میں بدوی حسینانِ نازک اندام سے دل کھول کر تشبیب کرتا اور کسی خاص محبوبہ کا نام لئے بغیر اس کے حُسنِ بے پرواہ کی خوب خوب داد دیتا۔ شاعری کی اِس صنف کو "نسیب" کہتے ہیں، جس کا بلاشبہ وہ امام تھا۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:-

ا۔ متنبی درج ذیل اشعار میں بدوی حسینانِ ماہ طلعت کی تعریف میں کس بلا کی جادو بیانی سے کام لیتا ہے اور کیسے پیارے انداز میں اُن کے حُسنِ سحر آفریں کی مدح سرائی کرتا ہے۔ الفاظ کی جزالت و حلاوت قابلِ دید ہے، وہ کہتا ہے:-

مَنِ الجَآذِرُ فِي زِيِّ الأَعَارِيبِ[له]	حُمْرَ الحُلَى وَالمَطَايَا وَالجَلَابِيبِ
إِنْ كُنْتَ تَسْأَلُ شَكًّا فِي مَعَارِفِهَا	فَمَنْ بَلَاكَ بِتَسْهِيدٍ وَتَعْذِيبِ
لَا تَجْزِنِي بِضَنًى بِي بَعْدَهَا بَقَرٌ	تَجْزِي دُمُوعِي مَسْكُوبًا بِمَسْكُوبِ
سَوَائِرٌ رُبَّمَا سَارَتْ هَوَادِجُهَا	مَنِيعَةً بَيْنَ مَطْعُونٍ وَمَضْرُوبِ
وَرُبَّمَا وَخَدَتْ أَيْدِي المَطِيِّ بِهَا	عَلَى نَجِيعٍ مِنَ الفُرْسَانِ مَصْبُوبِ
كَمْ زَوْرَةٍ لَكَ فِي الأَعْرَابِ خَافِيَةٍ	أَدْهَى وَقَدْ رَقَدُوا مِنْ زَوْرَةِ الذِّيبِ

له بدوی بہو شوں کے لباس میں یہ بچہ ہائے گاؤ دشتی کون ہیں؟ جن کا زیور سُرخ (سونے کا) ہے اور جو سُرخ اونٹنیوں پر سوار ہیں، اور جن کی چادریں بھی سُرخ ہیں۔ (۲) اگر تم اُن کے پہچاننے میں شک کی وجہ سے اُن کے بارے میں پوچھتے ہو تو یہ سوچو کہ تم کو مرضِ بیداری اور غمِ فراق کے شدائد جھیلنے میں کس نے مبتلا کیا ہے؟ (۳) وہ نیل گائے (محبوبہ) جو میرے آنسوؤں کا بدلہ آنسو بہا کر دیتی ہے خدا کرے میری اِس ناتوانی اور لاغری کا بدلہ نہ دے جو مجھے اُس کے غمِ فراق میں ہوگئی ہے۔ (۴) یہ بدوی محبوبائیں کوچ کرتی رہتی ہیں، اُن کے کجاوے اِس طرح سفر کرتے ہیں کہ کسی کی رسائی وہاں تک ممکن نہیں، اگر کوئی وہاں تک پہنچنا چاہے تو وہ نیزے سے زخمی اور تلوار سے مارا جاوے گا (۵) بسا اوقات اُن کی سواریوں کے (اگلے) پیر اُن کو لے کر شہسواروں کے بہتے ہوئے خون پر تیزی سے چلتے ہیں۔ (۶) محبوبہ سے ملنے کے لئے کتنی مرتبہ تو چھپ چھپ کر جا چکا ہے جبکہ وہ سو رہے تھے۔ اور تیرا اس طرح جانا بھیڑیئے کی ہوشیاری سے زیادہ عیارانہ تھا۔

أَزُورُهُمْ وَسَوَادُ اللَّيْلِ يَشْفَعُ لِي ... وَأَنْثَنِي وَبَيَاضُ الصُّبْحِ يُغْرِي بِي
قَدْ وَافَقُوا الْوَحْشَ فِي سُكْنَى مَرَاتِعِهَا ... وَخَالَفُوهَا بِتَقْوِيضٍ وَتَطْنِيبِ
فُؤَادُ كُلِّ مُحِبٍّ فِي بُيُوتِهِمُ ... وَمَالُ كُلِّ أَخِيذِ الْمَالِ مَحْرُوبِ
مَا أَوْجُهُ الْحَضَرِ الْمُسْتَحْسَنَاتُ بِهِ ... كَأَوْجُهِ الْبَدَوِيَّاتِ الرَّعَابِيبِ
حُسْنُ الْحَضَارَةِ مَجْلُوبٌ بِتَطْرِيَةٍ ... وَفِي الْبَدَاوَةِ حُسْنٌ غَيْرُ مَجْلُوبِ

أَفْدِي ظِبَاءَ فَلَاةٍ مَا عَرَفْنَ بِهَا
مَضْغَ الْكَلَامِ وَلَا صَبْغَ الْحَوَاجِيبِ

۲- مندرجۂ ذیل اشعار میں متنبی ایک اعرابیہ کی محبت کا راگ الاپ رہا ہے جو اس کے دل میں جاگزیں ہو چکی ہے۔ وہ کہتا ہے:- "میرا دل ایک ماہ طلعت اعرابیہ پر فریفتہ ہو گیا ہے، وہ میرے خانۂ قلب میں جاگزیں ہے، جس کے لئے اُس نے طنابیں نہیں کھینچی ہیں۔" پھر کہتا ہے کہ "اُس کے نازک قد کو نرم شاخ سے اور اُس کے شیریں آب دہن کو سفید شہد سے تشبیہ دینا اُس پر ظلم کرنا ہے۔" دیکھئے وہ اِس مفہوم کو کیسے بلیغ انداز میں بیان کرتا ہے:-

هَامَ الْفُؤَادُ بِأَعْرَابِيَّةٍ سَكَنَتْ ... بَيْتًا مِنَ الْقَلْبِ لَمْ تَمْدُدْ لَهُ طُنُبَا
مَظْلُومَةُ الْقَدِّ فِي تَشْبِيهِهِ غُصُنًا ... مَظْلُومَةُ الرِّيقِ فِي تَشْبِيهِهِ ضَرَبَا

۳- ذیل کے اشعار میں متنبی اپنی محبوبہ کو پیکرِ حُسن اور مجسمۂ حلاوت بتاتا ہے، اور اُس کے

---

(۱) میں ان بدویوں کے پاس محبوبہ سے ملنے کے لئے ایسے وقت جاتا ہوں جبکہ رات کی تاریکی میری مدد کرتی ہے اور اُس وقت لوٹتا ہوں جبکہ صبح کی روشنی میرے خلاف قبیلہ والوں کو میری گرفتاری پر اُبھارتی ہے۔ (۲) یہ بدوی اپنے رہن سہن کے اعتبار سے وحشی جانوروں کی طرح ہیں جو جنگلوں میں رہتے ہیں، لیکن خیمہ اکھاڑنے اور خیمہ لگانے میں اُن کی طرح نہیں ہیں، اس لئے کہ وہ انسان کی طرح ایسا نہیں کر سکتے۔ (۳) ہر محبت کرنے والے کا دل اُن کے گھر میں ہے، اور دوسروں سے چھیننے والے کا مال، اُن کا مالِ غنیمت ہے، یعنی اُن کی حسین عورتیں لوگوں کا دل لوٹتی ہیں اور اُن کے بہادر مرد دشمنوں کا مال۔ (۴) شہر کی رہنے والی مہ پاروں کے چہرے دیہاتی گداز بدن اور گورے رنگ والی خوبصورت عورتوں جیسے نہیں ہیں۔ (۵) شہری عورتوں کا حُسن بناؤ سنگھار سے ہوتا ہے مگر بدوی مہوشوں کا حُسن مصنوعی نہیں ہوتا۔ (۶) میں اُن بدوی غزالوں پر قربان ہو جاؤں جو چبا چبا کر باتیں کرنا نہیں جانتیں، اور نہ ابروؤں کو پینٹ کرنا اُنھوں نے سیکھا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

کھنڈرات کو مخاطب کر کے کہتا ہے:۔

إِنَّ[۱] الَّذِيْنَ أَقَمْتَ وَارْتَحَلُوْا ۔۔۔ أَيَّامُهُمْ لِدِيَارِهِمْ دُوَلُ

أَلْحُسْنُ يَرْحَلُ كُلَّمَا رَحَلُوْا ۔۔۔ مَعَهُمْ وَيَنْزِلُ حَيْثُمَا نَزَلُوْا

فِيْ مُقْلَتَيْ رَشَإٍ تُدِيْرُهُمَا ۔۔۔ بَدَوِيَّةٌ فُتِنَتْ بِهَا الْحِلَلُ

تَشْكُو الْمَطَاعِمُ طُوْلَ هِجْرَتِهَا ۔۔۔ وَصُدُوْدَهَا وَمَنِ الَّذِيْ تَصِلُ

مَا أَسْأَرَتْ فِي الْقَعْبِ مِنْ لَبَنٍ ۔۔۔ تَرَكَتْهُ وَهُوَ الْمِسْكُ وَالْعَسَلُ

قَالَتْ أَلَا تَصْحُوْ فَقُلْتُ لَهَا

أَعْلَمْتِنِيْ أَنَّ الْهَوٰى ثَمَلُ

۴۔ تشبیب کی ایک اور بہترین مثال ملاحظہ ہو۔ متنبی کہتا ہے کہ "یہ کھنڈرات اُن مہوشوں کے ہیں جن کے گھر بہت بلند رتبہ ہیں اور جن کی حفاظت دراز نیزوں سے کی جاتی ہے نہ کہ تعویذوں سے"۔ پھر کہتا ہے کہ "وہ محبوبائیں ایسی نازک اندام اور خوش خرام ہیں کہ جب وہ ناز سے چلتی ہیں تو ریشمی کپڑوں کے پھول بوٹے اُن کے نازک جسم پر اُبھر آتے ہیں اور وہ ایسے دانتوں سے ہنستی ہیں جو موتیوں سے زیادہ سفید ہیں گویا اُن کے سینوں پر "گوہرِ دنداں" کے ہار پڑے ہوئے ہیں۔"

---

[۱] (۱) بے شک وہ لوگ جنہوں نے تجھ میں قیام کیا اور کوچ کر گئے وہ ایسے خوش نصیب ہیں کہ جہاں وہ زندگی کے دن گذاریں وہاں اُن کی فرودگاہیں دولت و ثروت سے مالا مال ہوتی ہیں۔ (۲) جہاں وہ جاتے ہیں، حُسن اُن کے ساتھ جاتا ہے، اور جہاں وہ اُترتے ہیں حُسن بھی اُن کے ساتھ فروکش ہو جاتا ہے۔ (۳) وہ حُسن ایک غزالِ رعنا کی اُن دونوں آنکھوں میں پایا جاتا ہے جن کو ایک بدویہ حسینہ گھماتی رہتی ہے جس پر تمام قافلہ والے فریفتہ ہیں۔ (۴) غذا اور طعام اُس محبوبہ کے اعراض اور بے رغبتی کی شکایت کرتے ہیں اور یہ شکایت وہ بھی کرتے ہیں جن سے وہ کبھی کبھی ملتی ہے۔ (۵) چونکہ وہ خوشبوؤں سے معطر رہتی ہے اور اُس کا لعابِ دہن چونکہ شیریں ہے اس لئے وہ پیالہ میں جو کچھ اپنا جھوٹا دودھ چھوڑتی ہے وہ مُشک جیسا خوشبودار اور شہد جیسا شیریں ہوتا ہے۔ (۶) اُس نے کہا: کیا تو ہوش میں نہ آئے گا؟ تو میں نے اُس سے کہا، تجھ ہی نے مجھے بتایا کہ عشق ایک طرح کی مدہوشی ہے، پھر یہ عتاب کیسا؟ (اعظمی)

Marfat.com

دِيَارُ اللَّوَاتِي دَارُهُنَّ عَزِيزَةٌ ۔۔۔ بِطُولِ الْقَنَا يُحْفَظْنَ لَا بِالتَّمَائِمِ
حِسَانُ التَّثَنِّي يَنْقُشُ الْوَشْيُ مِثْلَهُ ۔۔۔ إِذَا مِسْنَ فِي أَجْسَامِهِنَّ النَّوَاعِمِ
وَيَبْسِمْنَ عَنْ دُرٍّ تُقَلَّدْنَ مِثْلَهُ
كَأَنَّ التَّرَاقِي وُشِّحَتْ بِالْمَبَاسِمِ

۵- تشبیب کی ایک اور مثال درج ذیل ہے جس میں متنبی بڑے والہانہ انداز میں اپنی محبوبہ کے حسن جہاں افروز کی تعریف میں رطب اللسان ہے، وہ کہتا ہے:-

عَمْرَكَ اللهُ هَلْ رَأَيْتَ بُدُورًا ۔۔۔ طَلَعَتْ فِي بَرَاقِعٍ وَعُقُودِ
رَامِيَاتٍ بِأَسْهُمٍ رِيشُهَا الْهُدْ ۔۔۔ بُ تَشُقُّ الْقُلُوبَ قَبْلَ الْجُلُودِ
ذَاتُ فَرْعٍ كَأَنَّمَا ضُرِبَ الْعَنْبَـ ۔۔۔ ـرُ فِيهِ بِمَاءِ وَرْدٍ وَعُودِ
تَحْمِلُ الْمِسْكَ عَنْ غَدَائِرِهَا الرِّيحُ ۔۔۔ وَتَفْتَرُّ عَنْ شَتِيتٍ بَرُودِ
هٰذِهِ مُهْجَتِي لَدَيْكِ لِحَيْنِي
فَانْقُصِي مِنْ عَذَابِهَا أَوْ فَزِيدِي

۶- ایک قصیدہ کے شروع میں متنبی اپنی محبوبہ کے ساحرانہ حسن و جمال کو ایسے دلکش انداز میں بیان کرتا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ وہ واردات حسن و عشق کو ایسے پیرایہ میں ادا کر رہا ہے جو لوگوں کے دلوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ دیکھیے وہ کہتا ہے:-

لِعَيْنَيْكِ مَا يَلْقَى الْفُؤَادُ وَمَا لَقِي ۔۔۔ وَلِلْحُبِّ مَا لَمْ يَبْقَ مِنِّي وَمَا بَقِي

لہ (۱) دوست! خدا تیری عمر دراز کرے، کیا تُو نے چودھویں رات کے چاند کو برقع اور ہار پہنے ہوئے دیکھا ہے؟ (۲) ایسی ماہ طلعت محبوبائیں جو اپنے تیر نظر سے، جن کے پر ان کی پلکیں ہیں، اپنے عاشقوں کو گھائل کرتی ہیں اور کھالوں سے پہلے دلوں کو چیر ڈالتی ہیں۔ (۳) وہ محبوبائیں جن کے گیسو ایسے خوشبودار ہیں گویا ان پر عرقِ گلاب چھڑکا گیا ہے اور عنبر و عود کی ان پر دھونی دی گئی ہے۔ (۴) بادِ صبا ان کے گیسوؤں سے مشک لے کر فضا میں پھیلا دیتی ہے اور وہ مہ وش محبوبہ بکھرے ہوئے ٹھنڈے اور میٹھے دانتوں سے ہنستی ہے۔ (۵) اے محبوبۂ عالیشاں! یہ میری جان خدمی جاں نثاری کے لئے تیرے سپرد ہے، تجھکو اختیار ہے یا تو اپنے وصال سے اس کے دکھ اور تکلیف کو ختم کر دے یا ہجر و فراق سے اسکے دکھ کو اور زیادہ کر دے۔ (اعظمی)

لہ دل نے جو مصیبتیں جھیلیں یا آئندہ جو کچھ اٹھائیگا وہ سب طفیل ہے تیری مدھ بھری نینوں کا۔ تیری محبت میں نہ مجھ میں کچھ باقی رہا ہے نہ رہے گا۔ (اعظمی)

Marfat.com

وَمَا كُنْتُ مِمَّنْ يَدْخُلُ الْعِشْقُ قَلْبَهُ ۔۔۔ وَلٰكِنَّ مَنْ يُبْصِرْ جُفُونَكِ يَعْشَقِ

وَبَيْنَ الرِّضٰى وَالسُّخْطِ وَالْقُرْبِ وَالنَّوٰى ۔۔۔ مَجَالٌ لِدَمْعِ الْمُقْلَةِ الْمُتَرَقْرِقِ

وَأَحْلَى الْهَوٰى مَا شَكَّ فِي الْوَصْلِ رَبُّهُ

وَفِي الْهَجْرِ فَهُوَ الدَّهْرَ يَرْجُو وَيَتَّقِي

۷۔ تشبیب کے تین شعر اور درج ذیل ہیں، متنبی، اپنی محبوبہ اور ایام وصال کو یاد کرکے خوشی سے پھولے نہیں سماتا، وہ محبوبہ کے حُسن وجمال کی تصویر کشی کرتا ہے اور کہتا ہے۔

" مجھے خوشی ہے کہ محبت گذشتہ دنوں کی یاد کو تازہ کردے، اگرچہ اُس کا ذکر ایسا اندوہناک ہے کہ سخت سے سخت پتھر بھی اُس سے پگھل جائے۔" پھر اپنی محبوبہ کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ تیری تصویر میرے دل پر نقش ہوکر رہ گئی ہے، گویا تو مجھ سے کبھی جُدا نہیں ہوتی، حتیٰ کہ تیرے وصل سے مایوسی گویا وعدۂ وصال ہے، اس لئے کہ دل و دماغ میں تو ہر وقت لبی رہتی ہے۔ جب ذرا گردن جُھکائی دیکھ لی۔" پھر کہتا ہے کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تو میرے آنسوؤں کو پونچھ رہی ہے اور تیری خوشبو سے میرے کپڑے مہک رہے ہیں۔"

دیکھیے کیا جوش بیان ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مارے خوشی کے وہ آپے سے باہر ہوا جاتا ہے۔

أُسَرُّ بِتَجْدِيدِ الْهَوٰى ذِكْرَ مَا مَضٰى ۔۔۔ وَإِنْ كَانَ لَا يَبْقٰى لَهُ الْحَجَرُ الصَّلْدُ

مُمَثَّلَةً حَتّٰى كَأَنْ لَمْ تُفَارِقِي ۔۔۔ وَحَتّٰى كَأَنَّ الْيَأْسَ مِنْ وَصْلِكِ الْوَعْدُ

وَحَتّٰى تَكَادِي تَمْسَحِينَ مَدَامِعِي

وَيَعْبَقُ فِي ثَوْبِي مِنْ رِيحِكِ النَّدُّ

لہ (۱) میں اُن لوگوں میں نہ تھا جو کسی کو دل دے بیٹھتے ہیں مگر کیا کیا جائے، جو شخص بھی تیری نشیلی آنکھوں کو دیکھے گا وہ بے اختیار دل کھو بیٹھے گا۔ (۲) خوشی، غصہ، قربت اور دُوری ہر حال میں تیرے عاشق شیدائی کو اپنی پُرنم آنکھوں سے آہ زاری کے بڑے مواقع ہیں، اس لئے کہ جدائی اور تیری ناخوشی کے علاوہ تیری قربت اور خوشی کی حالت میں بھی خوفِ فراق کی وجہ سے چین نصیب نہیں۔ (۳) عشق و محبت کا پُرلطف اور شیریں دور وہ ہے جس میں عاشقِ شیدائی کو محبوبہ کے وصل و فراق میں سے کسی کا بھی یقین نہ ہو۔ پھر وہ ہمیشہ اُمید وبیم کی حالت میں ایک خاص لطف اُٹھاتا رہے گا۔ (اعظمی)

Marfat.com

غزل شعراء عرب میں متاخرین کے دَور تک نہ غزل گوئی کا رواج تھا، نہ اُس کا کوئی الگ مستقل وجود قصیدہ کے شروع میں وہ تشبیب ضرور کرتے تھے، بس یہی اُس زمانہ کی "غزل" تھی۔

جہاں تک حسن وعشق کی کرشمہ سازیوں کا تعلق ہے، اِس سے انکا کلام خالی نہ تھا بلکہ جیسا کہ اِس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے وہ اپنے قصائد کی ابتدا ہی اُسی سے کرتے تھے، جس کو اصطلاح میں "تشبیب" کہتے ہیں۔ "غزل" کا رواج جس میں عواطف اور وارداتِ قلبیہ کا تعلق کسی خاص محبوبہ سے ہوتا ہے۔ عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ شعراء عرب کے یہاں اُس کا کوئی وجود نہیں۔

بے شک عربی شعراء اُردو اور فارسی شعراء کی طرح زندگی کا سارا ہیجان و اضطراب "غزل" میں نہیں بھرتے تھے نہ بادہ و ساغر کے پردہ میں، دنیا کے سارے مسائل کی عکاسی غزل میں کرتے تھے، اور نہ قصیدہ کی طرح غزل کو دماغی ورزش یا کمالِ فن کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے، لیکن جہاں تک وارداتِ عشق اور جذباتِ محبت، سوز و گداز اور اُس میں عجز و نیاز کے اظہار کا تعلق ہے۔ شعراء عرب کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ ہاں محض رندی اور سرمستی کے لئے اُنھوں نے اپنے کلام کو کبھی وقف نہیں کیا۔

شاعری کا اصل سرمایہ وارداتِ قلب اور عشقیہ جذبات کا اظہار ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ عشق و محبت کے راز و نیاز جس رنگینی اور دل فریبی سے متنبی نے ادا کئے ہیں۔ ابُو نواس، اور ابو عُبادہ بحتری کے علاوہ عربی شعراء میں کسی نے نہیں کئے ہیں۔ اِس قسم کے عشقیہ مضامین سے متنبی کا دیوان بھرا پڑا ہے، لیکن یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ عشق و محبت کے رندانہ جذبات و سرمستی سے بہت کم تعلق رکھتا تھا عشق و عاشقی سے اُس کا تعلق وہیں تک ہے جہاں تک انسانی فطرت اور نیچر کا تقاضہ ہے، وہ اس قسم کا عشق نہیں کرتا کہ کسی کے پیچھے زندگی برباد کردیں۔ گلیوں میں مارے لتاڑے پڑے رہیں اور "قماش فروشِ دلِ صدپارۂ خویشم" کی صدا لگاتے پھریں۔

بااین ہمہ عشق و محبت میں جو جو وارداتیں ہوتی ہیں، متنبی اُن میں سے ایک ایک سے باخبر تھا اِن تمام جذباتِ وارفتگی کو اُسی جوش و خروش سے ظاہر کرتا ہے جس طرح وہ دل میں آتے ہیں، وہ کوئی بات نہیں کہتا جب تک دل میں کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوتا، وہ محبوبہ کی مدح سرائی بھی کرنا چاہتا ہے تو اُسی وقت کرتا ہے، جب اُس کی کسی ادائے ناز سے اُس کے دل پر کوئی نئی چوٹ پڑتی ہے۔

Marfat.com

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ متنبی کی دل کی دھڑکنیں نہ کبھی کسی کے لئے تیز ہوئیں، نہ کبھی اُس کی آنکھوں نے آنسو بہائے اور نہ زبان نے اُس کے گیت گائے۔ یہ بات کلیتہً صحیح نہیں ہے البتہ اس حد تک ضرور صحیح ہے کہ وہ ایک پاک دامن انسان تھا اس لئے اُس نے رندانہ عشق و محبت کے راگ کبھی نہیں الاپے اور نہ اس کو اپنا وظیفہ بنایا۔ وہ خود کہتا ہے :-

إِذَا كَانَ مَدْحٌ فَالنَّسِيبُ الْمُقَدَّمُ
أَكُلُّ فَصِيحٍ قَالَ شِعْرًا مُتَيَّمُ

متنبی نے چونکہ تمام عمر پاک دامنی کی زندگی گذاری تھی، اس لئے اُس کو محبوبہ کے ناز و نیاز، بوس و کنار، بزم آرائی، مجلس افروزی جیسے پامال مضامین سے دلی نفرت تھی، اس کو یہ بوڑھے چونچلے پسند نہ تھے۔ وہ اس قسم کی زندی اور سرمستی سے ہمیشہ پرہیز کرتا تھا۔ دیکھئے وہ کہتا ہے :-

وَمَا الْعِشْقُ إِلَّا غِرَّةٌ وَطَمَاعَةٌ ۔۔۔ يُعَرِّضُ قَلْبٌ نَفْسَهُ فَيُصَابُ
وَغَيْرُ فُؤَادِي لِلْغَوَانِي رَمِيَّةٌ ۔۔۔ وَغَيْرُ بَنَانِي لِلزُّجَاجِ رِكَابُ

تَرَكْنَا لِأَطْرَافِ الْقَنَا كُلَّ شَهْوَةٍ
فَلَيْسَ لَنَا إِلَّا بِهِنَّ لِعَابُ

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزل گوئی سے متنبی کو کوئی خاص دلچسپی نہ تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس نے کبھی غزل کہی ہی نہیں۔ قصائد کے شروع میں اُس نے جو عشقیہ اشعار کہے ہیں، ان کو اگر الگ کر لیا جائے تو بہت سی غزلیں تیار ہو سکتی ہیں۔ عشق و محبت انسان کا خمیر ہے، ذرا سی تحریک سے یہ شعلہ بھڑک اٹھتا ہے اور دل و دماغ کو آتش فشاں بنا دیتا ہے۔ پاک بازی اور پاک نظری کے باوجود متنبی کا سینہ بھی محبت کے پاک جذبات

لہ یہ عجیب رسم ہے کہ جب کسی کی مدح کرنا ہو تو شروع میں تشبیب کرنا ضروری ہے۔ کیا کوئی فصیح شاعر شعر کہے تو اُس کا عاشق ہونا ضروری ہے ؟ (اعظمی)

کہ (۱) عشق ناتجربہ کاری اور طمع وصل کے علاوہ کچھ نہیں، دل اپنے کو اُس کے سامنے پیش کرتا ہے اور مصیبت میں ڈالا جاتا ہے۔ (۲) میرے دل کے علاوہ دوسرے دل حسین دوشیزاؤں کے شکار ہیں اور میری انگلیوں کے علاوہ دوسروں کی انگلیاں جام شراب سے وابستہ ہیں (۳) ہم نے نیزہ بازی کے شوق میں تمام خواہشات کو ترک کر دیا ہے۔ اب ہمیں اِس کھیل کے علاوہ کوئی کھیل پسند نہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

کا کاشانہ تھا اور سوز و گداز کا آتش کدہ، اِسی آگ کے وہ شعلے تھے جو اُس کی زبان سے نکلتے تھے، اور دُنیا کو تڑپا دیتے تھے۔ اُس کا دیوان موجود ہے جو اس صنفِ شاعری سے بھی مالا مال ہے۔
اب غزل کی چند مثالیں درج ذیل ہیں، دیکھیے اور انصاف کیجیے، بقول علامہ بدیعی اس سے زیادہ شیریں[2]، بلیغ اور بہترین غزل[1] کسی نے کیا کہی ہوگی؟ متنبی کہتا ہے:-

اَلْقَلْبُ أَعْلَمُ يَا عَذُولُ بِدَائِهِ　　وَأَحَقُّ مِنْكَ بِجَفْنِهِ وَبِمَائِهِ
فَوَمَنْ أُحِبُّ لَأَعْصِيَنَّكَ فِي الْهَوَى　　قَسَمًا بِهِ وَبِحُسْنِهِ وَبَهَائِهِ
أَأُحِبُّهُ وَأُحِبُّ فِيهِ مَلَامَةً　　إِنَّ الْمَلَامَةَ فِيهِ مِنْ أَعْدَائِهِ
عَجِبَ الْوُشَاةُ مِنَ اللُّحَاةِ وَقَوْلِهِمْ　　دَعْ مَا نَرَاكَ ضَعُفْتَ عَنْ إِخْفَائِهِ
مَا الْخِلُّ إِلَّا مَنْ أَوَدُّ بِقَلْبِهِ　　وَأَرَى بِطَرْفٍ لَا يَرَى بِسَوَائِهِ
إِنَّ الْمُعِينَ عَلَى الصَّبَابَةِ بِالْأَسَى　　أَوْلَى بِرَحْمَةِ رَبِّهَا وَإِخَائِهِ
مَهْلًا فَإِنَّ الْعَذْلَ مِنْ أَسْقَامِهِ　　وَتَرَفُّقًا فَالسَّمْعُ مِنْ أَعْضَائِهِ

---

[1] سیف الدولہ نے اپنے اُستاد اُبو ذر سہل بن محمد الکاتب کی ایک غزل پیش کرتے ہوئے متنبی سے فرمائش کی تھی کہ وہ اسی وزن و قافیہ میں غزل کہے۔ اُس کی غزل کا مطلع یہ ہے:-

يَا لَائِمِي كُفَّ الْمَلَامَ عَنِ الَّذِي
أَضْنَاهُ طُولُ سِقَامِهِ وَشَقَائِهِ

[2] (۱) اے ملامت کرنے والے! تجھ سے زیادہ دل اپنے دردِ محبت سے واقف ہے وہ اپنی پلک اور اُس کے آنسوؤں کا تجھ سے زیادہ حق دار ہے۔ (۲) میں اُس محبوب کی اور اُس کے حُسن و جمال کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس سے مجھے محبت ہے کہ میں عشق و محبت کے بارے میں ضرور تیری نافرمانی کروں گا۔ (۳) کیا میں اس سے محبت بھی کروں اور اُس کے بارے میں ملامت سننا بھی پسند کروں؟ یہ ممکن نہیں، اس کے بارے میں ملامت بے شک اُس کے دشمنوں میں سے ہے۔ (۴) چغل خوروں نے ملامت کرنے والوں کی اس بات پر تعجب کیا کہ تو اُس چیز کو چھوڑ دے جس کے چھپانے سے تو کمزور ہو گیا ہے۔ (۵) دوست نہیں ہے مگر وہ شخص جس سے میں اس کی دلی خوشی کے مطابق محبت کروں اور ایسی نظر سے میں اس کو دیکھوں جس کے علاوہ وہ کسی دوسری نظر سے نہ دیکھے، یعنی جس چیز کو وہ پسند کرے اُسے میں پسند کروں اور جسے وہ ناپسند کرے اُسے میں ناپسند کروں۔ (۶) بے شک وہ شخص جو اپنی نصیحت اور ملامت سے میرے عشق کے خلاف مجھ سے دشمنی کر رہا ہے، اُس کو چاہیے کہ وہ عاشق کے دلی جذبات کو سمجھ کر اس کے ساتھ برادرانہ رحمدلی اور مہربانی کا برتاؤ کرے۔ (۷) اے ملامت کرنے والے! ملامت کرنا چھوڑ دے اس لئے کہ یہ بجائے خود اس کے لئے ایک بیماری ہے اور اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر اس لئے کہ کان بھی اس کے اعضاء میں سے ہے (اعظمی)

Marfat.com

وَهَبِ الْمَلَامَةَ فِي اللَّذَاذَةِ كَالْكَرَىٰ — مَطْرُوْدَةً بِسُهَادِهِ وَبُكَائِهِ

لَا تَعْذُلِ الْمُشْتَاقَ فِيْ أَشْوَاقِهِ — حَتّٰى يَكُوْنَ حَشَاكَ فِيْ أَحْشَائِهِ

إِنَّ الْقَتِيْلَ مُضَرَّجًا بِدُمُوْعِهِ — مِثْلُ الْقَتِيْلِ مُضَرَّجًا بِدِمَائِهِ•

وَالْعِشْقُ كَالْمَعْشُوْقِ يَعْذُبُ قُرْبُهُ — لِلْمُبْتَلٰى وَيَنَالُ مِنْ حَوْبَائِهِ

لَوْ قُلْتَ لِلدَّنِفِ الْحَزِيْنِ فَدَيْتُهُ

مِمَّا بِهِ لَأَغَرْتَهُ بِفِدَائِهِ

۲۔ یہ غزل سیف الدولہ کو اس قدر پسند آئی کہ اُس نے مزید اور اشعار کہنے کی فرمائش کردی متنبی نے پھر اسی بحر میں کہا اور بہت ہی خوب کہا، اُنظر ھُوَ قَالَ :۔

عَذْلُ الْعَوَاذِلِ حَوْلَ قَلْبِيَ التَّائِهِ — وَهَوَى الْأَحِبَّةِ مِنْهُ فِيْ سَوْدَائِهِ

يَشْكُو الْمَلَامُ إِلَى اللَّوَائِمِ حَرَّهُ — وَيَصُدُّ حِيْنَ يَلُمْنَ عَنْ بُرَحَائِهِ

وَبِمُهْجَتِيْ يَا عَاذِلِي الْمَلِكُ الَّذِيْ — أَسْخَطْتُ أَعْذَلَ مِنْكَ فِيْ إِرْضَائِهِ

إِنْ كَانَ قَدْ مَلَكَ الْقُلُوْبَ فَإِنَّهُ — مَلَكَ الزَّمَانَ بِأَرْضِهِ وَسَمَائِهِ

---

۵ (۱) ملامت کرنا چھوڑ دے جو لطف و مزے میں نیند کے مانند ہے حالانکہ وہ بھی عاشق کی شب بیداری اور اس کے آہ وزاری کی وجہ سے متروک ہے۔ (۲) عاشق وشیدا کو اُس کے واردات قلبیہ پر ملامت مت کر کہیں تیرے دلی جذبات محبت ویسے ہی نہ ہو جائیں جیسے اُس عاشق حزیں کے ہیں۔ (۳) بے شک عشق کا مارا جو خون کے آنسوؤں میں ڈوبا ہوا ہو، اُس مقتول کی طرح ہے جو اپنے خون میں لت پت ہو۔ (۴) عاشق کے لئے معشوق کی طرح اس کا عشق بھی پیارا ہوتا ہے اور مبتلائے محبت کے لئے اس کی قربت بھی شیریں ہوتی ہے، حالانکہ وہ اس کی جان لیوا ہے۔ (۵) اگر مبتلائے غم عشق سے تو کہے کہ میں اُس غم محبت پر قربان ہو جاؤں جس میں تو مبتلا ہے تو فدا ہونے پر تو اُس کو غیرت دلائے گا۔ (اعظمی)

۶ (۱) ملامت کرنے والیوں کی ملامت میرے وارفتہ اور حیران دل کے ارد گرد ہے اور معشوقوں کی محبت اُس کے سویدا و قلب میں پیوست ہے، اس لئے ملامت کا اُس پر اثر کیونکر ہو سکتا ہے۔ (۲) ملامت ملامت کرنے والیوں سے اُس کے حرارت قلب کی شکایت کرتی ہے۔ اور جب وہ ملامت کرتی ہیں تو اس کی شدتِ حرارت کی وجہ سے وہ عاشق کے دل تک پہنچنے سے باز رہتی ہے۔ (۳) اور اے میرے ملامت کرنے والے میری جان اُس بادشاہ (سیف الدولہ) پر قربان ہو جائے جس کے خوش رکھنے میں تجھ سے زیادہ ملامت گروں کو میں نے ناراض کیا ہے۔ (۴) اگر وہ دنیا کے دلوں کا مالک ہو گیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اس لئے کہ وہ زمانہ کا مع اس کی زمین و آسمان کے مالک ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

[۵۱] أَلشَّمْسُ مِنْ حُسَّادِهِ وَالنَّصْرُ مِنْ ۔۔۔ قُرَنَائِهِ وَالسَّيْفُ مِنْ أَسْمَائِهِ

أَيْنَ الثَّلَاثَةُ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالِهِ ۔۔۔ مِنْ حُسْنِهِ وَإِبَائِهِ وَمَضَائِهِ

مَضَتِ الدُّهُورُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهِ

وَلَقَدْ أَتَى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهِ

۳۔ غزل کے وہ چند شعر اور ملاحظہ ہوں، جو متنبی نے ۳۲۱ھ میں جب وہ جوان تھا، کہے تھے وہ عنفوانِ شباب کی معصوم محبت اور محبوبہ کے مٹے ہوئے کھنڈرات کو یاد کر کے خون کے آنسو بہاتا ہے اور بڑے پیارے انداز میں اپنی آرامِ جان کو رخصت کرتے ہوئے خود اپنی جان کو "الوداع" کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

[۵۲] ذِكَرُ الصِّبَا وَمَرَاتِعِ الْآرَامِ ۔۔۔ جَلَبَتْ حِمَامِي قَبْلَ وَقْتِ حِمَامِي

دِمَنٌ تَكَاثَرَتِ الْهُمُومُ عَلَيَّ فِي ۔۔۔ عَرَصَاتِهَا كَتَكَاثُرِ اللُّوَّامِ

وَكَأَنَّ كُلَّ سَحَابَةٍ وَقَفَتْ بِهَا ۔۔۔ تَبْكِي بِعَيْنَيْ عُرْوَةَ [۵۳] بْنِ حِزَامِ

وَلَطَالَمَا أَفْنَيْتُ رِيقَ كِعَابِهَا ۔۔۔ فِيهَا وَأَفْنَتْ بِالْعِتَابِ كَلَامِي

---

۵۱ (۱) اُس کے حسن کی چمک دمک اور بخشش کے فیضان کی وجہ سے آفتاب اُس کے حاسدوں میں سے ہے اور اعانتِ خداوندی اُس کے مصاحبوں میں سے ہے اور تلوار اُس کے ناموں میں سے ہے۔ (۲) یہ تینوں چیزیں یعنی آفتاب، اعانتِ خداوندی اور تلوار اس کی تین خصلتوں کا کہاں مقابلہ کر سکتی ہیں۔ آفتاب اُس کے حسن کا، اعانتِ خداوندی اُس کی خودداری کا اور تلوار اُس کی تیزی کا۔ (۳) زمانے گذر گئے مگر اُس کے جیسا نہ لا سکے، اور اب جبکہ وہ آ گیا ہے زمانہ اُس کے جیسا لانے سے قاصر ہے۔ (اعظمی)

۵۲ (۱) بچپن کی یاد اور حسینانِ آہو جمال کی خوش فعلیوں کے تذکرہ نے میری موت کو قبل وقتِ مرگ کھینچ بلایا۔ (۲) یہ محبوبہ کے کھنڈرات کے آثار ہیں جن کو دیکھکر اُن کے کمپاؤنڈ میں مجھ پہ رنج و غم اس قدر زیادہ طاری ہوا جیسے ملامت گروں کی ملامت کی کثرت۔ (۳) ہر ابر کا ٹکڑا جو دیارِ محبوبہ پر برسا گویا وہ عروہ بن حزام کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہاتا ہے۔ (۴) اور بسا اوقات دیارِ محبوبہ کی نوخیز دوشیزاؤں کا لعابِ دہن میں نے خوب ہی چوسا جس پر انھوں نے ناراض ہو کر مجھ سے باتیں کرنا بند کر دیا۔

۵۳ عروہ بن حزام عرب کے مشہور عشاق میں سے گذرا ہے۔ اُس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ اپنی محبوبہ "عفراء" کے کھنڈرات پر سب سے پہلی مرتبہ رویا تھا، بعد میں یہ رواج ہو گیا۔ (اعظمی)

Marfat.com

قَدْ كُنْتَ تَهْزَأُ بِالْفِرَاقِ مَجَانَةً[٥١]   وَتَجُرُّ ذَيْلَيْ شِرَّةٍ وَعُرَامِ

لَيْسَ الْقِبَابُ عَلَى الرِّكَابِ وَإِنَّمَا   هُنَّ الْحَيَاةُ تَرَحَّلَتْ بِسَلَامِ

لَيْتَ الَّذِي خَلَقَ النَّوَى جَعَلَ الْحَصَى   لِخِفَافِهِنَّ مَفَاصِلِي وَعِظَامِي

مُتَلَاحِظَيْنِ نَسُحُّ مَاءَ شُئُونِنَا   حَذَرًا مِنَ الرُّقَبَاءِ فِي الْأَكْمَامِ

أَرْوَاحُنَا انْهَمَلَتْ وَعِشْنَا بَعْدَهَا   مِنْ بَعْدِ مَا قَطَرَتْ عَلَى الْأَقْدَامِ

لَوْ كُنَّ يَوْمَ جَرَيْنَ كُنَّ كَصَبْرِنَا
عِنْدَ الرَّحِيلِ لَكُنَّ غَيْرَ سِجَامِ

۴۔ ایک دوسری غزل کے چند شعر درج ذیل ہیں، جو بلاغت اور خوبی معانی کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ یہ اُن غزلوں میں سے ہے جو مجالسِ سمع میں عام طور پر گائی جاتی ہیں۔ دیکھئے متنبی کیسے بلیغ اور وجد آور انداز میں، واردات محبت کو بیان کرتا ہے:۔

قَدْ كَانَ يَمْنَعُنِي الْحَيَاءُ مِنَ الْبُكَا[٥٢]   فَالْيَوْمَ يَمْنَعُهُ الْبُكَا أَنْ يَمْنَعَا

حَتَّى كَأَنَّ لِكُلِّ عَظْمٍ رَنَّةً   فِي جِلْدِهِ وَلِكُلِّ عِرْقٍ مَدْمَعَا

وَكَفَى بِمَنْ فَضَحَ الْجِدَايَةَ فَاضِحًا   لِمُحِبِّهِ وَبِمَصْرَعِي ذَا مَصْرَعَا

---

٥١ (۱) اے متنبی! پہلے تو بے پرواہی سے فراق کا مذاق اُڑایا کرتا تھا اور بدمستی اور تُند خوئی کے دونوں امن کھینچتا ہوا چلتا تھا۔ مگر اب تو فراقِ یار سے تیرا حال بہت ہی خراب ہے۔ (۲) یہ اونٹوں پر ہودج نہیں ہیں: یہ تو ہماری زندگیاں ہیں جو رخصتی سلام کر کے جا رہی ہیں۔ (۳) کاش وہ ذات جس نے جدائی اور فراق کو پیدا کیا ہے میرے اعضاء اور ہڈیوں کو اُن اونٹوں کے پاؤں کے لئے سنگریزے بنا دیتا تاکہ وہ اُس کو روندتے ہوئے چلتے۔ (۴) ہم ایک دوسرے کو دیکھتے جاتے تھے اور آنسو بہاتے جاتے تھے۔ اُن رقیبوں کے ڈر سے جو ٹیلوں پر چھپے ہوتے ہیں۔ (۵) یہ آنسو نہیں، ہماری روحیں ہیں جو آنکھوں سے بہہ کر ہمارے قدموں پر ٹپک پڑیں پھر بھی تعجب ہے کہ ہم زندہ رہے۔ (۶) اگر وہ آنسو کوچ کے دن جس روز وہ جاری ہوئے ہمارے صبر کی طرح ہوتے تو وہ کبھی نہ بہتے۔ یعنی اس روز ہم نے بہت صبر سے کام لیا، مگر آنسو خوب بہہ رہے تھے۔ (اعظمی)

٥٢ (۱) مجھے شرم و حیا رونے سے روکتی ہے مگر آج غم جدائی میں یہ حالت ہے کہ میری آہ و بکا حیا کو منع گریہ سے روکتی ہے (۲) اب کثرتِ آہ و زاری سے میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ میری ہر اُستخوانِ جسم سے رونے کی آواز آتی ہے اور میری ہر رگ و پے آنسو بہانے کی جگہ بن گئی ہے۔ (۳) وہ محبوبہ جس نے اپنے حسن و جمال کی وجہ سے آہوئے دشت کو رُسوا کر دیا ہے وہ اپنے عاشق و شیدا کو رُسوا کرنے کے لئے کافی ہے عشق میں میرا اس طرح شہیدِ محبت ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ محبوبہ کا انتہائی حسین و جمیل ہونا ہے۔ (اعظمی)

سَفَرَتْ وَبَرْقَعَهَا الْفِرَاقُ بِصُفْرَةٍ[۵۱] ... سَتَرَتْ مَحَاسِنَهَا وَلَمْ تَكُ بُرْقُعَا

فَكَأَنَّهَا وَالدَّمْعُ يَقْطُرُ فَوْقَهَا ... ذَهَبٌ بِسِمْطَي لُؤْلُؤٍ قَدْ رُصِّعَا

نَشَرَتْ ثَلَاثَ ذَوَائِبٍ مِنْ شَعْرِهَا ... فِي لَيْلَةٍ فَأَرَتْ لَيَالِيَ أَرْبَعَا

وَاسْتَقْبَلَتْ قَمَرَ السَّمَاءِ بِوَجْهِهَا
فَأَرَتْنِيَ الْقَمَرَيْنِ فِي وَقْتٍ مَعَا

۵۔ غزل کے چند اشعار اور دیکھئے، متنبی فراقِ محبوبہ میں اپنی گریہ وزاری، اُس کے حُسنِ بے محابا کی کرشمہ سازی اور جلوہ گری کے گوناں گوں اثرات کو ایک جدید اسلوب اور انوکھے انداز میں پیش کرتا ہے، وہ کہتا ہے:-

تَوَلَّوْا بَغْتَةً[۵۲] فَكَأَنَّ بَيْنًا ... تَهَيَّبَنِي فَفَاجَأَنِي اغْتِيَالَا

كَأَنَّ الْعِيسَ كَانَتْ فَوْقَ جَفْنِي ... مُنَاخَاتٍ فَلَمَّا ثُرْنَ سَالَا

لَبِسْنَ الْوَشْيَ لَا مُتَجَمِّلَاتٍ ... وَلٰكِنْ كَيْ يَصُنَّ بِهِ الْجَمَالَا

وَضَفَّرْنَ الْغَدَائِرَ لَا لِحُسْنٍ ... وَلٰكِنْ خِفْنَ فِي الشَّعَرِ الضَّلَالَا

---

۵۱ (۱) بوقتِ رخصتی محبوبہ نے اپنا چہرہ کھولا لیکن شرم وحیا اور خوفِ جدائی نے اُس پر زردی کا ایسا برقعہ ڈال دیا جس نے اُس کے محاسن کو چھپا لیا حالانکہ اُس وقت اُس کے چہرہ پر حقیقۃً برقعہ نہ تھا۔ (۲) گویا چہرے کی زردی جبکہ آنسو اُس پر برابر ٹپک رہے تھے، سونا معلوم ہو رہی تھی جس پر موتی جیسے آنسوؤں کی دو لڑیاں جڑ دی گئی ہوں۔ (۳) محبوبہ نے ایک رات اپنے بالوں کی تین چوٹیاں کھول دیں اور اس طرح اُس نے چار راتیں بیک وقت دکھلا دیں۔ (۴) محبوبہ نے ایک مرتبہ اپنا رُخِ تاباں آسمانی چاند کے سامنے پیش کر دیا اور اس طرح اُس نے دو چاند بیک وقت دکھلا دیئے۔ (اعظمی)

۵۲ (۱) وہ دفعۃً چلے گئے، گویا جُدائی مجھ سے ڈر گئی اور اُس نے دھوکے سے اچانک مجھے ہلاک کر دیا۔ (۲) محبوبہ کے سفید اونٹ میری پلکوں پر جا گزیں تھے، بوقتِ رحلت جب وہ اُٹھے تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یعنی محبوبہ کے رخصت ہوتے ہی میں بے اختیار رونے لگا۔ (۳) وہ محبوبائیں زیب وزینت کے لئے ریشمی اور منقش کپڑے نہیں پہنے ہوئے تھیں بلکہ وہ پھول دار لباس اس لئے پہنے تھیں تاکہ وہ اپنا حُسن چھپا سکیں۔ (۴) اُنھوں نے اپنے گیسوؤں کی پٹیاں خوبصورتی کے لئے نہیں گوندھیں، بلکہ وہ بالوں کی کثرت کی وجہ سے ڈر گئیں کہ کہیں وہ اس میں گم نہ ہو جائیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

وَلَوْلَا أَنَّنِيْ فِيْ غَيْرِ نَوْمٍ ... لَكُنْتُ أَظُنُّنِيْ مِنِّيْ خَيَالَا

بَدَتْ قَمَرًا وَمَالَتْ خُوطَ بَانٍ ... وَفَاحَتْ عَنْبَرًا وَرَنَتْ غَزَالَا

كَأَنَّ الْحُزْنَ مَشْغُوْفٌ بِقَلْبِيْ ... فَسَاعَةَ هَجْرِهَا يَجِدُ الْوِصَالَا

كَذَا الدُّنْيَا عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلِيْ
صُرُوْفٌ لَمْ يُدِمْنَ عَلَيْهِ حَالَا

۶۔ غزل کے چند اشعار اور درج ذیل ہیں، جن میں واردات قلبیہ کو عجیب ساحرانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ زبان و بیان کی خوبی ملاحظہ ہو، وہ کہتا ہے:۔

أَمِنَ ازْدِيَارَكِ فِي الدُّجَى الرُّقَبَاءُ ... إِذْ حَيْثُ كُنْتِ مِنَ الظَّلَامِ ضِيَاءُ

قَلَقُ الْمَلِيْحَةِ وَهِيَ مِسْكٌ هَتْكُهَا ... وَمَسِيْرُهَا فِي اللَّيْلِ وَهِيَ ذُكَاءُ

أَسَفِيْ عَلَى أَسَفِي الَّذِيْ دَلَّهْتِنِيْ ... عَنْ عِلْمِهِ فَبِهِ عَلَيَّ خَفَاءُ

وَشَكِيَّتِيْ فَقْدُ السَّقَامِ لِأَنَّهُ ... قَدْ كَانَ لَمَّا كَانَ لِيْ أَعْضَاءُ

مَثَّلْتِ عَيْنَكِ فِيْ حَشَايَ جِرَاحَةً ... فَتَشَابَهَا كِلْتَاهُمَا نَجْلَاءُ

لہ (۱) میں اس درجہ نحیف و لاغر ہو گیا ہوں کہ اگر میں حالتِ بیداری میں نہ ہوتا تو میں اپنے آپ کو خواب و خیال سمجھتا۔ (۲) میری محبوبہ چاند کی طرح چمکتی ہوئی ظاہر ہوئی اور درخت بان کی شاخ کی طرح لچکتی ہوئی چلی۔ عنبر کی طرح وہ مہکی اور غزالِ رعنا کی طرح اُس نے میری طرف دیکھا۔ (۳) گویا غمِ محبت میرے دل پر فریفتہ ہو گیا ہے اس لئے محبوبہ سے جُدائی کے وقت اُس کا میرے دل سے وصال ہوتا ہے۔ (۴) دنیا کا یہی حال اُن لوگوں کے ساتھ بھی رہا ہے جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں۔ یہ ایسے حوادثات ہیں جو ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتے۔ (اعظمی)

کہ (۱) میرے رقیب اس بات سے بے خوف ہیں کہ تاریک راتوں میں تجھ سے میں مل سکوں گا اس لئے کہ تو جہاں ہوگی وہاں تاریکی کے بجائے روشنی ہوگی۔ (۲) اُس ماہ طلعت کا حرکت کرنا جو سراپا مشک ہے اس کا راز فاش کرتا ہے۔ اسی طرح اُس کا رات میں چلنا پھرنا جبکہ وہ آفتاب کی طرح درخشاں ہے اُس کا پردہ چاک کرتا ہے۔ (۳) مجھے افسوس اُس غمِ محبت کے جانے کا ہے جس سے تو نے مجھے غافل کر دیا ہے اور جس کی کیفیت مجھ پر پوشیدہ ہو گئی ہے۔ (۴) مجھے جسمانی بیماریوں کے نہ ہونے کا شکوہ ہے اس لئے یہ بیماریاں اُس وقت تھیں جب میرے اعضا تھے اب غمِ فراق میں سارے اعضا گھُل گئے اس لئے بیماری بھی جاتی رہی۔ (۵) اے محبوبہ تو نے اپنے تیز نظر سے میرے دل میں اپنی آنکھ جیسا زخم بنا دیا ہے، اب وہ زخم اور تیری نگاہ دونوں کشادگی میں ایک جیسے ہیں۔

Marfat.com

نَفَذَتْ[1] عَلَيَّ السَّابِرِيَّ وَرُبَّمَا
تَنْدَقُّ فِيْهِ الصَّعْدَةُ السَّمْرَاءُ

۷۔ چند اشعار اور دیکھئے جو "جانِ غزل" کہے جانے کے قابل ہیں۔ یہ اشعار متنبی نے اُس وقت کہے تھے جب سیف الدولہ نے اُس کے پاس ایک عربی النسل گھوڑا اور ایک مہ جبین دوشیزہ ہدیۃً بھیجا تھا۔ دل کی دھڑکنوں کا متغزلانہ بیان سنئیے، یہ معجز بیانی نہیں تو اور کیا ہے، وہ کہتا ہے:۔

أَيَدْرِي الرَّبْعُ أَيَّ دَمٍ أَرَاقَا … وَأَيَّ قُلُوْبِ هٰذَا الرَّكْبِ شَاقَا[2]
لَنَا وَلِأَهْلِهِ أَبَدًا قُلُوْبٌ … تَلَاقَى فِي جُسُوْمٍ مَا تَلَاقَى
فَلَيْتَ هَوَى الْأَحِبَّةِ كَانَ عَدْلًا … فَحَمَّلَ كُلَّ قَلْبٍ مَا أَطَاقَا
وَقَدْ أَخَذَ التَّمَامَ الْبَدْرُ فِيْهِمْ … وَأَعْطَانِي مِنَ السَّقَمِ الْمُحَاقَا
وَبَيْنَ الْفَرْعِ وَالْقَدَمِ مِنْ نُوْرٌ … يَقُوْدُ بِلَا أَزِمَّتِهَا النِّيَاقَا
وَطَرْفٌ إِنْ سَقَى الْعُشَّاقَ كَأْسًا … بِهَا نَقْصٌ سَقَانِيْهَا دِهَاقَا
وَخَصْرٌ تَثْبُتُ الْأَبْصَارُ فِيْهِ
كَأَنَّ عَلَيْهِ مِنْ حَدَقٍ نِطَاقَا

۸۔ غزل نام ہے درد محبت، سوز و گداز، جذباتِ عشق اور اُس میں عجز و نیاز کا۔ پھر یہ جذبات و معاملات جس زبان میں ادا کئے جائیں وہ وہی ہوں جس میں عاشق، معشوق سے راز و نیاز کی باتیں

---

[1] تیری نظر، زرہ توڑ کر میرے جسم میں گھس گئی۔ حالانکہ اُس زرہ میں اکثر گندم گوں نیزے ٹوٹ جاتے تھے۔ (اعظمی)

[2] (۱) اے محبوبہ کے کھنڈر کیا تو جانتا ہے کہ تو نے کس کا خون بہایا ہے؟ اور اِن شتر سوار قافلہ والوں میں کس کس کا دل لُبھایا ہے؟ (۲) ہمارے اور اس کھنڈر کے پرانے رہنے والوں کے [illegible] ہیں جو ایک دوسرے سے ہمیشہ ملتے رہتے، گو وہ بظاہر جسمانی طور پر آپس میں کبھی نہیں ملتے۔ (۳) کاش محبوبہ کا عشق الضاف پسند ہوتا تو ہر دل پہ اُتنا ہی بوجھ رکھتا جس کو وہ انگیز کر سکتا۔ (۴) بوقت وداع اُس کھنڈر کے رہنے والوں میں ایک چودھویں رات کا چاند ماہ کامل بن کر چمکا اور مجھ بیمار محبت کو اُس نے گھٹا کر لاغر و نحیف کر دیا۔ (محبوبہ کو ماہِ کامل اور اپنے کو اس چاند سے تشبیہ دی ہے جو مہینہ کے آخر میں گھٹ کر بالکل بار یک سا رہ جاتا ہے) (۵) محبوبہ کی چوٹی سے لیکر قدموں تک ایسا نور پھیلا ہوا تھا جو اونٹنیوں کو بغیر باگ ڈور کے ہنکاتا تھا۔ (۶) محبوبہ کو خدا نے ایسی مدھ بھری نین عطا فرمائی ہے کہ خواہ وہ دوسرے عشاق کے لئے بھرپور نہ ہو مگر میرے لئے وہ بھرا ہوا جام محبت ہے۔ (۷) اور اسکو خدا نے ایسی کمر بخشی ہے کہ عشاق کی نظریں اُس پر اس طرح جم کر رہ جاتی ہیں کہ گویا اسکی کمر پر دیکھنے والوں کی آنکھوں کا ایک نطاق (کمر بند) بندھا کر رکھا ہے۔ (اعظمی)

Marfat.com

کرتا ہے۔ دیکھیئے مندرجۂ ذیل اشعار میں متنبی کیسے والہانہ جذباتِ محبت کا اظہار کرتا ہے۔ زورِ بیان ملاحظہ ہو، معلوم ہوتا ہے ایک "آگ" ہے، جس سے دُھواں اُٹھ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے:

لَعِبَتْ بِمِشْيَتِهِ الشَّمُولُ وَغَادَرَتْ ... صَنَماً مِنَ الْأَصْنَامِ لَوْلَا الرُّوحُ
مَا بَالُهُ لَاحَظْتُهُ فَتَضَرَّجَتْ ... وَجَنَاتُهُ وَفُؤَادِيَ الْمَجْرُوحُ
وَرَمَى وَمَا رَمَتَا يَدَاهُ فَصَابَنِي ... سَهْمٌ يُعَذِّبُ وَالسِّهَامُ تُرِيحُ
قَرُبَ الْمَزَارُ وَلَا مَزَارَ وَإِنَّمَا ... يَغْدُو الْجَنَانُ فَنَلْتَقِي وَيَرُوحُ
وَفَشَتْ سَرَائِرُنَا إِلَيْكَ وَشَفَّنَا ... تَعْرِيضُنَا فَبَدَا لَكَ التَّصْرِيحُ
لَمَّا تَقَطَّعَتِ الْحُمُولُ تَقَطَّعَتْ ... نَفْسِي أَسًى وَكَأَنَّهُنَّ طُلُوحُ
وَجَلَا الْوَدَاعُ مِنَ الْحَبِيبِ مَحَاسِناً ... حُسْنُ الْعَزَاءِ وَقَدْ جُلِينَ قَبِيحُ
فَيَدٌ مُسَلِّمَةٌ وَطَرْفٌ شَاخِصٌ ... وَحَشاً يَذُوبُ وَمَدْمَعٌ مَسْفُوحُ

يَجِدُ الْحَمَامُ وَلَوْ كَوَجْدِي لَانْبَرَى
شَجَرُ الْأَرَاكِ مَعَ الْحَمَامِ يَنُوحُ

لے (۱) شراب نے محبوب کے خرام ناز میں عجیب مستی پیدا کردی ہے اور خوب صورتی میں اُس کو ایک "بُتِ طناز" بنا دیا ہے۔ اگر محبوبہ میں روح نہ ہوتی تو وہ بالکل ہی "بت" معلوم ہوتی۔ (۲) اُس غزالِ رعنا کا کیا عجیب حال ہے کہ جب میں نے اس کو نظر بھر کر دیکھا تو اُس کے رخسار اور میرا مجروح دل دونوں سُرخ ہوگئے۔ (۳) اُس نے اپنے ہاتھوں سے نہیں بلکہ اپنے تیرِ نظر سے مجھے زخمی کردیا، وہ ہر وقت مجھ کو تڑپاتی اور دُکھ پہنچاتی ہے، حالانکہ تیر کا کام مجروح کو قتل کرکے اُس کو آرام پہنچانا ہے۔ (۴) اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ محبوبہ کی ملاقات قریب تر ہوگئی حالانکہ بظاہر ملاقات نہیں ہوتی۔ البتہ دل صبح وشام محبوبہ کے پاس آتا جاتا ہے۔ اس طرح خیالی ملاقات اُس سے ہوتی رہتی ہے۔ (۵) ہمارے رازِ محبت تجھ پر ظاہر ہوگئے اور تیرے عشق میں ہمارے مبتلا ہونے کی وجہ سے ہم گھُل کر لاغر و ناتواں ہوگئے جو صاف ظاہر ہے۔ (۶) جب وہ ہودج بردار اُونٹ جو دُور سے درختِ طلح جیسے معلوم ہوتے تھے، میری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے تو رنج و غم سے میری جان نکل گئی۔ (۷) محبوبہ کے "وداع" نے اُس کی ایسی خوبیاں ظاہر کردیں کہ اُن کے عیاں ہونے کے بعد "صبرِ جمیل" بھی قبیح معلوم ہوتا ہے (۸) بوقتِ وداع ہمارا ہاتھ سلام کرتے ہوئے، آنکھیں ٹکٹکی باندھے ہوئے، دل فراق میں گھلتے ہوئے اور آنسوؤں کا سیلاب بہتا ہوا رہ گیا۔ (۹) کبوتری غمِ فراق سے ضرور غمگین ہوتی ہے، لیکن اگر وہ میرا جیسا غمِ محبت پائے تو درختِ اراک جس پر وہ نالہ و فریاد کرتی رہتی ہے، اُس کے ساتھ آہ و زاری میں شریک ہوجائے۔
(اعظمی)

مذکورہ بالا مثالوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ متنبی دیگر اصنافِ شاعری کی طرح عشقیہ شاعری میں (خواہ اصطلاح میں اس کو آپ غزل کہیں یا نسیب) ماہر تھا۔ گو یہ حقیقت ہے کہ متنبی کی شاعری ابو تمام کی طرح "حکیمانہ شاعری" تھی۔ وہ خود کہا کرتا تھا "میری اور ابو تمام کی شاعری تو "فلسفیانہ" ہے۔ "غزل گو شاعر" تو بحتری تھا۔ اُس کا یہ رنگِ شاعری اُس کے کلام میں ہر جگہ جھلکتا ہے۔ اُس کی عادت تھی کہ وہ متغزلانہ شاعری کرتے کرتے فلسفیانہ باتیں کرنے لگتا تھا۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

پہلی مثال: متنبی ابو علی بن ہارون الاوراجی کی بخشش و سخاوت کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "تو نے سخاوت کی انتہا کر دی ہے، قریب ہے کہ اب تو پھر بخیل ہو جائے" بالکل اسی طرح جیسے غایتِ سرور سے آدمی رو پڑتا ہے" وہ کہتا ہے:۔

وَجُدْتَ حَتّٰى كِدْتَ تَبْخَلُ حَائِلاً
لِلْمُنْتَهٰى وَمِنَ السُّرُورِ بُكَاءُ

دوسری مثال: ابو العشائر کی مدح سرائی کرتے ہوئے متنبی کہتا ہے "زندگی کی محبت نے اُن کے دلوں میں یہ بات ڈال دی ہے، کہ موت کا مزہ کڑوا ہوتا ہے" دیکھیے کیا حکیمانہ انداز ہے، وہ کہتا ہے:۔

إِلْفُ هٰذَا الْهَوَاءِ أَوْقَعَ فِي الْأَنْفُسِ أَنَّ الْحِمَامَ مُرُّ الْمَذَاقِ

تیسری مثال:۔ سیف الدولہ کی بہن کے مرثیہ میں متنبی بڑی فلسفیانہ بات کہتا ہے "لوگوں نے ہر معاملہ میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا، حتیٰ کہ سوائے موت کے کسی چیز پر وہ متفق نہ ہو سکے مگر افسوس ہے کہ پھر موت کے بارے میں بھی اُن کا اختلاف ہو گیا۔ کچھ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح صحیح سالم رہتی ہے، کچھ کہتے ہیں کہ جسم کے ساتھ روح بھی ہلاکت میں شریک ہوتی ہے"۔

تَخَالَفَ النَّاسُ حَتّٰى لَا اِتِّفَاقَ لَهُمْ ۔۔۔ إِلَّا عَلٰى شَجَبٍ وَالْخُلْفُ فِي الشَّجَبِ
فَقِيلَ تَخْلُصُ نَفْسُ الْمَرْءِ سَالِمَةً ۔۔۔ وَقِيلَ تَشْرَكُ جِسْمَ الْمَرْءِ فِي الْعَطَبِ

چوتھی مثال: دو شعر اور ملاحظہ ہوں، متنبی خواب و بیداری کو موت سے علاحدہ اور ممتاز کرتے ہوئے کہتا ہے "زندگی میں بیداری و خواب سے فائدہ اُٹھاؤ، قبر میں اس بات کی اُمید نہ رکھو کہ وہاں نیند آ سکے گی، اس لئے کہ موت بیداری و خواب کے علاوہ ایک تیسری حالت ہے"، وہ کہتا ہے:۔

Marfat.com

تَمَتَّعْ مِنْ سُهَادٍ اَوْ رُقَادٍ — وَلَا تَأْمَلْ كَرًى تَحْتَ الرِّجَامِ
فَإِنَّ لِثَالِثِ الْحَالَيْنِ مَعْنًى — سِوَى مَعْنَى انْتِبَاهِكَ وَالْمَنَامِ

ان اشعار میں متبنی کا فلسفیانہ رنگ ظاہر ہے، یہ بات کچھ مستحسن نہیں کہ متغزلانہ شاعری کرتے کرتے کوئی فلسفیانہ باتیں کرنے لگے۔ لیکن شاعر کا رہوارِ خیال پر قابو رکھنا آسان کام نہیں، پھر جس کا جو رنگ شاعری ہوتا ہے وہ تو ہر موقع پر جھلک ہی کر رہتا ہے، وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُونَ مَذَاهِبُ

Marfat.com

جدّتِ ادا

أَنَامُ مِلْءَ جُفُوْنِي عَنْ شَوَارِدِهَا
وَيَسْهَرُ الْقَوْمُ جَرَّاهَا وَيَخْتَصِمُ

متنبی کی قصرِ شاعری کی بنیاد جدتِ ادا پر ہے، اس جدتِ ادا میں جدتِ تخیل، جدتِ محاکات، جدتِ استعارات وتشبیہات جدتِ تراکیب والفاظ وغیرہ سب ہی آجاتے ہیں۔ شاعری اُس کے نزدیک معنی آفرینی کا نام ہے نہ کہ قافیہ پیمائی کا، شاعری میں سارا کھیل کہنے کے انداز کا ہے، اس لئے متنبی کی تمام خصوصیات ہمیں اِسی ذیل میں دیکھنی ہیں۔

متنبی نے قصائد، مراثی، اہاجی اور ادب ونسیب تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی مگر سب میں جدت پیدا کی، اُس کی شاعری محاورات وامثال سے بھری پڑی ہے۔ اُس میں تشبیہات واستعارات کی فراوانی ہے، زبان انھیں چیزوں سے آگے بڑھتی ہے، خیال کو نئی نئی راہیں راہیں ملتی ہیں، اور ذہنی ارتقا میں اضافہ ہوتا ہے۔ دراصل شعراء دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو زبان کو محفوظ کرتے ہیں، دوسرے وہ جو زبان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ میرے خیال میں زبان کو آگے بڑھانے والوں کی اہمیت زیادہ ہے، متنبی اسی گروہ کا سرخیل ہے، اُس نے جو کچھ کہا صنائع وبدائع کی خاطر نہیں کہا، بلکہ اختراعِ معانی کی صناعی سے ایک نیا پیکرِ خیال پیش کیا ہے یا پھر کسی پامال خیال کو اپنی جگہ رکھکر طرزِ ادا کی

لہ "میں ایسے دقیق افکار ومعانی کی طرف سے جو دوسروں کے ذہن میں بھی نہیں آتے آنکھیں بند کرکے غافل سوتا ہوں، جن کے حصول کے لئے دوسرے شعراء رات بھر جھگڑتے رہتے ہیں" یعنی دقیق مضامین کے نظم کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی جنھیں دوسرے شعراء بڑی مشکل سے نظم کرپاتے ہیں۔ (اعظمی)

جدت سے اُس میں ایک نئی روح پھونک دی ہے، یا پھر جدید تشبیہات و استعارات سے صہبائے کہن کو نئے شیشوں میں پیش کیا ہے۔

بیشک اِس جدت طرازی کی بنیاد بشار بن برد نے ڈالی، ابُو نُواس اور رومی نے اس کو ترقی دی، لیکن وہ نقش اولین تھا۔ متنبی کی بو قلموں طبیعت نے جدتِ اُسلوب کے سیکڑوں نئے نئے پیرائے پیدا کئے جو اگلوں کے خواب وخیال میں بھی نہ آئے تھے۔ جن جن مضامین کو اُس نے بیان کیا ہے اس کو ایسے پیرایہ میں ادا کیا ہے کہ متقدمین میں تو کیا متاخرین میں بھی اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی شاعری کا غلغلہ بلند ہوتے ہی اُس کے آگے پھر کسی کا چراغ نہ جل سکا۔

اِس باب میں متنبی کے بعد بھی زمانہ نے اُس کا کوئی ہمسر پیدا نہ کیا۔ حریف اور رقیب بہت آئے، لیکن لوگوں کے کانوں میں متنبی ہی کی لَے گونج رہی تھی، اُس کا رنگ دنیا کو مسخر کر چکا تھا، اِس لئے اُن کی آواز خالی گئی اور اُسی کا رنگ غالب رہا۔ اُس نے اِس شراب کو اس قدر تیز کر دیا کہ

حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار۔

یہ حقیقت ہے کہ جدتِ ادا اگر کوئی "شریعت" مان لی جائے تو متنبی یقیناً اُس کا اولوالعزم پیغمبر تھا۔ اُس نے ہزاروں نئے الفاظ اور سیکڑوں نئی نئی ترکیبیں ایجاد کیں۔ طرزِ ادا میں جدتیں پیدا کیں اور بیان کے نئے نئے اُسلوب اور قالب ڈھالے۔ اُس نے اس عمارت کو اِس قدر بلند کر دیا کہ طائرِ خیال ہی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

ابو تمام اور بحتری، حُسنِ زبان و بیان میں مشہور ہیں، لیکن متنبی کی جدّت طرازیوں اور زورِ بیان کا کیا کہنا۔ شاعری کے تمام نازک اور مشکل مقامات میں اُس کی جدّت اور اختراع کی عجیب وغریب صنّاعیاں نظر آتی ہیں، معرکۂ جنگ کا خاکہ کھینچنے میں، ترتیب واقعات وبندشِ مضامین میں تشبیہات واستعارات میں، مبالغہ آرائی اور تخیّل کی بلند پروازی میں، ہر جگہ اُس کا انداز نیا نظر آتا ہے۔

اب اس اجمال کی تشریح ملاحظہ ہو، کسی مضمون کو نئے انداز سے باندھنا اور ادائے معانی کے عام پامال اور فرسودہ طریقۂ ادا کو چھوڑ کر نیا انداز بیان اختیار کرنا "جدتِ ادا" ہے۔ یہ شعروشاعری کی ساری کائنات ہے، کلام میں رنگینی، جذبات کی عکاسی، خیالات کی نقاشی اور سحر طرازی سب اسی کے دم قدم سے ہے۔ طبعی طور پر جدتِ اداہی زبان کی وسعت اور اُس کے ارتقاء کی باعث بنتی ہے۔ جس زبان کی

نثر و نظم میں جدتِ ادا کا سلسلہ منتہی ہو جائے، وہ کیسی ہی کامل کیوں نہ ہو اُس کا مُردہ ہونا یقینی ہے معانی آفرینی جدتِ ادا ہی کی ایک ممتاز حیثیت ہے، چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔ یوں تو متنبی کا دیوان جدتِ ادا کے مذکورۂ بالا ساحرانہ اندازِ بیان سے بھرا پڑا ہے۔ لیکن تخیل کی صناعی اگر اُس میں جان ڈال دے اور اس کو متحرک اور گویا بنا کر پیش کرے تو ایسی جادو نگاری اور طلسم کاری کو اصطلاح میں خیال بندانہ شاعری کہتے ہیں تخیل کی بلند پروازی کبھی ایسی ایسی خیالی تصویریں سامنے لاکر کھڑی کر دیتا ہے، جو نہ آنکھوں نے کبھی دیکھیں نہ کانوں نے سُنیں۔ دیکھئے متنبی کہتا ہے:۔

كَأَنَّ الْهَامَ فِي الْهَيْجَاءِ عُيُوْنٌ وَقَدْ طُبِعَتْ سُيُوْفُكَ مِنْ رُقَادِ

وَقَدْ صُغْتَ الْأَسِنَّةَ مِنْ هُمُوْمٍ فَلَا يَخْطُرْنَ إِلَّا فِي الْفُؤَادِ

یعنی میدانِ جنگ میں دشمنوں کے سر نہیں آنکھیں ہیں اور تیری تلواریں فولاد کی نہیں نیند کی بنی ہوئی ہے۔ جو سیدھی آنکھوں میں اُتر جاتی ہیں، اور تو نے نیزے غم کے بنائے ہیں جو چلتے ہیں تو سیدھے دشمنوں کے دلوں میں گھس جاتے ہیں۔" ظاہر ہے، نیند آنکھوں میں آتی ہے اور غم دل میں پیدا ہوتا ہے متنبی نے دیکھا کہ ممدوح کی تلواریں دشمنوں کے سروں پر پڑتی ہیں اور اُنھیں موت کی نیند سلا دیتی ہیں اس لئے تخیل نے ایک نئی بات پیدا کر دی کہ دشمنوں کے سر نہیں آنکھیں ہیں اور ممدوح کی تلواریں نیند کی بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح اس نے دیکھا کہ بھالے پہلوؤں میں جا کر لگتے ہیں اور دلوں کو چھید ڈالتے ہیں۔ یہ بھی معلوم تھا کہ غم کا محل دل ہی ہے۔ اس لئے نیزوں کو غم کا بنا ہوا مان لیا۔ الغرض تخیل کی خلاقی نے وہ بات پیدا کر دی جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

۲۔ جدتِ ادا کی صناعی کا اور کرشمہ ملاحظہ ہو متنبی کہنا یہ چاہتا ہے کہ ممدوح نے دشمنوں کو اس کثرت سے قتل کیا ہے کہ اس کے سفید و چمکدار شمشیر و سنان، دشمنوں کا لہو جم جانے کی وجہ سے سیاہ پڑ گئے ہیں اور انتہائی خوف و دہشت کی وجہ دشمنوں کے بچوں کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ اس مفہوم کو وہ اپنے ساحرانہ اندازِ بیان میں اس طرح ادا کرتا ہے:۔

وَاسْتَعَارَ الْحَدِيْدُ لَوْنًا وَأَلْقَى
لَوْنَهُ فِي ذَوَائِبِ الْأَطْفَالِ

اس مفہوم کو شعراء نے بار بار دُہرایا ہے اور مبالغہ کرکے اُنھوں نے زیادہ سے زیادہ یہ کہا ہے: "اِنَّهُ يُشَيِّبُ الطِّفْلَ"۔ متنبی نے اس قسم کا مبالغہ نہیں کیا ہے لیکن شدتِ خوف کے مفہوم کو اُس نے جس انداز میں پیش کیا ہے وہ کسی سے نہ ہوسکا۔ علامہ بدیعی کہتے ہیں کہ میں نے متقدمین اور محدثین شعراء میں سے اکثر اجلّہ شعراء کے کلام کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ لیکن متنبی نے مذکورہ بالا شعر میں جس عجیب ساحرانہ انداز میں شدتِ خوف کے مفہوم کو پیش کیا ہے۔ اُس کے ہم پلّہ یا اس سے بہتر کوئی شعر مجھے نہیں ملا۔

۳۔ جدّتِ ادا کی ایک نہایت بلیغ مثال ملاحظہ ہو۔ متنبی کہتا ہے کہ "میں حوادثِ روزگار اور مصائبِ زمانہ سے ایسا آشنا ہوگیا ہوں کہ اگر وہ صاحبِ نسب ہوتے تو میں اُن کا شجرۂ نسب بیان کر دیتا۔" یعنی میں مصائب جھیلتے جھیلتے اُس کے تمام اقسام سے خوب واقف ہوگیا ہوں۔ جن کی قومیت اور کیفیت میں ہر وقت بتا سکتا ہوں۔ دیکھئے وہ کہتا ہے:۔

عَرَفْتُ نَوَائِبَ الْحَدَثَانِ حَتّٰى

لَوِ انْتَسَبَتْ لَكُنْتُ لَهَا نَقِيْبًا[1]

۴۔ جدّتِ ادا اور بدیع الأسلوبی کی اور مثال دیکھئے، متنبی، عضدالدولہ سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے گھر جاکر فوری واپسی کا وعدہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "میری حالت اُس تیر جیسی ہے جو فضا میں چھوڑا گیا ہو اور تیر انداز کی قوتِ بازو کے مطابق اوپر جاکر فوراً واپس ہو جائے۔ بالکل اسی طرح میں گھر جاکر بغیر کسی توقف کے فوراً واپس آؤں گا۔" دیکھئے کیسا بلیغ اُسلوب بیان ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

وَمَا أَنَا غَيْرُ سَهْمٍ فِي هَوَاءٍ

يَعُوْدُ وَلَمْ يَجِدْ فِيْهِ امْتِسَاكَا

متنبی نے یہاں ایک فلسفیانہ مسئلہ بھی بیان کر دیا ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تیر یا پتھر جب اُوپر پھینکا جاتا ہے، تو پھینکنے والے کی طاقت کے مطابق بلندی پر جانے کے بعد بغیر کسی توقف کے وہ نیچے گر جاتا ہے۔ دوسروں کا خیال ہے کہ ذرا توقف کے بعد نیچے گرتا ہے۔ متنبی نے "وَلَمْ يَجِدْ فِيْهِ امْتِسَاكَا" کہہ کر پہلے خیال کے لوگوں کی تائید کی ہے۔

---

[1] النَّقِيْبُ الْخَبِيْرُ بِأَحْوَالِ الْقَوْمِ وَأَنْسَابِهِمْ۔ (اعظمی)

Marfat.com

۵۔ فکر و خیال کی خلاقی اور بلند پروازی کی ایک مثال اور درج ذیل ہے۔ متبنی کہتا ہے:۔

كَأَنَّ بَنَاتِ النَّعْشِ فِي دُجَاهَا
خَرَائِدُ سَافِرَاتٍ فِي حِدَادِ

یعنی "بنات النعش اندھیری رات میں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا نوجوان الھڑ لڑکیاں ہیں جو سیاہ جوڑے پہنے کھڑی ہیں۔" یہ تخیّل کی خلاقی ہے کہ اُس نے بنات النعش کو خوبصورت مہوشوں کے رُخ تاباں سے تشبیہ دی اور اُس کے ارد گرد شبِ دیجور کی پھیلی ہوئی تاریکی کو سوگ کے سیاہ کپڑوں سے، اور اس طرح شعر میں وہ بات پیدا کردی جو زمین و آسمان کو چھان ماریئے کہیں پتہ نہ چلے۔

بعض لوگ جدّتِ ادا کو حسنِ ادا پر ترجیح دیتے ہیں، اس لئے کہ شعر کا ذاتی حُسن دراصل جذبات کی تاثیر اور خیال کی دلکشی پر موقوف ہے۔ حُسنِ ادا، شعر کا عارضی حُسن ہے، گو حُسنِ ادا کے بغیر شعر کی خوبی ظاہر نہیں ہوتی۔ خیال کیسا ہی دل کش اور دل فریب کیوں نہ ہو اگر حُسنِ ادا نہ پائی جاتی ہو تو شعر میں حُسن و جمال کیسے پایا جا سکتا ہے؟ البتہ حُسنِ ادا کے ساتھ اگر جدّتِ ادا بھی پائی جاتی ہو تو شعر اور بھی زیادہ دلکش اور دل فریب ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اچھے شعر میں جدّتِ ادا اور حُسنِ ادا دونوں اس طرح گھلی ملی ہوتی ہیں کہ ان میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے، جب کہیں شعر میں کوئی کمی نظر آتی ہے تو ذوق اس کو محسوس کر لیتا ہے اور ان کا باہمی فرق سمجھ میں آجاتا ہے۔

جدّتِ ادا عموماً شکوہِ الفاظ کو ساتھ لاتی ہے۔ اگر الفاظ کی غرابت حد سے بڑھ جائے تو شعر کو چیستان بنا دیتی ہے۔ حُسنِ ادا کا حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ جتنی زیادہ ہو کلام میں لطف کو بڑھاتی اور شعر میں جان ڈالتی ہے۔

متبنّی کا دیوان جدّتِ ادا اور حُسنِ ادا سے بھرا پڑا ہے۔ جس کی بکثرت مثالیں پہلے گذر چکی ہیں۔ اب اُن کا اعادہ تطویل لاطائل ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ جدّتِ ادا بعض جگہ شکوہِ الفاظ اور اُن کے معانی کو کھینچ تان کر کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے، جس سے معانی کا اصلی حُسن تاریک پردوں میں چھپ کر رہ جاتا ہے۔ متبنی جیسے بلند پایہ شاعر کے کلام پر اس قسم کی نکتہ چینی میرا منصب نہیں تاہم یہ واقعہ ہے کہ اس کے کلام میں بعض جگہ اس قسم کی پیچیدگیاں ضرور پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وہ "بدر بن عمّار" کے ساتھ

Marfat.com

"طبریہ" نہ جانے پر اُس سے معذرت کرتے ہوئے اُس کی مدح میں کہنا یہ چاہتا ہے کہ "ممدوح کے پہلوؤں میں رعب اور خوف کی کوئی جگہ نہیں، اور نہ وہ ترکِ احسان سے واقف ہے اس لئے کہ بہادری اور سخاوت اُس کی طینت میں داخل ہے۔ اُنظُرھُو قَالَ:۔

لَا يَسْتَكِنُّ الرُّعْبُ بَيْنَ ضُلُوعِهِ
يَوْمًا وَلَا الإِحْسَانُ أَنْ لَا يُحْسِنَا

مذکورۂ بالا شعر میں الفاظ کے معانی معلوم ہونے کے باوجود مطلب واضح نہیں۔ اس قسم کی پیچیدگیاں اہلِ نظر کے نزدیک پسندیدہ نہیں جس طرح ہر ایجاد نہ مفید ہوتی ہے نہ مستحسن، اُسی طرح ہر جدتِ ادا زبان و بیان میں وسعت پیدا نہیں کرتی بلکہ بعض جگہ پیچیدگی اور اُلجھن کی باعث بن جاتی ہے متنبی کے کلام میں کہیں کہیں اس قسم کی پیچیدگیاں ضرور ملتی ہیں۔

دیکھئے متنبی عاشق کی بےچینی اور بےصبری کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: "وہ عاشق زار اگر بوڑھا نہیں ہوا تو اُس کا جگر ضرور بوڑھا ہو گیا ہے، اور ایسا کہ اگر اس پر صبر و تسلی کا خضاب لگا دیا جائے تو وہ خضاب قائم نہیں رہتا اور عشق کی بےچینی پھر آموجود ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

اِلَّا يَشِبْ فَلَقَدْ شَابَتْ لَهُ كَبِدٌ
شَيْبًا إِذَا خَضَبَتْهُ سَلْوَةٌ نَصَلَا

جگر کے لئے بڑھاپا ماننا ایک ایسا استعارہ ہے جس میں نہ مشابہتِ قریب پائی جاتی ہے نہ بعید۔ حالانکہ استعارہ وہی صحیح ہوتا ہے جس میں مستعار منہ اور مستعار لہ میں کسی نہ کسی قسم کی مشابہت اور مناسبت پائی جاتی ہے۔ اِس قسم کا ابعاد یقیناً مستحسن نہیں۔

زمانۂ قدیم کا شاعر اپنی جذبات کی شاعری میں تخیل کی صناعی اور بلند پروازی کی ضرورت بہت کم پاتا تھا۔ مولدین کا دور آیا تو اس قسم کی خیال بندانہ شاعری کا زور بڑھا، جذبات کی سرزمین میں بھی جدتِ ادا کی گل کاریاں زیادہ ہونے لگیں۔ تمدن و تکلف کی زندگی ہر چیز میں تصنع پیدا کر دیتی ہے۔ اسی اُصول پر عربی شاعری میں بھی بتقاضائے وقت تکلف بڑھا، اور زبان کی طرزِ ادا اور خیال کی وسعت کہیں سے کہیں جا پہنچی۔

اگرچہ شاعر جدت طرازی اور نکتہ آفرینی کی استعداد فطرۃً اپنے ساتھ لاتا ہے لیکن گرد و پیش کے

Marfat.com

حالات چونکہ بدلتے رہتے ہیں اس لئے اس کا خیال جس قدر فضائے تخیل میں وسعت پاتا ہے اُسی قدر جدّت طرازی کا اس کو زیادہ موقع ملتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شعراء عرب جب حضارت و تمدن سے ہم آغوش ہوئے، دشت و صحرا، ریگستان و بیابان، پہاڑ و ٹیلے، خیموں اور قناتوں کی جگہ سرسبز و شاداب باغ و گلزار، سربفلک ایوان و قصور اُن کے پیشِ نظر رہنے لگے۔ تو سادگی تکلف سے، خشونت تنعّم سے، غربت امارت سے، وحشت و بربریت علم و مدنیت سے بدل گئی، مشاہدات و معلومات کا دائرہ وسیع ہوا تو ان کے شاعرانہ تخیّل نے بھی وسعت پائی اور زمینِ شعر میں نئے نئے گل بوٹے نظر آئے؛ نئے نئے خیال اور نئی نئی تشبیہوں نے اُن کی شاعری کے انداز و طرزِ ادا کو بدلنا شروع کر دیا۔ قدامت پرستی اگرچہ سدِ راہ ہوئی، مگر جدتِ ادا کی بڑھتی ہوئی رَو کے سامنے ٹھہر نہ سکی۔ اور چمنِ شاعری اِنھیں بلبلوں کے زمزموں سے گونج اُٹھا۔

یہ پہلے گذر چکا ہے کہ اس جدت طرازی کی داغ بیل متنبی سے پہلے ہی پڑ چکی تھی، مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اِس جدید طرزِ شاعری کو درجۂ کمال تک متنبی ہی نے پہنچایا، اور اُس کو اس حد تک ترقی دی کہ عربی شاعری میں قدامت پرستی اور جدت پسندی کے دو الگ اسکول "قدیم" اور "جدید" قائم ہو گئے دیکھیے وہ خود کہتا ہے:۔

أَنَا السَّابِقُ الْهَادِيْ إِلَىٰ مَا أَقُوْلُهُ

إِذِ الْقَوْلُ قَبْلَ الْقَائِلِيْنَ مَقُوْلُ

حُسنِ ادا اور حُسنِ تصرُّف | ادائے مطلب کے لئے متنبّی نے جہاں جہاں نت نئے اُسلوب اور بلیغ اندازِ بیان اختیار کیے ہیں وہ سب حُسنِ ادا کے بہترین نمونے ہیں۔ کلام میں ایجاز اور طرزِ ادا میں جدت "جانِ بلاغت" ہے جس سے شعر میں وہ خوبی اور اس کے اثر میں وہ زور پیدا ہو جاتا ہے جو سیدھے سادے معمولی طریقۂ ادا میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ پہلے ہی گذر چکا ہے کہ اچھے شعر میں جدتِ ادا اور حُسنِ ادا دونوں اس طرح گھُلی ملی ہوتی ہیں کہ اُن میں امتیاز کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی حُسنِ ادا کے سمجھنے سے زیادہ سمجھانا مشکل ہوتا ہے۔

لـه میں اُس طرزِ جدید کا جس پر میں شعر کہتا ہوں، پیش رَو اور امام ہوں جبکہ دوسرے شعراء اگلے لوگوں کے کہے ہوئے طریقہ کا اتباع کرتے ہیں۔ (اعظمی)

ایک اعرابی سے کسی نے پوچھا، اچھا شعر کیسے کہتے ہیں۔ اُس نے کہا: "مَا یَدْخُلُ الْأُذُنَ بِلَا إِذْنٍ" جو کانوں کے راستے بلا اجازت دل میں اُتر جائے۔ یعنی جسے سُن کر سامع پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جائے، اور فرطِ مسرّت سے جھُومنے لگے، یا کم از کم ایسا طرب انگیز ہو جو دل و دماغ پر ایک کیف سا پیدا کر دے اور عالمِ تصوّر میں ایک سماں سا بندھ جائے۔ لیکن اس کا فیصلہ کرنا کہ کون سا شعر وجد آور یا طرب انگیز ہوتا ہے اور کون سا نہیں، صرف ذوقِ سلیم سے تعلق رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شعر ایک شخص کے نزدیک وجد آور ہو، اور دوسرے کے لئے کچھ بھی نہیں، یا ایک شخص کے لئے وہی شعر طرب انگیز ہو، مگر دوسرا اُسے سُن کر ٹس سے مَس ہی نہ ہو۔

کہا جاتا ہے کہ ابو تمام کی شاعری کا شہرہ سُن کر ایک سخن فہم بدّو بغداد آیا اور اُس کا کلام سُننے گیا۔ لیکن جب اُس نے ابو تمام کے اشعار سُنے تو چُپ چاپ لوٹ آیا۔ لوگوں نے پوچھا، کیوں بھئی تم نے کیسا پایا؟ اُس نے کہا کہ یا تو وہ شعر کہنا نہیں جانتا یا پھر اتنا بڑا شاعر ہے کہ میں اُس کے کلام سے لُطف اندوز نہیں ہو سکا۔ پھر کیا بتاؤں کہ وہ کیسا شاعر ہے؟

دراصل بات یہ ہے کہ مذاق مختلف ہوتے ہیں، اس لئے ایک ہی شعر جو ایک شخص کے لئے وجد آور اور طرب انگیز ہوتا ہے، ہو سکتا ہے وہی دوسرے کے لئے اس مرتبہ کا نہ ہو۔ اس لئے حُسنِ ادا کی کوئی منطقی حد بندی ممکن نہیں۔ اس کا تعلق صرف مذاقِ سلیم سے ہے۔ وہی شعر کے حُسن و قُبح کو پرکھتا اور محسوس کرتا ہے، اور وہی اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ کہاں حُسنِ ادا پائی جاتی ہے اور کہاں نہیں۔

بات میں بات پیدا کرنا اور اس کو اچھے پیرایہ میں پیش کرنا، حُسنِ تصرّف ہے۔ متنبّی کی عادت تھی کہ پامال سے پامال مضمون کو جب لیتا تھا تو اپنے اندازِ بیان سے اُس میں جان ڈال دیتا تھا۔ اُس کو سیف الدولہ سے محبت ہی نہیں عشق تھا، اُس کی ایک ادائے جاں نواز پر مٹا ہوا تھا۔ اُس کا سنہرا دَور وہی تھا جب اُس کی شاعری سیف الدولہ کے گرد چکّر کھا رہی تھی۔ اُس کی مدح سرائی کے سلسلہ میں متنبّی نے لفظ "سیف" میں جن تصرّفات اور نکتہ آفرینیوں سے کام لیا ہے، وہ حُسنِ ادا اور حُسنِ تصرّف کی بہترین مثالیں ہیں۔ یہ متنبّی کے "روائع" میں سے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:-

ا۔ دیکھئے بات صرف یہ کہنا ہے کہ خدا نے سیف الدولہ کی وجہ سے خلافت کو دوسری تمام

سلطنتوں پر فوقیت اور سر بلندی بخشی ہے۔ اتنی سی بات کو متنبی نے اپنے ساحرانہ انداز بیان میں اِس طرح ادا کیا ہے:۔

"بے شک خدا نے اُس خلافت کو جس کی نوائے سیف الدولہ تلوار ہے' دوسری تمام مملکتوں پر بلند کیا ہے، گویا خدا نے تجھ جیسا شیر دل بہادر انسان خلیفہ کو دے کر ایک ایسی قاطع تلوار بخشی ہے جس نے اُس کو سب سے سربلند کر دیا ہے"۔ اُنظُرْ هُوَ قَالَ:۔

لَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ مِنْ دَوْلَةٍ
لَهَا مِنْكَ يَا سَيْفُهَا مُنْصَلُ

۲۔ متنبی کہنا یہ چاہتا ہے کہ تلوار کی قطع و بُرید اور تیزی سب کچھ سیف الدولہ کے زورِ بازو کی رہینِ منت ہے، اِس مفہوم کو وہ اِس طرح ادا کرتا ہے۔ "اُس وقت جبکہ تلواریں کھینچ لی گئی ہوں، اگر تلواروں کا ہمنام (سیف الدولہ) اور اُس کے زورِ بازو کی تیزی نہ ہو تو یہ تلواریں اپنی میانوں کی طرح کُند، بے اثر اور نکمی ہوتیں"۔ دیکھیے طرزِ ادا کی جدت نے شعر میں کس بلا کا حُسن اور ندرت پیدا کر دی ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

لَوْلَا سَمِيُّ سُيُوْفِهِ وَمَضَائُهُ
لَمَّا سُلِلْنَ لَكُنَّ كَالْأَجْفَانِ

۳۔ متنبی کہنا یہ چاہتا ہے کہ "گو سیف الدولہ تلواروں کا ہمنام ہے، لیکن وہ اپنے ذاتی شرف اور اخلاق میں منفرد ہے۔ کوئی اُس کا شریک و سہیم نہیں۔ اس سیدھی سی بات کو وہ اس طرح ادا کرتا ہے۔ "اِن تلواروں کو اس بات کی ضمانت کون دے کہ وہ ذاتی شرف، جوہر کی آب و تاب اور وفا، عہد میں اپنے ہمنام سیف الدولہ کی طرح بن سکیں گی؟" دیکھیے حُسنِ ادا کی وجہ سے ... سی بات زمین سے آسمان پر جا پہنچی۔ اِسی کا نام "بلاغت" ہے:۔

مَنْ لِلسُّيُوْفِ بِأَنْ تَكُوْنَ سَمِيَّهَا
فِيْ أَصْلِهِ وَفِرِنْدِهِ وَوَفَائِهِ

۴۔ کہنا صرف یہ ہے کہ تلوار اور سیف الدولہ کا ہمنام ہونا اور بات ہے، مرتبہ کے اعتبار سے سیف الدولہ بہت بلند ہے۔ بات میں بات پیدا کرنا ہی حُسنِ تصرف اور حُسنِ ادا ہے۔ دیکھیے متنبی

Marfat.com

اِسی بات کو کیسے انوکھے اور اچھوتے انداز میں ادا کرتا ہے، وہ کہتا ہے۔ "اگرچہ سیف الدولہ اور تلوار بہ ظاہر نام میں مشابہ ہیں لیکن حقیقۃً ایسا نہیں - یہ لوہے کی تلواریں اُس کے مشابہ کیسے ہو سکتی ہیں، کہیں خادم اور مخدوم بھی ایک دوسرے کے مشابہ اور برابر ہوتے ہیں؟" حُسنِ ادا کا کرشمہ دیکھئے شعر کتنا بلند ہو گیا :-

يُسَمّٰى الحُسَامُ وَلَيْسَتْ مِنْ مُشَابِهَةٍ
وَكَيْفَ يَشْتَبِهُ الْمَخْدُوْمُ وَالْخَدَمُ

۵ - اِسی طرح ذیل کے شعر میں کہنا صرف یہ ہے کہ سیف الدولہ ایسا بہادر ہے کہ اُس نے دشمنوں کے کُشتوں کے پُشتے لگا دیئے ہیں، پھر بھی نہ وہ تھکتا ہے اور نہ اس کو سیری ہوتی ہے۔ متنبی طرزِ ادا میں جدت پیدا کرنے کے لئے پہلے تو سیف الدولہ کو "پیکرِ شمشیر" فرض کرتا ہے، پھر اُس کو تلوار کی ایک عام صفت سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے اُس میں ایک امتیازی خصوصیت بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ "تمام تلواریں جب اُن سے دیر تک مار دھاڑ کی جاوے، تو وہ کُند ہو جاتی ہیں، سوائے سیف الدولہ کے جس کا تلوار بازی سے نہ جی بھرتا ہے نہ اُس کی طبیعت کُند ہوتی ہے۔" دیکھئے وہ کہتا ہے :-

كُلُّ السُّيُوْفِ إِذَا طَالَ الضِّرَابُ بِهَا
يَمَسُّهَا غَيْرَ سَيْفِ الدَّوْلَةِ السَّأَمُ

۶ - متنبّی ایک اور شعر میں بھی سیف الدولہ کو "مجسمۂ شمشیر" قرار دے کر کہتا ہے کہ ہندی تلواروں سے ڈرایا جاتا ہے حالانکہ وہ لوہے کی ہوتی ہیں، پھر ایسی تلوار سے کیونکر نہ ڈرایا جاوے جو نزاری خاندان سے تعلق رکھنے والی خالص عربی النسل ہے۔" دیکھئے اندازِ بیان کیسا بلیغ ہے۔

تُهَابُ سُيُوْفُ الْهِنْدِ وَهِيَ حَدَائِدُ
فَكَيْفَ إِذَا كَانَتْ نِزَارِيَّةً عُرُبَا

۷ - ایک آخری مثال اور ملاحظہ ہو۔ متنبّی کہنا یہ چاہتا ہے کہ سیف الدولہ دینِ اسلام کا پاسبان اور مُلک کا نگہبان ہے۔ وہ چونکہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کر رہا ہے، اس لئے خُدا اُس کی اعانت فرما رہا ہے، اور اُس کے پرچم کو سربلند کیئے ہوئے ہے۔ اس مفہوم کو متنبی اِس طرح

Marfat.com

ادا کرتا ہے: "اے سیف الدولہ تو ملک کی قاطع تلوار ہے، تیرے بازوؤں میں طاقتِ خداوندی کام کر رہی ہے، اس لئے تو نہیں، خدا دشمنانِ اسلام کو قتل کر رہا ہے. تو دینِ اسلام کا پرچم ہے، اور خدا اُس کو سربلند کئے ہوئے ہے"۔

دیکھئے متنبی کی معجز بیانی! اُس نے اپنے اندازِ بیان میں کس بلا کی جدت اور طرزِ ادا میں کس غضب کا زور پیدا کر دیا ہے، اسی کا نام بلاغت ہے:- وہ کہتا ہے:-

وَأَنْتَ حُسَامُ الْمُلْكِ وَاللهُ ضَارِبٌ
وَأَنْتَ لِوَاءُ الدِّيْنِ وَاللهُ عَاقِدٌ

تشبیہات و استعارات

علمِ[1] بیان کے اقسام میں سے تشبیہ بھی ہے، جو فنِ بلاغت کا ایک اہم جزو ہے۔ اسالیب بیان میں سے اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب کسی موصوف کے لئے کوئی صفت ثابت کرنا ہو تو اُس کو ایسی چیز سے تشبیہ دیتے ہیں جس میں وہ صفت زیادہ واضح طور پر پائی جاتی ہو۔ اس طرح کلام میں حُسن وجمال، رفعت و وضاحت پیدا ہو جاتی ہے، اور تھوڑے سے الفاظ میں بہت سا مطلب ادا ہو جاتا ہے۔ جب بات پیچیدہ اور مفہوم سمجھنا مشکل ہو تو "مجاز" ترجمان کا کام کرتا ہے، اور عقدۂ لاینحل کو کھول کر معنی کو واضح کر دیتا ہے، ایسا کلام بلیغ اور بلند رتبہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: "اَلْمَجَازُ اَبْلَغُ مِنَ الْحَقِیْقَۃِ"۔

یہ یاد رکھیئے کہ حقیقت و مجاز میں باہم کوئی تعلق ہونا ضروری ہے۔ مشابہت کا یا کوئی دوسرا قریب کا تاکہ ذہن مجاز سے حقیقت کی طرف آسانی سے منتقل ہو سکے۔ اب اگر دونوں میں مشابہت کا تعلق ہے تو اصطلاح میں اُس کو تشبیہ کہتے ہیں ورنہ مجازِ مُرسل۔

چونکہ تشبیہ شعر کا اصلی زیور اور جدتِ بیان کی جان ہے، باقی استعارہ، کنایہ اور مُبالغہ وغیرہ سب اُسی سے نکلتے ہیں، اس لئے میں اُسے تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں، تاکہ وہ اور اس کے اقسام اچھی طرح ذہن نشین ہو سکے۔ وھو ہٰذا۔

ارکانِ تشبیہ | ارکانِ تشبیہ چار ہیں، مشبّہ، مشبّہ بہ، وجہِ شبہ، اور اداتِ تشبیہ۔ جس چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے، اس کو مُشبّہ اور جس چیز سے تشبیہ دی جاتی ہے اُس کو مشبّہ بہ کہتے ہیں۔ وہ صفت جس میں مشبّہ اور مشبّہ بہ دونوں شریک ہوتے ہیں، اور جو مشبّہ بہ میں بوجہِ اتم پائی جاتی ہے۔

---

[1] علم البیان، وہ علم ہے جسمیں اُن اصول قواعد سے بحث کی جاتی ہے جن کے ذریعہ ایک معنی کو مختلف طریقوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ اس علم کا واضع ابُو عبیدہ ہے جس نے اس موضوع پر پہلی کتاب "مجاز القرآن" تصنیف کی۔ بعد ازاں شیخ عبدالقاہر جرجانی وغیرہ نے اُس کے قواعد وضوابط میں اضافے کئے اور اس کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔ (اعظمی)

Marfat.com

اُس کو وجہ شبہ اور جس لفظ کے ذریعہ تشبیہہ دی جاتی ہے جو مشبّہ اور مشبّہ بہ دونوں کو ایک دوسرے سے مربوط کر دیتا ہے، اس کو اداۃ تشبیہہ کہتے ہیں۔

تشبیہہ کے اقسام | تشبیہہ کا آغاز ہر زبان میں مشاہدات و محسوسات سے ہوتا ہے، مگر زبان والوں کے تخیل کی بلند پروازی سے اُن کی تشبیہات بھی محسوسات کی حد سے گذر کر خیالی حدود میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اِس اعتبار سے تشبیہہ کی ۲ دو قسمیں ہیں، حسّی اور غیر حسّی، پھر کبھی ایک مفرد کو دوسرے مفرد تشبیہہ دیتے ہیں، کبھی ایک مجموعی کیفیت کو دوسری مجموعی کیفیت سے۔ ان میں سے پہلی صورت کو تشبیہہ مفرد اور دوسری کو تشبیہہ مرکب کہتے ہیں۔ اِس طرح دراصل تشبیہہ کی چار قسمیں ہوتی ہیں، مفرد، مرکب، حسّی اور غیر حسّی، پھر انھیں کی تقسیم در تقسیم سے اور بہت سے انواع و اقسام بن جاتے ہیں، جن کی تفصیلی بحث کا یہ موقع نہیں۔

حسنِ تشبیہہ | ہر تشبیہہ میں ایک حُسن ہوتا ہے، بشرطیکہ اُس میں کوئی جدت اور ندرت ہو۔ متنبی کی خصوصیات شاعری میں ایک نمایاں خصوصیت تشبیہات و استعارات کی جدت ہے۔ تشبیہہ و تمثیل اگر صرف حُسنِ کلام اور تفننِ طبع کے کام آئے، تو وہ کوئی بڑی اہم چیز نہیں۔ لیکن بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر انھیں سیدھے سادے طریقہ سے بیان کیا جائے تو بے کیف اور بے مزہ ہوتی ہیں لیکن اگر اُن میں تشبیہہ و تمثیل سے اکام لیا جائے، تو وہی باتیں دل پر تیر و نشتر کا کام کرتی ہیں۔

یہ اثر کا جادو، ادا کا نشتر اور اختراع کا منتر ہے، جو بات صفحوں میں ادا ہو سکتی ہے، چند الفاظ میں ادا ہو جاتی ہے۔ اور صورتِ واقعہ کی تصویر اِس طرح سامنے آجاتی ہے کہ کسی اور طرح نہیں آسکتی۔ اِس قِسم کی تشبیہات سے متنبی کا کلام بھرا پڑا ہے۔

لبید کا شعر ہے:۔

وَجَلَا السُّیُوْلُ عَنِ الطُّلُوْلِ کَأَنَّھَا
زُبُرٌ تُجِدُّ مُتُوْنَھَا أَقْلَامُھَا

یعنی "سیلاب، کھنڈرات سے ریت کے تودے اس طرح بہالے گیا ہے جیسے کتاب کے صفحات پر کاتب نئے دوبارہ قلم پھیر کر روشن کر دیا ہو۔" کہا جاتا ہے کہ اِس شعر کو جب فرزدق نے سُنا تو تشبیہہ کی جدّت اور ندرت سے متاثر ہو کر فوراً سجدہ میں گر پڑا۔ لوگوں نے اِس حرکت پر جب اعتراض کیا تو اُس نے

کہا "سجداتِ قران" تم لوگ جانتے ہو، "سجدۂ شعر" کو میں پہچانتا ہوں"۔

اِس میں شک نہیں کہ متنبی سے پہلے شعراء کے کلام میں صفائی، سادگی، شستگی، پختگی اور جزالت کوٹ کوٹ کر بھری ہے لیکن متنبی کے کلام میں تشبیہات کی لطافت اور استعارات کی جو جدت اور نزاکت پائی جاتی ہے، وہ قابلِ رشک ہے۔

متقدمین شعراءِ عرب آس پاس کی چیزوں سے سادہ سادہ تشبیہیں پیدا کرتے تھے۔ استعارے بھی سادے اور سہل الماخذ ہوتے تھے۔ مولدین شعراء کے دور میں جن کا سرخیل متنبی ہے، تہذیب و تمدن بہت ترقی کر گیا تھا، احساسات نازک اور لطیف ہو گئے تھے، اب اُن کی تشبیہات و استعارات میں رنگینی اور لطافت آ گئی تھی۔ تمدن جب ترقی کرتا ہے تو ہر چیز میں نئے نئے تکلفات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ اثر جس طرح مادّی چیزوں پر عمل کرتا ہے، خیالات و جذبات، راز و نیاز، سوز و گداز سب ہی چیزوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ پھر جدت پسند طبیعتیں اور صناع شعراء نئے نئے الفاظ اور جدید ترکیبیں ایجاد کرتے ہیں۔ اِن الفاظ و ترکیبوں کی بدولت جذبات و خیالات ادا کرنے کے سیکڑوں طریقے ہاتھ آجاتے ہیں۔

مذکورہ بالا اشال تشبیہِ مرکب کی ہے جو تشبیہِ مفرد سے زیادہ بلیغ ہوتی ہے مفرد تشبیہات میں زیادہ گنجایش نہیں۔ اِس کے برعکس مرکب تشبیہات میں خواہ وہ حسّی ہوں یا عقلی۔ جدت اور ندرت کے لئے میدان وسیع ہے متنبی کے کلام میں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

اب چند مثالیں درج ذیل ہیں، جو تشبیہات میں جدت و ندرت کے بے نظیر نمونے ہیں۔

۱۔ متنبی، ہجرِ یار میں آنکھوں سے نیند اُڑ جانے کا شکوہ کرتے ہوئے کہتا ہے "گویا بیداریِ شب میری آنکھ پر عاشق ہے، اِس لئے ہر شبِ ہجر میں اِن دونوں میں وصل رہتا ہے۔" بالکل انوکھی بات جو شاید ہی کسی کو سوجھی ہو:-

كَأَنَّ سُهَادَ اللَّيْلِ يَعْشَقُ مُقْلَتِي
فَبَيْنَهُمَا فِي كُلِّ هَجْرٍ لَنَا وَصْلُ

۲۔ متنبی ممدوح کے ہاتھ کو سخاوت میں سمندر سے تشبیہ دیتے ہوئے عجیب دلکش انداز میں کہتا ہے کہ "میں نے مئے ناب کا شیشہ اُس کے ہاتھ میں دیکھا تو میں نے شراب کو آفتاب سے تشبیہ دی وہ اس کے ہاتھ میں ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے چمکتا ہوا چاند سمندر کے موجیں مارنیوالے صاف و شفاف

Marfat.com

پانی میں ہو۔" اندازِ بیان کی بلاغت دیکھیے :-

رَأَیْتُ الحُمیّا فِی الزُّجَاجِ بِکَفِّہِ
فَشَبَّهتُهَا بِالشَّمْسِ فِی البَدْرِ فِی البَحْرِ

۳ - متنبی کہنا یہ چاہتا ہے کہ ممدوح سے ملنے کے بعد میں نے اوروں کا خیال دل سے نکال دیا، ساتھ ہی مجھے اس کا افسوس بھی ہوا کہ میں اُس سے اب تک جُدا کیوں رہا؟ اِس مفہوم کو وہ اس طرح بیان کرتا ہے :۔کہ "ممدوح ایسا سخی ہے کہ جب میں اُس کے پاس پہنچا تو سب کو میں نے بُھلا دیا گویا اُس کے علاوہ دوسرے لوگ، مُسافر کے بقیہ خشک توشۂ سفر تھے جو وطن پہنچنے پر جھاڑ دیا جاتا۔" پھر کہتا ہے "شاید میری یہ خوشی اُس ندامت کو پُورا نہ کرسکے جو گذشتہ زندگی میں اُس سے جدا رہنے سے مجھے لاحق ہوئی ہے" وہ کہتا ہے :-

کَرِیْمٌ لَفَظْتُ النَّاسَ لَمَّا بَلَغْتُهُ كَأَنَّهُمْ مَا جَفَّ مِنْ زَادِ قَادِمِ
وَكَادَ سُرُوْرِی لَا یَفِیْ بِنَدَامَتِیْ عَلٰی تَرْکِهِ فِیْ عُمْرِیَ المُتَقَادِمِ

۴ - متنبی یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں محبوبہ کی جُدائی میں اندھا ہوگیا ہوں، اس لئے میری آنکھوں میں روزِ روشن، شبِ دیجور کی طرح تاریک ہے۔ پھر صدمۂ فراق سے اپنی شب بیداری کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ راتوں کو میری ایک پلک دوسری پلک سے نہیں ملتی۔ گویا وہ ایک دوسرے سے اس لئے دُور ہیں جیسے محبوبہ نے اُوپر کی پلک کو ابرو سے باندھ دیا ہے۔" جادو بیانی دیکھیے :-

وَاِنَّ نَهَارِیْ لَیْلَةٌ مُدْلَهِمَّةٌ عَلٰی مُقْلَةٍ مِنْ فَقْدِكُمْ فِیْ غَیَاهِبِ
بَعِیْدَةُ مَا بَیْنَ الجُفُوْنِ كَأَنَّمَا عَقَدْتُمْ أَعَالِیْ كُلِّ هُدْبٍ بِحَاجِبِ

۵ - متنبی ایک ہرن کی تعریف کرتے ہوئے اُس کے رنگ کو صندلی رنگ سے اور اُس کے سینگوں کو بُزِ کوہی کے سینگ سے تشبیہہ دیتا ہے اور کہتا ہے: "اُس کو گردن کے حُسن نے زیوروں سے مستغنی کردیا، اور برہنگی کی عادت نے لباس سے بے پروا کردیا۔ گویا وہ صندل میں لپٹا ہوا اور بُزِ کوہی جیسے سینگ بڑھائے ہوئے میرے سامنے آیا۔" جدّت طرازی ملاحظہ ہو :-

أَغْنَاهُ حُسْنُ الجِیْدِ عَنْ لُبْسِ الحُلٰی وَعَادَةُ العُرْیِ عَنِ التَّفَضُّلِ
كَأَنَّهُ مُضَمَّخٌ بِصَنْدَلٍ مُعْتَرِضًا بِمِثْلِ قَرْنِ الإِیَّلِ

Marfat.com

۶۔ متنبی، علی بن ابراہیم التنوخی کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے: "تیری حکومت پر دشمن اس طرح جبراً راضی ہو گئے ہیں، جیسے کوئی بڑھاپے پر مجبوراً راضی ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ سر کے سامنے کے بالوں اور زلفوں میں داخل ہو چکا ہو۔" دیکھیئے کیسی انوکھی تشبیہ ہے اور کیسا بلیغ اندازِ بیان ہے:۔

رَضُوا بِكَ كَالرِّضَا بِالشَّيْبِ قَسْرًا
وَقَدْ وَخَطَ النَّوَاصِيَ وَالْفُرُوعَا

۷۔ حسنِ تشبیہ کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ متنبی اپنے بخار کو جو رات کے وقت میں اس کو ہو گیا تھا، ایک شرمگیں محبوبہ سے تشبیہ دے کر کہتا ہے: "میری محبوبہ حیا کی وجہ سے صرف رات ہی کو میرے پاس آتی ہے، میں نے اس کے لئے ریشمی چادر اور گدے بچھائے، مگر اس نے اس کو پسند نہ کیا اور میری ہڈیوں میں پیوست ہو کر رات گذاری۔" تخیل کی صناعی اور خیال کی پرواز کی کوئی حد نہیں وہ کہتا ہے:۔

وَزَائِرَتِي كَأَنَّ بِهَا حَيَاءً ۔۔۔ فَلَيْسَ تَزُوْرُ إِلَّا بِالظَّلَامِ
بَذَلْتُ لَهَا الْمَطَارِفَ وَالْحَشَايَا ۔۔۔ فَعَافَتْهَا وَبَاتَتْ فِي عِظَامِي

استعارہ شاعری کا دارومدار اندازِ بیان پر ہے، اگر کوئی بات سیدھے سادے طریقہ سے کہی جائے تو اس کی کوئی اہمیت نہ ہوگی مگر اسی کو جدید انداز اور نئے اسلوب میں ادا کیا جائے تو وہ "شاعری" ہے۔ بہت سے مضامین ایسے ہیں جو مدت سے بندھتے چلے آئے ہیں، یا بجائے خود معمولی اور پامال ہیں، جن میں نہ کوئی دل فریبی ہے نہ دل آویزی، ان کو تشبیہ یا استعارہ کے ذریعہ نئے پیکرِ خیالی میں پیش کرنا اور اندازِ بیان کی جدت سے ان میں روح پھونکنا، دراصل "شاعری" ہے۔ یوں سمجھئے اگر آپ کو کہنا ہے کہ "یاسمین بہت خوبصورت ہے" تو اس کو آپ مندرجۂ ذیل طریقوں سے بیان کر سکتے ہیں۔ (۱) یاسمین چاند جیسی خوبصورت ہے۔ (۲) یاسمین چودھویں رات کا چاند ہے۔ (۳) میرے گھر چودھویں کا چاند کہاں سے نکل آیا۔ (۴) جب وہ رات کی تاریکی میں مجھ پر ضیا فگن ہوتی ہے تو گھر بقعۂ نور بن جاتا ہے۔

دیکھیئے پہلی صورت میں تشبیہ کی وجہ سے اصل بات میں کہ "یاسمین بہت خوبصورت ہے" کسی قدر زور پیدا ہو گیا۔ دوسری صورت میں بیان کرنے والے نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور ادات تشبیہ

Marfat.com

"جیسی" اور وجہ شبہ "خوبصورت" دونوں حذف کر دیا اور مشبہ کو عین مشبہ بہ سمجھکر اُس نے کہدیا کہ "یاسمین چودھویں رات کا چاند ہے۔ یعنی وہ ایسی خوبصورت ہے، جیسے چودھویں رات کا چاند۔ اس میں پہلی صورت سے زیادہ زورِ بیان پایا جاتا ہے، اس کو اصطلاح میں "مبالغہ" کہتے ہیں۔ تیسری صورت میں بیان کرنے والے نے نہ صرف اداۃ تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کیا بلکہ مشبہ کو عین مشبہ بہ سمجھکر اُس کو بھی اُڑا دیا اور مشبہ بہ کو اُس کی جگہ رکھدیا، اسی کو "استعارہ" کہتے ہیں۔ بشرطیکہ مشبہ بہ سے مراد مشبہ ہی ہو۔ یعنی جملہ کا مطلب یہ ہو کہ میرے گھر یاسمین کیا آئی چودھویں رات کا چاند آگیا۔ انداز بیان کا یہ طریقہ بہت بلیغ سمجھا جاتا ہے اس سے کلام میں جو زور پیدا ہوجاتا ہے وہ بسا اوقات کسی اور طریقہ سے ممکن نہیں۔

استعارہ[1] کی ایک مثال ملاحظہ ہو، کسی کا شعر ہے :-

فَأَسْبَلَتْ لُؤْلُؤًا مِنْ نَرْجِسٍ وَسَقَتْ
وَرْدًا وَعَضَّتْ عَلَى الْعُنَّابِ بِالْبَرَدِ

یعنی "محبوبہ نے نرگسی آنکھوں سے موتی جیسے آنسو بہائے اور گلاب جیسے سرخ وسفید رخساروں کو سیراب کیا اور اولے جیسے سفید دانتوں سے اپنی حنائی اُنگلی کاٹ لی۔" دیکھئے، جوڑ جوڑ میں تشبیہ ہے مگر شعر میں مشبہ کا کہیں ذکر نہیں، مشبہ بہ کا ذکر ضرور ہے مگر مراد اُس سے مشبہ ہے۔ اس صورت میں زورِ بیان پہلی دونوں صورتوں سے کہیں زیادہ ہے۔

چوتھی صورت جو انداز بیان کی آخر شکل ہے، یہ ہے کہ جملہ میں مستعار منہ کا بھی ذکر نہ ہو۔ صرف اس کے بعض لوازم ذکر کر دیئے جائیں جن سے مستعار منہ سمجھ لیا جائے۔ اس صورت میں مذکورہ بالا مثال کا مطلب یہ ہوگا کہ یاسمین ماہِ تاباں جیسی خوبصورت اور درخشاں ہے۔ جب وہ رات کی تاریکی میں میرے پاس آتی ہے تو اُس کی چمک دمک سے سارا گھر بقعۂ نور بن جاتا ہے اس کو "استعارہ بالکنایہ"[2] کہتے ہیں۔ مثال ملاحظہ ہو، ابو ذویب ہذلی کا شعر ہے :-

---

[1] استعارہ میں مشبہ کو مستعار لہٗ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام "تشبیہ بلیغ" بھی ہے۔ (اعظمی)

[2] استعارہ بالکنایہ اور کنایہ میں فرق یہ ہے کہ اگر کوئی لفظ یا جملہ مجازی معنی میں استعمال ہوا ہو مگر اس طرح کہ اُس کے حقیقی معنے مراد لئے جا سکتے ہوں تو وہ "کنایہ" ہے اور اگر حقیقی معنے مراد نہ لئے جاسکیں تو وہ استعارہ بالکنایہ ہے (اعظمی)

Marfat.com

وَإِذَا الْمَنِيَّةُ أَنْشَبَتْ أَظْفَارَهَا
أَلْفَيْتَ كُلَّ تَمِيمَةٍ لَا تَنْفَعُ

یعنی "جب موت اپنے پنجے گاڑ دے تو تعویذ گنڈے سے تم کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا" دیکھیے اس مثال میں موت کو خونخوار درندہ سے تشبیہ دے کر مشبّہ بہ (مستعار منہ) کو حذف کر دیا گیا ہے شعر میں اُس کے بعض لوازم کا البتہ ذکر ہے جن سے درندہ کا تصور بہ آسانی ہو سکتا ہے، ظاہر ہے موت کے نہ پنجہ ہوتا ہے نہ ناخن، جیسے وہ کسی کے جسم میں گڑو کر مار سکے۔ یہ تو کسی درندہ ہی کی صفت ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ موت جب اس طرح ہلاک کرنا چاہے جس طرح درندہ کسی کو دبوچ لے، اور اپنے ناخن گڑو کر مار ڈالے تو تعویذ گنڈے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔" ایسا کلام اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بہت بلند رتبہ سمجھا جاتا ہے" استعارہ بالکنایہ" میں متنبی بڑا ماہر تھا، جسے اُس نے اپنے اشعار میں جابجا بڑے ساحرانہ انداز میں استعمال کیا ہے مثالیں اس سے پہلے گذر چکی ہیں۔

یہ "اندازِ بیان" کی ایک جامع تشریح ہے، مقصد صرف استعارہ کی تعریف اور اُس کی اثر اندازی کو بیان کرنا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ استعارہ و کنایہ سے کلام میں جو وسعت اور زور پیدا ہوتا ہے وہ کسی اور طریقہ سے نہیں ہو سکتا۔ مانا کہ حُسن والوں کی سادگی بھی ایک ادائے دل نشین ہوتی ہے لیکن آرائش بھی اُنھیں کا دستور و آئین ہے۔ پھر مشاطۂ فکر "عروسِ سخن" کو مضمون آفرینی کے حلے ہائے رنگا رنگ کیوں نہ پہنائے اور جدید افکار کے غازہ و زیور سے کیوں نہ سجائے، خوب رُوئے را بباید زیورے"

علامۂ جاحظ کہتے ہیں کہ نئے نئے مضامین تو عام بازاری آدمیوں کو بھی سوجھتے ہیں جو کچھ فرق ہے اندازِ بیان اور لطفِ ادا کا ہے سیکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہی مضمون کو کسی شاعر نے باندھا بعینہ وہی مضمون دوسرے نے نظم کیا۔ مگر طرزِ ادا کی رنگینی اور جدت نے شعر کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا متنبی کے شاعرانہ کمال کا راز ہی اُس کے پیرایۂ ادا میں ہے۔ استعارات و کنایات میں اُس کی جدّت طرازیوں اور معنی آفرینیوں کی کوئی حد نہیں۔ دوسرے شعراء کے کلام میں ایسا بہت کم ہے، لیکن متنبی کا کلام اس سے بھرا پڑا ہے، چند مثالیں درج ذیل ہیں:-

۱۔ متنبی اپنی محبوبہ کو حسن و خوب روئی میں چاند سے، جسم کی نزاکت کو درخت بان کی نرم شاخ سے، خوشبوؤں میں بسی ہونے کی وجہ سے عنبر سے، خوب صورت سرمئی آنکھوں کو چشم آہو سے تشبیہ

Marfat.com

دیتا ہے اور اپنی محبوبہ کو بیکر ماہِ منیر، مجسمہ عطر و عنبر اور سراپا غزالِ رعنا قرار دیتا ہے۔ استعارہ کی بہترین مثال جو اپنی جدت اور جودت میں جواب نہیں رکھتی۔ وہ کہتا ہے:۔

بَدَتْ قَمَرًا وَ مَالَتْ خُوطَ بَانٍ
وَفَاحَتْ عَنْبَرًا وَ رَنَتْ غَزَالًا

یعنی "وہ چاند جیسا مکھڑا لئے ہوئے ظاہر ہوئی۔ درخت بان کی ٹہنی کی طرح لچکتی اور بل کھاتی ہوئی چلی، گلاب و عنبر کی طرح مہکی اور غزالِ رعنا کی طرح مدبھری نینوں سے اُس نے میری طرف دیکھا" دیکھئے شعر کے ہر ہر جوڑ میں تشبیہہ ہے۔ مگر نہ حرفِ تشبیہہ کا کہیں ذکر ہے نہ وجہ شبہ کا اور نہ مشبہ کا، مشبہ بہ البتہ مذکور ہے مگر مراد اس سے مشبہ یعنی محبوبہ ہے۔ استعارہ کی اس سے بہتر مثال میری نظر سے نہیں گذری۔ شعر کی بلاغت ظاہر ہے۔

۲۔ متنبی ایک اور شعر میں اپنی محبوبہ کی حسین آنکھوں کو ہرن کی آنکھ سے، اُس کے سفید و شفاف آنسوؤں کو شبنم سے، اُس کے تر و تازہ سُرخ رخساروں کو گلاب سے اور اُس کی بینٹ کی ہوئی سُرخ اُنگلیوں کو عنم سے تشبیہہ دیتا ہے، حُسنِ زبان و بیان دیکھئے، وہ کہتا ہے:۔

تَرْنُوْ إِلَيَّ بِعَيْنِ الظَّبْيِ مُجْهَشَةً
وَتَمْسَحُ الطَّلَّ فَوْقَ الْوَرْدِ بِالْعَنَمِ[1]

یعنی جدائی کے وقت میری محبوبہ آنکھوں میں آنسو بھر کر میری طرف ہرن جیسی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ اور اپنے گلاب جیسے سرخ و سفید رخساروں پر شبنم جیسے صاف و شفاف آنسوؤں کو اپنی مہندی لگی ہوئی سُرخ اُنگلیوں سے پونچھتی ہے۔" یہاں بھی مشبہ بہ کے علاوہ ارکانِ تشبیہہ میں سے کسی کا شعر میں ذکر نہیں۔ پھر اُس کے ہر جوڑ میں مشبہ بہ سے مراد مشبہ ہی ہے، جو استعارہ کے لئے ضروری شرط ہے۔

۳۔ متنبی ایک اور جگہ اپنے ممدوح کے رُخِ تاباں کو ماہِ منیر سے، اور اُس کے بخشش کرنے والے دونوں ہاتھوں کو ابر کے دو ٹکڑوں سے تشبیہہ دیتے ہوئے کہتا ہے۔" ہم محبوب کے چہرے اور داہنے اور بائیں دونوں ہاتھوں کے دیدار کی وجہ سے گویا چاند اور ابر کے دو ٹکڑوں کو بیک وقت ایک ہی جگہ

[1] عنم ایک درخت کا پھل ہے جو اہلِ عرب مہندی کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ (اعظمی)

Marfat.com

دیکھ رہے ہیں۔" سحر بیانی ملاحظہ ہو:۔

قَمَرًا نَرَىٰ وَ سَحَابَتَيْنِ بِمَوْضِعٍ
مِنْ وَجْهِهِ وَيَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ

دیکھئے اِس شعر میں آداۃ تشبیہ اور وجہ شبہ کے علاوہ مشبہ کو عین مشبہ بہ سمجھکر حذف کردیا گیا ہے مگر مراد مشبہ ہی ہے۔ اندازِ بیان کی بلاغت و براعت واضح ہے۔

۴۔ متنبی عضد الدولہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے اُس کے حریف وَھشوذان کو جو مقابلہ کی تاب نہ لاکر میدانِ جنگ سے بھاگ گیا تھا، مندرجۂ ذیل شعر کے پہلے مصرع میں اُسد (شیر) سے اور دوسرے مصرع میں وَعل (بُزِ کوہی) سے تشبیہ دیتا ہے اور کہتا ہے:۔

وَأَتَيْتَ مُعْتَزِمًا وَ لَا أَسَدٌ
وَمَضَيْتَ مُنْهَزِمًا وَلَا وَعَلٌ

اِس شعر میں بھی ارکانِ تشبیہ میں سے مشبہ بہ" اَسد" اور" وعل" کے علاوہ کسی کا بھی ذکر نہیں مشبہ بہ سے بھی مراد مشبہ ہے، یعنی" وَھشوذان"۔ مطلب یہ ہے کہ" وھشوذان! تو آیا تو اِس طرح چڑھ کر جس طرح شیر بھی نہیں آتا، مگر شکست کھاکر بھاگا ایسا کہ پہاڑی بکرا بھی اِس طرح نہیں بھاگتا۔" حُسنِ ادا اور لطفِ ادا دیکھئے۔ شاعری کا یہ اعجاز کسی کو کہاں نصیب؟

۵۔ فکر و خیال کی صناعی اور بلند پروازی ملاحظہ ہو، متنبی ایک شعر میں۔ گھوڑوں کے میدانِ کارزار میں کثرت سے پھیل جانے کو گھٹا ٹوپ ابر سے اور حملہ کی تگ و دو میں اُن کے جسم سے پسینہ ٹپکنے کو، بڑی بوندوں والی بارش سے تشبیہ دیتا ہے، اور کہتا ہے۔

خَرَجْنَ مِنَ النَّقْعِ فِي عَارِضٍ
وَمِنْ عَرَقِ الرَّكْضِ فِي وَابِلٍ

دیکھئے شعر میں سوائے مشبہ بہ کے کچھ مذکور نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:" ممدوح کے گھوڑے گرد و غبار سے اس طرح نکلے، جیسے وہ گھٹا ٹوپ ابر سے برآمد ہو رہے ہیں، اور تیز دوڑنے کی وجہ سے اُن کے پسینہ اس طرح ٹپک رہا تھا جیسے وہ بڑی بُوندوں والی بارش سے تربہ تر ہو کر نکل رہے ہوں۔" سچ مچ متنبی جدتِ ادا کا امام تھا، اُس کی جدت طرازیوں کی کوئی حد نہیں۔

Marfat.com

صَنائع وبَدائع

علم البدیع وہ علم ہے جس میں ایسے اُصول و قواعد بیان کئے جائیں جن کے التزام سے کلام میں حُسن و زینت، خوبی و رونق زیادہ ہو جاتی ہے، علم معانی و بیان کی طرح علم بدیع بھی فنِ بلاغت کا ایک رکن ہے۔ اس فن کا مُوجد اور امام عبداللہ ابن المعتز عبّاسی (المتوفی ۲۹۶ھ) ہے۔ بعد ازاں قدامہ ابن جعفر، ابوہلال عسکری اور ابن رشیق قیروانی نے اُس کے اصول و قواعد میں مزید اضافے کئے، اور باقاعدہ ایک فن کی حیثیت سے اس کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ متنبی کا اُس طبقۂ خیال سے تعلق ہے جو معانی اور مضامین کو الفاظ پر ترجیح دیتے ہیں، وہ شعر میں معانی آفرینی کو "جانِ شاعری" سمجھتا ہے، اور اُس کے مقابلہ میں صنائع لفظی و معنوی کو ثانوی چیز، اُس نے جو کچھ کہا، صنائع اور بدائع کی خاطر نہیں کہا، بلکہ فکر کی صنّاعی سے ہمیشہ ایک نیا پیکرِ خیالی پیش کرنے کی کوشش کی جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی رہا ہے۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ شعر مجموعہ ہے۔ لفظ و معنی کا، شاعر کو ان دونوں سے مفر نہیں۔ لفظ اگر "جسم" ہے، تو معنے "روح" اور انھیں دونوں کے حُسنِ ارتباط کا نام "شعر" ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طرح جسم بغیر روح کے ناکارہ اور بے سود ہے، اُسی طرح روح بھی اپنے وجود میں جسم کی محتاج ہے پھر جیسا کہ علامۂ ابن رشیق نے "کتاب العمدہ" میں لکھا ہے کہ ان میں سے اگر معنے میں کوئی خرابی ہوگی تو شعر عیب دار سمجھا جائے گا، اِسی طرح مضمون کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو لیکن اگر الفاظ غریب اور نامانوس ہوں یا بندش اور ترکیب میں چُستی اور خوبی نہ ہو تو شعر فصاحت کے درجہ سے گر جائے گا۔

متنبی کی شاعری میں معانی آفرینی کا عنصر یقیناً غالب ہے۔ وہ اس کا اس حد تک گرویدہ بھی تھا

Marfat.com

کہ زبان و بیان کے مسلمہ اُسلوب کو فی الجملہ نظر انداز بھی کر جاتا تھا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ معانی آفرینی کے مقابلہ میں اُس نے حسنِ زبان و بیان کے اُصول کو بالکل ہی قربان کر دیا تھا۔ اُس کا دیوان موجود ہے جو سر تا سر معانی آفرینی کا البم نہیں۔

دیکھیے اُس کا کلام صنائعِ لفظی و معنوی سے بھی جس کا اُس نے اپنے الہاماتِ شعری میں کبھی اہتمام نہیں کیا، مالامال ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:۔

سیاقۃ الاعداد یہ صنائعِ لفظی کی ایک قسم ہے، ایسی صنعت جس میں چند چیزیں بطور گنتی کے شمار کی جاویں۔ سیاقۃ الاعداد کہلاتی ہے۔ متنبی نے اپنے کلام میں اس صنعت کو بھی خوب، خوب استعمال کیا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔ شاہِ روم کا قاصد مصالحت کا پیغام لے کر سیف الدولہ کے پاس آیا۔ اس موقع پر متنبی اس کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے "دشمنوں کے بہت سے خطوط کے جواب تو نے اس طرح بھیجے ہیں کہ تیرے لشکر کا غبار، دیکھنے والوں کے لئے اُن کا تیرا در عنوان تھا۔ اس لشکر کے حروفِ تہجی تین ہیں۔ عمدہ گھوڑا، سوکھا اور سید ھا نیزہ اور قاطع تلوار" یعنی خط جس طرح حروفِ تہجی سے مرکب ہوتا ہے۔ اسی طرح تیرا لشکر اِن تینوں چیزوں سے بنا ہوا تھا۔ دیکھیے وہ کہتا ہے:۔

وَرُبَّ جَوَابٍ عَنْ كِتَابٍ بَعَثْتَهُ   وَعُنْوَانُهُ لِلنَّاظِرِيْنَ قَتَامُ

حُرُوْفُ هِجَاءِ النَّاسِ فِيْهِ ثَلَاثَةٌ   جَوَادٌ وَرُمْحٌ ذَابِلٌ وَحُسَامُ

۲۔ متنبی اپنے کو صاحبِ سیف اور صاحبِ قلم بتاتا ہے، اور کہتا ہے "بہت سی تیز دھار والی تلواریں ہیں جن کو میں لے کر دو بڑے لشکروں کے بیچ میں گھس گیا اور دشمن پر اُن سے وار کیا۔ درآں حالیکہ موت کی موجیں تھپیڑے مار رہی تھیں، گھوڑے، راتوں کا سفر، دشت و بیابان، تلوار و نیزے اور کاغذ و قلم مجھے خوب پہچانتے ہیں" یعنی میں نڈر، بہادر، شمشیر کا دھنی اور نیزہ بازی میں ماہر ہونے کے علاوہ صاحبِ قلم ادیب و شاعر بھی ہوں:۔

وَمُرْهَفٍ سِرْتُ بَيْنَ الْجَحْفَلَيْنِ بِهِ   حَتّٰى ضَرَبْتُ وَمَوْجُ الْمَوْتِ يَلْتَطِمُ

اَلْخَيْلُ وَاللَّيْلُ وَالْبَيْدَاءُ تَعْرِفُنِيْ   وَالسَّيْفُ وَالرُّمْحُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

۳۔ متنبی سیف الدولہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے "ہاں اے شمشیر! جو کبھی میان میں نہیں رہتی

Marfat.com

. نہ اُس کی فضیلت میں کوئی شبہ ہے اور نہ اُس سے کوئی بچ سکتا ہے؛ خوشی ہے کہ دشمنوں کا سر اُڑانے، شرف اور بلند مراتب حاصل کرنے، اسلام اور اُمیدوارِ مسلمانوں کی بھلائی کے لئے تُو زندہ ہے۔"
لفظی صنعت کے ساتھ اندازِ بیان کی دلکشی دیکھئے :-

أَلَا أَيُّهَا السَّيْفُ الَّذِي لَيْسَ مُغْمَدًا — وَلَا فِيهِ مُرْتَابٌ وَلَا مِنْهُ عَاصِمُ
هَنِيئًا لِضَرْبِ الْهَامِ وَالْمَجْدِ وَالْعُلَى — وَرَاجِيكَ وَالْإِسْلَامِ أَنَّكَ سَالِمُ

۴۔ متنبی سیف الدولہ کی سخاوت کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے "تو ایسا سخی ہے کہ نہ لوگوں پر بخشش کرکے اُن پر احسان جتاتا ہے، نہ اُن سے تُرش روئی سے پیش آتا ہے، نہ ٹال مٹول کرتا ہے نہ اُن سے وعدہ خلافی کرتا ہے، اور نہ تنگدلی کا برتاؤ کرتا ہے" سیاقۃ الاعداد کی بہترین مثال :-

أَنْتَ الْجَوَادُ بِلَا مَنٍّ وَلَا كَدَرٍ
وَلَا مِطَالٍ وَلَا وَعْدٍ وَلَا مَذَلِ

۵۔ متنبی اپنی محبوبہ کے حُسن وجمال کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے "مَیں محبوبہ کے لعابِ دہن کے چوسنے کے آتشِ شوق میں مبتلا ہوں۔ جب وہ شوق مجھ سے ملتا ہے تو صبر مجھ سے جُدا ہوجاتا ہے۔ محبوبہ کے دانت، سینہ، ساق، کلائی اور گھنگرو والے موٹے مشکیں، میرے عشق کے باعث ہیں۔

بِي حَرُّ شَوْقٍ إِلَى تَرَشُّفِهَا — يَنْفَصِلُ الصَّبْرُ حِينَ يَتَّصِلُ
أَلثَّغْرُ وَالنَّحْرُ وَالْمُخَلْخَلُ وَالْ — مِعْصَمُ دَائِي وَالْفَاحِمُ الرَّجِلُ

۶۔ متنبی کافور اخشیدی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے "کہ گو میں بڑا پریمی واقع ہوا ہوں لیکن افسوس ہے کہ سیف الدولہ نے میری محبت کی قدر نہ کی اس لئے اب میں مصر میں ایک ایسے شخص کے پاس آگیا ہوں جو بڑا دریا دل ہے، میں اُس کے پاس اپنی زندگی، خیرخواہی، دل کی [illegible] اور اپنے اشعار لے آیا ہوں" وہ کہتا ہے :-

وَلٰكِنْ بِالْفُسْطَاطِ بَحْرًا أَزَرْتُهُ
حَيَاتِي وَنُصْحِي وَالْهَوَى وَالْقَوَافِيَا

۷۔ متنبی اُسی بحر و قافیہ میں کافور اخشیدی کی مذمت کرتا ہے جس میں پہلے مدح کرچکا تھا اور کہتا ہے "تو کیسا صاف وصریح جھوٹ بولتا ہے، وعدہ خلافی، عہد شکنی۔ ذلت اور نامردی کی باتیں کرتا ہے"

کیا تو میرے سامنے بصورت انسان ظاہر ہوا ہے یا تو مجسم رسوائیاں ہے؟ دیکھئے کتنا پیارا انداز بیان ہے

أَمِيْنًا وَإِخْلَافًا وَغَدْرًا وَخِسَّةً
وَجُبْنًا أَشَخْصًا لُحْتَ لِي أَمْ مَخَازِيَا

المدحُ المُوَجّہ | صنائع معنوی کی ایک قسم ہے، ایسا کلام جس سے دو متضاد معانی مدح اور ہجو برابر سمجھے جاتے ہوں، اُس کو "المدحُ الموجّہ" کہتے ہیں۔ دھوپ چھاؤں کی طرح اُس کے دو پہلو ہوتے ہیں، اُن میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوتی، متنبی اس صنعت کے استعمال میں بڑا ماہر تھا۔ ذیل کی مثالوں سے اُس کی پُوری طرح وضاحت ہوتی ہے

۱۔ متنبی سیف الدولہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے "تو نے دشمنوں کو قتل کرکے اُن کی زندگیاں اس قدر لوٹی ہیں کہ اگر تو ان سب کو جمع کر لیتا اور اُنھیں اپنی عُمر میں شامل کر لیتا تو دنیا کو اس بات پر مبارکباد دی جاتی کہ تو ہمیشہ باقی رہے گا۔" دیکھئے اس شعر کے دو پہلو ہیں۔ پہلا لوگوں کا کثرت سے خون بہانا جو یقیناً ایک بُری بات ہے۔ دوسرا یہ کہ تو اننے محاسنِ اخلاق و فضائل کا مالک ہے کہ اگر تو ہمیشہ زندہ رہے تو یہ بات دنیا کے لئے باعثِ مسرت ہوگی۔ یہ دونوں متضاد باتیں ہیں۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ سیف الدولہ کی اس سے بہتر تعریف نہیں ہوسکتی۔ مقصد یہ ہے کہ وہ ایسا بہادر ہے کہ اُس نے دشمنوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے لیکن یہ صرف اصلاح دنیا کے لئے۔ پھر اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ممدوح کو شریف اور بہادر سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ کہتا ہے کہ وہ دشمنوں کی زندگیاں لوٹتا ہے، مال و متاع نہیں۔ اِسی صنعت کو المدح المُوَجّہ کہتے ہیں

نَهَبْتَ مِنَ الْأَعْمَارِ مَالَوْ حَوَيْتَهُ
لَهُنِّئَتِ الدُّنْيَا بِأَنَّكَ خَالِدُ

۲۔ متنبی مغیث بن علی العجلی کی تعریف میں کہتا ہے "دشمن کی عمر جب وہ جنگ کے گرد و غبار میں ممدوح کے سامنے آجائے تو وہ اس طرح فوراً فنا ہو جاتی ہے جس طرح ممدوح کا مال اُس کے ہاتھ میں آتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔" پھر کہتا ہے: "ایسا مال کہ گویا غُراب البین اُس کی گھات میں رہتا ہے جیسے ہی یہ کہا جائے کہ سائل حاضر ہے تو جُدائی کا کوّا بول اُٹھتا ہے۔ یعنی جس طرح غُراب البین کے بولتے ہی بستیاں منتشر اور اجاڑ ہو جاتی ہیں۔ اُسی طرح ممدوح کا مال فوراً متفرق اور ختم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

دیکھیے درج ذیل شعر میں متنبی ممدوح کو ایک طرف قاتل ٹھہراتا ہے، جو ایک مذموم صفت ہے، دوسری طرف اس کو سخی قرار دیتا ہے جو صفاتِ حمیدہ میں سے ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

عَمْرُ الْعَدُوِّ إِذَا لَاقَاهُ فِي رَهَجٍ　　أَقَلُّ مِنْ عُمْرِ مَا يَحْوِي إِذَا وَهَبَا
مَالٌ كَأَنَّ غُرَابَ الْبَيْنِ يَرْقُبُهُ　　فَكُلَّمَا قِيلَ هٰذَا مُجْتَدٍ نَعَبَا

۳۔ متنبی، سیف الدولہ کی مدح میں کہتا ہے: "کب تک تو رومی قاصدوں کے اس پیغامِ صلح کو رد کرتا رہے گا، جسے لے کر وہ آئے ہیں، گویا وہ تیری بخشش کے معاملہ میں ملامت ہیں" یعنی جس طرح تو سخاوت کے معاملہ میں کسی کی ملامت نہیں سنتا، اسی طرح تو کب تک ان کی درخواستِ صلح نہیں سنے گا
دیکھیے ایک طرف تو وہ ممدوح کو امن وصلح سے گریزاں ظاہر کرتا ہے، جو ایک قبیح بات ہے، دوسری طرف وہ اس کو ایسا سخی داتا بتاتا ہے، جس کے بارے میں اس پر کسی کی ملامت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

إِلَى كَمْ تَرُدُّ الرُّسُلَ عَمَّا أَتَوْا لَهُ
كَأَنَّهُمْ فِيمَا وَهَبْتَ مَلَامُ

۴۔ متنبی، ابوسہل سعید بن عبداللہ کی خطابت اور انشا پردازی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے "گویا ان کی زبانیں گویائی میں ایسی تیز ہیں جیسے نیزہ بازی کے وقت نیزوں کے بھالے"۔ اس میں شک نہیں کہ میدانِ کارزار میں تیز دھار والے نیزے اچھے سمجھے جاتے ہیں، کند بیکار ہوتے ہیں۔ مگر زبان کی تیزی اور زباں درازی کوئی اچھی بات نہیں۔ عام طور پر کسی کی مذمت کرنا ہو تو کہتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا تیز زبان یا زباں دراز ہے لیکن یہی بات متنبی نے ایسے بلیغ پیرایہ میں ادا کی ہے کہ طلاقتِ لسانی کی تعریف اس سے بہتر طریقہ پر نہیں کی جاسکتی۔ دیکھیے وہ کہتا ہے:۔

كَأَنَّ أَلْسُنَهُمْ فِي النُّطْقِ قَدْ جُعِلَتْ
عَلَى رِمَاحِهِمْ فِي الطَّعْنِ خُرْصَانَا

۵۔ ایک مثال اور ملاحظہ ہو، متنبی اپنے بارے میں کہنا چاہتا ہے کہ میں رات دن چونکہ ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرتا رہتا ہوں، اس لئے لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں۔ مگر مجھ پر ان کی ملامت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس مفہوم کو وہ اس طرح ادا کرتا ہے:۔

يُخَيَّلُ لِي أَنَّ الْبِلَادَ مَسَامِعِي　　وَأَنِّي فِيهَا مَا تَقُولُ الْعَوَاذِلُ

Marfat.com

یعنی میرے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ شہر اور میدان میرے کان ہیں اور میں اُس میں وہ گفتگو ہوں جو ملامت کرنے والے میرے بارے میں کرتے رہتے ہیں۔ گویا ایک شہر مجھے دوسرے شہر میں اس طرح پھینکتے رہتے ہیں جس طرح ملامت گروں کی باتیں میں ایک کان سے سنتا ہوں، دوسرے کان سے نکال دیتا ہوں۔ اس میں مدح و ذم کے دونوں پہلو پائے جاتے ہیں، یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں ایسا نڈر اور بہادر ہوں کہ میں جنگلوں اور بیابانوں کا رات دن سفر کرتا رہتا ہوں اور کسی کے خوف دلانے کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ نیز یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں ایسا سرکش اور نٹ کھٹ ہوں کہ کسی کی بات نہیں سنتا، شہروں شہروں مارا مارا پھرتا ہوں اور ملامت کرنے والوں کی باتیں سُنی اَن سُنی کرتا رہتا ہوں۔

حُسنِ تقسیم تقسیم بھی صنائع معنوی کی ایک قسم ہے جو بلاغت کا ایک جزو ہے۔ تقسیم اُس صنعت کو کہتے ہیں جس میں دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا ذکر کیا جاوے، پھر تفصیل وار اُن کے مناسبات بیان کئے جاویں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ متنبی محمد بن سیار تمیمی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے: "میں عنقریب اپنا حق نیزوں اور اُن تجربہ کار سرداروں کے ذریعہ حاصل کر لوں گا جو مدت سے میدانِ جنگ میں ڈھاٹا باندھے رہنے کی وجہ سے گویا امرد معلوم ہوتے ہیں۔ وہ سردار جب لڑتے ہیں تو اپنے حملہ کی وجہ سے بہت بھاری معلوم ہوتے ہیں، اور جب کسی کی امداد کے لئے بلائے جاتے ہیں تو وہ فریاد رسی کے وقت بہت ہلکے پھلکے ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ دشمنوں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو تعداد میں بہت معلوم ہوتے ہیں، اور جب وہ شمار کئے جاویں تو گنتی میں کم ہوتے ہیں۔

سَأَطْلُبُ حَقِّیْ بِالْقَنَا وَمَشَایِخ كَأَنَّهُمْ مِنْ طُوْلِ مَا الْتَثَمُوْا مُرْدُ
ثِقَالٍ إِذَا لَاقَوْا خِفَافٍ إِذَا دُعُوْا كَثِیْرٍ إِذَا شَدُّوْا قَلِیْلٍ إِذَا عُدُّوْا

۲۔ متنبی، سیف الدولہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے: "دنیا اور روئے زمین ایک ایسے بادشاہ کے ذکر سے گونج اُٹھی جس کے چرچے سے زمانہ اور دشت و جبل لبریز ہیں۔ ہم اس کی فتح سے خوش ہیں اور رومی اُس کے حملہ سے خائف ہیں۔ میدان اُس کے لشکروں سے بھرا ہوا ہے، اور سمندر اُس کی سخاوت کے مقابلہ میں شرمندہ ہے۔"

صنعتِ تقسیم کی بہترین مثال، حُسنِ زبان و بیان دیکھئے۔ وہ کہتا ہے:-

Marfat.com

ضَاقَ الزَّمَانُ وَوَجْهُ الْأَرْضِ عَنْ مَلِكٍ مِلْءُ الزَّمَانِ وَمِلْءُ السَّهْلِ وَالْجَبَلِ
فَنَحْنُ فِي جَذَلٍ وَالرُّومُ فِي وَجَلٍ وَالْبَرُّ فِي شُغُلٍ وَالْبَحْرُ فِي خَجَلٍ

۳- سیف الدولہ کی اور تعریف دیکھئے متنبی کس بلیغ انداز میں کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے: "ممدوح کی سلطنت وسیع ہے اور اُس کی نعمتیں عام ہیں۔ اُس کی اطاعت اور فرماں برداری ہر ایک پر واجب ہے اس لئے ہر وہ شخص جس کے ہاتھ ہے، جہاد میں اُس کی اعانت پر مجبور ہے۔ اور ہر وہ شخص جس کے مُنہ میں زبان ہے اُس کے احسانات کا شکریہ ادا کرنا اُس پر ضروری ہے۔ نہ کوئی ہاتھ موالات کرنے سے رُک سکتا ہے اور نہ کوئی زبان شکریہ ادا کرنے سے باز رہ سکتی ہے۔ اسی طرح چونکہ اس کی سلطنت بہت وسیع ہے اس لئے نہ کوئی منبر ایسا ہے جس پر اُس کے اسماء والقاب کا خطبہ نہ پڑھا جاتا ہو، نہ کوئی درہم و دینار ایسا ہے جس پر اُس کا نام نہ کھدا ہو"۔ شاعرانہ سحر بیانی دیکھئے:-

فَلَمْ يَخْلُ مِنْ نَصْرِهِ لَهُ مَنْ لَهُ يَدٌ وَلَمْ يَخْلُ مِنْ شُكْرِهِ لَهُ مَنْ لَهُ فَمٌ
وَلَمْ يَخْلُ مِنْ أَسْمَائِهِ عُودُ مِنْبَرٍ وَلَمْ يَخْلُ دِينَارٌ وَلَمْ يَخْلُ دِرْهَمٌ

۴- متنبی، عمر بن سلیمان کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے: "ممدوح کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ اُس کو کسی چیز سے تشبیہ دی جائے، اس لئے سخاوت میں اُس کی ہتھیلی کو موج دریا سے، بہادری میں اُس کو شیر سے اور اثر و نفوذ میں اُس کی رائے کو قاطع تلوار سے تشبیہ دینا صحیح نہیں ہے، وہ دریا سے زیادہ سخی، شیر سے زیادہ بہادر اور اُس کی رائے قاطع تلوار سے زیادہ اثر و نفوذ رکھنے والی ہے"۔ پھر کہتا ہے: "نہ ممدوح کے لگائے ہوئے زخم کا علاج کیا جا سکتا ہے نہ اُس کی گہرائی دیکھی جا سکتی ہے"۔ "نہ اُس کے تلوار کی دھار اُچٹتی ہے نہ وہ کند ہوتی ہے اور نہ اُس میں دندانے پڑتے ہیں"۔ بالکل الوکھا انداز بیان، وہ کہتا ہے:-

يَجِلُّ عَنِ التَّشْبِيهِ لَا الْكَفُّ لُجَّةٌ وَلَا هُوَ ضِرْغَامٌ وَلَا الرَّأْيُ مِخْذَمُ
وَلَا جُرْحُهُ يُوسَى وَلَا غَوْرُهُ يُرَى وَلَا حَدُّهُ يَنْبُو وَلَا يَتَثَلَّمُ

۵- متنبی جب مصر میں کافور اخشیدی کے سیاسی پنجہ میں پھنسا ہوا نظربندی کے دن گذار رہا تھا، ایک مرتبہ بخار میں مبتلا ہو گیا۔ صاحب فراش ہونے کی وجہ سے اور زیادہ ملول اور دل تنگ رہنے لگا اُس کا حال خود اُس کی زبانی سنئے، وہ کہتا ہے: "چونکہ میں وطن سے دُور ہوں اِس لئے میری عیادت

Marfat.com

کرنے والے کم ہیں۔ میرا دل وفورِ جذبات سے بیمار ہے۔ میری عظمت وفضیلت کے حاسد بہت ہیں، اور میری مراد (یعنی صوبہ کی گورنری) کا پورا ہونا دشوار ہے، پھر میں علیل الجسم بھی ہوں، اور ایسا کہ کھڑا ہونا ناممکن سا ہوگیا ہے، لیکن میں اپنی دُھن کا پکّا ہوں اس لئے اپنے حصولِ مقصد کے نشہ میں بغیر شراب پیئے بدمست ہو رہا ہوں۔" اُس کی مختصر آپ بیتی اُسی کی زبانی سُنیئے۔

قَلِيلٌ عَائِدِي سَقِمٌ فُؤَادِي كَثِيرٌ حَاسِدِي صَعْبٌ مَرَامِي
عَلِيلُ الْجِسْمِ مُمْتَنِعُ الْقِيَامِ شَدِيدُ السُّكْرِ مِنْ غَيْرِ الْمُدَامِ

۶۔ فاتکُ الکبیر المعروف بہ المجنون ایک شریف النفس، بلند حوصلہ، بہادر اور بہت ہی سخی آدمی تھا، یہ دراصل رومی النسل غلام تھا، جسے والیٔ مصر "اخشید" نے اُس کے آقا سے لیکر آزاد کر دیا تھا یہ اور کافور دونوں "اخشید" کے مقرب ترین خادم تھے۔ اخشید کے انتقال کے بعد چونکہ ابن الاخشید کا متولی "کافور" ہوگیا، اور ولی عہد شہزادہ کی طرف سے تخت حکومت پر قابض ہوگیا، اس لئے "فاتک" مصر سے چلا گیا اور اپنی جاگیر میں رہنے لگا۔ متنبی ۳۴۶ھ میں کافور کی اجازت سے اُس سے ملا۔ اور اُس کی خدمت میں ایک بہت زوردار قصیدہ پیش کیا۔ ۳۵۰ھ میں فاتک کا انتقال ہوگیا۔ متنبی نے مصر سے روانگی کے بعد اُس کے بڑے پُردرد مرثیئے کہے ہیں۔ ذیل کے اشعار میں بھی اُسی کا ذکر ہے۔ دیکھیئے کیسے بلیغ انداز میں اُس کے اوصاف اور محامد بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:" مصر میں بہت سے ایسے بادشاہ ہیں جو اُسی قدر مال و دولت کے مالک ہیں جتنے کا مالک فاتک تھا، لیکن اُن میں فاتک جیسی ہمت وشجاعت نہیں؛ اُس کا بخل اُن میں سے سب سے زیادہ سخی کی سخاوت سے زیادہ بہتر تھا۔ اِسی طرح اُس کی مذمت، اُن میں سے سب سے زیادہ قابل ستایش شخص کی تعریف سے زیادہ اچھی تھی؛ اس کی موت اُن کی زندگی سے زیادہ باعزت ہے اور اس کی مفلسی اُن کی دولت سے زیادہ مفید اور نفع بخش تھی۔" مطلب یہ ہے کہ اُس کی مذمت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بڑا فضول خرچ اور بڑا جری تھا، بلا وجہ اپنی جان خطرات میں ڈالتا رہتا تھا، لیکن یہ بات اُس کے دوسرے ہمعصروں کی کنجوسی اور بزدلی کے مقابلہ میں زیادہ قابل تعریف ہے، اِسی طرح گو اب وہ مرچکا ہے لیکن اپنی فیاضی اور نیک نامی کی وجہ سے اب بھی لوگ اُس کی زیادہ عزت کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس گو اُس کے پاس بہت زیادہ دولت نہ تھی، پھر بھی لوگوں کو

Marfat.com

اُس کی فیاضی سے زیادہ فائدہ پہنچا۔

متنبی کی شاعرانہ فسوں کاری اور معجزانہ جادو بیانی ملاحظہ ہو، اتنے بڑے وسیع مفہوم کو کتنے مختصر الفاظ اور اچھوتے انداز میں ادا کرتا ہے:۔

بِمِصْرَ مُلُوکٌ لَهُمْ مَالُهُ   وَلٰکِنَّهُمْ مَا لَهُمْ هِمَّةُ

فَأَجْوَدُ مِنْ جُودِهِمْ بُخْلُهُ   وَأَحْمَدُ مِنْ حَمْدِهِمْ ذَمُّهُ

وَأَشْرَفُ مِنْ عَيْشِهِمْ مَوْتُهُ

وَأَنْفَعُ مِنْ وَجْدِهِمْ عُدْمُهُ

۷۔ متنبی، اہل زمانہ کے ناکارہ ہونے کی مذمت کرتا ہے اور کہتا ہے:" میں اس زمانہ کے نااہل باشندوں کی مذمت کرتا ہوں، حالت یہ ہے کہ اُن میں کے زیادہ جاننے والے غبی ہیں اور زیادہ عقل رکھنے والے بے وقوف ہیں، اُن میں سے زیادہ عزت والے کُتے جیسے ذلیل ہیں، اور زیادہ بصیرت والے اندھے ہیں۔ اُن میں سے زیادہ بیدار رہنے والے چیتے جیسے بہت زیادہ سونے والے ہیں، اور زیادہ بہادر بندر جیسے ڈرپوک اور بُزدل ہیں۔" مطلب یہ ہے کہ اہل زمانہ کی حالت بہت خراب ہے۔ بظاہر جو بڑے عالم، عقلمند، باعزت، بیدار مغز اور بہادر سمجھے جاتے ہیں، درحقیقت وہ غبی، بے وقوف، ذلیل، اندھے، غافل اور بُزدل ہیں۔ حُسنِ تقسیم کی بہترین مثال وہ کہتا ہے:۔

أُذُمُّ إِلٰى هٰذَا الزَّمَانِ أُهَيْلَهُ   فَأَعْلَمُهُمْ فَدْمٌ وَأَحْزَمُهُمْ وَغْدٌ

وَأَكْرَمُهُمْ كَلْبٌ وَأَبْصَرُهُمْ عَمٍ   وَأَسْهَدُهُمْ فَهْدٌ وَأَشْجَعُهُمْ قِرْدُ

صنعتِ تقسیم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو ایک ہی حکم میں جمع کر دیا جائے، پھر تفصیل سے اُن کے مناسبات بیان کئے جاویں۔ مثلاً متنبی، سیف الدولہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ" ممدوح رُومیوں کو قتل اور اُن کے شہروں کو تاراج کرتے ہوئے شہر خرشنہ کی فصیلوں پر جاکر ٹھہر گیا جس سے اہل روم، اُن کے صلیبوں اور اُن کے گرجوں کی بدبختی آگئی، نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی بیویاں قید کر لی گئیں، بچے قتل کر دیئے گئے، مال و متاع لُوٹا گیا اور کھیتیاں جلادی گئیں۔" اُنظُر هُوَ قَالَ:۔

Marfat.com

حَتّٰى أَتَامَ عَلٰى أَرْبَاضِ خَرْشَنَةٍ   تَشْقَى بِهِ الرُّوْمُ وَالصُّلْبَانُ وَالْبِيَعُ
لِلسَّبْيِ مَا نَكَحُوْا وَالْقَتْلِ مَا وَلَدُوْا   وَالنَّهْبِ مَا جَمَعُوْا وَالنَّارِ مَا زَرَعُوْا

Marfat.com

زبان پر فرمانروائی

وَأبُو الطَّيِّبْ كَالْمَلِكِ الْجَبَّارِ، يَأخُذُ مَا حَوْلَه قَهْرًا وَعَنْوَةً
أوْ كَالشُّجَاعِ الْجَرِيِّ، يَهْجُمُ عَلَى مَا يُرِيْدُه لَايُبَالِي مَا لَقِيَ وَلَا حَيْثُ وَقَعَ

(العمدۃ ج ۱، ص ۱۱۲)

متنبی کو عربی زبان پر شاہانہ فرمانروائی حاصل تھی، وہ ایک خودسر، جابر بادشاہ کی طرح تھا جو اپنے گرد و پیش سے جو چاہتا ہے زبردستی چھین لیتا ہے' یا وہ ایک دلیر بہادر کی طرح تھا جو ہر اُس چیز پر ٹوٹ پڑتا ہے جس کا ارادہ کرلیتا ہے، بغیر یہ سوچے ہوئے کہ نتیجہ کیا ہوگا۔

وہ اپنے زمانہ میں ائمۂ لغت میں سے سمجھا جاتا تھا، اُس کو زبان و لغت پر اس قدر عبور تھا کہ وہ قواعد صرف و نحو کی کبھی نہیں پرواہ کرتا تھا۔ معترضین اُصول و قواعد مد نظر رکھتے تھے لیکن اُس کے پیش نظر ہمیشہ اہل زبان کے شواہد ہوتے تھے۔ ایک تو اس کا حافظہ بلا کا تھا' دوسری بات یہ ہے کہ وہ اعراب اور بادیہ نشین قبائل میں پل کر پروان چڑھا تھا، اُس نے عنفوانِ شباب اُنھیں کی صحبتوں اور مجالس میں گذارا تھا اس کو اُن کی زبان، محاورات اور الفاظ کی ہیئتِ ترکیبی پر پورا عُبور تھا۔

جس طرح دِلّی اور لکھنؤ کی اُردو ٹکسالی زبان ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے لب لہجہ اور ہیئتِ ترکیبی میں کہیں کہیں مختلف ہے۔ اُسی طرح اِن بدوی قبائل کی زبانیں[۱] باہم ایک دوسرے سے ضرور کچھ نہ کچھ مختلف تھیں متنبی بعض اوقات انھیں قبائل کی لغت پر اپنے کلام کی بنیاد رکھتا تھا، اگرچہ

---

[۱] زبان میں اِس قسم کا اختلاف خود قرآن حکیم میں بھی پایا جاتا ہے۔ مشہور قرّاء کی تعداد سات ہے، حدیث میں بھی ہے أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ۔ یعنی قرآن سات لغتوں پر نازل کیا گیا ہے۔ (اعظمی)

وہ علمائے صرف و نحو کے نزدیک پسندیدہ اور صحیح نہ ہو۔ دیکھیئے اُس کا شعر ہے :-

مَلِكٌ زُهِتْ بِمَكَانِهِ أَيَّامُهُ[1]
حَتَّى افْتَخَرْنَ بِهِ عَلَى الْأَيَّامِ

ایک اور شعر ملاحظہ ہو:-

خَاضَ الْحِمَامَ بِهِنَّ حَتَّى مَا دُرِي[2]
أَمِنَ احْتِقَارٍ ذَاكَ أَمْ نِسْيَانِ

پہلے شعر میں زُهِتْ کے بجائے زُهِيَتْ ہونا چاہیئے، اور دوسرے میں مَا دُرِي کی جگہ مَا دُرِيَ۔ لیکن بدوی ان الفاظ کو اسی طرح بولتے تھے جس طرح متنبی نے نظم کیا ہے۔

علاوہ ازیں متنبی کوفی تھا، وہ بصریین کے مقابلہ میں کوفیین کے مسلک کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایسے شاذ الفاظ اپنے اشعار میں کھپانے کی پوری جد و جہد کرتا تھا جن کو کوفیین جائز سمجھتے ہیں۔ اگرچہ بصریین کے نزدیک صحیح نہیں۔ دیکھیئے مندرجۂ ذیل مثالوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے

(۱) إِلَى وَاحِدِ الدُّنْيَا إِلَى ابْنِ مُحَمَّدٍ
شُجَاعَ الَّذِي لِلّٰهِ ثُمَّ لَهُ الْفَضْلُ

دیکھیئے اس شعر میں متنبی نے " شُجَاع " کی تنوین اڑا کر اسے غیر منصرف بنا دیا ہے، جو کوفیین کے نزدیک اعلام میں جائز ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے :" میں اپنی محبوبہ کے عشق جانگداز کی شکایت اُس یگانۂ روزگار "شجاع بن محمد سے کرتا ہوں جس کی فضیلت خدا کے بعد سب پر ثابت ہے۔"

(۲) أَحِدُّكَ مَا تَنْفَكُّ عَانٍ تَفُكُّهُ
عُمَ بْنَ سُلَيْمَانٍ وَمَالًا تُقَسِّمُ

اس میں عُمَ، عُمَر کا مُرَخَّم ہے اور کوفیین کے مسلک کے مطابق صحیح ہے۔ بصریین کسی سہ حرفی کلمہ میں ترخیم جائز نہیں سمجھتے۔ مطلب یہ ہے کہ " اے عمر بن سلیمان کیا تیری یہ کوشش ہے کہ وہ قیدی جس کو

---

[1] ممدوح ایسا بادشاہ ہے جس کی وجہ سے زمانہ کو فضیلت دی جاتی ہے حتی کہ یہ زمانہ دوسرے زمانوں پر فخر کرتا ہے۔ (اعظمی)

[2] ممدوح تلوار لے کر موت کے منہ میں اس طرح گھس گیا کہ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ موت کو حقیر سمجھتا ہے یا یہ کہ وہ یہ بات بھول گیا کہ کہیں وہ مارا نہ جائے۔ (اعظمی)۔

تو آزاد کرتا ہے، اور جس پر مال خرچ کرتا ہے، وہ ہمیشہ تیرے قیدِ احسان میں گرفتار رہیں۔

(۳) مَهْلاً أَلَا لِلّٰهِ مَا فَعَلَ الْقَنَا

فِي عَمْرِو حَابٍ وَضَبَّةَ الْأَغْنَامِ

عَمْرو حَابِ دراصل عَمْرِو بن حَابِس ہے۔ علماء البصریین کے نزدیک ترخیم بغیر حرفِ ندا کے جائز نہیں۔ مگر کوفیین یہ ضروری نہیں سمجھتے، اس لئے اُن کے مسلک پر ٹھیک ہے۔ مطلب یہ ہے "جو کچھ تیرے نیزوں نے عمرو بن حابس اور گنوار بنی ضبّہ پر غضب ڈھایا ہے، بس وہ کافی ہے، اب تو اُنھیں چھوڑ دے اور معاف کر دے"۔

متنبی کے محاسنِ شاعری میں ایک امتیازی بات یہ بھی ہے کہ ایسے الفاظ جو عام طور پر بزمیہ شاعری غزل، نسیب میں مستعمل ہوتے ہیں، وہ رزمیہ شاعری، حرب و ضرب، جدال و قتال میں ایسی خوبی سے استعمال کرتا ہے کہ اُس سے پہلے نہ کسی نے کیا اور نہ بعد میں کوئی کر سکا۔ متنبی کے شاعرانہ کمال اور ماہرانہ قدرتِ کلام کا یہ ایک عجیب و غریب معجزہ ہے۔ جس میں وہ متفرد ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:-

پہلی مثال:۔ متنبی "ابو الفوارس" "دِلّیر" کی مدح سرائی کرتے ہوئے دیکھئے "عشق"، "زیارت" اور "فدا" کے الفاظ جو عام طور پر غزل اور نسیب میں مستعمل ہوتے ہیں، کس خوبصورتی سے جنگ کے موقع پر استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے۔ ممدوح ایسا بہادر ہے کہ گویا لڑائی اُس پر عاشق ہے۔ جب وہ لڑائی میں آتا ہے تو وہ نذرانۂ محبت میں دشمن کے سوار و پیادے اُس پر قربان کر دیتی ہے۔ حسنِ زبان و بیان ملاحظہ ہو:-

شُجَاعٌ كَأَنَّ الْحَرْبَ عَاشِقَةٌ لَهُ

إِذَا زَارَهَا فَدَّتْهُ بِالْخَيْلِ وَالرَّجْلِ

دوسری مثال:۔ "شراب"، "شرابی"، "بدمست" اور شراب کے نشہ میں بدمست ہو کر لڑکھڑاتے ہوئے چلنا" یا اُس کے ہم معنی دوسرے مرادفات ایسے الفاظ ہیں جو تشبیب نگاری اور تغزل کے موقع پر مستعمل ہوتے ہیں لیکن دیکھئے متنبی سیف الدولہ کی بہادری کی تعریف کرتے ہوئے انھیں الفاظ کو کیسے ساحرانہ انداز میں جنگ و جدال کے موقع پر استعمال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ بہت سے جنگجو ایسے تھے جن کو اپنی کثرت کی وجہ سے زمین نظر نہیں آتی تھی، تو نے اُن کو قتل کر کے ایسی صفائی کر دی ہے، کہ

اُن کی زمین پر اب ایک آدمی بھی نظر نہیں آتا، تو نے دشمنوں کے خون کے دریا بہادئیے جس میں تیرا برق رفتار گھوڑا تیرتا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ جا بجا مُردوں کے ڈھیر ہونے کی وجہ سے تجھکو اس طرح لے کر لڑکھڑاتا ہوا چلا جیسے کوئی بدمست شرابی شراب کے نشہ میں مستانہ وار چلتا ہو۔ طرزِ ادا کا انوکھا پن دیکھئے:۔

كَمْ رِجَالٍ بِلاَ أَرْضٍ لِكَثْرَتِهِمْ تَرَكْتَ جَمْعَهُمْ أَرْضاً بِلاَ رَجُلِ
مَا زَالَ طِرْفُكَ يَجْرِي فِي دِمَائِهِمِ حَتَّى مَشَى بِكَ مَشْيَ الشَّارِبِ الثَّمِلِ

تیسری مثال:۔ دل کا اضطراب، اُس کا خوف زدہ ہونا، کسی محبوبہ کے رخساروں کا شرمندگی سے سُرخ ہوجانا، اس کا آنسو بہانا۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جو غزلوں میں مستعمل ہوتی ہیں۔ لیکن متنبی کی معجزانہ جادو بیانی دیکھئیے کہ وہ یہ سب کچھ لڑائی کی ہولناکی کے لئے کتنی خوبی سے استعمال کرتا ہے۔ وہ بدر بن عمار کی فوج کشی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:" ممدوح اپنے گھوڑوں سے ایسے وقت میں فوج کشی کرتا ہے جب داہنے اور بائیں دونوں طرف سے نیزہ بازی ہورہی ہو، اور زمین اس طرح ہل رہی ہو کہ گویا اُس کے دل میں خوف ہے، اور روئے زمین خونِ اعداء سے اس طرح رنگ دی گئی ہو جس طرح شرم و حیا کسی محبوبہ کے رخساروں کو رنگ دیتی ہے۔ اور گھوڑوں کی کھالیں پسینہ بہاتے ہوئے گویا ایسے آنسوؤں سے رو رہی ہوں جو آنکھوں سے نہیں بہے ہیں"۔

وَالطَّعْنُ شَزْرٌ وَالأَرْضُ وَاجِفَةٌ كَأَنَّمَا فِي فُؤَادِهَا وَهَلُ
قَدْ صَبَغَتْ خَدَّهَا الدِّمَاءُ كَمَا يَصْبُغُ خَدَّ الخَرِيدَةِ الخَجَلُ
وَالخَيْلُ تَبْكِي جُلُودُهَا عَرَقاً
بِأَدْمُعٍ مَا تَسُحُّهَا مُقَلُ

چوتھی مثال، کون نہیں جانتا کہ گل و بلبل، ریحان و شقائق، بزمیہ شاعری کے الفاظ ہیں جو عام طور پر غزلوں میں مستعمل ہوتے ہیں۔ دیکھئیے متنبی انھیں قتل و خوں ریزی کے موقع پر کس صفائی سے استعمال کرتا ہے۔ وہ سیف الدولہ کے جنگی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:
"ممدوح نے دشمنوں کو اس قدر کثرت سے قتل کیا ہے کہ اُن کا خون حوض میں جمع ہوگیا ہے، جس سے اُس کے گھوڑے پانی پیتے ہیں۔ اب اُن کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ وہ اُنھیں حوضوں سے

Marfat.com

پانی پیتے ہیں جن کے پانی میں خون اس طرح ملا ہوا ہے جیسے لالہ زار کے اُوپر ریحان ہو یعنی پانی کے نیچے خون کی سُرخی ایسی معلوم ہوتی ہو جیسے ریحان کے نیچے لالہ زار کی سُرخی جھلکتی ہے۔" جدّت طرازی کی کوئی حد نہیں :-

وَلَا تَرِدُ الْغُدْرَانَ اِلَّا دِمَاؤُهَا

مِنَ الدَّمِ كَالرَّيْحَانِ فَوْقَ الشَّقَائِقِ

پانچویں مثال:۔ متنبی، ابنُ العمید کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے:" میری اُونٹنی دُور دراز اور دشوار گذار راستوں کا سفر کرتے ہوئے تیرے پاس اس حال میں پہنچی کہ اُس کے پاؤں کے تلوے خون میں لت پت ہو چکے تھے، گویا اُس کے پاؤں میں سرخ عقیق کی جوتیاں پہنا دی گئی تھیں"۔ وہ کہتا ہے :

فَأَتَتْكَ دَامِيَةَ الْأَظَلِّ كَأَنَّمَا

حُذِيَتْ قَوَائِمُهَا الْعَقِيقَ الْأَحْمَرَا

چھٹی مثال:۔ متنبی، سیف الدولہ کی بہادری کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:" ممدوح نے رومیوں کو اس قدر کثرت سے قتل کیا ہے کہ اُن کا گاڑھا گاڑھا خون درختوں کے پتوں پر بہہ کر جم گیا ہے جو دُور سے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے ٹہنیوں میں لٹکے ہوئے نارنج"۔ معجزانہ سحر بیانی دیکھیے

وَجَرَى عَلَى الْوَرَقِ النَّجِيعُ الْقَانِي

فَكَأَنَّهُ النَّارَنْجُ فِي الْأَغْصَانِ

ساتویں مثال:۔ متنبی، عضد الدولہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے:" ممدوح نے ملک سے تمام سرکشوں کا صفایا کر دیا ہے اور اُن کو قتل کر کے ملک میں ایسا امن و امان قائم کر دیا ہے کہ اگر عاشقوں کے دل ملک میں بکھیر دیئے جائیں تو ان کو حسینانِ نازک اندام کی خوبصورت نگاہوں کا کچھ خوف نہ ہو گا"۔ یعنی ملک سے ہر قسم کے فتنے اور بدنظمیاں دور ہو چکی ہیں حتّٰی کہ کوئی جادو نگاہ معشوقہ بھی کسی وارفتہ حال عاشق کے خلاف کوئی فتنہ برپا نہیں کر سکتی۔ دیکھیے کتنا بلند شعر ہے :-

فَلَوْ طُرِحَتْ قُلُوْبُ الْعِشْقِ فِيْهَا

لَمَا خَافَتْ مِنَ الْحَدَقِ الْحِسَانِ

Marfat.com

اِن مثالوں سے متنبی کا شاعرانہ کمال اور زبان و بیان پر اُس کی شاہانہ قدرت روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ لیکن افراط و تفریط ہر چیز میں بُری ہوتی ہے۔ علامہ ثعالبی نے لکھا ہے کہ متنبی الفاظ کے استعمال میں حد درجہ لاپرواہ واقع ہوا تھا۔ وہ اپنے اشعار میں کبھی کبھی صوفیائے کرام کے ایسے پیچیدہ الفاظ نظم کر جاتا تھا جن کے بہت سے معانی پہنائے جا سکتے ہیں:

۱۔ متنبی، سیف الدولہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے "ہم وہ ہیں کہ زمانہ نے اپنی خودغرضی کی وجہ سے تیرے معاملہ میں بخل سے کام لیا اور ہم سے خیانت کی، اُس نے ہم سے جُدا رکھکر تجھ کو اپنا بنا لیا" وہ کہتا ہے:۔

نَحْنُ مَنْ ضَايَقَ الزَّمَانُ لَهُ فِيْـ
ـكَ وَخَانَتْهُ قُرْبَكَ الْأَيَّامُ

۲۔ طالب علمی کے دور کا ایک شعر سُنیئے، وہ کہتا ہے "ممدوح کا دیدار میرے لئے اتنا باعثِ عظمت تھا کہ مجھے اس میں شبہ ہونے لگا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں سچ مچ دیکھ رہا ہوں یا نہیں؟ اس طرح میرا یقین وہم سے بدل گیا"

كَبُرَ الْعَيَانُ عَلَيَّ حَتَّى إِنَّهُ
صَارَ الْيَقِيْنُ مِنَ الْعَيَانِ تَوَهُّمَا

۳۔ صوفیانہ رنگ میں ڈوبا ہوا ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔ متنبی، ابوالمسک کافور اخشیدی کی تعریف میں کہتا ہے "تو ہی میری دنیا ہے جو مجھے بہت پیاری ہے میں تجھ سے بھاگ کر کہاں جا سکتا ہوں، تیری حدودِ سلطنت اتنی وسیع ہے کہ جہاں بھی جاؤں لوٹ کر تیرے ہی پاس پہونچتا ہے" وہ کہتا ہے:۔

وَأَنْتَ الدُّنْيَا إِلَيَّ حَبِيْبَةٌ
فَمَا عَنْكَ لِيْ إِلَّا إِلَيْكَ ذَهَابُ

یہ اشعار ایسے ہیں کہ صوفیائے کرام اگر ان کو اپنی عبارتوں میں استعمال کریں تو لوگ برسوں اُس کے نئے نئے معنے پہناتے رہیں، اور حقیقت و مجاز کی بھول بھلیّوں میں پڑکر گُم ہوتے رہیں۔

خودداری اور عزتِ نفس | متنبی کے کمالاتِ شاعری میں ایک امتیازی بات یہ بھی ہے کہ وہ امراء اور بادشاہوں کی مدح سرائی کرتے وقت اپنی عزتِ نفس کا بہت پاس و لحاظ رکھتا تھا، اور اسی

انداز میں مدح سرائی کرتا تھا جیسے ایک دوست دوسرے دوست کی تعریف کرتا ہے۔ خوشامدی شعراء اور مداحوں کی طرح اپنی پوزیشن اُن کی نظروں میں گرنے نہیں دیتا تھا۔ بلکہ بڑی آن بان سے اُن پر یہ بات ظاہر کر دیتا تھا کہ قلمرو شاعری کا وہ بھی ایک "بے تاج بادشاہ" ہے، اور یہ کہ وہ ممدوح کی تعریف کر کے اُس پر بڑا احسان کر رہا ہے۔

شعر و شاعری کی دنیا میں یہ ایک نئی صنعت ہے، جس میں متنبی منفرد ہے، کوئی اُس کا شریک و سہیم نہیں درحقیقت وہ بڑا متبحر اور قادر الکلام شاعر تھا۔ الفاظ و معانی سے جس طرح چاہتا کھیلتا تھا۔ پھر وہ اپنی حیثیت عام مدح گو شعراء سے ہمیشہ بلند رکھنا چاہتا تھا۔ اور آن بان میں اُمراء و ملوک سے ٹکر لیتا رہتا تھا۔ اس صنف کی شاعری کے چند نمونے درج ذیل ہیں:-

۱۔ متنبی، کافور اخشیدی کی مدح کرتا ہے، مگر دیکھئے کس تیور سے۔ وہ کہتا ہے "میں تیری دوستی پر کوئی رشوت نہیں چاہتا ہوں اس لئے کہ وہ محبت بہت کمزور ہوتی ہے جس پر بدلہ حاصل کرنے کی خواہش کی جاوے"
پھر کہتا ہے کہ "میں تجھ سے کرم و مہربانی کا خواہشمند صرف اس لئے ہوں تاکہ میں تیرے معاملہ میں ملامت کرنے والوں کو یہ بتا سکوں کہ میں تجھ سے محبت کرنے میں حق بجانب ہوں" اور اُن لوگوں کو بتا سکوں جو اس معاملہ میں میرے مخالف تھے۔ (حتیٰ کہ میں نے اگر مغرب کی طرف رُخ کیا تو وہ مشرق کی طرف چل پڑے) کہ میں کامیاب ہو گیا اور وہ ناکام و نامراد رہے۔"

وَمَا أَنَا بِالْبَاغِي عَلَى الْحُبِّ رِشْوَةً ضَعِيفٌ هَوًى يُبْغَى عَلَيْهِ ثَوَابُ
وَمَا شِئْتُ إِلَّا أَنْ أَدُلَّ عَوَاذِلِي عَلَى أَنَّ رَأْيِي فِي هَوَاكَ صَوَابُ
وَأُعْلِمَ قَوْمًا خَالَفُونِي فَشَرَّقُوا
وَغَرَّبْتُ أَنِّي قَدْ ظَفِرْتُ وَخَابُوا

۲۔ متنبی ابن العمید کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "زمانے نے ہمیں ایک دوسرے سے ملنے کا موقع دے کر ہم پر بڑی مہربانی کی، لیکن جب ہم نے اُس کی تعریف کی تو اُس نے ہم کو تعریف پر قائم نہ رکھا، یعنی ہمیں جُدا کر دیا، اور اس طرح دو مشتاق دل ایک دوسرے سے زیادہ عرصہ تک لُطف اندوز نہ ہو سکے۔" پھر کہتا ہے "اگر مجھے کوچ ہی کرنا پڑے تو ایک دل مجھے اپنے پاس سے بخشدے اس لئے کہ میں اپنے دل کو اس شخص کے پاس چھوڑے جاتا ہوں جس کی بخششیں سر سے پیر تک

Marfat.com

مجھے گھیرے ہوئے ہیں" یعنی ہم دونوں ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں گو ہم بظاہر جدا ہو رہے ہیں مگر ہمارے دل میں ایک دوسرے کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی۔"

تَفَضَّلَتِ الْأَيَّامُ بِالْجَمْعِ بَيْنَنَا ۔۔۔ فَلَمَّا حَمِدْنَا لَمْ تُدِمْنَا عَلَى الْحَمْدِ

نَجُدُّ لِيْ بِقَلْبٍ إِنْ رَحَلْتُ فَإِنَّنِيْ ۔۔۔ مُخَلِّفُ قَلْبِيْ عِنْدَ مَنْ فَضْلُهُ عِنْدِيْ

۳۔ متنبی اُس موقع پر جب سیف الدولہ اُس سے ناراض ہو گیا تھا، بڑی بے باکی سے دُو بہ دُو اُس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: "مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اُس محبت کو چھپاتا ہوں جس نے میرے جسم کو گھلا کر لاغر کر دیا ہے، حالانکہ اُس کی محبت کے جھوٹے دعویدار بہت ہیں؛ اگر اُس کے رُخِ تاباں کی محبت میں ہم سب شریک ہیں تو کاش ہم میں سے ہر ایک کو جس قدر محبت ہے اُسی اعتبار سے ہم اس کی بخششوں سے سرفراز ہوتے۔" پھر آگے چل کر کہتا ہے کہ "اے دنیا کے سب سے بہتر انصاف کرنے والے، سوائے میرے معاملے کے جس میں تو انصاف سے کام نہیں لیتا، تیرے ہی بارے میں جھگڑا ہے اور تجھ ہی سے جھگڑا ہے، تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے میں تیری حقیقت شناس نظروں کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تو صاحب ورم کو فربہ اور چربی والا سمجھے، یعنی کھوٹے کو کھرا اور گھٹیا شاعروں کو مجھ جیسا بلند رتبہ شاعر سمجھے۔ اگر ایسا ہوا تو میرے ساتھ بڑی ناانصافی ہوگی۔" دیکھیے وہ کہتا ہے:۔

مَا لِيْ أُكَتِّمُ حُبًّا قَدْ بَرَى جَسَدِيْ ۔۔۔ وَتَدَّعِيْ حُبَّ سَيْفِ الدَّوْلَةِ الْأُمَمُ

إِنْ كَانَ يَجْمَعُنَا حُبٌّ لِغُرَّتِهِ ۔۔۔ فَلَيْتَ أَنَّا بِقَدْرِ الْحُبِّ نَقْتَسِمُ

يَا أَعْدَلَ النَّاسِ إِلَّا فِيْ مُعَامَلَتِيْ ۔۔۔ فِيْكَ الْخِصَامُ وَأَنْتَ الْخَصْمُ وَالْحَكَمُ

أُعِيْذُهَا نَظَرَاتٍ مِنْكَ صَادِقَةً

أَنْ تَحْسَبَ الشَّحْمَ فِيْمَنْ شَحْمُهُ وَرَمُ

۴۔ متنبی، کافور کو مخاطب کر کے اپنے آخری قصیدہ میں، جس کے بعد وہ اس سے نہیں ملا، کہتا ہے "اگر مجھے تیری محبت حاصل ہو جائے تو مال کی کوئی حقیقت نہیں، مٹی پر جو کچھ ہے وہ مٹی ہی میں مل جائیگا۔" حُسنِ زبان و بیان ملاحظہ ہو۔ وہ کہتا ہے:۔

وَإِذَا نِلْتُ مِنْكَ الْوُدَّ فَالْمَالُ هَيِّنٌ

وَكُلُّ الَّذِيْ فَوْقَ التُّرَابِ، تُرَابُ

Marfat.com

۵- متنبی اپنی زندگی کے آخری قصیدہ میں عضد الدولہ کو مخاطب کرکے کہتا ہے: "میں تجھ سے رخصت ہوتا ہوں. جبکہ تو نے میرے دل پر اپنی محبت کی مہر لگادی ہے تاکہ اُس میں کوئی دوسرا جاگزیں نہ ہوجائے. میرے امکان میں ہوتا تو میں اپنی آنکھیں بند کرلیتا تاکہ اُس سے کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکوں، یہاں تک کہ واپس آکر پھر تیرا شرفِ دیدار حاصل کروں." دیکھیے کیسا پیارا انداز بیان ہے وہ کہتا ہے:-

أَرُوحُ وَقَدْ خَتَمْتَ عَلَى فُؤَادِي　　بِحُبِّكَ أَنْ يَحِلَّ بِهِ سِوَاكَا
فَلَوْ أَنِّي اسْتَطَعْتُ خَفَضْتُ طَرْفِي　　فَلَمْ أُبْصِرْ بِهِ حَتَّى أَرَاكَا

Marfat.com

فارسی ادب پر اثر

متنبی کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اب بھی لکھا جا رہا ہے، اور شاید آئندہ بھی لکھا جائے اُس کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ اس قدر تحقیق و تنقید کے بعد بھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اُس کی شاعری کے نئے نئے پہلو روز بروز سامنے آتے رہتے ہیں، اور اس کی روشنی میں متنبی کے شاعرانہ کمال کے بہت سے بُت بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں، مگر موضوع اب بھی فرسودہ نہیں، اس میں ایک ابدی تازگی ہے اور ایک ترشے ہوئے ہیرے کی طرح اُس میں سیکڑوں پہلو ہیں۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ متنبی کا ساحرانہ کلام خود اُس کی زندگی میں مقبولِ خاص و عام ہو چکا تھا اُس کے معجز نما نغمات سے نہ صرف فضائیں گنگنانے لگیں بلکہ صحرا اور وادیاں گونج اُٹھیں؛ اُس کا دیوان عرب و عجم میں یکساں لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ تمام اساتذہ اور سخن فہم اُس کی طبّاعی، پُرگوئی اور جدّت طرازی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر چکے تھے۔ اُس کے کلام سے عربی شعراء کے اخذ و استنباط کا ذکر پہلے ہو چکا۔ شعراء فارسی بھی اُس کی صناعی اور خلاقیِ معانی، دقتِ نظر اور فکر کی گہرائی سے استفادہ کرنے میں شعراء عرب سے پیچھے نہیں رہے۔

اِس بحث کا یہ موقع نہیں کہ "فارسی شاعری" ابتدا میں "عربی شاعری" سے کس حد تک متاثر تھی؟ ایرانی علماء معترف ہیں کہ شاعری میں اہلِ عرب اُن کے اُستاد تھے۔ خود اُن کی شاعری گواہ ہے کہ اُس نے عربی شاعری کی اُنگلی پکڑ کر چلنا سیکھا ہے، دیکھیئے انوری کہتا ہے:-

شاعری دانی کدامی قوم کردند آنکہ بود   اوّلِ شاں امرأالقیس آخرِ شاں بو فراس

Marfat.com

عربی زبان میں بے انتہا وسعت ہے، وہ دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں سے ہے، وہ آج بھی تقریباً پانچ کروڑ اشخاص کی روزمرہ ضروریات کی زبان ہے۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ عربی زبان خود اپنی موجودہ حالت میں کب آئی لیکن شعرائے جاہلیت کے کلام سے اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم سے کم از کم ایک صدی قبل یہ زبان درجۂ کمال کو پہونچ چکی تھی، پھر قرآنِ حکیم کی اشاعت نے اس زبان کو ساری دنیا میں پھیلا دیا جس میں اُس زمانہ سے اس وقت تک بہت کم تبدیلی ہوئی ہے۔

عربوں کے عروج کے بعد یہ زبان کئی صدی تک ساری مہذب دنیا میں علم و شائستگی اور ترقی پذیر افکار کا ذریعہ بنی رہی۔ نویں اور بارھویں صدی عیسوی کے درمیان فلسفہ، طب، تاریخ، ہیئت اور جغرافیہ پر جتنی کتابیں عربی میں لکھی گئیں۔ دنیا کی کسی زبان میں نہیں لکھی گئیں۔ مغربی یورپ کی السنہ میں صدہا الفاظ عربی سے مستعار لئے گئے جو اس کے گہرے اثرات کی گواہی دیتے ہیں۔ اسلامی مفتوحہ ممالک میں یہ زبان اس درجہ مقبول ہوئی کہ اُس نے یہاں کی قدیم زبانوں کی جگہ لے لی مسلمان جہاں جہاں گئے وہاں اس زبان نے اپنے قدم جما لئے۔ اسلام سے پہلے مصر میں قبطی، شام میں سُریانی، یُونان میں یونانی اور حبش و مغربی افریقہ میں بربری زبانیں بولی جاتی تھیں، اسلام کے ساتھ ہی ان تمام ملکوں کی زبانیں عربی ہو گئیں۔ ایران و ہندوستان سخت جان تھے، جہاں ملک کی اصلی زبان قائم رہی، لیکن یہاں بھی اُن کی زبان میں عربی الفاظ اس کثرت سے داخل ہو گئے کہ اُن کی آمیزش کے بغیر فارسی یا اُردو لکھنا پڑھنا دشوار ہو گیا۔ گو فارسی زبان کی اب تجدید ہو چکی ہے، لیکن ایرانی علوم و مذہب کی کتابیں عربی ہی میں لکھی گئیں، جو اس وقت تک وہاں رائج ہیں۔

ایران میں عربوں کی فتوحات کے بعد عربی زبان نے دو سو سال کی مدت میں ایسا رواج پایا کہ تاریخ عالم میں اُس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے۔ اس زبان نے ایرانیوں پر اتنا گہرا پائیدار اثر ڈالا کہ اُنھوں نے بالکل ہی اس کو اپنا لیا۔ اس کو سیکھ کر اُنھوں نے اسی زبان میں قواعد و لغت، تاریخ و سوانح، فقہ، حدیث اور دینیات کی دوسری کتابیں لکھیں، شروع شروع اسی زبان میں اُنھوں نے شعر و شاعری کی اور مراسلت و مکاتبت میں بڑا نام پیدا کیا۔

ایرانی نژاد شعراء و ادباء میں بشّار بن بُرد، ابو نُواس، عبداللہ بن المقفع اور الصّاحب بن عبّاد عربی زبان کے ایسے جادو بیان شاعر اور مایۂ ناز ادیب ہیں، جن کی مثال سرزمین عرب بھی خال ہی خال

پیش کر سکتی ہے، ائمۂ دین میں امام ابوحنیفہ، امام بخاری، امام مسلم اور ائمۂ زبان وادب میں ابوالفرج اصفہانی اور سیبویہ نحوی ایرانی النسل علماء تھے جنھوں نے عمر بھر عربی زبان کے مقابلہ میں کبھی فارسی کی طرف توجہ نہیں کی۔ ان کے علاوہ بوعلی سینا، غزالی، رازی، طوسی، اور جوہری وغیرہ بڑے بڑے ممتاز علماء و فضلاء اسی سرزمین سے اُٹھے اور دنیا کو اپنے علم و فضل سے بہرہ ور کر گئے۔

فارسی سے دلچسپی رکھنے والے ایرانی شعراء بھی شروع شروع میں عربی اشعار سامنے رکھکر شعر کہتے تھے، بلکہ اُس کا ترجمہ کر لیتے تھے۔ آج بہت سے قطعات، فرد بلکہ قصیدے ایسے موجود ہیں، جن کو عام طور پر لوگ ایرانی شاعری کا سرمایہ سمجھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ عربی اشعار کے ترجمے ہیں۔

شعراء عرب اکثر قصائد میں ممدوح کے فضائل و محامد، فتوحات اور ملکی معرکے نظم کرتے تھے متنبی کے اکثر قصائد اسی قسم کے ہیں۔ فارسی میں اگرچہ متاخرین نے یہ طریقہ ترک کر دیا، لیکن متقدمین، جن پر عربی شاعری کا رنگ غالب تھا اکثر قصیدوں میں، بادشاہ کی فتوحات، سیر و تفریح، شیر مارنے اور شکار وغیرہ کھیلنے کا ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ عنصری، عسجدی، اور فرخی وغیرہ کے متعدد قصائد اس کا بین ثبوت ہیں۔

عربی قصائد کی تمہید میں شعراء اکثر ممدوح یا محبوب سے ملنے کے لئے دور و دراز مقامات کے سفر کے حالات لکھتے تھے، دشوار گذار راستے، پہاڑوں کے نشیب و فراز، گھوڑوں اور اونٹوں کی جفاکشی اور تیز رفتاری کے طویل قصّے بیان کرتے تھے۔ فارسی میں بھی قدیم شعراء کا یہ خاص انداز تھا، جو آخر میں متروک ہو گیا۔ منوچہری دامغانی اور عمق بخارائی نے کئی قصیدے اسی طرز پر لکھے ہیں اور نہایت خوبی سے واقعات کو بیان کیا ہے۔

شعراء فارسی نے، شعراء عرب میں سے کس کس کے کلام سے کہاں کہاں اور کیا کیا اخذ و استنباط کیا ہے۔ ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔ یہاں ذکر صرف متنبی کے کلام سے استفادہ کرنے والے فارسی شعراء کا ہے جس میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔

متقدمین شعراء فارسی میں سے عنصری بلخی، منوچہری دامغانی، فخرالدین گرگانی، حکیم قطران تبریزی، اسدی طوسی، امیر معزی، صابر ترمذی، انوری خاورانی، جمال الدین اصفہانی، حکیم ظہیرالدین فاریابی، اور شیخ سعدی شیرازی وغیرہ پانچویں، چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے مشہور اساتذہ ہیں جنھوں نے کثرت سے متنبی کے کلام سے اخذ و استنباط کیا ہے۔

Marfat.com

ان جلیل القدر شعراء میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اپنے مرتبہ اور عظمت کے اعتبار سے جس قدر بلند ہیں، اُسی قدر اُنھوں نے متنبی کی معجز نما شاعری سے زیادہ خوشہ چینی کی ہے۔ اب چند مثالیں بطور نمونہ از خروارے پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ متنبی نے اس مفہوم کو کہ اصل کو فرع پر اور کُل کو جزو پر اگرچہ برتری حاصل ہے لیکن بعض صورتوں میں فرع کو اصل پر اور جز کو کُل پر ترجیح اور فضیلت ہوتی ہے" کئی طرح سے اپنے ساحرانہ اندازِ بیان میں پیش کیا ہے۔ جس کو عربی اور فارسی کے بہت سے شعراء نے اپنے اپنے انداز میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر کوئی بھی وہ بات پیدا نہ کر سکا جو متنبی کی جادو بیانی میں پائی جاتی ہے۔

درجِ ذیل شعر میں متنبی کہتا ہے: "اے ممدوح اگرچہ تو بھی دوسروں کی طرح ایک انسان ہے لیکن اوروں سے افضل ہے جس طرح نافۂ مشک اگرچہ غزال ہی کا ایک حصہ ہے، مگر اس سے کہیں زیادہ قیمتی اور افضل ہے"۔

فَإِنْ تَفُقِ الْأَنَامَ وَأَنْتَ مِنْهُمْ
فَإِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

فارسی کا مشہور شاعر عنصری بلخی" اس مضمون کو اس طرح ادا کرتا ہے، وہ کہتا ہے:-

تو اے بادشاہ از جنس مردمانی
بود یاقوت نیز از جنس احجار

فارسی کا ایک دوسرا مشہور شاعر "حکیم قطران تبریزی" اسی مفہوم کو اس طرح بیان کرتا ہے:-

جہاں عزیز ہم از تست گرچہ زوئی تو
صدف عزیز بدُرّ است گرچہ زوست دُرر

۲۔ اِسی مفہوم کو متنبی ایک دوسرے شعر میں فکر کی صناعی سے ایک نئے پیکرِ خیالی میں پیش کرتا ہے

۵ اس موضوع پر ڈاکٹر حسین علی محفوظ نے اپنی کتاب "المتنبی وسعدی" میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے جس سے مجھے اس مقالہ کی ترتیب میں بڑی مدد ملی۔ من شاء فلیرجع الیہ۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

وہ کہتا ہے: "گو میں اُن ہی لوگوں میں رہتا ہوں لیکن میں اُن میں سے نہیں ہوں بلکہ اُن سے کہیں زیادہ شرف و فضیلت والا ہوں جس طرح سونا اگرچہ مٹی ہی میں پیدا ہوتا ہے، مگر مٹی نہیں ہوتا۔ جادو بیانی دیکھئے!۔

وَمَا أَنَا مِنْهُمْ بِالْعَيْشِ فِيهِمْ
وَلٰكِنْ مَعْدَنُ الذَّهَبِ الرَّغَامُ

اِس مفہوم کو فارسی کا قادر الکلام اور مایۂ ناز شاعر "انوری" اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرتا ہے:-

خود خراب آبادِ گیتی نیست جائے تو ولے
گنجہا نہ نہند ہرگز جز کہ در جائے خراب

۳۔ متنبی کا بہت ہی پیارا شعر ہے:۔

لَوْ كَانَ سُكْنَايَ فِيهِ مَنْقَصَةٌ
لَمْ يَكُنِ الدُّرُّ سَاكِنَ الصَّدَفِ

متنبی، جیل سے اپنے دوست "اَبُو دُلَف" کے ہدیہ کے جواب میں کہتا ہے کہ اب میں قید و بند کی زندگی گذارنے کا خوگر ہو گیا ہوں یہاں مجھ پر جو کچھ بھی مصائب و شدائد گزریں مجھے اس کی پرواہ نہیں، میں اب مرنے کے لئے تیار ہوں، جس طرح بھوکا شیر مردار بھی کھانے پر تیار ہو جاتا ہے، اُسی طرح میں نے بھی مجبوراً تمہارا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ پھر بڑے بلیغ انداز میں کہتا ہے: "اگر میرا جیل میں رہنا کوئی عیب کی بات ہوتی تو موتی سیپی میں کبھی نہیں رہتا۔"

یہ شعر ایسا زبان زدِ خلائق ہوا کہ کہاوت بن گیا، بلکہ اُس کا ترجمہ "ہمچو لُؤلُؤ کہ در صدف باشد" بھی مَثَل کے طور پر مستعمل ہونے لگا۔ اِس مفہوم کو "امیر مغزی" اِس طرح بیان کرتا ہے:۔

تو اندر جہانے و بیش از جہاں
چناں کز صدف بیش باشد گہر

اِسی مفہوم کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اِن الفاظ میں ادا کرتے ہیں:۔

در چشمت از حقیر بود صورتِ فقیر
کوتہ نظر مباش کہ در سنگ گوہر است

Marfat.com

۴۔ مشہور ہے: "ہر کمالے را زوال"۔ ہر چیز جب اپنے انتہائی نقطۂ عروج پر پہنچ جاتی ہے تو اُس میں زوال شروع ہو جاتا ہے۔ دیکھئے، متنبی بھی یہی بات کہتا ہے: "جب میری جوانی انتہا کو پہنچ گئی تو اب عمر جتنی زیادہ ہوتی جائے گی اُتنی ہی گھٹتی جائے گی"۔ انداز بیان حکیمانہ ہے:-

مَتَی مَا ازْدَدْتُّ مِنْ بَعْدِ التَّنَاهِی

فَقَدْ وَقَعَ انْتِقَاصِیْ فِی ازْدِیَادِیْ

اِس مفہوم کو شیخ سعدی نے بڑے پیارے انداز میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:-

منتہائے کمال نقصان ست

گل بریزد بوقت سیرابی

۵۔ متنبی کا ایک اور فلسفیانہ شعر ہے، جس میں وہ کہتا ہے: "دنیا جو کچھ دیتی ہے ہمیشہ اُسے واپس لینا چاہتی ہے کاش وہ کچھ نہ دیتی تاکہ بعد میں اُس عطیہ کے چھن جانے کا غم نہ ہوتا"

أَبَدًا تَسْتَرِدُّ مَا تَهَبُ الدُّنْيَا

فَيَالَيْتَ جُودَهَا كَانَ بُخْلًا

فارسی کا مشہور شاعر "منوچہری دامغانی" متنبی کے مذکورۂ بالا دونوں شعروں کو سامنے رکھ کر ایک نئی بات کہتا ہے جو کہ درحقیقت اِنہی دونوں شعروں کا نتیجۂ فکر ہے۔ وہ کہتا ہے:-

نہ ہر چہ یافت کمال از بیش بود نقصان

نہ ہر چہ داد، ستد باز چرخ مینائی

۶۔ متنبی کا شعر ہے:-

ذُكِرَ الْأَنَامُ لَنَا فَكَانَ قَصِيدَةً

كُنْتَ الْبَدِيعُ الْفَرْدُ مِنْ أَبْيَاتِهَا

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کا تیرے ساتھ جب ہمارے سامنے ذکر کیا گیا تو اوروں میں تو ایسا یکتائے روزگار معلوم ہو رہا تھا جیسے "بیت الغزل" پورے قصیدہ میں نادر اور بہترین ہوتا ہے۔"

Marfat.com

منوچہری اِس مضمون کو لے اُڑا۔ وہ اس کو اِن الفاظ میں ادا کرتا ہے :-

بزرگواراں ہمچو قلادۂ خر زند

تو ہمچو یاقوت اندر میانۂ خرزی

۷۔ اِسی طرح دیکھئے عنصری بلخی کا شعر ہے :-

گر بحرب اندر بود لشکر پناہ خسرواں

چونکہ روزِ حرب باشد تو پناہِ لشکری

یہ شعر دراصل متنبی کے درج ذیل شعر کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے :-

بِالْجَيْشِ تَمْتَنِعُ السَّادَاتُ كُلُّهُمُ

وَالْجَيْشُ بِابْنِ أَبِي الْهَيْجَاءِ يَمْتَنِعُ

یعنی "سردار ہمیشہ فوج اور لشکر کی اعانت سے محفوظ رہتے ہیں، مگر ابوالہیجار کے بیٹے، سیف الدولہ کی وجہ سے خود لشکر محفوظ اور مامون رہتا ہے۔"

۸۔ متنبی کا مشہور شعر ہے :-

فَالْخَيْلُ وَاللَّيْلُ وَالْبَيْدَاءُ تَعْرِفُنِي

وَالْحَرْبُ وَالضَّرْبُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

یعنی "گھوڑے، رات اور دشت و صحرا مجھے خوب پہچانتے ہیں، اِسی طرح جنگ و جدل، شمشیر زنی اور قلم و کاغذ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ یعنی میں صاحبِ سیف و قلم ہوں۔"

اِس مضمون کو امیر ابوالحسن علی ابن الیاس آغاجی اس طرح سے ادا کرتا ہے، جو درحقیقت متنبی کے مذکورۂ بالا شعر سے ماخوذ ہے، وہ کہتا ہے :-

اے آنکہ نداری خبرے از ہنر من — خواہی کہ بدانی کہ بیم نعمت پروردِ

اسپ آرد کمند آر، کتاب آر و کماں آر — شعر و قلم و بربط و شطرنج و مَی و نرد

۹۔ متنبی مفارقتِ احباب کی الم انگیزی اور اُس کی شدّت بیان کرتا ہے کہ" احباب کی جُدائی ہمیں مارے ڈالتی ہے، اگر یہ غم نہ ہوتا تو موت کی کیا مجال تھی کہ ہم پر ہاتھ ڈالتی۔" بات معمولی ہے مگر طرزِ ادا نے اُس میں جان ڈال دی ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

لَوْلَا مُفَارَقَةُ الْأَحْبَابِ مَا وَجَدَتْ
لَهَا الْمَنَايَا إِلَى أَرْوَاحِنَا سُبُلَا

فارسی کے مشہور شاعر فخرالدین گرگانی نے اس کا مندرجہ ذیل شعر میں بعینہٖ ترجمہ کر دیا ہے۔ دیکھیے وہ کہتا ہے:۔

نبودی مرگ را ہرگز بمن راہ
اگر نہ فرقتش بودی کمیں گاہ

۱۰۔ خود داری اور عزتِ نفس پر متنبی کا مشہور شعر ہے:۔

فَاطْلُبِ الْعِزَّ فِي لَظَى وَذَرِ الذُّلَّ
وَلَوْ كَانَ فِي جِنَانِ الْخُلُودِ

"عزت حاصل کرو خواہ وہ آلام و مصائب کا مقابلہ کرنے ہی سے (جہنم میں) کیوں نہ حاصل ہو، اور ذلت و رسوائی چھوڑ دو خواہ وہ ابدی جنت ہی میں کیوں نہ ہو۔"

شیخ سعدی نے اِس مفہوم کو طرح طرح سے اپنے رنگ میں بیان کیا ہے، ایک شعر درج ذیل ہے وہ کہتے ہیں:۔

بے تو گر در جنتم ناخوش شرابِ سلسبیل
با تو گر در دوزخم خرم ہوائے زمہریر

۱۱۔ بے عزتی اور مردہ دلی پر متنبی کہتا ہے:۔

مَنْ يَهُنْ يَسْهُلِ الْهَوَانُ عَلَيْهِ
مَا لِجُرْحٍ بِمَيِّتٍ إِيلَامُ

Marfat.com

یعنی "ذلیل آدمی کے لئے ذلت و رسوائی کوئی ناقابلِ برداشت چیز نہیں ہے، وہ اس مردہ کی طرح ہے جس کو زخموں سے کوئی تکلیف نہیں پہونچتی۔"

اِس مضمون کو بھی سعدی اپنے رنگ میں اس طرح ادا کرتے ہیں:-

از ملامت چہ غم خورد سعدی
مردہ از نیشتر مترسانش

۱۲۔ متنبی اپنے شاعرانہ کمال پر فخریہ کہتا ہے:-

أَنَا الَّذِيْ نَظَرَ الْأَعْمٰى إِلَىٰ أَدَبِيْ
وَأَسْمَعَتْ كَلِمَاتِيْ مَنْ بِهٖ صَمَمُ

یعنی "میں ایسا باکمال شاعر ہوں کہ اندھا بھی میرے ادبی محاسن کو دیکھ لیتا ہے، اور بہرا بھی میرے اشعار کو سُن لیتا ہے۔"

فارسی کے پُرگو شاعر ظہیر الدین فاریابی کا شعر دیکھیے جو مذکورہ بالا شعر کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے۔ وہ کہتا ہے:

کمال و دانشِ من کور دید و کر بشنید
بنظم و نثر چہ در پارسی چہ در تازی

۱۳ متنبی کا مشہور شعر ہے:-

وَلٰكِنَّكَ الدُّنْيَا إِلَيَّ حَبِيْبَةٌ
فَمَا عَنْكَ لِيْ إِلَّا إِلَيْكَ ذَهَابُ

"تو ہی میری دنیا ہے، جو مجھے بہت عزیز ہے، اب میں تجھ سے بھاگ کر کہاں جا سکتا ہوں۔"

سعدی اِس کو اپنے رنگ میں ڈھال کر کہتے ہیں:-

درماندہ ام از تو شکایت کجا برم
ہم با تو گر ز دستِ تو دارم شکایتے

۱۴۔ اِس مفہوم کو کہ" بادشاہ اگر کسی سے مُسکرا کر بات کرلے" تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ اُس سے خوش بھی ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ دلی کدورت کی وجہ سے" زہرخندان" ہو۔ متنبی بڑے بلیغ پیرایہ میں اِس طرح ادا کرتا ہے کہ" شیر کے دانت جب نکلے ہوئے دیکھو تو یہ نہ سمجھو کہ وہ ہنس رہا ہے۔" وہ کہتا ہے:۔

إِذَا رَأَيْتَ نُيُوبَ اللَّيْثِ بَارِزَةً
فَلَا تَظُنَّنَّ أَنَّ اللَّيْثَ مُبْتَسِمُ

شعراء متقدمین میں" آسدی طوسی" بڑا قادر الکلام شاعر ہے، اُس نے اِس شعر کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کردیا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

نباید شد از خندۂ شیر دلیر
نہ خندہ است دنداں نمودن ز شیر

۱۵۔ متنبی" ابو العشائر" کی تعریف کرتا ہے کہ" لوگوں نے جب تک تجھکو نہیں دیکھا تھا، سب ایک دوسرے جیسے تھے، مگر تجھکو دیکھتے ہی اُن کو یقین ہوگیا کہ اُن میں تجھ جیسا ایک بھی نہیں۔ درحقیقت زمانہ ایک لفظ ہے اور تو ہی اُس سے مقصود اور مراد ہے۔" یعنی جس طرح بے معنی اور بے مقصد لفظ بیکار ہوتا ہے، اُسی طرح بغیر تیرے زمانہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ حُسنِ زبان وبیان نے شعر کو کہاں سے کہاں پہنچادیا، وہ کہتا ہے:۔

اَلنَّاسُ مَالَمْ يَرَوْكَ أَشْبَاهٌ
وَالدَّهْرُ لَفْظٌ وَأَنْتَ مَعْنَاهُ

فارسی کے مشہور قصیدہ گو شاعر" انوری" نے اِس مفہوم کو اپنے الفاظ میں کئی طرح سے ادا کیا ہے، دو شعر درج ذیل ہیں:۔

در جہانے و از جہاں بیشی
ہمچو معنے کہ در بیاں باشد

اے جہاں لفظ و تو دراں معنے　　ہم از و بیش و ہم بدو اندر

Marfat.com

۱۶۔ اسی مفہوم کے لگ بھگ ایک اور شعر درجِ ذیل ہے۔ متنبی سیف الدولہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "رومیوں نے جب اُس کو لشکر کے آگے تنہا دیکھا تو اُنھوں نے سمجھ لیا کہ وہ تنہا ہم سب پر بھاری ہے باقی اُس کا لاؤ لشکر سب بیکار ہے۔"

فَلَمَّا رَأَوْا وَحْدَهُ قَبْلَ جَيْشِهِ
دَرَوا أَنَّ كُلَّ الْعَالَمِيْنَ فُضُوْلُ

فارسی کا مشہور شاعر "ظہیر الدین فاریابی" اس مفہوم کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

دانند ہمگناں کہ تو تنہا بذاتِ خویش
صد لشکری کہ روئے بکافر نہادہٗ

۱۷۔ اسی مفہوم کے لگ بھگ متنبی دوسری جگہ کہتا ہے: "ممدوح آسمانِ گرد و غبار کے نیچے، دشمنوں سے اس طرح مڈبھیڑ کرتا ہے کہ میدان جنگ کے دونوں جانبوں میں اُس کے چمکتے ہوئے نیزے ستارے معلوم ہوتے ہیں۔"

يَزُوْرُ الْأَعَادِيْ فِيْ سَمَاءِ عَجَاجَةٍ
أَسِنَّتُهُ فِيْ جَانِبَيْهَا الْكَوَاكِبُ

شیخ سعدی اس مفہوم کو ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں:۔

زمیں آسماں شد ز گردِ کبود
چو انجم درو برق شمشیر و خود

۱۸۔ اسی مضمون کا ایک اور شعر دیکھئے، متنبی کہتا ہے: "اے ممدوح! جب تو مسلح نہیں ہوتا جب بھی حقیقتہً بے ہتھیار نہیں ہوتا، تیرا کن انکھیوں سے دشمن کو دیکھنا، ایسا پُر رعب ہوتا ہے کہ کہ مارے خوف کے اُس کے ہاتھ پیر پھول جاتے ہیں اور وہ تیری طرف اقدام کرنے سے باز رہتا ہے۔"

فَلَا عَزْلٌ وَأَنْتَ بِلَا سِلَاحٍ
لِحَاظُكَ مَا تَكُوْنُ بِهِ مَنِيْعًا

Marfat.com

سعدی اِسے اپنے رنگ میں ڈھال کر اس طرح بیان کرتے ہیں :۔

مرا خود کشد تیر آں چشم مست

چہ حاجت کہ آری بہ شمشیر دست

۱۹۔متنبی مصائبِ روزگار کی شکایت کرتے ہوئے بڑے بلیغ انداز میں کہتا ہے " زمانہ نے مجھ پر مصائب کے اتنے تیر برسائے ہیں کہ میرا دل اُن میں چھپ کر رہ گیا ہے۔اب حالت یہ ہے کہ جب مجھ پر آفاتِ روزگار کے تیر گرتے ہیں تو اُن کے پیکان ایک دوسرے سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتے ہیں " فکر کی صناعی دیکھئے مصائب و شدائد کی اس سے بہتر تصویر کشی اور کیا ہو سکتی ہے۔

رَمَانِي الدَّهْرُ بِالْأَرْزَاءِ حَتَّى　　فُؤَادِي فِي غِشَاءٍ مِنْ نِبَالِ

فَصِرْتُ إِذَا أَصَابَتْنِي سِهَامٌ　　تَكَسَّرَتِ النِّصَالُ عَلَى النِّصَالِ

اِس مفہوم کو جمال الدین اصفہانی اپنے الفاظ میں اِس طرح بیان کرتا ہے :۔

نماند تیرے در ترکشِ قضا کہ فلک　　سوئے دلم بسر انگشت امتحاں نکشود

چو خار پشتی گشتم ز تیر آزارش　　کہ موئے بر تنِ صبرم ز تیر او بخشود

۲۰۔زمانہ کی بے مہری اور مصائب کی بے بسی پر ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔متنبی بڑے بلیغ پیرایہ میں کہتا ہے "مَیں مصائب سے نجات پانے کی کیونکر اُمید کروں، جبکہ اُنھوں نے مجھ میں اپنے پنجے گاڑ دیئے ہیں "

كَيْفَ الرَّجَاءُ مِنَ الْخُطُوبِ تَخَلُّصًا

مِنْ بَعْدِ أَنْ أَنْشَبْنَ فِيَّ مَخَالِبَا

سعدی نے اِس مفہوم کو کئی طرح سے ادا کیا ہے، مگر وہ خوبی نہ پیدا کر سکے جو متنبی کی جادو بیانی میں ہے۔ایک شعر درج ذیل ہے :۔

زخمے چناں نبود کہ مرہم تواں نہاد

داروئے دل چہ فائدہ دارد چو جاں برفت

Marfat.com

۲۱ - اِسی مفہوم کے لگ بھگ ایک اور شعر میں متنبی کہتا ہے "جب لوگوں کی ہمتیں بلند ہوتی ہیں، تو اُن کی مُراد پُوری کرنے میں جسم کو سخت تکلیفیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔" وہ کہتا ہے:-

وَإِذَا كَانَتِ النُّفُوسُ كِبَارًا
تَعِبَتْ فِي مُرَادِهَا الْأَجْسَامُ

سعدی کہتے ہیں:-

جانِ شیریں کہ رنج کش باشد
تنِ مسکیں چگونہ خوش باشد

۲۲ - متنبی کا مشہور شعر ہے:-

فِي سِعَةِ الْخَافِقَيْنِ مُضْطَرَبٌ
وَفِي بِلَادٍ مِنْ أُخْتِهَا بَدَلُ

یعنی "دُنیا بڑی وسیع ہے، اِس میں انسان کی جدّ و جہد کے لئے بہت کشادہ جولانگاہیں ہیں، ایک شہر کا بدل دوسرے شہر میں موجود ہے، اس لئے میں کہیں کا پابند ہو کر نہیں رہتا جب کوئی جگہ پسند نہیں آتی تو دوسری جگہ چلا جاتا ہوں۔"

سعدی نے اس کا بھی اپنے رنگ میں ترجمہ کر ڈالا ہے، اور بہت خوب کیا ہے، وہ کہتے ہیں:-

بہیچ یار مدِہ خاطر و بہیچ دیار
کہ برّ و بحر فراخ ست و آدمی بسیار

۲۳ - دنیا کی غداری اور بے وفائی کا حال اور سُنئیے۔ متنبی بڑے بلیغ انداز میں کہتا ہے:-

وَهِيَ مَعْشُوقَةٌ عَلَى الْغَدْرِ لَا تَحْـ
ـفَظُ عَهْدًا وَلَا تُتَمِّمُ وَصْلًا

"وہ یعنی دُنیا باوجود غدّاری کے ایسی پیاری معشوقہ ہے، جو نہ اپنا عہد پُورا کرتی ہے، نہ اپنے وصال ہی سے سرفراز کرتی ہے۔"

جتنا پیارا یہ شعر ہے' ویسا ہی اس کا ترجمہ، سعدی فرماتے ہیں:۔

دل اندر دلآرام دنیا مبند
کہ ننشست باکس کہ دل برکند

سعدی نے عشقیہ مضامین میں متنبی جیسے باکمال شاعر کے اشعار سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا ہے، اور اس کو اپنے خاص رنگ میں ڈھال کر خوب خوب طبع آزمائی کی ہے۔

متنبی اور سعدی کا یہ امتزاج ایک ایسی بوالعجبی ہے جس کے سمجھنے سے عقل حیران ہے۔"متنبی" ایک جاہ پرست انسان تھا، اُس کو عشق ومحبت سے بہت کم تعلق تھا، وہ حُبِّ جاہ اور بلند مراتب کی خواہش میں پڑکر عشق ومحبت کی سحر آفرینیوں سے دُور جا پڑا تھا۔ اُس کو دُنیا کی حرص وآز میں اتنی فرصت کہاں کہ وہ کسی محبوبۂ جاں نواز کی اداؤں کا شکار ہوتا پھرے۔

اِس کے برعکس" سعدی" کی گھٹی میں عشق ومحبت پڑا ہوا تھا۔ وہ ایک مدت تک عشق مجازی اور عشق حقیقی کے کوچہ کی خاک چھان چکے تھے، فطرۃً شاعر تھے، زبان خدا داد تھی، سینہ پاک جذبات کا گنجینہ تھا۔ زہد و ریاضت نے اِن جذبات کو نہایت لطیف اور زود اشتعال بنا دیا تھا، ذرا سی تحریک سے یہ شعلہ بھڑک اُٹھتا تھا اور اُن کی زبان وقلم کو تیر و نشتر بنا دیتا تھا۔

متنبی نے عام اصطلاحی معنوں میں تمام عمر ایک غزل بھی نہیں کہی، سعدی کی ساری زندگی عشقیہ شاعری میں گذری۔ پھر کیا یہ" بوالعجبی" نہیں کہ سعدی قدم قدم پر اس صنفِ شاعری میں متنبی کے ساحرانہ کلام سے استفادہ کرتے ہیں۔ اِس سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ متنبی ایسا باکمال شاعر تھا کہ سعدی جیسا زبردست شاعر بھی ایک ایسے سبجکٹ پر اُس کے معجز نما کلام سے خوشہ چینی کرنے پر مجبور ہے جس سے متنبی کو کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ" سعدی" جیسا کہ کہا جاتا ہے، اگر غزل گوئی کے" پیغمبر" تھے، تو" متنبی" یقیناً" پیغمبرِ سخن" ۔ جس میں دیگر اصنافِ شاعری کے ساتھ" غزل گوئی" بھی داخل ہے۔

چند مثالیں درجِ ذیل ہیں، جن سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ سعدی کی غزل گوئی دراصل خمخانہ" متنبی" ہی کی شراب ہے، جو عرب سے کشید ہو کر آئی اور عجم میں دوآتشہ بن گئی۔

Marfat.com

۱۔ متنبی، محبوبہ کو رخصت کرتے وقت اُس کے ساربان کو مخاطب کر کے بڑے والہانہ انداز میں کہتا ہے:

يَا حَادِيَيْ عِيرِهَا وَأَحْسَبُنِي — أُوجَدُ مَيْتًا قُبَيْلَ أَفْقِدُهَا

قِفَا قَلِيلًا بِهَا عَلَيَّ فَلَا — أَقَلَّ مِنْ نَظْرَةٍ أُزَوَّدُهَا

یعنی "اے محبوبہ کی سواری کے حدی خوانو! میرے پاس ذرا ٹھہرو بس اتنی دیر کہ میں اُس کو نظر بھر کر دیکھ لوں، میں سمجھتا ہوں کہ میں اُس کو کھونے سے پہلے ہی ختم ہو جاؤں گا۔"

اِس مفہوم کو سعدی شیرازی اپنے خاص رنگ میں ادا کرتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ شیخ کی شیریں مقالی نے اِس میں اور چار چاند لگا دیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

اے ساربان آہستہ رو کآرام جانم میرود

آں دل کہ باخود داشتم با دستانم میرود

۲۔ متنبی کہتا ہے: "اگر وہ غمِ فراق جو ہمیں جدائی کی صبح برداشت کرنا پڑا، پہاڑوں پر بار کر دیا جائے تو وہ شق ہو جائے۔"

وَلَوْ حُمِّلَتْ صُمُّ الْجِبَالِ الَّذِي بِنَا

غَدَاةَ افْتَرَقْنَا أَوْشَكَتْ تَتَصَدَّعُ

دیکھیے اِس مفہوم کو شیخ سعدی کیسے بلیغ پیرایہ میں ادا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:-

بگذار تا بگریم چوں ابر در بہاراں

کز سنگ گریہ خیزد روزِ وداعِ یاراں

۳۔ متنبی کا شعر ہے:-

قَدْ ذُقْتُ مَاءَ حَيَاةٍ مِنْ مُقَبَّلِهَا

لَوْ صَابَ تُرْبًا لَأَحْيَا سَالِفَ الْأُمَمِ

یعنی "میں نے محبوبہ کے لبِ لعلیں سے آبِ حیات کا مزہ چکھا ہے۔ اگر وہ خاک پر گر پڑے تو بہت سی مُردہ قوموں کو زندہ کر دے۔"

سعدی نے اِس مضمون کو طرح طرح سے ادا کیا ہے، ایک شعر درجِ ذیل ہے۔ وہ کہتے ہیں:-

Marfat.com

مردہ از خاکِ لحد رقص کناں برخیزد
گر تو بالائے عظامش گذری وہی رمیم

۴۔ متنبی دل کی وارفتگی کا حال بیان کرتا ہے کہ "جدائی کے روز محبت کرنے والے کا حال کُھل ہی جاتا ہے۔ آنسوؤں کے بہنے سے عاشقوں کے بھید پوشیدہ نہیں رہتے۔" وہ کہتا ہے:۔

وَكَاتِمُ الحُبِّ يَوْمَ البَيْنِ مُنْهَتِكٌ
وَصَاحِبُ الدَّمْعِ لَا تَخْفَى سَرَائِرُهُ

سعدی فرماتے ہیں:۔

صبر ہم سودے ندارد کآبِ چشم — رازِ پنہاں آشکارا میکند
ماجرائے دل نمی گفتم بہ خلق — آبِ چشمم ترجمانی میکند

۵۔ متنبی کا شعر ہے:۔

شَيْبُ رَأْسِي وَذِلَّتِي وَنُحُولِي
وَدُمُوعِي عَلَى هَوَاكِ شُهُودِي

یعنی "میرا بڑھاپا، میری گراوٹ، لاغری اور میرے آنسو، تیری محبت کے گواہ ہیں۔"
سعدی کہتے ہیں:۔

غمِ دل بکس نگویم کہ بگفت رنگ زردیم
تو بصورتم نگہ کن کہ سرِ ترم بدانی

۶۔ اِسی مضمون کو متنبی مندرجۂ ذیل شعر میں پیرا ادا کرتا ہے:۔

وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مَا انْهَلَّ فِي الخَدِّ مِنْ دَمِي
لَمَا كَانَ مُحْمَرًّا يَسِيلُ فَأَسْقَمُ

یعنی "جو آنسو غمِ فراق میں میرے رخسارہ پر بہہ رہے ہیں، اگر وہ میرے خونِ دل کے نہ ہوتے تو وہ سُرخ نہ ہوتے، اور نہ اُن کے بہنے کے بعد میں اِس طرح بیمار و لاغر ہو جاتا۔"
سعدی نے اس کو اپنے حُسنِ بیان سے اور بلیغ کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:۔

نوکِ مژگانم بسُرخی بر بیاضِ روئے زرد — قصۂ دل می نویسد حاجتِ گفتار نیست

Marfat.com

۷۔ اسی مفہوم کا ایک اور بہترین شعر دیکھئے ۔متنبی کہتا ہے :۔

تَبُلُّ خَدَّيَّ كُلَّمَا ابْتَسَمَتْ

مِنْ مَطَرٍ بَرْقُهُ ثَنَايَاهَا

یعنی "محبوبہ جب مسکراتی ہے تو اُس کے دانت بجلی کی طرح چمک اُٹھتے ہیں، اور میرے دونوں رخسارے آنسوؤں کی بارش سے تر بتر ہو جاتے ہیں۔"

شعر کی بلندی ظاہر ہے، سعدی نے اس کو سامنے رکھکر ترجمہ ضرور کر ڈالا ہے، مگر وہ بات پیدا نہ کر سکے جو متنبی کے شعر میں ہے :۔ سعدی کہتے ہیں :۔

تو کہ چوں برق بخندی چہ غمت دارد از آنک

مَن چناں زار بگریم کہ بہاراں ماند

۸۔ متنبی مندرجۂ ذیل شعر میں بڑے والہانہ انداز سے کہتا ہے "تم اُس آنکھ سے جو تمھاری جدائی میں رو رو کر درد مند ہو گئی ہے، دور ہو گئے اور اُس دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو گئے، جو تمھاری محبت میں سرگرداں اور وارفتہ حال ہے۔"

بِنْتُمْ عَنِ الْعَيْنِ الْقَرِيحَةِ فِيكُمْ

وَسَكَنْتُمْ طَيَّ الْفُؤَادِ الْوَالِهِ

سعدی نے اِس شعر کا بھی ترجمہ کر لیا ہے، مگر کچھ یوں ہی سا، متنبی کی جدت و ندرت کو ہاتھ تک نہ لگا سکے ۔ دیکھئے وہ کہتے ہیں :۔

اے مونسِ روزگار سعدی

رفتی و نرفتی از ضمیرم

۹۔ متنبی کہتا ہے :۔

خَرِيدَةٌ لَوْ رَأَتْهَا الشَّمْسُ مَا طَلَعَتْ

وَلَوْ رَآهَا قَضِيبُ الْبَانِ لَمْ يَمِسِ

یعنی محبوبہ کا رخِ تاباں اگر آفتاب دیکھ لیتا تو شرم سے کبھی طلوع نہ ہوتا، اور درخت بان کی ٹہنی اگر اُس نازک اندام کو دیکھ پاتی تو مارے غیرت کے کبھی نہ لہراتی۔"

Marfat.com

سعدی نے اس کا بھی بجنسہ ترجمہ کر دیا ہے، وہ کہتے ہیں :۔

گر بکنار آسماں چوں تو برآید اختری
روئے بپوشد آفتاب از نظرش بمعجری

۱۰۔ متنبی فراقِ یار کی الم انگیزی اور اُس کی شدت کو اِس طرح بیان کرتا ہے "غمِ فراق میں میری راتیں ایسی طویل ہوگئیں، جن کی کوئی صبح ہوتی نظر نہیں آتی، وہ ایسی دراز ہیں کہ اُن کی انتہا گویا قیامت کی ابتدا ہے" وہ کہتا ہے :۔

مِنْ بَعْدِ مَا کَانَ لَیْلِی لَا صِبَاحَ لَهُ
کَأَنَّ أَوَّلُ یَوْمِ الْحَشْرِ اٰخِرُہ

متنبی کی اِس جدّت طرازی میں سعدی نے اپنی خداداد زبان دبیان کی شیرینی سے اور جان ڈال دی ہے۔ وہ کہتے ہیں :۔

خوشتر از دوران عشق ایام نیست
بامداد عاشقاں را شام نیست

۱۱۔ اِسی مضمون کا ایک اور شعر دیکھیے، متنبی کہتا ہے :۔

أَلْیَوْمَ عَهْدُکُمْ فَأَیْنَ الْمَوْعِدُ
هَیْهَاتَ لَیْسَ لِیَوْمِ عَهْدِکُمْ غَدُ

"آج احباب کی جدائی کا دن ہے، اب ملاقات کہاں ہوگی؟ کیسی ملاقات، آج کے بعد کل ہونا مشکل ہے" یعنی صدمۂ فراق برداشت کرنا مشکل ہے، میں محبوبہ کی جُدائی کے بعد زندہ ہی نہیں رہوں گا کہ پھر مل سکوں۔

شیخ سعدی نے اس کا بڑا اچھا ترجمہ کر ڈالا ہے، وہ کہتے ہیں :۔

بدار اے سارباں آخر زمانے
کہ عہدِ وصل را آخر زمان ست

۱۲۔ اِسی مفہوم کو متنبی ایک اور شعر میں اس طرح بیان کرتا ہے "کوچ کر جانے والوں کے بعد میری راتیں درازی میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، اور عاشقوں کی راتیں ہوتی ہی ہیں طویل" وہ کہتا ہے :۔

لَيَالِيَ بَعْدَ الظَّاعِنِيْنَ شَكُوْلُ
طِوَالٌ وَلَيْلُ الْعَاشِقِيْنَ طَوِيْلُ

سعدی کہتے ہیں:-

تو مستِ خواب نوشیں تا بامداد و برمن
شبہا رود کہ گوئی ہرگز سحر نباشد

۱۳- متنبی کا شعر ہے:-

وَالْهَجْرُ أَقْتَلُ لِيْ مِمَّنْ أُرَاقِبُهُ
أَنَا الْغَرِيْقُ فَمَا خَوْفِيْ مِنَ الْبَلَلِ

یعنی "محبوبہ کی جُدائی میرے لئے اُن ہتھیاروں سے زیادہ قاتل ہے، جن سے میں بچتا ہوں، میں تو اس کی محبت میں ڈوبا ہوا ہوں، مجھے تردامنی کا کیا خوف ہوسکتا ہے۔"

سعدی کہتے ہیں:-

آنکہ در بحرِ قلزم است غریق
چہ تفاوت کند ز بارانش

۱۴- جُدائی و فراق کے موضوع پر متنبی کا ایک بہترین شعر ملاحظہ ہو جس میں وہ کہتا ہے "میں غمِ فراق میں ایسا لاغر و نحیف ہو گیا ہوں کہ میری روح خلال کی طرح جسم میں آ جا رہی ہے، اگر ہَوا کا ایک جھونکا جسمانی لباس کو اُتار پھینکے تو اُس کا کہیں پتہ نہ چلے۔"

رُوْحٌ تَرَدَّدَ فِيْ مِثْلِ الْخِلَالِ إِذَا
أَطَارَتِ الرِّيْحُ عَنْهُ الثَّوْبَ لَمْ يَبِنِ

شیخ سعدی کا شعر دیکھئے جو بعینہ اس کا ترجمہ ہے۔ وہ کہتے ہیں:-

باد اگر بر مَن او فتد ببرد
کہ نماندست زیرِ جامہ تنے

۱۵- اسی مضمون کا ایک اور بہترین شعر متنبی کہتا ہے۔

Marfat.com

كَفَى بِجِسْمِي نُحُولاً أَنَّنِي رَجُلٌ
لَوْلاَ مُخَاطَبَتِي إِيَّاكَ لَمْ تَرَنِي

مطلب یہ ہے کہ "محبوبہ کی جدائی میں میری کمزوری و ناتوانی کی اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ میں ایک ایسا انسان ہوں جسے کوئی دیکھ نہیں پاتا، حد یہ ہے اگر تو مجھ سے باتیں نہ کرتا ہوتا تو مجھے دیکھ نہ سکتا۔"

فارسی شعراء نے محبوبہ کی نزاکت اور کمر کی لطافت پر جو نکتہ آفرینیاں اور طبع آزمائیاں کی ہیں، اُن سب کی بُنیاد متنبی کا یہی شعر ہے۔ شیخ سعدی نے بھی اِس مفہوم کو طرح طرح سے ادا کیا ہے۔ جن میں سے ایک بہترین شعر درجِ ذیل ہے۔ وہ کہتے ہیں:-

نہ دہاں نیست کہ در دہنم سخنداں آید
مگر اندر سخن آئی و بداند کہ لب ست

۱۶- محبت کی بیچارگی اور عشق کی بے بسی پر بھی چند شعر درجِ ذیل ہیں: متنبی کہتا ہے: "میں اُن عشق بازوں میں سے نہیں جو دل پھینکتے پھرتے ہیں، لیکن جو بھی تیری چتونِ غماز کو دیکھے گا، عاشق و شیدا ہو جائے گا۔"

وَمَا كُنْتُ مِمَّنْ يَدْخُلُ الْعِشْقُ قَلْبَهُ
وَلٰكِنْ مَنْ يَبْصُرْ جُفُوْنَكَ يَعْشَقُ

سعدی کا شعر دیکھئے جو قریب قریب اس کا ترجمہ ہے، لیکن بہت ہی خوب، وہ کہتے ہیں:-

عشق بازی نہ طریقِ حکما بود ولے
چشمِ بیمارِ تو دل می برد از دستِ حکیم

۱۷- متنبی کا شعر ہے:-

أُسَرُّ بِتَجْدِيدِ الْهَوَى ذِكْرَ مَا مَضَى
وَإِنْ كَانَ لاَ يَبْقَى لَهُ الْحَجَرُ الصَّلْدُ

یعنی "مجھے گزرے ہوئے ایامِ وصال کی یاد کو تازہ کرنے سے خوشی ہوتی ہے، حالانکہ اُن جانگداز واقعات کے ذکر سے ٹھوس پتھر بھی پگھل جاتے ہیں۔"

اِس مفہوم کو سعدی اس طرح ادا کرتے ہیں:-

Marfat.com

اگر ایں داغِ جگر سوز کہ بر جانِ من ست
بر دلِ کوہ نہی سنگ بآواز آید

۱۸۔ متنبی محبت کی اثر انگیزی اور ہلاکت خیزی کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ "محبت میں ایک نہ ختم ہونے والا روگ اسی طرح چھپا ہوا ہے، جس طرح شہد میں زہر، میں اپنی نادانی کی وجہ سے اس سے لطف اندوز ہوا حالانکہ اس لطف اندوزی ہی میں میری موت پوشیدہ تھی۔" وہ کہتا ہے :۔

ضَنًى فِي الْهَوَى كَالسَّمِّ فِي الشَّهْدِ كَامِنًا
لَذِذْتُ بِهِ جَهْلًا وَفِي اللَّذَّةِ الْحَتْفُ

سعدی کہتے ہیں :۔

نہ ہر بیروں کہ بہ پسندی درونش ہمچناں باشد
بسا حلوای صابونی کہ زہرش درمیاں باشد

۱۹۔ متنبی کہتا ہے :۔

رَأَيْنَ الَّتِي لِلسِّحْرِ فِي لَحَظَاتِهَا
سُيُوفٌ ظُبَاهَا مِنْ دَمِي أَبَدًا حُمْرُ

"انھوں نے اس محبوبہ کو دیکھا جس کی جادو بھری نظروں میں ایسی تلواریں ہیں (آنکھوں کے سُرخ ڈورے) جن کی دھاریں میرے خون سے ہمیشہ رنگی رہتی ہیں۔"

سعدی کہتے ہیں :۔

بخونِ عزیزاں فرو بُردہ چنگ
سر انگشتہا کردہ عنّاب رنگ

۲۰۔ محبت کی دارو گیر پر متنبی کا ایک اور شعر دیکھیے، وہ کہتا ہے :۔

بَرَّحْتَ يَا مَرَضَ الْجُفُونِ بِمُمْرَضٍ
مَرِضَ الطَّبِيبُ لَهُ وَعِيدَ الْعُوَّدُ

"محبوبہ کی چشمِ بیمار! تو نے مجھ بیمارِ محبت پر اس قدر زیادتی کی ہے کہ میرا طبیب خود بیمار پڑ گیا اور میری عیادت کرنے والے ایسے بیمار پڑے کہ خود اُن کی عیادت کی جانے لگی۔"

Marfat.com

اِس مضمون کو سعدی بڑے بلیغ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں :۔

کہ میداند دوائے دردِ سعدی

کہ رنجورند ازیں علت طبیباں

۲۱ - دنیا کی بے ثباتی پر متنبی نے خوب خوب طبع آزمائی کی ہے، اور شیخ سعدی نے اُس کے خوب ہی خوب ترجمے کئے ہیں۔ دیکھئیے متنبی کہتا ہے :۔

وَمَا أَحَدٌ يُخَلَّدُ فِي الْبَرَايَا

بَلِ الدُّنْيَا تَؤُولُ إِلَى زَوَالِ

یعنی" مخلوق میں کوئی بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہے گا ، دنیا اِسی طرح زوال کی طرف لوٹتی رہیگی"

سعدی کہتے ہیں :۔

جہاں اے پسر ملک جاوید نیست

ز دنیا وفاداری اُمید نیست

۲۲ - اِسی مفہوم کو متنبی ایک دوسرے شعر میں اس طرح ادا کرتا ہے :۔

يَمُوتُ رَاعِيَ الضَّأْنِ فِي جَهْلِهِ

مَوْتَةَ جَالِينُوسَ فِي طِبِّهِ

یعنی" بھیڑوں کا جاہل چرواہا بھی اُسی طرح مرتا ہے، جس طرح جالینوس جیسا ماہر طبیب موت کا شکار ہوتا ہے۔"

سعدی کے طرزِ بیان نے اُس میں اور جان ڈال دی ، وہ کہتے ہیں، اور بہت ہی خوب۔

چو آہنگ رفتن کند جانِ پاک

چہ بر تخت مُردن چہ بر روئے خاک

۲۳ - اِس مضمون کا ایک اور بہترین شعر ملاحظہ ہو، متنبی کہتا ہے :۔" وہ قیصر و کسریٰ جیسے جابر بادشاہ کہاں گئے۔ جنھوں نے بڑے بڑے خزانے جمع کئے۔ لیکن نہ وہ خود باقی رہے نہ اُن کے خزانے۔"

أَيْنَ الْأَكَاسِرَةُ الْجَبَابِرَةُ الْأُلَى

كَنَزُوا الْكُنُوزَ فَمَا بَقِيْنَ وَلَا بَقُوا

Marfat.com

سعدی نے اس کا بڑا پیارا ترجمہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں:-

نوشیرواں کجُا شد و دارا و یزدگرد
گردانِ شاہنشاہ و خاناں و قیصراں

Marfat.com

اَمثال وحِکَم

تِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝

ایسی بات جو زبان زد خلائق ہو جائے "مَثَل" (PROVERBS.) اور "کہاوت" کہلاتی ہے۔ اس سے کلام میں زور اور بیان میں بلاغت پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں کہاوتیں اور امثال کثرت سے پائی جاتی ہیں، خدا نے کفار و مشرکین کے اوہام باطلہ اور لچر معتقدات کو، مکھی، مچھر اور مکڑی کے جالے جیسی کمزور اور ضعیف چیزوں سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا ہے "إِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ" سب سے کمزور گھر مکڑی کا جالا ہے۔

پھر کفار کہا کرتے تھے کہ "مَا هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ" یعنی قرآن میں اگلے لوگوں کے قصوں اور کہاوتوں کے علاوہ کچھ نہیں۔ خدا نے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا۔ خدا اس بات سے شرماتا نہیں کہ وہ کسی چیز کی مثال مچھر یا اس سے بھی حقیر چیز سے دیدے۔

شعراء عرب کا کلام بھی اَمثال اور کہاوتوں سے بھرا پڑا ہے۔ نابغہ کا شعر ہے:۔

حَلَفْتُ فَلَمْ أَتْرُكْ لِنَفْسِكَ رِيبَةً
وَلَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ لِلْمَرْءِ مَذْهَبُ

"میں نے قسم کھا رکھی ہے اور اپنے لئے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے، خدا کو ماننے

۵۷ یہ کہاوتیں ہم لوگوں کی عبرت کے لئے بیان کرتے ہیں، شاید وہ اس پر غور کریں
(القرآن الحکیم سورۃ الحشر)

Marfat.com

سے زیادہ ضروری انسان کے لئے کوئی طریقۂ کار نہیں"۔

عنترہ عَبسی کہتا ہے :-

نُبِّئتُ عَمرًا غَیرَ شَاکِرِ نِعمَتِی
وَالکُفرُ مَخبَثَۃٌ لِنَفسِ المُنعِمِ

" مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمرو میرے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کرتا ہے اور کفرانِ نعمت احسان کرنے والے کے لئے بڑی تکلیف دہ چیز ہے"۔

اُبو نُواس کا شعر ہے :-

إِذَا امتَحَنَ الدُّنیَا اللَّبِیبُ تَکَشَّفَت
لَہُ عَن عَدُوٍّ فِی ثِیَابِ صَدِیقِ

" عقلمند جب دُنیا کو آزماتا ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوست کے لباس میں دشمن ہے"۔

متنبی کہتا ہے :-

اَلمَرءُ یَأمُلُ وَالحَیَاۃُ شَہِیَّۃٌ
وَالشَّیبُ أَوقَرُ وَالشَّبِیبَۃُ أَنزَقُ

" انسان اُمیدیں لگائے رہتا ہے اور زندگی بڑی پیاری چیز ہے، بُڑھاپا عُمر کا سنجیدہ اور پُروقار دور ہوتا ہے، اور جوانی اَلھڑ و نادانی کا زمانہ"۔

دیکھئے مذکورہ بالا مثالوں میں "نابغہ" اور "عنترہ" کے شعر کا دوسرا مصرع "کَلَیسَ وَرَاءَ اللّٰہِ لِلمَرءِ مَذہَبٌ اور وَالکُفرُ مَخبَثَۃٌ لِنَفسِ المُنعِمِ" "مثل" ہے۔ ابو نُواس کا پُورا شعر کہاوت ہے، البتہ متنبی کے شعر کا جوڑ جوڑ کہاوت ہے، (۱) بے شک انسان اُمیدوں کے سہارے جیتا ہے۔ (۲) زندگی بڑی پیاری چیز ہے۔ (۳) بُڑھاپے کا زمانہ پُروقار اور سنجیدہ ہوتا ہے۔ (۴) جوانی، نادانی اور ناسمجھی کا نام ہے، آپ نے دیکھا ایک شعر میں چار چار کہاوتیں۔ متنبی کی یہی معجزنما شاعری ہے جس میں متقدمین اور متاخرین شعراء عرب میں سے کوئی بھی اُس پر سبقت نہ لے جاسکا۔

در اصل ہر شاعر کو موضوعاتِ شاعری میں سے کسی خاص موضوع سے دلچسپی اور لگاؤ ہوتا ہے، جس میں اس کو مہارت اور کمال ہوتا ہے۔ مثلاً اُبو نواس خمریات میں مشہور ہے، عبداللہ ابن المعتز تشبیہ و تمثیل

ہیں، دیک الجن، مراثی میں، ابُو تمام صنائع نگاری میں، بُحتری عشق و محبت کی خیال آرائی میں اور متنبی امثال و حِکَم میں۔

متنبی امثال و حکم کا "بادشاہ" مانا جاتا ہے۔ اُس کو عربی زبان کے محاورات اور کہاوتوں پر بڑی مہارت تھی۔ اُس نے اپنے بہت سے اشعار میں اُن کو اس خوبی سے نظم کیا ہے کہ آج تک کوئی دوسرا عربی شاعر نہ کر سکا۔ یہ اُس کی جادو نگاری کا کمال ہے کہ اُس کے دیوان میں آپ کو ایسے بہت سے اشعار ملیں گے جن کے دونوں مصرعے مَثَل اور کہاوت ہیں، اور ایسے بھی جن کا آخری مصرع کہاوت ہے، اسی طرح بعض کہاوتیں ایسی ہیں جو پورے شعر یا کئی کئی شعروں میں بیان کی گئی ہیں۔

اِس قسم کے اشعار و امثال دنیا میں ایسے مقبول ہوئے کہ عرب و عجم کے علما و اُدبا، عرائض نویس کاتب اور مصنفین، واعظین اور مقررین نے اپنی تصنیفات و تالیفات، خطوط و رسائل، وعظ اور تقریروں میں بطور تمثیل اُن کو اس کثرت سے استعمال کیا ہے کہ اُن کا اِحصاء اور احاطہ دشوار و مشکل ہے۔ تاہم چند علما و اُدبا کے نام درج ذیل ہیں۔

علامہ اُبوبکر خوارزمی نے "رسائل اُبی بکر الخوارزمی"[1] میں اُبوالفضل بدیع الزماں ہمدانی نے "کشف المعانی والبیان"[2] میں، علامہ محمد بن حسین بیہقی نے "تاریخ بیہقی"[3] میں، ابوالفضل احمد بن محمد نیشاپوری نے "مجمع الأمثال"[4] میں، علامہ احمد بن حامد کرمانی نے "عِقدُ العُلیٰ"[5] میں، شیخ ناصر الدین کرمانی نے "سِمطُ العُلیٰ"[6] میں، خواجہ ناصر الدین طُوسی نے "الأدب[7] الوجیز" میں متنبی کے بہت سے اشعار تمثیلاً نقل کیے ہیں۔

علاوہ ازیں شیخ علی بن عثمان ہجویری، امام غزالی اور امام رازی وغیرہ اور بہت سے مشائخ اور صوفیائے کرام ہیں جنھوں نے اپنے مکاتیب و رسائل میں جا بہ جا متنبی کا کلام استشہاداً

---

[1] صفحہ ۷۰ و ۸۳ و ۸۴ و ۹۹ و ۱۴۷ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۱۳۔ ۱۲ منہ

[2] صفحہ ۳۷ و ۴۵ و ۴۷ و ۳۱۲ و ۳۴۲ و ۴۷۵ و ۴۹۹ - ۱۲ منہ

[3] صفحہ ۱۱۲ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۷۴ و ۳۸۵ و ۴۰۸ و ۴۵۷۔ ۱۲ منہ

[4] صفحہ ۴۵ و ۱۰۵ و ۱۳۲ و ۱۹۴ و ۲۷۹ - ۱۲ منہ

[5] صفحہ ۴ و ۱ و ۳۰ و ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ و ۴۰ و ۴۴ و ۴۷ و ۶۱ و ۸۵ و ۹۲ و ۱۰۴ و ۱۰۷ - ۱۲ منہ

[6] صفحہ ۴۰ و ۶۲ و ۶۴ و ۹۵ و ۱۰۵ - ۱۲ منہ

[7] صفحہ ۸ و ۱۲ و ۱۵ و ۲۰ و ۲۲ و ۲۷ - ۱۲ منہ

Marfat.com

پیش کیا ہے۔

اب ہم سب سے پہلے وہ اشعار پیش کرتے ہیں جن کا ہر ایک مصرع مثل اور کہاوت ہے۔ اِس باب میں متنبی یقیناً منفرد ہے۔ شعرائے عرب میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہو جس نے ایک ایک شعر میں دو دو کہاوتیں اِس کثرت سے نظم کی ہوں اور پھر اس خوبی سے کہ کہیں آورد کی ذرا سی بھی جھلک نظر نہ آئے، بلکہ آمد ہی آمد ہو۔ چند شعر نمونۃً درج ذیل ہیں:-

۱۔ متنبی، کافور اخشیدی کی خوشامدانہ تعریف کرتا ہے کہ تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہے، مجھے اعزاء و اقربا کو چھوڑ کر تیرے پاس رہنا زیادہ پسند ہے، اس لئے کہ "جو احسان کرے وہی محبوب اور اپنا عزیز ہے، اور جو سرزمین عزت بخشے، وہی رہنے کے قابل اور اچھی ہے۔" وہ کہتا ہے:-

وَكُلُّ امْرِئٍ يُولِي الْجَمِيلَ مُحَبَّبٌ
وَكُلُّ مَكَانٍ يُنْبِتُ الْعِزَّ طَيِّبُ

۲۔ مشہور مثل ہے کہ "بُروں کے ساتھ بھلائی کرنا ایسا ہی بُرا ہے جیسا نیکوں کے ساتھ بُرائی کرنا۔" متنبی اِس مفہوم کو اس طرح بیان کرتا ہے: "جہاں تلوار اُٹھانے کی ضرورت ہو وہاں بخشش کرنا ایسا ہی مضر ہے جیسا اُس جگہ تلوار اُٹھانا جہاں بخشش کرنا ضروری ہو، ایک بلند رتبہ شخص کے لئے معیوب ہے۔" شیخ سعدی کا شعر ہے:-

نکوئی با بداں کردن چنان ست　　　که بد کردن بجائے نیک مرداں

دیکھئے متنبی نے سیکڑوں سال پہلے یہی بات کہی ہے:-

وَوَضْعُ النَّدَى فِي مَوْضِعِ السَّيْفِ بِالْعُلَى
مُضِرٌّ كَوَضْعِ السَّيْفِ فِي مَوْضِعِ النَّدَى

۳۔ شریف کا سر احسان کرنے سے جھک جاتا ہے، کمینہ احسان کرنے سے اور سرکشی کرتا ہے یہ دونوں باتیں اُردو میں زبان زدِ خلائق ہیں۔ متنبی ان کو اِس طرح نظم کرتا ہے: "جب تم کسی شریف کی عزت کرو تو تم اس کے مالک ہو جاتے ہو، یعنی وہ تمہارا غلام بے دام ہو جاتا ہے۔ اور اگر تم کسی کمینی کی عزت کرو، تو وہ تم سے سرکشی اور سرتابی کرتا ہے۔" وہ کہتا ہے:-

Marfat.com

إِذَا أَنْتَ أَكْرَمْتَ الْكَرِيمَ مَلَكْتَهُ
وَإِنْ أَنْتَ أَكْرَمْتَ اللَّئِيمَ تَمَرَّدَا

۴۔ شریف دشمن مہربانی اور معافی کے برتاؤ سے مرجاتا ہے۔ ایسے شریف لوگ کم ہوتے ہیں، جو احسان کو یاد رکھیں۔ متنبی اِن دونوں کو اِس طرح بیان کرتا ہے "شریفوں کو معافی سے زیادہ کوئی چیز قتل نہیں کرتی، یعنی وہ پھر کبھی مقابلہ کے لئے سر نہیں اُٹھاتے۔ تجھ کو ایسے شریف کم ملیں گے جو احسان کو یاد رکھیں۔" وہ کہتا ہے:۔

وَمَا قَتَلَ الْأَحْرَارَ كَالْعَفْوِ عَنْهُمُ
وَمَنْ لَكَ بِالْحُرِّ الَّذِي يَحْفَظُ النَّدَى

۵۔ کسی کے دامِ محبت میں پھنس جانا، احسان کی زنجیروں میں جکڑ جانا، اُردو کے مقولے ہیں متنبی اِن کو اِس طرح نظم کرتا ہے "میں نے اپنے آپ کو تیری محبت میں گرفتار کرلیا ہے اور جو احسان کی زنجیریں پاتا ہے، وہ اس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔" وہ کہتا ہے:۔

وَقَيَّدْتُ نَفْسِي فِي ذَرَاكَ مَحَبَّةً
وَمَنْ وَجَدَ الْإِحْسَانَ قَيْدًا تَقَيَّدَا

۶۔ اُردو کی مثل ہے "لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے" فارسی کی مثل ہے "زمینِ شور سُنبل بر نیارد" اِن دونوں کہاوتوں کو متنبی اس طرح بیان کرتا ہے "غلام جب خرید تو اُس کے ساتھ ڈنڈا بھی خرید لو۔ تاکہ وہ ٹھیک طرح کام کرے۔ بے شک غلام بد سرشت اور بے خیر و برکت ہوتے ہیں۔"

لَا تَشْتَرِ الْعَبْدَ إِلَّا وَالْعَصَا مَعَهُ
إِنَّ الْعَبِيدَ لَأَنْجَاسٌ مَنَاكِيدُ

۷۔ مشہور ہے "پائے مرا لنگ نیست، مُلکِ خدا تنگ نیست" متنبی اس مفہوم کو اِس طرح نظم کرتا ہے "مشرق و مغرب کی کشادگی میں میرے لئے بڑی جولانگاہ ہے۔ خدا کی زمین بہت وسیع ہے، ہر شہر کا بدل دوسرے شہر میں موجود ہے" یعنی جب میں کہیں نہیں رہنا چاہتا تو دوسری جگہ چلا جاتا ہوں۔ میں کسی جگہ اور مقام کا پابند نہیں ہوں۔ دیکھئے وہ کہتا ہے:۔

Marfat.com

فِي سَعَةِ الخَافِقَيْنِ مُضْطَرَبٌ
وَفِي بِلَادٍ مِنْ اُخْتِهَا بَدَلُ

۸ - بات کا جواب نہ پانا بڑی توہین ہے؛ کم رتبہ دشمن کے دل میں عداوت سخت ہوتی ہے
ان دونوں باتوں کو متنبی اس طرح بیان کرتا ہے "وہ شخص بہت رنجیدہ ہوتا ہے جو تجھ کو پکارے اور تو اُس کو جواب نہ دے۔ اور اُن لوگوں میں جو تجھ سے عداوت رکھتے ہیں، وہ شخص بڑا غضبناک ہوتا ہے جو تیرے جیسا بلند مرتبہ نہ ہو" وہ کہتا ہے:۔

وَأَتْعَبُ مَنْ نَادَاكَ مَنْ لَا تُجِيبُهُ
وَأَغْيَظُ مَنْ عَادَاكَ مَنْ لَا تُشَاكِلُ

۹ - پست ہمت اور ذلیل اچھے لوگوں کی نظروں میں کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ بہت سی زندگیاں ایسی ہیں جن سے موت بہتر ہے۔ مشہور مقولے ہیں، متنبی ان کو اس طرح نظم کرتا ہے "جو شخص ذلیل کی زندگی پر رشک کرے وہ ذلیل ہے، بہت سی زندگیاں ایسی ہیں جن سے موت بہتر ہے"۔

ذَلَّ مَنْ يَغْبِطُ الذَّلِيلَ بِعَيْشٍ
رُبَّ عَيْشٍ أَخَفُّ مِنْهُ الحِمَامُ

۱۰ - مشہور کہاوت ہے "جو شخص خود اپنی عزت نہیں کرتا، دنیا اُس کی کبھی عزت نہیں کرتی، مُردہ جسم کو زخم سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی" ان دونوں کو متنبی اس طرح بیان کرتا ہے "جو شخص ذلت خود اختیار کرے اُس پر ذلت شاق نہیں گذرتی، جس طرح مُردہ کو زخم سے کچھ دُکھ نہیں ہوتا"۔ دیکھیے وہ کہتا ہے:۔

مَنْ يَهُنْ يَسْهُلِ الهَوَانُ عَلَيْهِ
مَا لِجُرْحٍ بِمَيِّتٍ إِيلَامُ

۱۱ - عاشق وہ ہے جس کی زبان پر ہر وقت محبوب کا ذکر ہو۔ اسی طرح عاشق وہ ہے جو رُسوائیوں سے نہ ڈرے۔ ان دونوں باتوں کو متنبی اس طرح نظم کرتا ہے "محبت وہ ہے جو زبان کو محبوب کا چرچا کرنے سے روک نہ سکے: عاشق وہ ہے جو درد و محبت کی تاب نہ لاکر ہجر و فراق کی بے مہریوں کا شکوہ کرتا پھرے اور رُسوائیوں سے نہ ڈرے"۔ بھلا کیا مزہ اس عشق میں جس میں کہ رُسوائی نہ ہو۔

دیکھیے متنبی کہتا ہے:-

أَلْحُبُّ مَا مَنَعَ الْكَلَامَ الْأَلْسُنَا
وَأَلَذُّ شَكْوَى عَاشِقٍ مَا أَعْلَنَا

۱۲۔ مشہور ہے کہ عقلمند ہمیشہ زمانہ کے مصائب کا شکار ہوتے ہیں اور بیوقوف ہمیشہ چین کی بانسری بجاتے ہیں۔ متنبی ان محاوروں کو اس طرح بیان کرتا ہے: "فاضل انسان مصائبِ زمانہ کے ہدف بنتے ہیں، اور غم سے خالی وہ ہوتے ہیں جو عقل سے خالی ہوں" فارسی کا شعر ہے

دیوانہ باش تا غمِ تو دیگراں خورند   عاقل مباش تا تو غمِ دیگراں خوری

دیکھیے متنبی بھی سیکڑوں برس پہلے یہی کہہ گیا ہے:-

أَفَاضِلُ النَّاسِ أَغْرَاضٌ لَدَى الزَّمَنِ
يَخْلُو مِنَ الْهَمِّ أَخْلَاهُمْ مِنَ الْفِطَنِ

۱۳۔ ایک آخری مثال اور ملاحظہ ہو: بیماریوں اور مصیبتوں سے زندگی اجیرن ہو جائے، تو کہا جاتا ہے کہ اس زندگی سے موت بھلی: یا "کاش موت ہی آجاتی تو قصہ تمام ہو جاتا" یہ اردو کے مشہور محاورے ہیں متنبی ان کو اس طرح نظم کرتا ہے: "تیرے لئے بیماری کی شدت کی انتہا یہ ہے کہ تو موت کو شفا سمجھنے لگے۔ اور موت کی کامیابی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ آرزو بن جائے۔ وہ کہتا ہے:-

كَفَى بِكَ دَاءً أَنْ تَرَى الْمَوْتَ شَافِيًا
وَحَسْبُ الْمَنَايَا أَنْ يَكُنَّ أَمَانِيَا

ایسے اشعار جن کا صرف مصرعِ ثانی (خط کشیدہ) کہاوت ہے، چند درج ذیل ہیں:-

۱۔ مشہور ہے کہ "دنیا میں ایسا ساتھی جس سے انسان کو کبھی نقصان نہ پہنچے [illegible] کتاب ہے" متنبی اس مفہوم کو اس طرح نظم کرتا ہے۔

أَعَزُّ مَكَانٍ فِي الدُّنَى سَرْجُ سَابِحٍ
وَخَيْرُ جَلِيسٍ فِي الزَّمَانِ كِتَابُ

دنیا میں سب سے باعزت جگہ گھوڑے کی زین ہے، اس لئے کہ اس پر بیٹھ کر آدمی بلند مراتب حاصل کرتا ہے، اور زمانہ میں سب سے بہترین ساتھی کتاب ہے جس سے انسان کو کبھی رنج و ملال

Marfat.com

نہیں ہوسکتا۔"

۲۔ ہر شخص جانتا ہے کہ نرمی کا برتاؤ اور احسان، دشمن کو بھی غلام بے دام بنا دیتا ہے متنبی بنو کلاب کی سرکشی پر سیف الدولہ کے غصّہ کو ٹھنڈا کرتے ہوئے کہتا ہے: "اے آقا! اُن پر مہربانی کر اس لئے کہ نرمی کا برتاؤ، ظالم و سرکش کے لئے بڑی سزا ہے۔ دشمن پر قابو پانے کے بعد اس کو معاف کر دینے سے وہ سخت شرمندہ ہوتا ہے، اور دل ہی دل میں اپنی نالائقی پر کڑھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑی سزا ہے۔"

تَرَفَّقْ أَيُّهَا الْمَوْلٰى عَلَيْهِمْ
فَإِنَّ الرِّفْقَ بِالْجَانِي عِتَابُ

۳۔ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ کسی کی فریاد رسی اُسی وقت مفید ہو سکتی ہے، جب تباہی اور بربادی سے پہلے ہو، ہلاکت کے بعد اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ متنبی سیف الدولہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "تو سرحدی لوگوں کی امداد کے لئے اُن کی موت آنے سے پہلے اُن کے پاس پہنچ گیا۔ اس لئے کہ فریاد رسی کا فائدہ اُسی وقت ہوتا ہے جب وہ ہلاکت سے پہلے ہو۔"

سَبَقْتَ إِلَيْهِمْ مَنَايَاهُمْ
وَمَنْفَعَةُ الْغَوْثِ قَبْلَ الْعَطَبْ

۴۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ ایک قوم کی تباہی اور مصیبت دوسری قوم کی خوشی اور شادمانی کی باعث ہوتی ہے۔ دیکھئے متنبی اس مضمون کو اس طرح نظم کرتا ہے:-

بِذَا قَضَتِ الْأَيَّامُ مَا بَيْنَ أَهْلِهَا
مَصَائِبُ قَوْمٍ عِنْدَ قَوْمٍ فَوَائِدُ

۵۔ مشہور ہے کہ "ہر شخص اپنی فطرت سے مجبور ہوتا ہے۔" متنبی اس مقولہ کو اس طرح بیان کرتا ہے "ہر شخص بہادری اور سخاوت کی خوبی سے واقف ہے۔ لیکن انسان کی فطرت اس کو اپنی طرف کھینچ لے جاتی ہے، یعنی وہ اپنی فطرت سے مجبور ہے۔ وہ وہی کرتا ہے جو اُس کی فطرت کا تقاضا ہوتا ہے۔"

وَكُلٌّ يَرَى طُرُقَ الشَّجَاعَةِ وَالنَّدٰى
وَلٰكِنَّ طَبْعَ النَّفْسِ لِلنَّفْسِ قَائِدُ

Marfat.com

۶۔ مشہور ہے "مصیبت میں کوئی ساتھی نہیں ہوتا"۔ متنبی اِس مضمون کو اِس طرح نظم کرتا ہے "میں جس امرِ عظیم کے لئے کوشاں ہوں اُس میں میں تنہا ہوں، کسی جگہ میں کوئی ایسا دوست نہیں پاتا جو میری مصیبت میں میری مدد کرے۔ ظاہر ہے جب مقصد بڑا اور خطرناک ہو تو مددگار کم ہوتے ہیں" وہ کہتا ہے:۔

وَحِيدٌ مِنَ الخُلَّانِ فِي كُلِّ بَلْدَةٍ
إِذَا عَظُمَ المَطْلُوبُ قَلَّ المُسَاعِدُ

۷۔ سب ہی جانتے ہیں کہ ماضی کے واقعات مستقبل میں دوسروں کے لئے نصیحت و عبرت ہوتے ہیں۔ متنبی اِس مفہوم کو اس طرح بیان کرتا ہے "ممدوح اگر رحم نہ کرتا تو جو لوگ باقی رہ گئے ہیں وہ بھی زندہ نہ بچتے، زمانۂ گذشتہ میں جو لوگ ہلاک ہو چکے ہیں وہ اُن لوگوں کے لئے عبرت ہیں جو باقی بچ گئے ہیں۔

وَلَوْلَمْ يُبْقِ لَمْ تَعِشِ البَقَايَا
وَفِي المَاضِي لِمَنْ بَقِيَ اعْتِبَارُ

۸۔ ایسی زندگی جو خوشیوں سے محروم ہو، بیکار ہے۔ مر مر کر جینا بھی کوئی جینا ہے متنبی اِس مفہوم کو اس طرح نظم کرتا ہے: "میں اپنی زندگی پر حسد کیا جاتا ہوں، حالانکہ ایسی زندگی کوئی اچھی زندگی نہیں جو خوشیوں سے خالی ہو" یعنی وہ اس قابل نہیں کہ لوگ اس پر حسد کریں" وہ کہتا ہے:۔

وَلٰكِنِّي حُسِدْتُ عَلَى حَيَاتِي
وَمَا خَيْرُ الحَيَاةِ بِلَا سُرُورِ

۹۔ ہرچہ از دوست می رسد نیکوست ۔ اور ۔ دوست کی ایک نگاہ کرم بھی بہت ہے۔ یہ ملتے جلتے مقولے، متنبی اس طرح نظم کرتا ہے: "میں نے ممدوح سے ملاقات کی، اور اس کی پہلی نظر التفات پر قناعت کی۔ بیشک دوست کی تھوڑی سی مہربانی بہت ہے۔"

وَقَنِعْتُ بِاللُّقْيَا وَأَوَّلِ نَظْرَةٍ
إِنَّ القَلِيلَ مِنَ الحَبِيبِ كَثِيرُ

۱۰۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بزدل ہمیشہ کمزوروں ہی پر حملہ کرتا ہے متنبی اِس بات کو اِس طرح

Marfat.com

بیان کرتا ہے:" تم یہ نہ خیال کرو کہ تم نے جن لوگوں کو قید کیا ہے اُن میں کچھ بھی جان باقی تھی۔ مُردار کو نہیں کھاتا ہے مگر بجو۔" یعنی کمزوروں کو قیدی بنانے پر تم کو فخر نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ شیردلوں کا کام نہیں کہ بے جانوں اور کمزوروں پر حملہ کریں۔ یہ تو تمہارے جیسے بُزدل بجوؤں کا کام ہے جو کبھی کسی جاندار چیز کا مقابلہ نہیں کرسکتا، ہمیشہ مُردار ہی کھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

لَا تَحْسَبُوا مَنْ أَسَرْتُمْ كَانَ ذَا رَمَقٍ
فَلَيْسَ يَأْكُلُ إِلَّا الْمَيْتَةَ الضَّبُعُ

۱۱۔ فارسی کی یہ کہاوت کہ "نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد" یہ کہاوت متنبی کے اِس شعر سے ماخوذ ہے، جس میں وہ کہتا ہے:" ہتھیار سب ہی لوگ لگاتے ہیں، لیکن ہر پنجہ رکھنے والا جانور درندہ نہیں ہوتا۔" یعنی ہر مسلح اور طاقتور نوجوان بہادر نہیں ہوتا۔

إِنَّ السِّلَاحَ جَمِيعُ النَّاسِ تَحْمِلُهُ
وَلَيْسَ كُلُّ ذَوَاتِ الْمِخْلَبِ السَّبُعُ

۱۲۔ "مجبوری سب کچھ کراتی ہے۔" اُردو کا محاورہ ہے۔ متنبی اس بات کو اِس طرح بیان کرتا ہے "میں نے مجبوراً تمہارے احسان کو قبول کیا ہے۔ بھوک شیروں کو بھی مردار کھانے پر رضامند کردیتی ہے۔" وہ کہتا ہے:۔

غَيْرَ اخْتِيَارٍ قَبِلْتُ بِرَّكَ لِي
وَالْجُوعُ يُرْضِي الْأُسُودَ بِالْجِيَفِ

۱۳۔ مَثَل مشہور ہے کہ "محبّت اندھی ہوتی ہے۔" متنبی اِس کہاوت کو اِس طرح نظم کرتا ہے۔ "ملامت کرنے والا کب تک اِس طمع میں رہے گا کہ میں اُس کی نصیحتیں سنوں گا، حالانکہ عقلمند جب محبت کر بیٹھتا ہے تو اُس کی عقل کو محبت کے معاملہ میں کچھ دخل نہیں رہتا یعنی محبت اندھی ہوتی ہے، اُس کو عقل و خرد سے کچھ سروکار نہیں۔

إِلَامَ طَمَاعِيَةُ الْعَاذِلِ
وَلَا رَأْيَ فِي الْحُبِّ لِلْعَاقِلِ

۱۴۔ مشہور ہے "نقل اصل پر غالب نہیں ہوتی" متنبی اس مقولہ کو اس طرح بیان کرتا ہے:

Marfat.com

"میں چاہتا ہوں کہ دل ملامت کرنے والے کی بات مان لے اور تم کو بھول جائے، لیکن چونکہ تیری محبت میری سرشت میں پیوست ہو چکی ہے۔ اس لئے اُوپری باتوں کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا، بہر حال اصل؛ اصل ہے اور نقل؛ نقل" وہ کہتا ہے :-

يُرَادُ مِنَ الْقَلْبِ نِسْيَانُكُمْ
وَتَأْبَى الطِّبَاعُ عَلَى النَّاقِلِ

۱۵۔ مشہور ہے "ڈوبنے والا تر دامانی سے ڈرتا نہیں" اس بات کو متنبی اس طرح نظم کرتا ہے "میں جس ہلاکت سے بچنا چاہتا ہوں، محبوبہ کی جُدائی اُس سے زیادہ قاتل ہے میں ڈوبا ہوا ہوں میں تر دامانی سے ڈرتا نہیں" یعنی میں جب محبوبہ کے فراق میں شہید ہی ہو چکا تو اب مجھے ہتھیاروں سے قتل کیے جانے کا کیا غم؟

وَالْهَجْرُ أَقْتَلُ لِي مِمَّا أُرَاقِبُهُ
أَنَا الْغَرِيقُ فَمَا خَوْفِي مِنَ الْبَلَلِ

۱۶۔ ماہِ تاباں کی روشنی کے سامنے ستارے ماند پڑ جاتے ہیں۔ اِس بات کو متنبی اس طرح بیان کرتا ہے "جو کچھ تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اُسے لے لو، جو کانوں سے سُنتے ہو اُسے چھوڑ دو۔ اس لئے کہ بدرِ کامل کے طلوع ہونے کے بعد زحل جیسے دھیمی روشنی والے ستاروں کی کیا ضرورت ہے" یعنی سیف الدولہ جیسے بہادر نوجوان کو دیکھنے کے بعد دُوسروں کی سُنی سُنائی تعریف سے کیا فائدہ؟ شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ۔ وہ کہتا ہے :-

خُذْ مَا تَرَاهُ وَدَعْ شَيْئًا سَمِعْتَ بِهِ
فِي طَلْعَةِ الْبَدْرِ مَا يُغْنِيكَ عَنْ زُحَلِ

۱۷۔ بعض چیزیں بظاہر تکلیف دہ ہوتی ہیں لیکن نتیجہ اچھا ہوتا ہے۔ متنبی اس مضمون کو اِس طرح نظم کرتا ہے "شاید تیری ناراضگی کا نتیجہ اچھا ہو اور اب حاسد تجھ سے میری جھوٹی شکایتیں نہ کر سکیں بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جن سے جسم تندرست ہو جاتا ہے۔" "بعد از رنج راحت است" وہ کہتا ہے:

لَعَلَّ عَتْبَكَ مَحْمُودٌ عَوَاقِبُهُ
فَرُبَّمَا صَحَّتِ الْأَجْسَامُ بِالْعِلَلِ

۱۸۔ مشہور ہے، موت کو بھی ایک دن موت آنا ہے۔" یعنی کوئی ایسی چیز نہیں جو آخر کار فنا نہ ہو جائے متنبی اس مقولہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ" ممدوح ایسی ضرب شدید لگاتا ہے کہ تلوار مقتول کے جسم میں پیوست ہو کر ٹوٹ جاتی ہے، گویا ممدوح ایک ہی وار میں دو چیزوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے دشمن اور تلوار، پھر کہتا ہے کہ یہ کوئی عجیب بات نہیں، ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ انسانوں کی طرح تلوار کو بھی موت آنا ہے۔"

اَلقَاتِلِ السَّیفَ فِی جِسمِ القَتِیلِ بِهِ
وَلِلسُّیُوفِ کَمَا لِلنَّاسِ آجَالُ

۱۹۔ انسان کے خاندانی جوہر کبھی چھپتے نہیں۔ اس مفہوم کو متنبی اِس طرح بیان کرتا ہے: قاضی حسن انطاکی کی شریف اولاد کو چاہیئے کہ وہ تواضع اور زیادہ کریں، کہیں چراغ کی روشنی تاریکی میں چھپائے چھپتی ہے۔" یعنی خاندانی فیاضی اور تواضع ظاہر ہو کر رہے گی، اُن کو چاہیئے کہ اس میں اور اضافہ کریں۔

لِیَزِدْ بَنُو الحَسَنِ الشِّرَافُ تَوَاضُعًا
هَیهَاتَ تُکتَمُ فِی الظَّلَامِ مَشَاعِلُ

۲۰۔ شریف آدمی معمولی میل و ملاقات کا ویسا ہی پاس و لحاظ کرتے ہیں جیسا عہد و پیمان کا کیا جاتا ہے۔ متنبی اس مقولہ کو اس طرح بیان کرتا ہے:" جو جان پہچان ہمارے درمیان ہے، اگر تم اُس کا پاس و لحاظ کرتے تو کبھی وہ ضائع نہ ہوتی، بے شک عقلمند آدمی معمولی میل و ملاقات کی بھی اُسی طرح حفاظت کرتے ہیں جس طرح عہد و پیمان کی کی جاتی ہے۔"

وَبَینَنَا لَو رَعَیتُم ذَاكَ مَعرِفَةٌ
إِنَّ المَعَارِفَ فِی أَهلِ النُّهَی ذِمَمُ

۲۱۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے، بدی کا بدلہ بدی ہوتا ہے، اُردو کی کہاوتیں ہیں، متنبی یہ اس طرح بیان کرتا ہے:" یہ سواروں کا زرہ پوش ہونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ نیزوں سے زخمی ہو کر مرنے پر بخل کرتے ہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ شر کا جواب شر سے دینا زیادہ عقلمندی کی بات ہے۔

وَمَا ذَاكَ بُخْلاً بِالنُّفُوْسِ عَلَى الْقَنَا
وَلٰكِنَّ صَدْمَ الشَّرِّ بِالشَّرِّ أَحْزَمُ

۲۲۔ بلند حوصلہ معمولی چیزوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ متنبی اس مقولہ کو اس طرح نظم کرتا ہے "کافور کا ارادہ کرنے والے دوسروں کو چھوڑنے والے ہیں، اس لئے کہ جو سمندر کا ارادہ کرتے ہیں وہ معمولی گھاٹیوں پر نہیں جاتے" یعنی جو لوگ دریا دل بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں وہ معمولی امراء کو خاطر میں نہیں لاتے۔ دیکھیئے وہ کہتا ہے:۔

قَوَاصِدُ كَافُوْرٍ تَوَارِكُ غَيْرِهِ
وَمَنْ قَصَدَ الْبَحْرَ اسْتَقَلَّ السَّوَاقِيَا

۲۳۔ مثل مشہور ہے "عَادَاتُ السَّادَاتِ، سَادَاتُ الْعَادَاتِ" متنبی اس کہاوت کو اس طرح بیان کرتا ہے "ہمیں بخشش کے بارے میں تجھ پر کچھ اختیار نہیں ہے۔ یعنی اس میں ہماری پسند کو کچھ دخل نہیں ہے، شریف جو کچھ بخشتا ہے وہ شریف ہی ہوتا ہے یعنی اس کی بخشش بھی اُس کی طرح بڑی ہوتی ہے":

مَا لَنَا فِي النَّدَى عَلَيْكَ اخْتِيَارُ
كُلُّ مَا يَمْنَحُ الشَّرِيْفُ شَرِيْفُ

۲۴۔ خوبصورت عورت کی گردن میں ہار اچھا لگتا ہے۔ متنبی اس مقولہ کو اس طرح نظم کرتا ہے۔ "اُن دونوں کی تعریف میں میرا شعر ایسا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے جیسے خوبصورت عورت کی گردن میں ہار اچھا لگتا ہے۔"

وَأَصْبَحَ شِعْرِي مِنْهُمَا فِي مَكَانِهِ
وَفِي عُنُقِ الْحَسْنَاءِ يُسْتَحْسَنُ الْعِقْدُ

۲۵۔ "چاند اپنے ہالہ سے نہیں نکلتا" ایک کہاوت ہے، اس کو متنبی اس طرح بیان کرتا ہے۔ "اے ممدوح تو چاند کی طرح بلند مرتبہ پر پہنچ گیا ہے۔ جس سے دشمنوں کی کوشش کے باوجود تو نہیں ہٹا اس لئے کہ چاند اپنے ہالہ سے نہیں نکلتا۔" وہ کہتا ہے

أَعْيَا زَوَالُكَ عَنْ مَحَلٍّ نِلْتَهُ   لَا تَخْرُجُ الْأَقْمَارُ عَنْ هَالَاتِهَا

Marfat.com

۲۶۔ بناوٹی چیز خلقی چیز کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ متنبی اس مقولہ کو اس طرح نظم کرتا ہے "تیرا حلم خلقی ہے بناوٹی نہیں۔ مصنوعی طور پر سرمہ لگی ہوئی آنکھیں خوبصورتی میں خلقی سُرمگیں آنکھوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں"

لِأَنَّ حِلْمَكَ حِلْمٌ لَا تُكَلِّفُهُ
لَيْسَ التَّكَحُّلُ فِي الْعَيْنَيْنِ كَالْكَحَلِ

۲۷۔ اُردو کی کہاوت ہے "بڑھتا ہوا سیلاب اپنا راستہ خود بنا لیتا ہے" متنبی اس مفہوم کو اس طرح بیان کرتا ہے "چغلی کھانے والوں کی باتیں تجھ کو بخشش سے نہ روک سکیں، اور مسلسل برسنے والے ابر کا راستہ کون روک سکتا ہے" یعنی تو ایک دریا دل سخی ہے، تجھے سخاوت سے کون باز رکھ سکتا ہے۔

وَمَا ثَنَاكَ كَلَامُ النَّاسِ عَنْ كَرَمٍ
وَمَنْ يَسُدُّ طَرِيقَ الْعَارِضِ الْهَطِلِ

۲۸۔ مشہور ہے "انسان کا چہرہ اُس کے دل کا آئینہ دار ہوتا ہے" یعنی صورت دیکھتے ہی انسان کے طور، طریقوں سے اس کی شرافت و نجابت کا پتہ چل جاتا ہے۔ متنبی اس کہاوت کو اس طرح نظم کرتا ہے "شرافت تیری باتوں سے ظاہر ہے یعنی جو شخص تیری باتیں سُنتا ہے اس کو تیری فطری شرافت کا یقین ہو جاتا ہے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح گھوڑے کی نجابت کا اندازہ اُس کی آواز سے کیا جاتا ہے" وہ کہتا ہے:۔

كَرَمٌ تَبَيَّنَ فِي كَلَامِكَ مَاثِلًا
وَيَبِينُ عِتْقُ الْخَيْلِ فِي أَصْوَاتِهَا

۲۹۔ انتہائی خوشی شادی مرگ بن جاتی ہے۔ ایک مشہور مقولہ ہے۔ متنبی اس بات کو اس طرح بیان کرتا ہے "خیمہ کے گر جانے کو تم عجیب بات نہ سمجھو، اس لئے کہ نفس کی انتہائی خوشی اُس کو مار کر گرا دیتی ہے"

فَلَا تُنْكِرَنَّ لَهَا صَرْعَةً
فَمِنْ فَرَحِ النَّفْسِ مَا يَقْتُلُ

۳۰۔ مشہور مَثَل ہے "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" یعنی دنیا ہمیشہ طاقتوروں کے اشارہ پر

Marfat.com

ناچیز ہے۔ متنبی اِس کہاوت کو اِس طرح نظم کرتا ہے: "ذلت کی زندگی گذارنے سے موت میرے لئے زیادہ عذرخواہ یعنی زیادہ بہتر ہے، اور مصائبِ زمانہ پر ہائے ویلا کرنے کے بجائے صبر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اور گھر میں بیکار پڑے رہنے کے بجائے دشت و صحرا میرے لئے زیادہ وسیع جولانگاہ ہے۔ دُنیا اُسی کی ہے جو اُس کے شدائد کا مقابلہ کر کے اُس پر غالب آجائے۔ دُنیا میں اُس کا کچھ حصہ نہیں جو اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے۔" دیکھئے وہ کس ساحرانہ انداز میں یہ بات کہتا ہے:۔

فَالْمَوْتُ أَعْذَرُ لِي وَالصَّبْرُ أَجْمَلُ بِي
وَالْبَرُّ أَوْسَعُ وَالدُّنْيَا لِمَنْ غَلَبَا

یہ تھے وہ اشعار جن کا صرف مصرعِ ثانی کہاوت تھا، اگر غور سے دیکھا جائے تو اِس معجز بیان شاعر کے کلام میں ایسے جواہر پارے اور بھی بہت ملیں گے۔ لیکن خوفِ طوالت کے وجہ سے مَیں نے اختصار کو ہر عنوان کے تحت مدِنظر رکھا ہے۔ خَيْرُ الْكَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ۔

متنبی کے دیوان میں ایسی کہاوتیں بھی بکثرت ملیں گی، جو پورے ایک شعر یا ایک سے زائد شعروں میں بیان کی گئی ہوں۔ جو حکمت و موعظت سے پُر اور زمانہ کی بے مہریوں اور اہلِ زمانہ کی ناقدریوں کے دِل دوز گلے اور شکووں سے لبریز ہیں۔ اس کی بھی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔ مشہور مثل ہے "دن میں اگر چمگادڑ کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟" یہ کہاوت متنبی کے اِس شعر سے ماخوذ ہے جس میں وہ کہتا ہے: "میری خوبیاں اگر کسی بیوقوف سے پوشیدہ رہیں تو میں اُس کو معذور سمجھتا ہوں اِس لیے کہ اندھی آنکھ مجھے دیکھ ہی نہیں سکتی۔"

وَإِذَا خَفِيتُ عَلَى الْغَبِيِّ فَعَاذِرٌ
أَنْ لَا تَرَانِي مُقْلَةٌ عَمْيَاءُ

۲۔ فارسی کی کہاوت ہے "آں را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک است۔" یہ بھی متنبی کے مندرجۂ ذیل شعر سے ماخوذ ہے جس میں وہ کہتا ہے:۔ "میں نے تیری تعریف گھٹا کر تیری کوئی تنقیص نہیں کی، ہر شخص جانتا ہے کہ نہ میں نے چاند کو چاندی کہا اور نہ سورج کو سُونا۔"

وَمَا قُلْتُ لِلْبَدْرِ أَنْتَ اللُّجَيْنُ
وَمَا قُلْتُ لِلشَّمْسِ أَنْتَ الذَّهَبُ

Marfat.com

۳۔ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" مشہور کہاوت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمانہ میرا مخالف ہے، میں جو کچھ چاہتا ہوں وہ اُس کے برعکس کرتا ہے، متنبی اس مضمون کو اِس طرح نظم کرتا ہے "میں خیال کرتا ہوں کہ اگر میں تمھاری جدائی اور فراق چاہوں تو میں اُس سے بھی جدا ہو جاؤں گا۔ یعنی مجھے وہ بھی نہ حاصل ہو سکے گا۔ اِس لئے کہ زمانہ بڑا بُرا ساتھی ہے" وہ کہتا ہے۔

وَأَحْسَبُ أَنِّي لَوْ هَوِيْتُ فِرَاقَكُمْ
لَفَارَقْتُهُ وَالدَّهْرُ أَخْبَثُ صَاحِبِ

۴۔ محلّوں میں رہنے والے جھونپڑیوں میں گذارہ کرنا کیا جانیں"۔ اِس مقولہ کو متنبی اِس طرح بیان کرتا ہے "جو شخص عمدہ گھوڑے پر سوار ہو چکا ہو وہ اگر بیل پر سواری کرے تو اس کو بیل کے کُھر اور اُس کا غبغبہ بُرا معلوم ہوگا" وہ کہتا ہے :۔

وَمَنْ رَكِبَ الثَّوْرَ بَعْدَ الْجَوَا
دِ أَنْكَرَ أَظْلَافَهُ وَالْغَبَبْ

۵۔ مشہور ہے کہ "محبت اور عداوت کی نظر چھپتی نہیں"۔ متنبی اِس بات کو اِس طرح نظم کرتا ہے۔ "دشمن عداوت کو چھپاتا ہے مگر وہ چھپتی نہیں۔ اس لئے کہ دشمن کی نگاہیں اس عداوت کو جس کو اُس نے چھپایا ظاہر کر دیتی ہیں۔

يُخْفِي الْعَدَاوَةَ وَهِيَ غَيْرُ خَفِيَّةٍ
نَظَرُ الْعَدُوِّ بِمَا أَسَرَّ يَبُوحُ

۶۔ "بہادر جان دینا پسند کرتا ہے، مگر عزت پر آنچ نہیں آنے دیتا" ایک مشہور مقولہ ہے متنبی اس مفہوم کو اس طرح بیان کرتا ہے "مجھ سے باز آجا، میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو سانپوں کے کاٹنے سے ڈر کر بچھوؤں پر سو رہتے ہیں۔ یعنی میں سانپوں کے ڈسنے سے بچ کر جس میں انسان تھوڑی دیر میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ بچھوؤں کے کاٹنے کو پسند نہیں کرتا جس میں انسان گو دیر تک جیتا ہے مگر سخت دُکھ اور تکلیف میں رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عزت کی موت کے مقابلہ میں ذلیل ہو کر زیادہ دنوں تک جینا مجھے پسند نہیں۔ دیکھئے وہ کہتا ہے :۔

إِلَيْكَ فَإِنِّي لَسْتُ مِمَّنْ إِذَا اتَّقَى   عِضَاضَ الْأَفَاعِي نَامَ فَوْقَ الْعَقَارِبِ

Marfat.com

۷ - "صحبتِ ناجنس بڑا عذاب ہے" متنبّی اِس مقولہ کو اِس طرح نظم کرتا ہے "شریف آدمی پر دنیا کے مصائب میں سے ایک بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ایسے دشمن سے میل جول رکھنے پر مجبور ہو جس کی ظاہری دوستی سے اُس کو کوئی چارہ کار نہ ہو"

وَمِنْ نَكَدِ الدُّنْيَا عَلَى الحُرِّ أَنْ يَرَى
عَدُوًّا لَهُ مَا مِنْ صَدَاقَتِهِ بُدُّ

۸ - نااہل کی دوستی پر ایک اور مثل ملاحظہ ہو۔ متنبی کہتا ہے "کبھی بوالہوس بھی خلعتِ عشق زیب تن کر لیتا ہے اور کبھی انسان نااہل کو بھی جس سے اُس کو لگاؤ نہیں ہوتا۔ اپنا دوست اور ساتھی بنا لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے :۔

وَقَدْ يَتَزَيَّا بِالهَوَى غَيْرُ أَهْلِهِ
وَيَسْتَصْحِبُ الإِنْسَانُ مَنْ لَا يُلَائِمُهُ

۹ - ایک مانی ہوئی بات ہے کہ اگر کسی کام کے کرنے پر قدرت ہے تو اُس کے نہ کرنے پر اور زیادہ قدرت ہوگی، اس لئے کہ بہ نسبت فعل کے ترکِ فعل زیادہ آسان ہے۔ متنبی اِس بات کو اِس طرح بیان کرتا ہے "جب مجھے اِس بات کے کہنے پر قدرت ہے تو نہ کہنے پر مجھکو زیادہ قدرت ہوگی"

إِذَا مَا قَدَرْتُ عَلَى نُطْقَةٍ
فَإِنِّي عَلَى تَرْكِهَا أَقْدَرُ

۱۰ - "دُنیا دھوکہ کی ٹٹی ہے" ایک مشہور کہاوت ہے۔ متنبی اس مضمون کو اِس طرح نظم کرتا ہے "میں جانتا ہوں اور ہر عقلمند جانتا ہے کہ زندگی، گو میں اُس کی کتنی ہی حرص کیوں نہ کروں، ایک دھوکہ ہے" یعنی فانی ہے، خدا کی ذات کے علاوہ دنیا میں کسی کو بقا نہیں۔

إِنِّي لَأَعْلَمُ وَاللَّبِيبُ خَبِيرُ
أَنَّ الحَيَاةَ وَإِنْ حَرَصْتُ غُرُورُ

۱۱ - اُلّو کو ویرانہ ہی بھاتا ہے اور بلبل کو باغ یا یوں کہئیے کہ جیسی روح ویسے فرشتے، یعنی جسکی جیسی سرشت ہوتی ہے اُس کی پسند بھی ویسی ہی ہوتی ہے۔ متنبی اس مفہوم کو اس طرح بیان کرتا ہے۔ "اچھے پرندے ہمیشہ محلوں پر بیٹھتے ہیں اور منحوس ویرانوں میں پناہ لیتے ہیں اور قبروں میں رہتے ہیں"۔

مطلب یہ ہے کہ میں چونکہ ایک بلند رتبہ شاعر ہوں اس لئے میں صرف تیرے جیسے فرماں رواؤں کی تعریف کرتا ہوں، ہر کہ ومہ کی نہیں"۔

خَيْرُ الطُّيُورِ عَلَى القُصُورِ وَشَرُّهَا
يَأْوِي الخَرَابَ وَيَسْكُنُ النَّاوُوسَا

۱۲۔ فارسی کی مثل ہے "حاجتِ مشاطہ نیست روئے دل آرام را" یعنی حُسن کے لئے ظاہری آرائش وزیبائش کی ضرورت نہیں۔ یہ متنبیؔ کے درج ذیل شعر سے ماخوذ ہے جس میں وہ کہتا ہے۔ "حقیقی حُسن اُس چہرہ کو حاصل نہیں ہے جس کی محض ناک صحیح سالم ہو، اس لئے کہ باعزت شخص وہ ہے جو اپنی عزت کھو نہ بیٹھا ہو، اگر ایسا ہوا تو یہ اُس شخص کی طرح ہوگا جس کی بےعزتی کی وجہ سے ناک کٹ چکی ہے۔" یعنی درحقیقت ذی عزت شخص وہ ہے جس میں ذلت وگراوٹ کی باتیں نہ پائی جاتی ہوں، جس طرح صرف ظاہری آرائش وزیبائش سے کوئی آدمی حسین نہیں ہوتا، اسی طرح محض ظاہری اعضاء کی سلامتی سے کوئی شخص باعزت نہیں بنتا۔" وہ کہتا ہے:۔

لَيْسَ الجَمَالُ لِوَجْهٍ صَحَّ مَارِنُهُ
أَنْفُ العَزِيزِ بِقَطْعِ العِزِّ يُجْتَدَعُ

۱۳۔ اپنے محسن کی بے جا بات بھی قابلِ درگذر ہوتی ہے۔ اِس مقولہ کو متنبی اس طرح بیان کرتا ہے:" دوست کا وہ فعل جس نے مجھے رنجیدہ کیا ہے، اگر ایک ہے تو اُس کے وہ افعال جنھوں نے مجھے خوش کیا ہے بہت سے ہیں"۔

فَإِنْ يَكُنِ الفِعْلُ الَّذِي سَاءَ وَاحِدًا
فَأَفْعَالُهُ اللَّائِي سَرَرْنَ أُلُوفُ

۱۴۔ دُنیا بڑی بے وفا ہے، اُس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کی تعریف کی جاوے۔ متنبی اِس بات کو اس طرح نظم کرتا ہے۔" جو شخص محض احباب کی جُدائی کی مذمت کرتا ہے اُس کو اختیار ہے میں تو اُن لوگوں میں سے ہوں جو زمانہ میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتے جس کی تعریف کی جاوے"۔

مَنْ خَصَّ بِالذَّمِّ الفِرَاقَ فَإِنَّنِي
مَنْ لَا يَرَى فِي الدَّهْرِ شَيْئًا يُحْمَدُ

Marfat.com

۱۵ - روزِ روشن کی طرح واضح چیز بھی کسی کے نہ سمجھ میں آئے تو اُس کی عقل و فہم کا خدا ہی حافظ ہے۔ متنبی اس مفہوم کو اِس طرح نظم کرتا ہے "میرا کلام روزِ روشن کی طرح واضح ہے لیکن اگر کوئی شخص روزِ روشن کو بھی سمجھنے میں دلیل کا محتاج ہو تو اُس کو پھر کوئی بات سمجھانا بہت دشوار ہے"۔ وہ کہتا ہے :-

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْاَفْهَامِ شَيْءٌ
إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيْلِ

۱۶ - جُہلاء کا طبقہ اہلِ علم کا دشمن ہوتا ہے، ایک مشہور بات ہے، متنبی اس مقولہ کو اس طرح بیان کرتا ہے "جب کوئی جاہل میری مذمت کرے، تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں علم و فضل میں کمال رکھتا ہوں"

وَ اِذَا أَتَتْكَ مَذَمَّتِيْ مِنْ نَاقِصٍ
فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِيْ بِأَنِّيْ كَامِلُ

۱۷ - کتا بھی اپنے دروازہ پر شیر ہوتا ہے۔ مشہور مثل ہے، یعنی بزدل کو جب کسی مدِ مقابل کا ڈر نہ ہو تو خوب گیدڑ بھبکی دکھاتا ہے، اور جب کوئی مردِ میدان سامنے آجائے تو دُم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔ متنبی اس مضمون کو اِس طرح نظم کرتا ہے "بزدل جب کہیں تنہا ہوتا ہے تو نیزہ زنی اور جنگ کے لئے تنہائی میں مطالبہ کرتا ہے" مطلب یہ ہے کہ بُزدل رومیوں نے تیری عدم موجودگی میں قلعہ "حدث" پر حملہ کردیا، مگر تجھکو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے" وہ کہتا ہے :-

وَاِذَا مَا خَلَا الْجَبَانُ بِأَرْضٍ
طَلَبَ الطَّعْنَ وَحْدَهُ وَالنِّزَالَا

۱۸ - علم اور دولت دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتیں۔ اِس مقولہ کو متنبی اس طرح بیان کرتا ہے "آگ و پانی کا ہتھیلی میں جمع کرنا اتنا دشوار نہیں جتنا دُنیاوی خوش بختی کے ساتھ عقل و فہم کو یکجا کرنا" یعنی جس طرح آگ و پانی کا جمع ہونا ناممکن ہے، اُسی طرح یہ بھی بہت مشکل ہے کہ دولتِ علم سے مالامال ہونے والا دنیاوی سعادت اور خوش نصیبی سے بھی سرفراز ہو :-

وَمَا الْجَمْعُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالنَّارِ فِيْ يَدِيْ ... بِأَصْعَبَ مِنْ أَنْ أَجْمَعَ الْجَدَّ وَالْفَهْمَا

Marfat.com

۱۹- "بازوؤں میں طاقت نہ ہو تو تلوار کچھ کام نہیں دیتی"۔ اِس مفہوم کو متنبی اس طرح نظم کرتا ہے "عمدہ گھوڑے اور نیزے کچھ کام نہیں آتے، اگر اُن عمدہ گھوڑوں پر بہادر سردار سوار نہ ہوں"۔ یعنی کامیابی اور ظفر مندی شیر دل بہادروں سے ہوتی ہے۔ محض عمدہ گھوڑوں اور ہتھیاروں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ کہتا ہے :-

وَمَا تَنْفَعُ الْخَيْلُ الْكِرَامُ وَلَا الْقَنَا
إِذَا لَمْ يَكُنْ فَوْقَ الْكِرَامِ كِرَامُ

۲۰- مثل مشہور ہے "جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے"۔ متنبی اس کہاوت کو اس طرح بیان کرتا ہے "جب طبیعتیں بلند حوصلہ ہوں تو اُن کی مُرادیں پوری کرنے میں جسم کو سخت تکلیفیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ باشد بقدرِ ہمت تو اعتبارِ تو۔

إِذَا كَانَتِ النُّفُوسُ كِبَارًا
تَعِبَتْ فِي مُرَادِهَا الْأَجْسَامُ

۲۱- "رزق اے دوست بیگماں برسد"۔ فارسی کی اس کہاوت کو متنبی اِس طرح نظم کرتا ہے۔ "وہ شخص جو بارش کی تلاش میں مارا مارا پھرے اُس خوش نصیب جیسا نہیں، بارش جس کے گھر خود آ جاوے"۔ وہ کہتا ہے :-

وَلَيْسَ الَّذِي يَتَّبِعُ الْوَبْلَ رَائِدًا
كَمَنْ جَاءَهُ فِي دَارِهِ رَائِدُ الْوَبْلِ

۲۲- "کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد"۔ مشہور کہاوت ہے۔ دنیا میں کسی کی تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں متنبی اس مفہوم کو اس طرح بیان کرتا ہے "لوگ چاہتے ہیں کہ میں مرجاؤں حالانکہ انسان کی سب آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں، ہوائیں کشتی والوں کی مرضی کے خلاف چلتی ہیں"۔

مَا كُلُّ مَا يَتَمَنَّى الْمَرْءُ يُدْرِكُهُ
تَجْرِي الرِّيَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِي السُّفُنُ

۲۳- "جان دینا بچوں کا کھیل نہیں"۔ متنبی اِس مقولہ کو اِس طرح بیان کرتا ہے: لوگوں نے لڑائی کو کھیل سمجھ لیا ہے، حالانکہ جنگ میں نیزہ بازی اُس نیزہ بازی سے مختلف ہوتی ہے، جو کھیل کے میدان

Marfat.com

میں ہوتی ہے"

وَتَوَهَّمُوا اللَّعِبَ الوَغَى وَالطَّعْنُ فِي الـ
هَيْجَاءِ غَيْرُ الطَّعْنِ فِي المَيْدَانِ

۲۴ - مشہور ہے "خدا روزی سب کو پہنچاتا ہے، چور کو چوری میں اور ساہوکار کو ساہوکاری میں" یعنی روزی سب کو ملتی ہے بس نیت کا فرق ہے۔ پسند اپنی اپنی۔ نظر اپنی اپنی۔ متنبی اس مضمون کو اس طرح بیان کرتا ہے "میں دیکھتا ہوں کہ ہر ایک اپنے لئے زندگی چاہتا ہے، اور اس کے لئے وہ حریص، فریفتہ اور عاشق ہے، بزدل کا حب نفس اس کو بقاء حیات پر مجبور کرتا ہے اور بہادر مواقع جنگ سے محبت رکھنے کی وجہ سے میدان کارزار میں کود پڑتا ہے" یعنی بزدل اپنی جان بچانے کے لئے میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور بہادر چونکہ جنگ ہی میں اپنا نام ونمود اور زندگی سمجھتا ہے اس لئے وہ میدان کارزار میں کود پڑتا ہے دیکھئے وہ کہتا ہے:-

أَرَى كُلَّنَا يَبْغِي الحَيَاةَ لِنَفْسِهِ   حَرِيصًا عَلَيْهَا مُسْتَهَامًا بِهَا صَبَّا
فَحُبُّ الجَبَانِ النَّفْسَ أَوْرَدَهُ البَقَا   وَحُبُّ الشُّجَاعِ الحَرْبَ أَوْرَدَهُ الحَرْبَا

۲۵ - دنیا مکر و فریب کی آماجگاہ ہے۔ متنبی اس مقولہ کو اس طرح نظم کرتا ہے "میں لوگوں کو خوب برت چکا ہوں، اور اچھی طرح جانتا ہوں، اگر کوئی عقلمند ان کو برتے اور آزمائے۔ تو وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے گا میں نے دنیا میں لوگوں کی دوستی نہیں دیکھی مگر فریب اور ان کے دین و مذہب کو نہیں پایا مگر نفاق" یعنی لوگ دنیا میں بڑے پُر فریب اور منافق ہیں:

إِذَا مَا النَّاسُ جَرَّبَهُمْ لَبِيبٌ   فَإِنِّي قَدْ أَكَلْتُهُمُ وَذَاقَا
فَلَمْ أَرَ وُدَّهُمْ إِلَّا خِدَاعًا   وَلَمْ أَرَ دِينَهُمْ إِلَّا نِفَاقًا

۲۶ - فارسی کی مثل ہے "براحتے نہ رسید آنکہ محنتے نہ کشید" متنبی اس کہاوت کو اس طرح بیان کرتا ہے "اے محبوبہ! مجھے چھوڑ، تاکہ میں بلند مراتب حاصل کروں جو کسی کو نہیں حاصل ہوئے، اس لئے کہ مشکل سے حاصل ہونے والے عظیم الشان رتبے، دشواریوں کا مقابلہ کرنے ہی سے حاصل ہوتے ہیں - اور آسانی سے حاصل ہونے والے مراتب آسان باتوں سے۔ تو بلند مراتب کا حصول شاید سستا سمجھتی ہے حالانکہ شہد حاصل ہونے سے پہلے شہد کی مکھیوں کے ڈنک کا مقابلہ کرنا ضروری ہے" یعنی خطرات کا مقابلہ

Marfat.com

کئے بغیر مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی - ہر جا کہ گل است خار است - وہ کہتا ہے :-

ذَرِینِی أَنَلْ مَا لَا یُنَالُ مِنَ الْعُلیٰ فَصَعْبُ الْعُلیٰ فِی الصَّعْبِ وَالسَّهْلُ فِی السَّهْلِ

تُرِیدِینَ لُقْیَانَ الْمَعَالِی رَخِیصَةً وَلَا بُدَّ دُونَ الشَّهْدِ مِنْ إِبَرِ النَّحْلِ

۲۷ - کچھ امثال اور کہاوتیں ایسی ہیں جن میں مصائبِ زمانہ اور زمانہ سازوں کی کج ادائیاں، دُنیا اور دنیا والوں کی بے مہریاں متنبی نے کئی کئی شعروں میں بیان کی ہیں - مثلاً وہ کہتا ہے: "خدا اس دُنیا پر لعنت کرے جو اس کے بسنے والوں کی چند روزہ قیام گاہ ہے۔ اُس میں ہر بلند حوصلہ کو دُکھ پہنچایا جاتا ہے؛ کاش مجھکو معلوم ہوتا کہ میں کبھی کوئی ایسا قصیدہ کہوں گا جس میں نہ تو جورِ زمانہ کا شکوہ ہوگا اور نہ اُس کی بے مہریوں کا گلہ - کیا زمانہ میرے بارے میں کبھی ایسی غلطی نہیں کرے گا کہ میں دشمن کو دیکھوں کہ وہ مجھ سے دُور ہو رہا ہے یا دوست کو دیکھوں کہ وہ مجھ سے قریب ہو رہا ہے" وہ کہتا ہے :-

لَحَى اللّٰهُ ذِی الدُّنْیَا مُنَاخًا لِرَاکِبٍ فَکُلُّ بَعِیدِ الْهَمِّ فِیهَا مُعَذَّبُ

أَلَا لَیْتَ شِعْرِی هَلْ أَقُولُ قَصِیدَةً فَلَا أَشْتَکِی فِیهَا وَلَا أَتَعَتَّبُ

أَمَا تَغْلَطُ الْأَیَّامُ فِیَّ بِأَنْ أَرَی

بَغِیضًا تُنَائِی أَوْ حَبِیبًا تُقَرِّبُ

۲۸ - متنبی اس شخص کے بارے میں جس کے حوصلے بلند ہوں مگر نصیبہ یاوری نہ کرتا ہو، کہتا ہے "خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ مصیبت میں وہ شخص ہے جس کی ہمت بڑھی ہوئی ہو لیکن اس کا نصیبہ اُس چیز سے قاصر ہو جس کو اس کا جی چاہتا ہو، جس کے پاس مال نہیں ہے اُس کی دُنیا میں کوئی عزت نہیں، اور جس کی دنیا میں عزت نہیں ہے اُس کے پاس اگر مال ہے بھی تو بیکار ہے۔ لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو معمولی زندگی پر راضی ہیں، اُن کی سواری اُن کے دونوں پیر ہیں اور اُن کا کپڑا اُن کی کھال ہے - لیکن وہ دل جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے، اُس کی بلند پروازیوں کی کسی ایسے مقصد کے لئے جو میں نے اس کے لئے مقرر کی ہو، کوئی حد نہیں ہے۔"

وَأَتْعَبُ خَلْقِ اللّٰهِ مَنْ زَادَ هَمُّهُ وَقَصَّرَ عَمَّا تَشْتَهِی النَّفْسُ وَجْدُهُ

فَلَا مَجْدَ فِی الدُّنْیَا لِمَنْ قَلَّ مَالُهُ وَلَا مَالَ فِی الدُّنْیَا لِمَنْ قَلَّ مَجْدُهُ

وَفِی النَّاسِ مَنْ یَرْضَی بِمَیْسُورِ عَیْشِهِ وَمَرْکُوبُهُ رِجْلَاهُ وَالثَّوْبُ جِلْدُهُ

Marfat.com

وَلٰكِنَّ قَلْبًا بَيْنَ جَنْبَيَّ مَالَهُ
مَدًى يَنْتَهِي بِيْ فِيْ مُرَادٍ أَحُدُّهُ

۲۹ - بہادری کے ساتھ عقل و تدبیر انسان کے اوصافِ حمیدہ میں سے ہیں، لیکن حُسنِ تدبیر کو بہادری پر شرف فضیلت حاصل ہے۔ دیکھئے متنبی اس کو کتنے مدلّل طریقہ سے بیان کرتا ہے، وہ کہتا ہے "عقل اور حُسنِ تدبیر بہادروں کی بہادری سے زیادہ اہم ہے۔ وہ شرافت میں پہلے نمبر پر ہے اور بہادری دوسرے نمبر پر۔ اگر عقل و شجاعت دونوں کسی باعزت شخص میں جمع ہو جاویں تو وہ ہر بلند رتبہ پر پہنچ سکے گا؛ بسا اوقات ایک بہادر نوجوان اپنے ہمعصروں کو نیزہ مارنے سے پہلے اپنی حُسنِ تدبیر سے زخمی اور مغلوب کر لیتا ہے؛ اگر عقل باعثِ فضیلت نہ ہوتی تو شیر بہ نسبت انسان کے شرف و بزرگی سے زیادہ قریب ہوتا" ھو یقول:-

أَلرَّأْيُ قَبْلَ شَجَاعَةِ الشُّجْعَانِ ‏ هُوَ أَوَّلٌ وَهِيَ الْمَحَلُّ الثَّانِي
فَإِذَا هُمَا اجْتَمَعَا لِنَفْسٍ حُرَّةٍ ‏ بَلَغَتْ مِنَ الْعَلْيَاءِ كُلَّ مَكَانِ
وَلَرُبَّمَا طَعَنَ الْفَتَى أَقْرَانَهُ ‏ بِالرَّأْيِ قَبْلَ تَطَاعُنِ الْأَقْرَانِ
لَوْلَا الْعُقُوْلُ لَكَانَ أَدْنٰى ضَيْغَمٍ
أَدْنٰى شَرَفٍ مِنَ الْإِنْسَانِ

۳۰ - اس سلسلہ کے آخر میں چند شعر اور ملاحظہ ہوں، جو مثل اور کہاوت ہونے کے ساتھ ساتھ حکمت و موعظت سے لبریز ہیں - دیکھئے وہ کہتا ہے:-

"جب کسی انسان کے کام بُرے ہوتے ہیں، تو اُس کے خیالات بھی بُرے ہو جاتے ہیں؛ اور جن توہمات کا وہ عادی ہوتا ہے اُن کو سچا سمجھنے لگتا ہے؛ وہ اپنے دشمنوں کے کہنے سے اپنے دوستوں کو دشمن خیال کرنے لگتا ہے، اور شک و شبہ کی وجہ سے خیالات کی تاریکی میں بھٹکتا پھرتا ہے؛ میں اپنے دوست کی غلطی پر چشم پوشی اور بردباری سے کام لیتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ جب میں اس کی جہالت کے بدلے میں بُردباری کروں گا تو آخر کار وہ اپنی حرکت پر شرمندہ ہوگا؛ ہر نیک کام کی خواہش کرنے والا اُس کو کر گذرنے والا نہیں ہوتا نہ ہر کام کو کرنے والا اس کو پوری طرح ختم کرنے والا ہوتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ حسین چہرہ احسان کرنے والے کا ہوتا ہے، اور

Marfat.com

سب سے زیادہ مبارک ہاتھ انعام کرنے والے کا اور لوگوں میں سب سے زیادہ شریف وہ ہوتا ہے جس کی ہمت بلند ہو اور جو ہر اہم کام کے لئے سب سے زیادہ پیش قدمی کرنے والا ہو؛ اگر تم کسی دوست کو خوش کرنا یا کسی مجرم دشمن کو سزا دینا نہیں چاہتے تو پھر دنیا کی خواہش تمہارے دل میں کیوں ہے۔"

اُنظُر ہُو یقول :-

إِذَا سَاءَ فِعْلُ الْمَرْءِ سَاءَتْ ظُنُونُهُ وَصَدَّقَ مَا يَعْتَادُهُ مِنْ تَوَهُّمِ
وَعَادَى مُحِبِّيهِ بِقَوْلِ عُدَاتِهِ وَأَصْبَحَ فِي لَيْلٍ مِنَ الشَّكِّ مُظْلِمِ
وَأَحْلُمُ عَنْ خِلِّي وَأَعْلَمُ أَنَّهُ مَتَى أَجْزِهِ حِلْمًا عَلَى الْجَهْلِ يَنْدَمِ
وَمَا كُلُّ هَاوٍ لِلْجَمِيلِ بِفَاعِلٍ وَلَا كُلُّ فَعَّالٍ لَهُ بِمُتَمِّمِ
فَأَحْسَنُ وَجْهٍ فِي الْوَرَى وَجْهُ مُحْسِنٍ وَأَيْمَنُ كَفٍّ فِيهِمُ كَفُّ مُنْعِمِ
وَأَشْرَفُهُمْ مَنْ كَانَ أَشْرَفَ هِمَّةً وَأَكْثَرَ إِقْدَامًا عَلَى كُلِّ مُعْظَمِ

لِمَنْ تَطْلُبُ الدُّنْيَا إِذَا لَمْ تُرِدْ بِهَا
سُرُورَ مُحِبٍّ أَوْ مَسَاءَةَ مُجْرِمِ

مواعظ و حکم

متنبی نے دنیا کی بے ثباتی اور موت کی چیرہ دستیوں پر بھی بڑے بیش بہا اور عبرت آموز اشعار کہے ہیں جو اپنے اندر حکمت و موعظت کے ہزار ہا درس لئے ہوئے ہیں۔ دیکھئے وہ احباب کی جدائی اور فلسفۂ موت پر کیسے حکیمانہ انداز میں اظہار خیال کرتا ہے:-

۱- وَقَدْ فَارَقَ النَّاسُ الْأَحِبَّةَ قَبْلَنَا وَأَعْيَا دَوَاءُ الْمَوْتِ كُلَّ طَبِيبِ
سُبِقْنَا إِلَى الدُّنْيَا فَلَوْ عَاشَ أَهْلُهَا مُنِعْنَا بِهَا مِنْ جَيْئَةٍ وَذُهُوبِ
تَمَلَّكَهَا الْآتِي تَمَلُّكَ سَالِبٍ وَفَارَقَهَا الْمَاضِي فِرَاقَ سَلِيبِ
وَلَا فَضْلَ فِيهَا لِلشَّجَاعَةِ وَالنَّدَى وَصَبْرِ الْفَتَى لَوْلَا لِقَاءُ شَعُوبِ
عَلَيْنَا لَكَ الْإِسْعَادُ إِنْ كَانَ نَافِعًا بِشَقِّ قُلُوبٍ لَا بِشَقِّ جُيُوبِ
فَرُبَّ كَئِيبٍ لَيْسَ تَنْدَى جُفُونُهُ وَرُبَّ نَدِيِّ الْجَفْنِ غَيْرُ كَئِيبِ

وَلِلْوَاجِدِ الْمَكْرُوبِ مِنْ زَفَرَاتِهِ
سُكُونُ عَزَاءٍ أَوْ سُكُونُ لُغُوبِ

یعنی: (۱) بیشک ہم سے پہلے بہت سے احباب نے لوگوں سے جُدائی اختیار کی ہے اور موت کی دوا نے ہر طبیب کو عاجز کر دیا ہے۔ (۲) دُنیا میں ہم سے پہلے بہت سے لوگ لائے گئے، اگر وہ سب زندہ رہتے تو کثرتِ آبادی سے ہم چلنے پھرنے سے روک دیئے جاتے۔ (۳) آنے والا دنیا کا اِس طرح مالک ہو جاتا ہے جس طرح لُٹیرا مال و اسباب پر قبضہ جما لیتا ہے اور دنیا سے جانے والا اس کو اس طرح چھوڑ جاتا ہے جیسے وہ شخص جس کا مال لوٹ لیا گیا ہو۔ (۴) اگر موت کا آنا یقینی نہ ہوتا تو بہادری، سخاوت اور صبر میں کوئی فضیلت نہ ہوتی۔ (۵) اگر ہماری اعانت تیرے لئے نفع بخش ہو تو ہم پر فرض ہے کہ ہم اِس مصیبت میں چاک گریباں ہو کر نہیں بلکہ اپنے دلوں اور سینوں کو چیر کر کے تیری مدد کریں۔ (۶) بہت سے دل گرفتہ غمگین ایسے ہیں جن کی پلکیں آنسوؤں سے تر نہیں ہوتیں، اور بہت سے تر پلکوں والے (رونے والے) ایسے ہیں جو حقیقتہً رنجیدہ نہیں۔ (۷) محبت کے مارے غمزدہ کی آہوں کا انجام صبر و قرار ہے یا درماندگی و بے قراری ہے۔

۲۔ موت کی بے بسی پر متنبی کے چند اور فلسفیانہ اشعار ملاحظہ ہوں، جو نصیحت آموز ہونے کے ساتھ ناقابلِ انکار حقائق پر مبنی ہیں۔ وہ کہتا ہے:۔

نَحْنُ بَنُو الْمَوْتَیٰ فَمَا بَالُنَا ۔۔۔ نَعَافُ مَا لَا بُدَّ مِنْ شُرْبِهِ

تَبْخَلُ أَيْدِيْنَا بِأَرْوَاحِنَا ۔۔۔ عَلَىٰ زَمَانٍ هِيَ مِنْ كَسْبِهِ

لَوْ فَكَّرَ الْعَاشِقُ فِيْ مُنْتَهَىٰ ۔۔۔ حُسْنِ الَّذِيْ يَسْبِيْهِ لَمْ يَسْبِهِ

لَمْ يُرَ قَرْنُ الشَّمْسِ فِيْ شَرْقِهِ ۔۔۔ فَشَكَّتِ الْأَنْفُسُ فِيْ غَرْبِهِ

يَمُوْتُ رَاعِي الضَّأْنِ فِيْ جَهْلِهِ ۔۔۔ مِيْتَةَ جَالِيْنُوْسَ فِيْ طِبِّهِ

وَرُبَّمَا زَادَ عَلَىٰ عُمْرِهِ ۔۔۔ وَزَادَ فِي الْأَمْنِ عَلَىٰ سِرْبِهِ

وَغَايَةُ الْمُفْرِطِ فِيْ سِلْمِهِ ۔۔۔ كَغَايَةِ الْمُفْرِطِ فِيْ حَرْبِهِ

فَلَا قَضَىٰ حَاجَتَهُ طَالِبٌ
فُؤَادُهُ يَخْفِقُ مِنْ رُعْبِهِ

یعنی: (۱) ہم اُن کی اولاد ہیں جو اب مر چکے ہیں، ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اُس جرعۂ موت کو بُرا سمجھتے ہیں جس کا پینا ضروری ہے۔ (۲) ہمارے ہاتھ اپنی جانیں اُس زمانہ کو دینے سے بخل کرتے ہیں جو اُسی کی کمائی ہیں۔ (۳) اگر عاشق اُس حُسن کے انجام پر غور کرتا جس نے اُس کو اپنے دام میں قید کر رکھا ہے تو

وہ کبھی فریبِ عشق میں گرفتار نہ ہوتا۔ (۴) سُورج کا کنارہ مشرق میں اِس طرح نہیں دیکھا جاتا کہ اُس کے غُروب ہونے میں لوگوں کو شبہ ہو۔ (۵) بھیڑیں چرانے والا اپنی جہالت میں اُسی طرح مرتا ہے جس طرح حکیم جالینوس اپنی طبّی مہارت کے باوجود موت کا جام پیتا ہے۔ (۶) بسا اوقات باوجود جہالت کے اُس کی عمر زیادہ ہوتی ہے اور اُس کی جان زیادہ امن میں ہوتی ہے۔ (۷) اور حد درجہ صلح پسند کا انجام وہی ہوتا ہے جو بہت زیادہ جنگ جُو کا ہوتا ہے۔ (۸) اُس شخص کی حاجت پُوری نہیں ہوتی جس کا دل موت کے ڈر سے کانپ رہا ہو۔

۳ - اِسی طرح محمد بن اسحاق التنوخی کے مرثیہ میں موت کی چیرہ دستیوں کا ذکر کرتے ہوئے متنبیّ بڑے پُر درد انداز میں کہتا ہے۔

مَا كُنْتُ أَحْسِبُ قَبْلَ دَفْنِكَ فِي الثَّرَىٰ ... أَنَّ الْكَوَاكِبَ فِي التُّرَابِ تَغُورُ
مَا كُنْتُ آمُلُ قَبْلَ نَعْشِكَ أَنْ أَرَىٰ ... رَضْوَىٰ عَلَىٰ أَيْدِي الرِّجَالِ تَسِيرُ
خَرَجُوا بِهِ وَلِكُلِّ بَاكٍ خَلْفَهُ ... صَعَقَاتُ مُوسَىٰ يَوْمَ دُكَّ الطُّورُ
حَتَّىٰ أَتَوْا جَدَثًا كَأَنَّ ضَرِيحَهُ ... فِي قَلْبِ كُلِّ مُوَحِّدٍ مَحْفُورُ

كَفَلَ الثَّنَاءُ لَهُ بِرَدِّ حَيَاتِهِ
لَمَّا انْطَوَىٰ فَكَأَنَّهُ مَنْشُورُ

یعنی: (۱) میں تیرے مٹّی میں دفن ہونے سے پہلے یہ نہیں جانتا تھا کہ ستارے بھی خاک میں چُھپ جاتے ہیں۔ (۲) میں تیرا جنازہ دیکھنے سے پہلے یہ اُمید نہیں رکھتا تھا کہ میں رضوی پہاڑ کو لوگوں کے ہاتھوں پر چلتا ہوا دیکھ سکوں گا۔ (۳) اُس جنازے کو لوگ لے کر نکلے جبکہ اُس کے پیچھے ہر رونے والے پر ایسی بے ہوشیاں پڑ رہی تھیں جیسی حضرت موسیٰ پر اُس روز پڑی تھیں جس دن کوہ طور پاش پاش ہو گیا تھا۔ (۴) اُس جنازہ کو لے کر لوگ ایک قبر کے پاس آئے جس کا گڑھا ہر مُوحد کے دل میں کُھدا ہوا ہے۔ (۵) اُس کی مدح و ثنا اُسکو دوبارہ زندہ کرنے کی ضامن بن گئی۔ دفن ہونے کے بعد گویا وہ دوبارہ زندہ کیا گیا ہے۔"

۴ - فلسفۂ موت پر دو سبق آموز شعر اور سنئے متنبی اُبو شجاع فاتک کے مرثیہ میں بڑے پُر حسرت اور عبرت آموز انداز میں کہتا ہے:۔

Marfat.com

"فاتک وہ شخص تھا کہ زندوں میں کوئی شخص بھی اُس کے حسنِ اخلاق میں اُس کا مشابہ نہ تھا۔ اب مرنے کے بعد دُوسرے مُردے بھی ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے میں اُس کے مشابہ ہوگئے۔ مَیں نے اس کو کھو دیا، اب میں اس کو تلاش کرتا پھرتا ہوں، مگر دنیا سوائے مایوسی کے مجھے کچھ نہیں دیتی۔

مَنْ لَا تُشَابِهُهُ الْأَحْيَاءُ فِيْ شِيَمٍ   أَمْسَى تُشَابِهُهُ الْأَمْوَاتُ فِي الرِّمَمِ
عَدِمْتُهُ وَكَأَنِّيْ سِرْتُ أَطْلُبُهُ   فَمَا تَزِيْدُنِيَ الدُّنْيَا عَلَى الْعَدَمِ

Marfat.com

فرائِد و نوادِر

هٰذَا الَّذِیْ لَمْ یَاْتِ شَاعِرٌ بِمِثْلِهٖ، وَاِنَّمَا ذَکَرْنَاهُ مُجْمَلًا لِیَسْهُلَ أَخْذُهٗ وَحِفْظُهٗ، وَلَوْ تَصَفَّحْتَ دَوَاوِیْنَ الْمُجِیْدِیْنَ الْمُوَلَّدِیْنَ وَالْمُحْدَثِیْنَ لَمْ تَجِدْ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ بَعْضَ هٰذَا نَادِرًا۔ وَلٰکِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَشَآءُ وَیُؤْتِ الْحِکْمَةَ مَنْ یَشَاءُ

(التبیان ج ۱ ص ۱۶۷)

عین اُس وقت جب یہ کتاب مکمل ہوکر پریس میں جارہی تھی، بعض احباب کے مشورہ سے میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ متنبی کے کلام میں سے منتخب اشعار یکجا کردیئے جائیں، تاکہ شائقین بلاز حمت "لطفِ یکجائی" سے بہرہ اندوز ہوسکیں۔ لیکن یہ کام جتنا مشکل تھا، اُسی قدر میرے منصب سے بالاتر بھی۔ اس لئے میری نظر اس انتخاب پر پڑی جو علم معانی وبیان کے مؤسس اور فنِ بلاغت کے امام، ابوبکر عبدالقاہر بن عبدالرحمن الجرجانی (المتوفی سنہ ۴۶۵ھ) نے کیا ہے، اور جس کی تخریج و تذییل علامہ عبدالعزیز المیمنی نے بڑی کدوکاوش سے کی ہے۔ لیکن متنبی کے کلام کا یہ انتخاب جس کو خود امام عبدالقاہر جُرجانی نے "خِیارُ الخیار" کہا ہے۔ تقریبًا چارسو اشعار پر مشتمل ہے، میری یہ کتاب کافی ضخیم ہوچکی ہے۔ پھر اس کتاب کی نشرواشاعت کے لئے وزارتِ معارف گورنمنٹ پاکستان سے جو گراں قدر عطیہ مجھے ملا ہے، وہ اب کسی لمبے چوڑے اضافہ کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے میرے خیال کی پرواز اس معجز بیان شاعر کے اُن "فرائد و نوادر" پر مرکوز ہوکر رہ گئی، جنھیں علامہ ابوالبقاء عبداللہ بن الحسین العُکبری (المتوفی سنہ ۶۱۶ھ)

نے منتخب کیا ہے، جو در حقیقت امام عبدالقاہر کے انتخاب کا کشید کردہ عطر ہے۔ علامۂ عکبری کا یہ "روحِ انتخاب" تقریباً سوا سو اشعار پر مشتمل ہے، جن کے بارہ میں وہ خود کہتے ہیں: "یہ بے مثال اشعار وہ ہیں جن کی نظیر شعرائے عرب میں سے آج تک کوئی شاعر پیش نہ کرسکا، اگر مولدین اور محدثین میں سے اچھے اور قادرالکلام شعراء کے دواوین کو چھان مارا جائے جب بھی مشکل ہی سے چند شعر اُس کے ہم پایہ مل سکیں گے فضیلت اور برتری خدا کے ہاتھ ہے جس کو وہ چاہتا ہے بخشتا ہے۔"

یہ دیوانِ متنبی کے منتشر دُرِّ بے بہا ہیں، جو ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں، یہ نادر معانی اور افکار عالیہ کے شاہکار ہیں جو حکمت و موعظت سے پُر ہیں۔ یہ جواہر پارے اس قابل ہیں کہ اُنھیں زبانی یاد کرلیا جائے اور اُن کو بار بار دُہرایا جائے، چمنِ شاعری کے یہ مہکتے ہوئے پھول اس لائق ہیں کہ دل و دماغ کو اُن سے معطّر کرلیا جائے، اور سینہ و صدر کو اس گنجینہ سے مالامال۔

اِن میں سے بیشتر اشعار ایسے ہیں جن کی تشریح و توضیح پہلے گذر چکی ہے۔ اور اُن کی بلاغت و براعت پر ادبی تحقیق و تنقیح کے تحت کسی نہ کسی زاویۂ نگاہ سے تنقید بھی کی جاچکی ہے، اس لیے اب ان کا اعادہ "تحصیل حاصل" ہے۔

قارئین کرام کی سہولت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے میں نے ایسے اشعار کے مشکل الفاظ اور بعض غوامض کی تشریح کردی ہے، جو اس سے پہلے نہیں آئے ہیں، علاوہ ازیں علامۂ عُکبری کے اِن "فرائد و نوادر" کو جو درج ذیل ہیں، میں نے "ابجد" کی ترتیب میں تبدیل کردیا ہے اور بس !!

قَالَ اَبُو الطَّیِّب المتنبّی :-

وَكُلُّ امْرِئٍ يُولِي الْجَمِيلَ مُحَبَّبٌ ١ ۔۔۔ وَكُلُّ مَكَانٍ يُنْبِتُ الْعِزَّ طَيِّبٌ

إِذَا مَا عَدِمْتَ الْأَصْلَ وَالْعَقْلَ وَالنَّدَى ٢ ۔۔۔ فَمَا لِحَيَاةٍ فِي جَنَابِكَ طِيبُ ٣

---

١ اُنظر تفصیلهٗ فی صفحة ۲۰۹ - ۱۲ منه

٢ من الکافوریات، تشریحه مضی فی باب الامثال - ۱۲ منه

٣ الندی الجودُ و الجنابُ فِناءُ الدار - ۱۲ منه

إِذَا[۵۱] مَا سِرْتَ فِیْ اٰثَارِ قَوْمٍ ... تَخَاذَلَتِ الْجَمَاجِمُ وَالرِّقَابُ
وَجُرْمٍ[۵۲] جَرَّهٗ سُفَهَاءُ قَوْمٍ ... وَحَلَّ بِغَیْرِ جَارِمِهٖ الْعَذَابُ

إِذَا[۵۳] غَزَتْهُ أَعَادِیْهِ بِمَسْأَلَةٍ ... فَقَدْ غَزَتْهُ بِجَیْشٍ غَیْرِ مَغْلُوْبِ
كَأَنَّ كُلَّ سُؤَالٍ فِیْ مَسَامِعِهٖ ... قَمِیْصُ یُوْسُفَ فِیْ أَجْفَانِ یَعْقُوْبِ

نَحْنُ[۵۴] بَنُو الْمَوْتٰی فَمَا بَالُنَا ... نَعَافُ مَا لَا بُدَّ مِنْ شُرْبِهٖ
تَبْخَلُ أَیْدِیْنَا بِأَرْوَاحِنَا ... عَلٰی زَمَانٍ هِیَ مِنْ كَسْبِهٖ
فَهٰذِهِ الْأَرْوَاحُ مِنْ جَوِّهٖ ... وَهٰذِهِ الْأَجْسَامُ مِنْ تُرْبِهٖ
لَوْ فَكَّرَ الْعَاشِقُ فِیْ مُنْتَهٰی ... حُسْنِ الَّذِیْ یَسْبِیْهِ لَمْ یَسْبِهٖ
لَمْ یُرَ قَرْنُ الشَّمْسِ فِیْ شَرْقِهٖ ... فَشَكَّتِ الْأَنْفُسُ فِیْ غَرْبِهٖ
یَمُوْتُ رَاعِی الضَّأْنِ فِیْ جَهْلِهٖ ... مِیْتَةَ جَالِیْنُوْسَ فِیْ طِبِّهٖ

أَرٰی[۵۵] كُلَّنَا یَبْغِی الْحَیَاةَ لِنَفْسِهٖ ... حَرِیْصًا عَلَیْهَا مُسْتَهَامًا بِهَا صَبًّا
فَحُبُّ الْجَبَانِ النَّفْسَ أَوْرَدَهُ التُّقٰی ... وَحُبُّ الشُّجَاعِ النَّفْسَ أَوْرَدَهُ الْحَرْبَا

---

۵۱ التخاذلُ: التاخرُ، ای إذا طلبتَ قومًا تخاذلَتْ أعناقُهم ورؤسُهم لشدّةِ الخوفِ منك وکل منها یفرّ من صاحبِهٖ ویتبرّأ من الآخر۔ (اعظمی)

۵۲ ای رُبَّ ذنبٍ جناه السفهاء فنزل العذاب علی القبیلة وعَمَّ عقابُه کلها۔ (اعظمی)

۵۳ ای إذا أراد عدوُّه مَوَاهبَه وطلب عفوه فکأنّه غزاه بجیشٍ لا یغلبُ وهو یفرح بسوال السائل فرح یعقوب بقمیص یوسف۔ (اعظمی)

۵۴ نعاف: نکره، الارواح، الأنفاس، المراد من جوه ومن تربه: الجوهرُ اللطیف والجوهرُ الکثیف، المستهام المحبُّ الواله وقرن الشمس اول ما یبدُو ومنها اُنظر معانی الاشعار و تفسیرها فی باب الامثال۔ ۱۲ منه

۵۵ من مدیح سیف الدولة یذکر فی القصیدة بناءه "مرعش" فی المحرم سنه ۳۴۱ه انظر تفسیره فی باب الامثال۔ ۱۲ منه

Marfat.com

وَيَخْتَلِفُ الرِّزْقَانِ وَالفِعْلُ وَاحِدٌ ... إِلَى أَنْ تَرَى إِحْسَانَ هٰذَا لِذَا ذَنْبَا

فَإِنْ يَكُ سَيَّارُ بْنُ مُكْرَمٍ انْقَضَى ... فَإِنَّكَ مَاءُ الوَرْدِ إِنْ ذَهَبَ الوَرْدُ

فَمَا فِيْ سَجَايَاكُمْ مُنَازَعَةُ العُلَى ... وَلَا فِيْ طِبَاعِ التُّرْبَةِ المِسْكُ وَالنَّدُّ

فَإِنَّ قَلِيْلَ الحُبِّ بِالعَقْلِ صَالِحٌ ... وَإِنَّ كَثِيْرَ الحُبِّ بِالجَهْلِ فَاسِدُ

وَذٰلِكَ أَنَّ الفُحُوْلَ البِيْضَ عَاجِزَةٌ ... عَنِ الجَمِيْلِ فَكَيْفَ الخِصْيَةُ السُّوْدُ[۵۱]

أَبَى خُلُقُ الدُّنْيَا حَبِيْبًا تُدِيْمُهُ[۵۲] ... فَمَا طَلَبِيْ مِنْهَا حَبِيْبًا تَرُدُّهُ

وَأَسْرَعُ مَفْعُوْلٍ فَعَلْتَ تَغَيُّرًا ... تَكَلُّفُ شَيْءٍ فِيْ طِبَاعِكَ ضِدُّهُ

فَلَا تَغْرُرْكَ أَلْسِنَةٌ مَوَالٍ[۵۳] ... تُقَلِّبُهُنَّ أَفْئِدَةٌ أَعَادِيْ

وَكُنْ كَالمَوْتِ لَا يَرْثِيْ لِبَاكٍ ... بَكَى مِنْهُ وَيُرْوَى وَهُوَ صَادِيْ

---

۵۱ الخِصْيَةُ جمع خصي يهجو كافورًا قبل فراره من مصر بيوم واحد سنة ۳۵۰ھ، يقول في هٰذا البيت، انّ الكرام يعجزون عن الجميل فكيف يقدر عليه اللئام - (اعظمی)

۵۲ يَقُوْلُ إِنَّ طبع الدّنيا أن تفرّق أهلها فهي لا تُدِيم حبيبًا فكيف نطلب منها شيئًا ترده علينا ولو أسعدتنا بقرب أحبتنا لمادام ذلك لنا لأنّها بُنِيَتْ على التغير والتنقل ولو فعل[illegible] ذلك تكلفًا سيعود طبعه بالأخر - (أعظمی)

۵۳ مَوَالٍ جمع مولى وهو الولى والصديق وأفئدة جمع فؤاد، القلب الصادى العطشان ونغر الجُرح أي رام بعد البُرء - الجماد الصخر والزناد جمع زند وهو الذى يُقدح بهِ النار - الخ يقولُ إنّ ألسنة الأصدقاء تظهر لك المودة وقلوبهم تضمر لك العداوة فلا تغترّ بذلك وكن قاسيًا عليهم كالموت لا يرحم الباكى ويروى بما يشربُ من الدماء ولا يزالُ مشتاقًا على الإهلاك فانّهم يضمرونَ العداوة في أنفسهم فكأنّها كامنةً في الأفئدة كمونَ النّار في الزّناد والماءِ في الجماد - (أعظمی)

Marfat.com

فَإِنَّ الجُرْحَ يَنْفِرُ بَعْدَ حِينٍ ... إِذَا كَانَ البِنَاءُ عَلَى فَسَادِ
وَإِنَّ المَاءَ يَجْرِي مِنْ جَمَادٍ ... وَإِنَّ النَّارَ تَخْرُجُ مِنْ زِنَادِ

فَمَا[١ه] تُرَجِّي النُّفُوسُ مِنْ زَمَنٍ ... أَحْمَدُ حَالَيْهِ غَيْرُ مَحْمُودِ

وَإِذَا أَنْتَ أَكْرَمْتَ الكَرِيمَ مَلَكْتَهُ ... وَإِنْ أَنْتَ أَكْرَمْتَ اللَّئِيمَ تَمَرَّدَا
وَوَضْعُ النَّدَى فِي مَوْضِعِ السَّيْفِ بِالعُلَى ... مُضِرٌّ كَوَضْعِ السَّيْفِ فِي مَوْضِعِ النَّدَى

وَلَا[٢ه] تَحْسَبَنَّ المَجْدَ زِقًّا وَقَيْنَةً ... فَمَا المَجْدُ إِلَّا السَّيْفُ وَالفَتْكَةُ البِكْرُ
وَمَنْ يُنْفِقِ السَّاعَاتِ فِي جَمْعِ مَالِهِ ... مَخَافَةَ فَقْرٍ فَالَّذِي فَعَلَ الفَقْرُ
وَمَا زِلْتُ حَتَّى قَادَنِي الشَّوْقُ نَحْوَهُ ... يُسَايِرُنِي فِي كُلِّ رَكْبٍ لَهُ ذِكْرُ

إِنِّي[٣ه] لَأَجْبُنُ مِنْ فِرَاقِ أَحِبَّتِي ... وَتُحِسُّ نَفْسِي بِالحِمَامِ فَأَشْجُعُ
وَيَزِيدُنِي غَضَبُ الأَعَادِي قَسْوَةً ... وَيُلِمُّ بِي عَتْبُ الصَّدِيقِ فَأَجْزَعُ
تَصْفُو الحَيَاةُ لِجَاهِلٍ أَوْ غَافِلٍ ... عَمَّا مَضَى فِيهَا وَمَا يُتَوَقَّعُ

١ه يقولُ اذا كانتِ الحياةُ وهى أَحمدُ حالَيِ الزمان غيرَ محمودٍ لأنّها تقطع بالحزن فماذا تُرجّى مِنَ الزّمانِ لِأنّ مُعجّله بَلاءٌ ومُؤجّله فَناء۔ (اعظمی)

٢ه من مديح على ابن أحمد بن عامر الأنطاكى، قد مضى توضيح المعانى وتفسيرها قبل هذا۔ ١٢ منہ

٣ه الحِمام، الموت ويَسومها، يُكلّفها۔ يقول إن الفراق اعظم خطبًا عندى من الموت، فأخافه خوف الجبناء و أشجع عند الموت فلا أهابه وأنا صعبٌ على اعدائى وأزداد عليهم قسوةً اذا غضبوا و أجزع عند عتاب الصديق فلا أُطيق احتماله؛ والحيَاة تصفو لجاهلٍ لا يعرف عواقبها ومتوقعها أو لغافلٍ عمّا مضى فيها من العبر فلا يمثل صوارفها وتصاريفها؛ إنّ الدُّنيا دار غُرورٍ وأخطار فمن غالطَ فى هٰذا نفسَهُ ومنّاها السّلامةَ والبقاء صفا له عيشُه حينما ألقى عن نفسه الفكر فى العواقب۔ (اعظمی)

Marfat.com

وَلِمَنْ يُخَالِطُ فِي الحَقَائِقِ نَفْسَهُ ... وَيَسُومُهَا طَلَبَ المُحَالِ فَتَطْمَعُ

عَلَى ذَا مَضَى النَّاسُ اجْتِمَاعٌ وَفُرْقَةٌ ... وَمَيْتٌ وَمَوْلُودٌ وَقَالٍ وَوَامِقُ
تَغَيَّرَ حَالِي وَاللَّيَالِي بِحَالِهَا ... وَشِبْتُ وَمَا شَابَ الزَّمَانُ الغُرَانِقُ

إِذَا مَا لَبِسْتَ الدَّهْرَ مُسْتَمْتِعًا بِهِ ... تَخَرَّقْتَ وَالمَلْبُوسُ لَمْ يَتَخَرَّقِ
وَمَا لَمَدُّ الحُسَّادِ شَيْءٌ قَصَدْتُهُ ... وَلٰكِنَّهُ مَنْ يَزْحَمِ البَحْرَ يَغْرَقِ
وَمَا يَنْصُرُ الفَضْلُ المُبِينُ عَلَى العِدَى ... إِذَا لَمْ يَكُنْ فَضْلَ السَّعِيدِ المُوَفَّقِ

كَلَامُ أَكْثَرِ مَنْ تَلْقَى وَمَنْظَرُهُ ... مِمَّا يَشُقُّ عَلَى الآذَانِ وَالحَدَقِ

وَمَا الحُسْنُ فِي وَجْهِ الفَتَى شَرَفًا لَهُ ... إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي فِعْلِهِ وَالخَلَائِقِ
وَمَا بَلَدُ الإِنْسَانِ غَيْرُ المُوَافِقِ ... وَلَا أَهْلُهُ الأَدْنَوْنَ غَيْرُ الأَصَادِقِ
وَجَائِزَةٌ دَعْوَى المَحَبَّةِ وَالهَوَى ... وَإِنْ كَانَ لَا يَخْفَى كَلَامُ المُنَافِقِ

إِذَا مَا النَّاسُ جَرَّبَهُمْ لَبِيبٌ ... فَإِنِّي قَدْ أَكَلْتُهُمْ وَذَاقَا

---

٥١ الغرانق، الشابُّ الناعم والقَالِي المُبغِض والوامِق، المُحِبُّ، يذكر أحوال الناس واختلافها [illegible] فلهم اجتماعٌ مرةً وفُرقة مرة ومِنهُم ميتٌ يموتُ ومَولُودٌ يُولَدُ ومنهم مُبغِض [illegible] مضت الدنيا فالأيّام والليالي تجيءُ وتذهبُ وهي على حالها وبمرور الزمان تغير [illegible] وشيبتي وهي لا تشيبُ. (اعظمی)

٥٢ يشق، يُثقِلُ والحَدَقُ، العين ومنظره وجهه يقول إنّ أكثر من تلقاه من الناس يثقل كلامه على الآذان حيثُ يقول قولًا فاحِشًا مُنكرًا ويشق على أعيُنِهم النظر إليه حيث يلقاهم بالبشر وهو ينطوي على الخُبث والغدر. (اعظمی)

٥٣ قد مضى تفسيره في باب الأمثال، إرجع اليه - ١٢ منه

فَلَمْ أَرَ وُدَّهُمْ إِلَّا خِدَاعًا ... وَلَمْ أَرَ دِيْنَهُمْ إِلَّا نِفَاقًا

يُخَيَّلُ لِي أَنَّ البِلَادَ مَسَامِعِي ... وَأَنِّي فِيهَا مَا تَقُولُ العَوَاذِلُ

وَأَنَا الَّذِي اجْتَلَبَ المَنِيَّةَ طَرْفُهُ[٥١] ... فَمَنِ المُطَالَبُ وَالقَتِيلُ القَاتِلُ

مَا نَالَ أَهْلُ الجَاهِلِيَّةِ كُلُّهُمْ ... شِعْرِي وَلَا سَمِعَتْ بِسِحْرِي بَابِلُ

وَإِذَا أَتَتْكَ مَذَمَّتِي مِنْ نَاقِصٍ ... فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلُ

لَوْلَا المَشَقَّةُ سَادَ النَّاسُ كُلُّهُمُ[٥٢] ... الجُودُ يُفْقِرُ وَالإِقْدَامُ قَتَّالُ

إِنَّا لَفِي زَمَنٍ تَرْكُ القَبِيحِ بِهِ ... مِنْ أَكْثَرِ النَّاسِ إِحْسَانٌ وَإِجْمَالُ

ذِكْرُ الفَتَى عُمْرُهُ الثَّانِي وَحَاجَتُهُ ... مَا قَاتَهُ وَفُضُولُ العَيْشِ أَشْغَالُ

فَذِي الدَّارُ أَخْوَنُ مِنْ مُومِسٍ[٥٣] ... وَأَخْدَعُ مِنْ كِفَّةِ الحَابِلِ

---

٥١ المنيّة: الموت وبابل بلدة مشهورة، يُقال انّه كان بها ملكان يُعلّمان السّحر. والطرف: البصر. يقول إنّ طرفي هو الّذي جذب المنية إلىّ بالنظر، فأنا القتيل وأنا القاتل فمن أطالبُ بدمي، شعراء الجاهلية ما نالوا جميعًا شعري وما سمع أهل بابل بمثل سحري في الشعر، إذا ذمّني ناقصٌ فمذمّته دليل كمالي لأنّ الناقص لا يُحِبُّ الكامل لما بينهما من تنافي الطّباع۔ (اعظمي)

٥٢ يقول لولا أنّ في السّيادة مشقة لصار النّاس كلّهم سادة ثمّ بيّن العلّة فيها فقال: الجود يُورث الفقر والشجاعة تُوجب القتل ولا سيادة دون الجود والشجاعة، نحنُ في زمانٍ من يتجنّبُ معك القبيح فيه فقد أحسن إليك وأجمل لكثرة من يعاملك بالقبيح فيه. وإذا ذكر الفتى وما يخلدهُ من جميل مساعيه وكرمه بعد موته فكان ذلك حياةً ثانيةً له وهو يحتاج في حياة الدنيا قدر القوت ومن طلب غير ذلك فهو شغل له لاحفل به ولا غناء فيه۔ (اعظمي)

٥٣ المُومِسُ والمُومِسَة: المرأة الفاجرة والحابلُ: الصائدُ والكِفَّةُ: الشَّرَكُ والطّائلُ الغَنَاء. يقول هذه الدنيا أخون من المرأة الفاجرة التي تخلف من وثق بها وأخدع من حبالة التي تصرع من اطمأنّ إليها، والناس قد تفانوا على حُبّها ولم يحصلوا من أمرها على طائلٍ۔ (اعظمي)

Marfat.com

تَفَانَى الرِّجَالُ عَلَى حُبِّهَا   وَمَا يَحْصُلُونَ عَلَى طَائِلِ

أَتَتْهُنَّ المُصِيبَةُ غَافِلَاتٍ   فَدَمْعُ الحُزْنِ فِي دَمْعِ الدَّلَالِ
يُدَفِّنَّ بَعْضَنَا بَعْضًا وَتَمْشِي   أَوَاخِرُنَا عَلَى هَامِ الأَوَالِي
وَكَمْ عَيْنٍ مُقَبَّلَةِ النَّوَاحِي   كَحِيلٌ بِالجَنَادِلِ وَالرِّمَالِ
وَمُغْضٍ كَانَ لَا يُغْضِي لِخَطْبٍ   وَبَالٍ كَانَ يَفْكُرُ فِي الهُزَالِ

---

[1] وَمَا المَوْتُ إِلَّا سَارِقٌ دَقَّ شَخْصُهُ   يَصُولُ بِلَا كَفٍّ وَيَسْعَى بِلَا رِجْلِ
يَرُدُّ أَبُو الشِّبْلِ الخَمِيسَ عَنِ ابْنِهِ   وَيُسْلِمُهُ عِنْدَ الوِلَادَةِ لِلنَّمْلِ
وَمَا الدَّهْرُ أَهْلٌ أَنْ تُؤَمَّلَ عِنْدَهُ   حَيَاةٌ وَإِنْ يُشْتَاقَ فِيهِ إِلَى النَّسْلِ

---

[2] خُذْ مَا تَرَاهُ وَدَعْ شَيْئًا سَمِعْتَ بِهِ   فِي طَلْعَةِ البَدْرِ مَا يُغْنِيكَ عَنْ زُحَلِ
لَعَلَّ عَتْبَكَ مَحْمُودٌ عَوَاقِبُهُ   فَرُبَّمَا صَحَّتِ الأَجْسَامُ بِالعِلَلِ

تُرِيدِينَ لُقْيَانَ المَعَالِي رَخِيصَةً   وَلَا بُدَّ دُونَ الشَّهْدِ مِنْ إِبَرِ النَّحْلِ

---

[1] الشِّبْلُ، ولد الأسدِ والخَمِيسُ، الجيش العظيم - يقول، إنّ المَوْتَ لَيْسَ لِسَارِقٍ يُمكِنُ الإحترازُ منه، هو يَصول دُونَ كفٍّ ويَسْعَى دُونَ رِجْلٍ فلا يُدرى كيف يأتي وكيف يَسْرِق الأرواح مِنَ الأجساد - فلا مفرّ منه، إنّ الأسد يُقاوِم الجَيْشَ دِفاعًا عَن وَلَدِه ولكن لا يَقدِرُ أن يَدفعَ النَّمْلَ عنهُ مع ضَعْفِه. يُقالُ إنّ النَّمْلَ إذا اجتمع على ولد الأسد عِنْدَ وِلَادَتِه أَكَلَهُ وَأَهلكهُ، فَالدَّهرُ لَيْسَ بِأَهْلٍ أن تُرجى عنده الحياة ولا أن يشتاق فيه إلى النسلِ لأنّ مآلَ كلِّ شيءٍ في الدنيا الى الموت - (اعظمى)

[2] هذا وَمَا بعده ثلاثة أمثالٍ، أُنظر معانيها في باب الأمثال والحكم - ١٢ منه

وَإِذَا الشَّيْخُ قَالَ أُفٍّ فَمَا مَـ ... ـلَّ حَيَاةً وَإِنَّمَا الضُّعْفَ مَلَّا
آلَةُ الْعَيْشِ صِحَّةٌ وَشَبَابٌ ... فَإِذَا وَلَّيَا عَنِ الْمَرْءِ وَلَّى
أَبَدًا تَسْتَرِدُّ مَا تَهَبُ الدُّ ... نْيَا فَيَا لَيْتَ جُودَهَا كَانَ بُخْلَا

رُبَّ أَمْرٍ أَتَاكَ لَا تَحْمَدُ الْفَعَّـ ... ـالَ فِيهِ وَتَحْمَدُ الْأَفْعَالَا
وَإِذَا مَا خَلَا الْجَبَانُ بِأَرْضٍ ... طَلَبَ الطَّعْنَ وَحْدَهُ وَالنِّزَالَا
مَنْ أَطَاقَ الْتِمَاسَ شَيْءٍ غِلَابًا ... وَاغْتِصَابًا لَمْ يَلْتَمِسْهُ سُؤَالَا
كُلُّ غَادٍ لِحَاجَةٍ يَتَمَنَّى ... أَنْ يَكُونَ الْغَضَنْفَرَ الرِّئْبَالَا

فُؤَادٌ مَا تُسَلِّيهِ الْمُدَامُ ... وَعُمْرٌ مِثْلُ مَا تَهَبُ اللِّئَامُ
وَدَهْرٌ نَاسُهُ نَاسٌ صِغَارٌ ... وَإِنْ كَانَتْ لَهُمْ جُثَثٌ ضِخَامُ
وَمَا أَنَا مِنْهُمُ بِالْعَيْشِ فِيهِمْ ... وَلَكِنْ مَعْدِنُ الذَّهَبِ الرَّغَامُ
خَلِيلُكَ أَنْتَ لَا مَنْ قُلْتَ خِلِّي ... وَإِنْ كَثُرَ التَّجَمُّلُ وَالْكَلَامُ
وَلَوْ حِيزَ الْحِفَاظُ بِغَيْرِ عَقْلٍ ... تَجَنَّبَ عُنْقَ صَيْقَلِهِ الْحُسَامُ
وَشِبْهُ الشَّيْءِ مُنْجَذِبٌ إِلَيْهِ ... وَأَشْبَهُنَا بِدُنْيَانَا الطَّغَامُ

---

٥١ اى اذا تضجّر الشيخ فقال أفّ، فإنّما يتضجّر من ضعف الشيخوخة لا من طول الحياة، والصّحّة والشباب كالآلة لعيش المرء فاذا عدمها عدم العيش - (اعظمى)

٥٢ الرّئبال من أسماء الأسد، غادٍ، ساعٍ، يقول إنّ كلّ ساعٍ من الرّجال لحاجته يودّ لو أنّه أشدّ بأسًا وقوة ليتناول ما يريده ببأسه وقوّته كالأسد والرئبال القوى. (اعظمى)

٥٣ من مديح المغيث بن على العجلى - المدام، الخمر، مثل ما تهب اللئام - كناية عن قلة العمر، جُثث جمع الجثة، الجسد، الرّغام، التّراب، حِيز، مجهول حاز بمعنى ملك، الحُسام السيف القاطع، لم يَعْلُ، لم يرتفع ذو محلٍ، ذو مرتبةٍ رفيعةٍ، القتام، الغبار - انظر تشريح الأشعار وتوضيحها فيما مضى - (اعظمى)

Marfat.com

وَلَوْلَمْ يَعْلُ إِلَّا ذُو مَحَلٍّ ... تَعَالَى الْجَيْشُ وَانْحَطَّ الْقَتَامُ

وَاحْتِمَالُ الْأَذَى وَرُؤْيَةُ جَانِيـ ... ـهِ غِذَاءٌ تَضْوَى بِهِ الْأَجْسَامُ[١]

ذَلَّ مَنْ يَغْبِطُ الذَّلِيلَ بِعَيْشٍ ... رُبَّ عَيْشٍ أَخَفُّ مِنْهُ الْحِمَامُ

كُلُّ حِلْمٍ أَتَى بِغَيْرِ اقْتِدَارٍ ... حُجَّةٌ لَاجِئٌ إِلَيْهَا اللِّئَامُ

مَنْ يَهُنْ يَسْهُلُ الْهَوَانُ عَلَيْهِ ... مَا لِجُرْحٍ بِمَيِّتٍ إِيلَامُ

يَا أَعْدَلَ النَّاسِ إِلَّا فِي مُعَامَلَتِي ... فِيكَ الْخِصَامُ وَأَنْتَ الْخَصْمُ وَالْحَكَمُ[٢]

أُعِيذُهَا نَظَرَاتٍ مِنْكَ صَادِقَةً ... أَنْ تَحْسَبَ الشَّحْمَ فِيمَنْ شَحْمُهُ وَرَمُ

وَمَا انْتِفَاعُ أَخِي الدُّنْيَا بِنَاظِرِهِ ... إِذَا اسْتَوَتْ عِنْدَهُ الْأَنْوَارُ وَالظُّلَمُ

إِذَا رَأَيْتَ نُيُوبَ اللَّيْثِ بَارِزَةً ... فَلَا تَظُنَّنَّ أَنَّ اللَّيْثَ يَبْتَسِمُ

إِنْ كَانَ سَرَّكُمُ مَا قَالَ حَاسِدُنَا ... فَمَا لِجُرْحٍ إِذَا أَرْضَاكُمُ أَلَمُ

وَالظُّلْمُ مِنْ شِيَمِ النُّفُوسِ فَإِنْ تَجِدْ ... ذَا عِفَّةٍ فَلِعِلَّةٍ لَا يَظْلِمُ[٣]

---

[١] من مدح أبي الحسين علي بن أحمد المرّي الخراساني، تضوى به: تهزل به. يغبط: يتمنى. غبطت الرجل، إذا تمنيت أن تكون مثله من غير أن تتمنى زوال ماله. الحِمام: الموت. يقول إنّ الصبر على الأذى وإبصار من يفعله، غذاء يتخلّل منه البدن ويشق عن المرأ، ومن عاش ذليلاً فليس له عيش يُغبط عليه، فالموت خير من الحياة في الذل، والحلم إذا لم يكن عن قدرة كان عجزًا. واللئام يسمّون عجزهم حلمًا، من كان هيّنًا في نفسه [illegible] عليه احتمال الهوان كالميّت الذي لا يتألّم بالجراحة. (اعظمی)

[٢] من السيفيات يمدح سيف الدولة ويعاتبه في مجلسه تفضيله وتوضيحه معنى تبيّن هذا. ١٢ منه

[٣] الشِّيَم جمع شيمة وهي الخليقة والطبيعة. الارقم ضرب من الحيات. لا يرعوي: لا يكفّ. العذل: اللوم. والغيّ ضدّ الرُّشد. يقول إنّ الناس جُبلوا على الظلم لاستيلاء الهوى، فاذا رأيت رجلاً عفيفًا لا يظلم فإنّما تركه لعلّة كالخوف والعجز ونحوهما، والدليل يظهر المودّة لمن يبغضه إذ ليس يقدر على مكافاته والحية أقرب إلى المصافاة من الذليل إذا أظهر المودّة لمن يودّه، ومن المصيبة أن تعذل الجاهل الذي لا يرجع عن غيّه وأن تخاطب من لا يفهم ما تقول لجهله. (أعظمی)

وَالذُّلُّ يُظْهِرُ فِي الذَّلِيلِ مُوَدَّةً ‏ ‏ ‏ وَأَوَدُّ مِنْهُ لِمَنْ يَوَدُّ الْأَرْقَمُ
وَمِنَ الْبَلِيَّةِ عَذْلُ مَنْ لَا يَرْعَوِي ‏ ‏ ‏ عَنْ جَهْلِهِ وَخِطَابُ مَنْ لَا يَفْهَمُ

وله
مُشِبُّ الَّذِي يَبْكِي الشَّبَابَ مُشِيبُهُ ‏ ‏ ‏ فَكَيْفَ تَوَقِّيهِ وَبَانِيهِ هَادِمُهْ
وَتَكْمِلَةُ الْعَيْشِ الصِّبَى وَعَقِيبُهُ ‏ ‏ ‏ وَغَائِبُ لَوْنِ الْعَارِضَيْنِ وَقَادِمُهْ
وَمَا خَضَبَ النَّاسُ الْبَيَاضَ لِأَنَّهُ ‏ ‏ ‏ قَبِيحٌ وَلَكِنْ أَحْسَنُ الشَّعْرِ فَاحِمُهْ

إِذَا غَامَرْتَ فِي شَرَفٍ مَرُومِ ‏ ‏ ‏ فَلَا تَقْنَعْ بِمَا دُونَ النُّجُومِ
فَطَعْمُ الْمَوْتِ فِي أَمْرٍ حَقِيرٍ ‏ ‏ ‏ كَطَعْمِ الْمَوْتِ فِي أَمْرٍ عَظِيمِ
يَرَى الْجُبَنَاءُ أَنَّ الْعَجْزَ عَقْلٌ ‏ ‏ ‏ وَتِلْكَ خَدِيعَةُ الطَّبْعِ اللَّئِيمِ

إِذَا سَاءَ فِعْلُ الْمَرْءِ سَاءَتْ ظُنُونُهُ ‏ ‏ ‏ وَصَدَّقَ مَا يَعْتَادُهُ مِنْ تَوَهُّمِ
وَعَادَى مُحِبِّيهِ بِقَوْلِ عُدَاتِهِ ‏ ‏ ‏ وَأَصْبَحَ فِي لَيْلٍ مِنَ الشَّكِّ مُظْلِمِ

١ـه يقول إنّما الشيبُ حصل مِمَّن عنده الشباب فلا سبيلَ إلى التوقي منه وَلا ينبغي لِأَحدٍ أن يجزع على فقد الشباب وتمام العيش هو الصبا وما يتلوه من بلوغ الأشدّ إلى أن يختلف إلى عارضيه لونًا بَيَاضٌ وسَوَادٌ، إنّ البياضَ فِي الشعر حَسَنٌ فالبياض لا يُخضب لأنّه قبيحٌ ولكن لأن السوادَ أحسنُ منه - (اعظمی)

٢ـه المغامرة، الدخول فى المهالك والغمرات. الشدائد والمَرُوْم، المطلوب، يَقُولُ إذا أردتَ الشرفَ وخاطرتَ بنفسِكَ فِي طلبه فلا تقنع باليسير منه وَلا ترضَ بما دون أعلاه، لِأنّ طعم الموتِ فى الأمر الحقير والصعب الشديد سَوَاءٌ فلا سبب للمُخَاطِرِ إلّا أن يَقصد أعلى الأمور: إنّ الجبان يتقاعد عن إقتحام العظائم ويظن أنّه عقل وإنّما هى خديعة وَليس ذلك إلّا لِسُوءِ طبعه الرّدئ - (أعظمی)

Marfat.com

١ وَلَمَّا صَارَ وُدُّ النَّاسِ خِبًّا ... جَزَيْتُ عَلَى ابْتِسَامٍ بِابْتِسَامِ
وَصِرْتُ أَشُكُّ فِيمَنْ أَصْطَفِيهِ ... لِعِلْمِي أَنَّهُ بَعْضُ الْأَنَامِ
وَآنَفُ مِنْ أَخِي لِأَبِي وَأُمِّي ... إِذَا لَمْ أَجِدْهُ مِنَ الْكِرَامِ
وَلَمْ أَرَ فِي عُيُوبِ النَّاسِ شَيْئًا ... كَنَقْصِ الْقَادِرِينَ عَلَى التَّمَامِ

---

٢ تَوَهَّمَ الْقَوْمُ أَنَّ الْعَجْزَ قَرَّبَنَا ... وَفِي التَّقَرُّبِ مَا يَدْعُو إِلَى التُّهَمِ
وَلَمْ تَزَلْ قِلَّةُ الْإِنْصَافِ قَاطِعَةً ... بَيْنَ الرِّجَالِ وَلَوْ كَانُوا ذَوِي رَحِمِ
هَوِّنْ عَلَى بَصَرٍ مَا شَقَّ مَنْظَرُهُ ... فَإِنَّمَا يَقَظَاتُ الْعَيْنِ كَالْحُلُمِ
وَكُنْ عَلَى حَذَرٍ لِلنَّاسِ تَسْتُرُهُ ... وَلَا يَغُرَّكَ مِنْهُمْ ثَغْرُ مُبْتَسِمِ
غَاضَ الْوَفَاءُ فَمَا تَلْقَاهُ فِي عِدَةٍ ... وَأَعْوَزَ الصِّدْقُ فِي الْإِخْبَارِ وَالْقَسَمِ
أَتَى الزَّمَانَ بَنُوهُ فِي شَبِيبَتِهِ ... فَسَرَّهُمْ وَأَتَيْنَاهُ عَلَى الْهَرَمِ

---

٣ عَرَفْتُ اللَّيَالِي قَبْلَ مَا صَنَعَتْ بِنَا ... فَلَمَّا دَهَتْنِي لَمْ تَزِدْنِي بِهَا عِلْمَا
وَمَا الْجَمْعُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالنَّارِ فِي يَدِي ... بِأَصْعَبَ مِنْ أَنْ أَجْمَعَ الْجَدَّ وَالْفَهْمَا
وَإِنِّي لَمِنْ قَوْمٍ كَأَنَّ نُفُوسَهُمْ ... بِهَا أَنَفٌ أَنْ تَسْكُنَ اللَّحْمَ وَالْعَظْمَا
فَلَا عَبَرَتْ بِي سَاعَةٌ لَا تُعِزُّنِي ... وَلَا صَحِبَتْنِي مُهْجَةٌ تَقْبَلُ الظُّلْمَا

مَا كُلُّ مَا يَتَمَنَّى الْمَرْءُ يُدْرِكُهُ ... تَجْرِي الرِّيَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِي الشُّفُنُ

---

١ الْخِبُّ الخداع، الوُدُّ، الصداقة، آنف، أستنكف، أصطفيه، أختاره، يقول لما صار وُدُّ النّاس غير صادق صرتُ كأحدهم أفعل بهم كما يفعلون، فاذا تبسَّموا لى تبسَّمت لهم ولَم أكن على ثقة من مودة لأنى أعلم انّه من جملة الناس، إنّى أبغض البخلاء وأحِبُّ الكرام حتى أبغض أخى إذا لَمْ أجده كريمًا ولم أر عيبا أبلغ من عيب من قدر أن يكون كاملًا فى الفضل فلم يكمل۔ (اعظمى)
٢ من رثاء أبى شجاع فاتك قال بالكوفة يرثيه ويذكر مسيره من مصر۔ أنظر تشريحه فيما مضى قبل هذا۔ ١٢ منه
٣ من قصيدة فى جدته لأمه ماتت فرحًا بكتابه إليها، تفصيله مضى قبل هذا۔ ١٢ منه

Marfat.com

أَفَاضِلُ النَّاسِ أَغْرَاضٌ لَدَى الزَّمَنِ[1] … يَخْلُو مِنَ الْهَمِّ أَخْلَاهُمْ مِنَ الْفِطَنِ
وَإِنَّمَا نَحْنُ فِي جِيلٍ سَوَاسِيَةٍ … شَرٍّ عَلَى الْحُرِّ مِنْ سُقْمٍ عَلَى بَدَنِ
حَوْلِي بِكُلِّ مَكَانٍ مِنْهُمُ خِلَقٌ … تُخْطِي إِذَا جِئْتَ فِي اسْتِفْهَامِهَا بِمَنِ
نَقْرُ الْجَهُولِ بِلَا قَلْبٍ إِلَى أَدَبٍ … نَقْرُ الْحِمَارِ بِلَا رَأْسٍ إِلَى رَسَنِ
لَا يُعْجِبَنَّ مَضِيمًا حُسْنُ بِزَّتِهِ … وَهَلْ تَرُوقُ دَفِينًا جَوْدَةُ الْكَفَنِ

وَمَكَايِدُ السُّفَهَاءِ وَاقِعَةٌ بِهِمْ … وَعَدَاوَةُ الشُّعَرَاءِ بِئْسَ الْمُقْتَنَى
لُعِنَتْ مُقَارَنَةُ اللَّئِيمِ فَإِنَّهَا … ضَيْفٌ يَجُرُّ مِنَ النَّدَامَةِ ضَيْفَنَا

وَمُرَادُ النُّفُوسِ أَصْغَرُ مِنْ أَنْ[2] … تَتَعَادَى فِيهِ وَأَنْ تَتَفَانَى
غَيْرَ أَنَّ الْفَتَى يُلَاقِي الْمَنَايَا … كَالِحَاتٍ وَلَا يُلَاقِي الْهَوَانَا
وَلَوَ اَنَّ الْحَيَاةَ تَبْقَى لِحَيٍّ … لَعَدَدْنَا أَضَلَّنَا الشُّجْعَانَا
وَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الْمَوْتِ بُدٌّ … فَمِنَ الْعَجْزِ أَنْ تَكُونَ جَبَانَا

فَجَاءَتْ بِنَا إِنْسَانَ عَيْنِ زَمَانِهِ[3]
وَخَلَّتْ بَيَاضًا خَلْفَهَا وَمَآقِيَا

هٰذَا آخِرُ الْاِخْتِيَارِ مِنْ فَرَائِدِ الْمُتَنَبِّي وَنَوَادِرِهِ

---

[1] هذه القصيدة من مديح أبي عبد الله محمد بن الخطيب الخصيبي، وذكرها مضى قبل هذا۔ ١٢ منه
[2] المنايا جمع مَنِيَّة، الموت، كالحات، عابسات، يقول إن الكريم يجتنب عن المعاداة والتحاسد فالذي تريده النفوس من جاه الدنيا أحقر من أن تعادي بعضها بعضًا لأجله وتتفانى بسببه والحر الكريم أحبُّ إليه الموت لكريه من أن يلقى ذُلًّا وهوانًا. والحياة فانيةٌ. لو كان الجبان يسلمْ من الموت ويلقاه الشجاع لكان الشجاع ضالًّا في اقدامه ولكنّ الحياة لا تبقى لشجاع ولا لجبان بل الموت ينال الجميع، فإذا كان كذلك فالجبان لا ينفعه جبنه والشجاع لا يضره إقدامه فان الجبن إذن من ضعف الهمة وعجزها۔ (اعظمی)
[3] من الكافوريات، ما مدح المتنبي أسود بأحسن من هذا وتشريحه مضى قبل هذا۔ ١٢ منه

Marfat.com

ماخذ و مراجع

متنبی کی شاعری اور اُس کے کلام پر تنقید و تبصرہ کے سلسلہ میں جن کتابوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، اُن کی فہرست درج ذیل ہے، اِن میں وہ کتابیں بھی داخل ہیں، جو خصوصیت سے میرے پیشِ نظر رہی ہیں، اور جن کے حوالے اس کتاب میں جا بجا دیئے گئے ہیں، وہو ہذا:-

۱- الخصائص .. .. ابی الفتح عثمان بن جنی

۲- خزانة الأدب ... ... عبد القادر عمر البغدادی

۳- الکشف عن مساوی شعر المتنبی ... ... الصاحب أبو القاسم إسماعیل بن عباد

۴- الأمثال السائرة من شعر أبی الطیب المتنبی: " " " " "

۵- الوساطة بین المتنبی وخصومه ... قاضی ابو الحسن علی بن عبد [illegible]

۶- یتیمة الدهر فی شعراء أهل العصر .... أبو منصور محمد بن [illegible] الثعالبی

۷- شرح الواحدی .. .. إمام أبی الحسن بن أحمد الواحدی-

۸- شرح العکبری ... ... أبو البقا عبد الله بن الحسین العکبری

۹- الموضحه... ... ... الشیخ أبو علی الحاتمی

۱۰- الصبح المنبئ عن حیثیة المتنبی .. .. علامه یوسف البدیعی

۱۱- العرف الطیب ... ... الشیخ الناصیف الیازجی-

Marfat.com

۱۲- شرح دیوان المتنبی ... ... الشیخ عبدالرحمن البرقوقی

۱۳- مع المتنبی ... ... ڈاکٹر طٰہٰ حسین المصری

۱۴- ذکری أبی الطیّب بعد ألف عام ... . ڈاکٹر عبدالوھاب عزام

۱۵- دیوان أبی الطیّب المتنبی .... " " " "

۱۶- ألإبانة عن سرقات المتنبی لفظاً ومعنیً ... أبوسعید محمد بن احمد العمیدی

۱۷- أبوالطیّب المتنبی ... ... محمد کمال حلمی المصری

۱۸- الرّوائع ... ... فواد البستانی

۱۹- أدباء العرب ... ... بطرس البستانی

۲۰- الطرائف الأدبیّة (مختارات المتنبی): إمام عبدالقاھر الجرجانی

۲۱- أمراء شعر العربی .... أنیس المقدسی

۲۲- النجوم الزّاھرۃ فی ملوک المصر والقاھرہ .. إبن تغری بردی

۲۳- کتاب الشعر والشعراء ... ... علامہ إبن قتیبۃ الدینوری

۲۴- نُزھۃُ الألباء فی طبقات الأدباء ... الکمال أنباری

۲۵- کتاب العمدہ .. .. إبن رشیق القیروانی

۲۶- کتاب الصناعتین .. .. أبوھلال العسکری

۲۷- المثل السائر فی أدب الکاتب والشاعر إبن اثیر الجزری

۲۸- الوشی المرقوم ... ... " " " " "

۲۹- أمثال المتنبی وحیاتہ .... أحمد سعید البغدادی

۳۰- جواھر الأدب .. .. احمد الھاشمی

۳۱- دلائل الاعجاز .. .. إمام عبد القاھر الجرجانی

۳۲- إعجاز القرآن ... ... أبوبکر محمد بن الطیب الباقلانی

۳۳- الوسیط فی الأدب العربی وتاریخہ أحمد الإسکندری

۳۴- تاریخ البغداد ... ... الشیخ أبوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی

Marfat.com

٣٥- الفخری ... ... محمد بن علی بن طباطبا

٣٦- مفتاح السعادة ... ... احمد بن مصطفیٰ طاش کبری زادہ

٣٧- حصاد الهشیم ... ... علامہ مازنی

٣٨- سرح العیون ... ... إبن نباتة المصری

٣٩- زیادات دیوان المتنبی ... ... علامہ عبد العزیز المیمنی

٤٠- رسالة فی کشف عیون المتنبی ... ... أبو الحسن حمزہ بن محمد الأصفهانی

٤١- فتق الکمائم فی تفسیر شعر المتنبی ... أبو محمد طاهر بن الحسین المخزومی

٤٢- معجم البلدان ... ... یاقوت الحموی

٤٣- إرشاد الأریب إلی معرفة الأدیب، یاقوت الرومی
(المعروف به معجم الأدباء) ... ...

٤٤- وفیات الأعیان ... ... علامہ إبن خلکان

٤٥- تاریخ آداب اللغة العربیّة ... ... جرجی زیدان

٤٦- تاریخ آداب العرب ... ... مصطفیٰ صادق الرافعی

٤٧- تاریخ آداب اللغة العربیّة ... ... محمد بک دیاب

٤٨- تاریخ الأدب العربی ... ... أحمد حسن الزیات

٤٩- تاریخ الأدب العربی ... ... ألفاخوری

٥٠- تاریخ الأدب العربی ... ... ندیم عدی

٥١- أدبیات اللغة العربیّة ... ... محمد عاطف [illegible]

٥٢- أدب اللغة العربیة ... ... محمد حسن نائل المرصفی

٥٣- الأدب العربی ... ... عبد الرزاق المصری

٥٤- ظهر الإسلام ... ... أحمد أمین المصری

٥٥- ریحانة الأدب ... ... محمد علی تبریزی

٥٦- تذکرة الشعراء ... ... أمیر دولتشاہ السمرقندی

Marfat.com

۵۷۔ أنيس المسافر ... ... الشيخ يوسف بن أحمد البحراني

۵۸۔ معادن الجواهر ... ... محسن الأمين الحسيني العاملي

۵۹۔ محاضرات الأدباء ... ... الرّاغب الاصفهاني

۶۰۔ حُسن المحاضرة في أخبار المصر والقاهرة: الجلال السيوطي

۶۱۔ المفاخرة والمكاثرة ما بين الرّومي وأبي الطيّب: أبو محمد حسن بن بندار التفليسي۔

۶۲۔ زهر الآداب وثمر الالباب ... ... الحصري القيرواني

۶۳۔ كشف المعاني والبيان ... ... بديع الزمان الهمداني

۶۴۔ الفنّ ومذاهبه في الشعر العربي ... شوقي ضيف

۶۵۔ نهاية الأرب في فنون الأدب ... النويري

۶۶۔ شذرات الذهب ... ... إبن العماد الحنبلي

۶۷۔ الشذرات الشبينيّة ... ... محمد علي بك المنبادی

۶۸۔ محمڈن ڈائنسٹیز ... ... اسٹینلے لین پول

۶۹۔ هسٹری آف دی عربس ... ... فلپ، کے، هٹی

۷۰۔ الٹریری هسٹری آف دی عربس ... آر۔ اے۔ نکلسن

مذکورۂ بالا کتب کے علاوہ متنبی کے دیوان کی لاتعداد شرحیں ہیں جن میں سے بعض دس دس جلدوں میں ہیں۔ علاوہ ازیں بے شمار ایسی کتابیں، رسائل و مکاتیب اور ہیں، جن میں علما و ادبا اور صوفیا کرام نے اس کے حکمت و موعظت سے پُر معجز نما اشعار کو بطور تمثیل استعمال کیا ہے۔ ان میں سے بعض کا بیان مع حوالہ صفحات پہلے گزر چکا ہے۔ متنبی کے دیوان کی شرحوں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

دیوانِ متنبی کی شروح

علامہ یازجی نے دیوانِ متنبی کی اکتالیس شرحیں گنانے ہوئے لکھا ہے کہ اتنی شرحیں شعراءِ عرب میں سے کسی اور کے دیوان کی نہیں لکھی گئیں۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی شرحیں ہوں جنھیں ہم نہیں جانتے۔ نام درج ذیل ہیں:۔[1]

[1] العرف الطیب فی شرح دیوان ابی الطیب ـ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی از ص ۴۲۳ تا ۴۲۷ - ۱۲ منہ

١ - كِتَابُ إبن جِنّي ... ... أبُو الفتح عثمان بن جِنّي

٢ - كتاب اللّامِع الغزيزي ... ... أبُو العلاء المعرّي

٣ - كتاب معجز أحمد ... ... ″ ″ ″ ″

٤ - كتاب الواحدي (اربع مجلدات) أبو الحسن علي بن احمد الواحدي

٥ - كتاب الموضح ... ... أبُو ذكريا التبريزي

٦ - كتاب الجُرجاني ... ... إمام عبد القاهر الجرجاني

٧ - كتاب السَّمعَانِي ... ... أبُو منصور محمد بن عبد الجبار السَّمعاني

٨ - كتاب الأقيلي ... ... أبُو القاسم إبراهيم بن محمد الأقيلي

٩ - كتاب الأعلم ... ... أبُو الحجاج يوسف الأعلم

١٠ - كتاب الأنباري ... ... عبد الرحمن بن محمد الأنباري -

١١ - المُنصِف (كِتابٌ فِي سَرِقات المتنبي): حسن بن محمد بن وكيع

١٢ - كتاب العُكبري ... ... أبو البقاء عبد الله العكبري

١٣ - كتاب الكِندي ... ... أبُو اليمن زيد بن الحسن الكندي

١٤ - كتاب زكريّا ... ... علامة عبد الواحد بن محمد بن علي بن زكريا

١٥ - كتاب الهُراسي ... ... الشيخ محمد بن علي إبراهيم الهُراسي

١٦ - كتاب الدُّلفي (عشر مجلدات) ... أبُو الحسن محمد بن عبد الله الدُّلفي

١٧ - كتاب الواسطي ... ... كَمَالُ الدين بن القاسم الواسطي

١٨ - كتاب الوَسَاطَةِ ... ... القاضي إبن عبد العزيز [illegible]

١٩ - كتاب الخوارزمي ... ... أبُو بكر محمد بن [illegible] الخوارزمي

٢٠ - كتاب النيسابوري ... ... عبد الرحمن بن دوست النيسابوري

٢١ - كتاب العُروضي ... ... أبو الفضل أحمد بن محمد العروضي

٢٢ - كتاب التجني على إبن جنّي ... إبن فورجّه

٢٣ - كتاب الفتح على أبي الفتح ... إبن فورجّه ″ ″ ″

۲۴-كتابُ معانِى أبياته	أبوالفتح عثمان بن جنّى
۲۵-كتاب التنبيه ... ... -	أبوالحسن علی بن عیسی الرّبعي
۲۶-كتابُ إيضاح المشكل من شعرالمتنبی	أبوالقاسم عبد الله بن عبدالرحمٰن الأصفہانی
۲۷-كتابُ الحسين الشاعر... ...	الحسين بن محمد طاهرالشاعر
۲۸-كتاب القيروانى -	أبوعبدالله محمد بن جعفرالقيروانى
۲۹-كتاب على القطاع	علي بن جعفر القطّاع
۳۰-كتاب إبن عبّاد	الصّاحب ابوالقاسم اسماعيل بن عبّاد
۳۱-كتابُ أبى الحسين الصقلى...	أبُوالحسن عبدالرحمٰن الصقلى
۳۲-كتابُ قصائد الصّبا	أبُوالحجاج يُوسف الأعلم
۳۳-نُزهة الأديب فی سرقات المتنبی من حبيب	إبن حسُّون المِصری
۳۴-الانتصار المنبئ عن فضائل المتنبی ۳۵-كتاب لتبنيه عن رذائل المتنبّی ۳۶-كتاب بقية الانتصار والمكثر من الإختصار	ابُوالحسن أحمد بن أحمد المغربي
۳۷-الرسالة الحاتمية ۳۸-جبهة الأدب	أبُوالحسن محمّد بن المظفر الحاتمی
۳۹-المأخذ الكندية من المعانى الطائيه ۴۰-كتاب الاستدراك على إبن الدّهان	ضياء الدّين إبن الأثير الجزری
۴۱-ألإبانة عن سرقات المتنبی لفظاً ومعنًى	أبُوسعيد محمد بن احمد الحميدی

علامۂ بدیعی کی اِن گنائی ہوئی شروح کے علاوہ اور بہت سے عربی ادب کے ماہر علماء و أدباء نے متنبی کے دیوان کی شرحیں لکھی ہیں، جن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:-

Marfat.com

۴۲۔ شرح لدیوان أبی الطیّب[۵۱] أبوطالب بن محمد الأزدی

۴۳۔ فتق الکمائم فی تفسیر شعر المتنبی[۵۲] أبو محمد طاہر بن الحسین المخزومی

۴۴۔ المسابقة فیما أخذ المتنبی من الشعراء[۵۳]

۴۵۔ المفاخرة والمکاثرة ما بین الرّومی وأبی الطیّب } أبو محمد حسن بن بندار التفلیسی

۴۶۔ الرّدّ علی ابن جنّی فی شعر المتنبی .. أبوحیان التوحیدی

۴۷۔ رسالة فی کشف عیوب المتنبی[۵۴] أبوالحسن حمزہ بن محمد الأصفہانی

۴۸۔ شرح دیوان المتنبی ... ... مؤید الدّین الأصبہانی

۴۹۔ شرح دیوان المتنبی ... ... أبوالحسین عبداللہ بن احمد السامانی

۵۰۔ العرف الطیّب ... ... علامہ ناصیف الیازجی

۵۱۔ شرح دیوان المتنبی (اربع مجلدات) الشیخ عبدالرحمٰن البرقوقی۔

اِن شروح میں یازجی اور برقوقی کی شرحوں کے علاوہ تمام شرحیں چوتھی، پانچویں، چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کی تصنیفات ہیں جو کم یاب ہی نہیں بلکہ نایاب بھی ہیں، اِلّا ما شاء اللہ یہ تو ادب کی وہ مایۂ ناز اور مُستند شرحیں ہیں جو صرف عربی زبان میں لکھی گئی ہیں، دوسری زبانوں میں اس جلیل القدر شاعر کے "دیوان" کی کتنی شرحیں لکھی گئی ہیں؟ اور اس کی معجز نما شاعری پر کیا کیا تنقیدیں ہوئی ہیں؟ اس کا صحیح علم خدا ہی کو ہے۔ بہرحال علامہ بدایونی

---

[۵۱] إرشاد الأریب ج ۴ ص ۲۳۳ - ۱۲ منہ

[۵۲] تتمة الیتیمة ج ۱ ص ۲۰ ۱۲ منہ

[۵۳] أنباہ الرّواة ج ۱ ص ۲۰۹ ۱۲ منہ

[۵۴] بغیة الوعاة ص ۳۴۸ ۱۲ منہ

[۵۵] دیوان المتنبی فی العالم العربی وعند المستشرقین - ص ۱۱ - ۱۲ منہ

Marfat.com

کے اِس قول میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ" شعرائے عرب میں سے کسی [illegible] کے دیوان کی اِتنی کثیر تعداد میں شرحیں نہیں لکھی گئیں، جتنی "دیوانِ متنبی" کی [illegible] کے کلام کے مقبولیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

تَمَّ الجزءُ الثّاني

(وَلَهُ الحَمْدُ)

وَكَانَ الْفَرَاغُ مِنْ تَبْيِيْضِ هٰذَا الْكِتَابِ وَطَبْعِهِ فِيْ شَهْرِ نومبر سنہ ۱۹۵۸ء وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَنِيْ لِكَيْ أُوَفِّيَ بَعْضَ مَا عَلَيَّ لِهٰذَا الشَّاعِرِ الْجَلِيْلِ، لَا رَيْبَ أَنَّهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ مُبْتَكَرٍ جَدِيْدٍ، وَهَلْ غَادَرَ الشُّرَّاحُ مِنْ مُتَرَدَّمٍ وَإِنَّمَا كُلُّ مَزِيَّةِ هٰذَا الْكِتَابِ، أَنَّهُ بِحَمْدِ اللّٰهِ يُغْنِيْ عَنْ سَائِرِ مَا لَهُ وَمَا عَلَيْهِ وَالرَّجَاءُ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَنْفَعَنِيْ وَإِيَّاكُمْ بِهِ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

وَإِنِّيْ وَإِنْ كُنْتُ الْأَخِيْرَ زَمَانُهُ
لَآتٍ بِمَا لَمْ تَسْتَطِعْهُ الْأَوَائِلُ

Marfat.com